تبٰرک الذی نزل الفرقان علیٰ عبدہٖ لیکون للعلمین نذیرًا

الحمد للہ والمنۃ کہ تفسیر نادر زمانہ موضح اسرار قرآن مجید بطرز محققانہ اعنی

جلد ثالث ۳ من

تفسیر فتح المنان

المشہور بہ

تفسیر حقانی

مصنفہ فخر المفسرین زبدۃ المحدثین عمدۃ المتکلمین فاضل اجل حضرت مولانا ابو محمد عبد الحق الحقانی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

جس میں پارہ دوم سے لے کر آخر سورۂ نساء تک سوا چار پارہ کی تفسیر ہے

ناشران

شیخ غلام علی اینڈ سنز
کشمیری بازار لاہور

دار الاشاعت تفسیر حقانی
بلیماران دہلی

رمضان شریف ۱۳۶۴ھ

مفصل فہرست مضامین تفسیر حقانی جلد سوم

صفحہ	سطر	مضمون
215	1	وماکان لمومن ان یقتل مومنا الخ
〃	7	ہندوستان دارالحرب نہیں بلکہ دارالامن ہے
〃	8	ترکیب
〃	12	تفسیر
〃	15	کسی مومن کو کسی مومن کا قتل کرنا درست نہیں
〃	19	کفارہ و دیت (خون بہا)
216	9	قتل عمد کا حکم۔ قصاص و دیت
〃	14	احکام دیت و قتل خطا
〃	〃	قتل کی پانچ قسمیں ہیں۔
〃	〃	(۱) قتل عمد
〃	19	(۲) قتل خطا
〃	23	(۳) شبہ بالعمد
〃	25	(۴) قتل خطا
〃	26	(۵) قتل بالسبب
〃	27	دیت کے معنی اور اس کی تشریح۔
〃	29	خون بہا کی دو قسمیں ہیں۔
〃	〃	اوّل مغلظہ
217	1	یایہا الذین آمنوا اذا ضربتم الخ
〃	5	خون بہا کی دوسری قسم مخففہ ہے جو قتل خطا میں آتی ہے
〃	11	ترکیب
〃	14	تفسیر
〃	18	اسامہ بن زید کی روایت
〃	حاشیہ	جہاد میں جو اسلام ظاہر کرے وہ قتل نہ کیا جاوے
218	1	لایستوی القاعدون من المومنین الخ
〃	حاشیہ	مجاہدین کو خانہ نشینوں پر فضیلت ہے
〃	〃	ترکیب
〃	10	تفسیر
〃	23	بوقت مرگ یا بعد مرگ ملائکہ سے سوال و جواب
220	1	واذا ضربتم فی الارض الخ
〃	2	قصر اور صلوٰۃ خوف کا مسئلہ
〃	12	ترکیب
〃	15	تفسیر
〃	17	قصر کے معنی
221	1	نماز قصر جنگ کے میدان میں کس طرح پڑھنی چاہئے
〃	7	مسافر کو رخصت ہے کہ وہ چار رکعت کی جگہ دو پڑھے
〃	17	نہیں بلکہ سفر پر نماز قصر ہے۔
〃	〃	صلوٰۃ خوف کا مسئلہ
〃	[illegible]	صلوٰۃ خوف کی ترکیب
[illegible]	[illegible]	[illegible]

صفحہ	سطر	مضمون
221	17	جو لوگ نماز خوف میں آپکے ساتھ ہوں وہ ہتھیار کھول کر نہ کھڑے ہوں۔
222	1	انا انزلنا الیک الکتاب بالحق
〃	12	ترکیب
〃	14	تفسیر
〃	18	حق و انصاف کو معاملات میں اور قانون الٰہی کو محفوظ رکھنا چاہئے۔
223	1	ان آیات کا شان نزول۔
〃	4	طعمہ بن ابیرق کا زرہ چرا کر یہودی کے ہاں رکھنا
〃	29	استغفار کیساتھ توبہ بھی شرط ہے
225	1	ولولا فضل اللہ علیک ورحمتہ۔
〃	11	ترکیب
〃	15	تفسیر
〃	18	آنحضرت کی عصمت
〃	23	خبر کی تین قسمیں
226	1	ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ الخ
〃	8	خیر و خائن کی دو قسم ہیں۔
〃	12	اجماع امت کے برحق ہونیکا ثبوت
〃	13	ترکیب
〃	17	تفسیر
〃	24	انسان کی سعادت و شقاوت قوت نظریہ و عملیہ کی تکمیل و تخریب
227	5	مشرک دو قسم کے لوگ ہیں
〃	10	عرب کے بت پرست خیالی معبودوں کو عورتوں کے نام سے نامزد کیا کرتے تھے
〃	7	عرب میں ہر ایک قبیلہ کا ایک بت تھا
〃	12	ہندوستان میں بھی کالی بھوانی اور لکشمی والی عورتیں پوجی جاتی ہیں
228	4	تغیر خلق اللہ سے کیا مراد ہے؟
〃	12	غضبانی شہوانی اور وہمانی باتوں کو روح پر غالب کر دینا تغیر خلق اللہ ہے
〃	20	امانی (آرزو و خواہشات) دفع کرنیکا علاج
229	1	لیس بامانیکم ولا امانی اہل الکتاب الخ
〃	14	ترکیب
〃	18	تفسیر
〃	23	دین اسلام کے برحق ہونے پر دلیل
230	1	ویستفتونک فی النساء الخ
〃	4	دلیل اوّل عقائد صحیحہ
〃	7	دلیل دوم اعمال صالحہ
〃	12	ترکیب

صفحہ	سطر	مضمون
230	18	تفسیر
〃	25	عورتوں کے بارہ میں فتویٰ
231	1	وان امراۃ خافت من بعلہا نشوزا
〃	8	یتیموں کے بارہ میں عدل کرنا
〃	9	اسلام کو عورتوں کیلئے میراث کا حکم دیتا ہے
〃	15	ترکیب
〃	17	تفسیر
〃	〃	عورتوں کے حقوق کا ذکر
〃	21	مردوں کو تنبیہ
232	1	وللہ ما فی السموات وما فی الارض الخ
〃	5	بضرورت تعدد ازواج ضمناً اجازت
〃	حاشیہ	حقوق میں مساوات و برابری
〃	14	ترکیب
〃	15	تفسیر
233	1	عرب کے ریگستان میں حضرت محمد صلعم کی بعثت
〃	7	شریعت پر عمل کرنیکا نتیجہ
〃	13	خدا کی شریعت اور احکام بندوں کی بھلائی اور فائدہ دارین کیلئے ہیں۔
〃	15	خلق کی نافرمانی کرکے کوئی قوم سرسبز نہیں ہوئی
〃	25	قوانین شریعت پر عمل کرنے کی تاکید
234	1	یایہا الذین آمنوا کونوا قوامین الخ
〃	6	عدول حکمی کا بدثمرہ
〃	〃	عمل کرنیکا نیک نتیجہ
〃	9	ترکیب
〃	11	تفسیر
〃	22	تین چیزوں پر ایمان لانے کی تاکید
〃	23	(۱) اللہ پر یعنی اسکی ذات و صفات پر ایمان لانا
〃	〃	(۲) اسکے رسولوں پر ایمان لانا۔
〃	〃	(۳) کتاب یعنی قرآن اور کتب انبیاء پر ایمان لانا
235	1	ان الذین آمنوا ثم کفروا ثم آمنوا ثم کفروا الخ
〃	12	ترکیب
〃	16	تفسیر
〃	〃	ایمان لاکر ثابت قدم رہنا۔
〃	24	مفسرین کے اس آیت میں مختلف اقوال
236	4	(سوال) اگر کوئی کہے کہ بغیر توبہ کے تو کوئی کفر بھی معاف نہیں ہوتا الخ
〃	8	اس کا جواب یہ ہے الخ
〃	24	جہاں کہیں خدا کی آیات پر ہنسی ہوتے دیکھو تو وہاں سے اٹھ جاؤ۔
〃	26	منافقین کا دوسرا احوال

تمام شد

تبارک الذی نزل الفرقان علیٰ عبدہ لیکون للعلمین نذیرا

الحمد للہ والمنۃ کہ تفسیر نادر زمانہ موضح اسرار قرآن مجید بطرز محققانہ اعنی

جلد سوم من

تفسیر فتح المنان

المشہور بہ

تفسیر حقانی

مصنفہ فخر المفسرین زبدۃ المحدثین عمدۃ المتکلمین فاضل اجل حضرت مولانا ابو محمد عبد الحق الحقانی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

کہ جسمیں پارہ ربما سے لیکر سورۂ الحجر آخر سورۂ نحل تک پارہ بیسواں اسکا چہ پارہ کی تفسیر ہے

ناشران

شیخ غلام علی اینڈ سنز
کشمیری بازار لاہور

جملہ حقوق باضابطہ محفوظ ہیں
رمضان شریف
۱۳۶۹ھ

دار الاشاعت تفسیر حقانی
کراچی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلَّاهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِي كَانُوا عَلَيْهَا ۚ قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ

بیوقوف ابھی کہنے لگیں گے کہ مسلمانوں کو کس نے اس قبلہ سے کہ جس پر وہ تھے کس نے پھیر دیا (سوا اے نبی تم ان سے) کہدو کہ مشرق

وَالْمَغْرِبُ ۚ يَهْدِي مَنْ يَّشَاءُ إِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ

اور مغرب سب اللہ ہی کا ہے وہ جس کو چاہتا ہے سیدھا راستہ دکھاتا ہے

ترکیب سیقول فعل السفہاء فاعل من الناس اس کا بیان ما ولّٰھم مبتدا و خبر ملکر موضع نصب میں ہے بسبب قول کے عن جار قبلتہم مجرور مضاف ہم مضاف الیہ یہ سب موصوف التی کانوا علیہا ای علی توجہا او علی اعتقادہا ۔ جملہ صفت عن متعلق ولّٰی کے ہے ۔

تفسیر اس سے پہلی آیات میں خدا تعالیٰ نے یہود اور ان کے متبعین منافقین کی ان نکتہ چینیوں کو ذکر جو دہ اسلام اور نبی علیہ السلام کی جناب میں کرتے تھے ، ذکر فرما کر جواب دیا تھا منجملہ ان نکتہ چینیوں کی ایک بڑا بھاری اعتراض اسلام پر اور آنحضرت پر تحویل قبلہ کے بارہ میں کرتے تھے یہ خدا تعالیٰ اسکا بھی جواب اس آیت میں دیتا ہے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کر کے مدینہ میں آ بسے اسلئے تو بیت المقدس کیطرف منہ کر کے نماز پڑھا کرتے تھے اور اسی کو قبلہ بنائے تھے سو جس کی روایات میں تفاوت ہے ، کوئی کہتا ہے کہ نو یا دس مہینے تک بیت المقدس کیطرف نماز پڑھی کوئی سولہ یا سترہ مہینے تک کہتا ہے واقدی ذکر کرتے ہیں کہ آنحضرت ربیع الاول کی اول تاریخوں میں مدینہ میں تشریف لائے پھر دوسرے سال کے رجب میں پندرھویں تاریخ پیر کے روز کعبہ کیطرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم ہوا اس تقدیر پر یہ مدت تخمیناً سترہ مہینے کی ہوتی ہے اور یہی ٹھیک ہے ۔ مگر اصل بات یہ ہے کہ آنحضرت جو وقت مکہ میں تھے جب بھی بیت المقدس کیطرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے اور کعبہ کو سامنے رکھتے تھے جیسا کہ بیہقی نے سنن میں اور ابو داؤد نے ناسخ و منسوخ میں اور ابن شیبہ نے عبداللہ بن عباس سے روایت کیا ہے کہ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی وھو بمکۃ نحو بیت المقدس والکعبۃ بین یدیہ وبعد ما تحول الی المدینۃ ستۃ عشر شھرا ثم صرف الی الکعبۃ اور اسی لئے بعض محدثین کو شبہ ہو گیا کہ تحویل قبلہ دوبارہ واقع ہوئی ، حالانکہ یہ غلط ہے ۔ تھہ مختصر آنحضرت صلعم نے ایک امر الٰہی کیوجہ سے چند مدت بیت المقدس کیطرف منہ کر کے نماز پڑھی اور پھر حکمت الٰہی کا مقتضیٰ ہوا کہ کعبہ کیطرف منہ کر کے نماز پڑھیں اور اسی کا شوق آنحضرت کے دل میں ڈالدیا گیا کہ جسکے حکم کی آرزو میں بار بار آسمان کیطرف منہ کر کے دیکھا کرتے تھے پس خدا تعالیٰ نے قبل اسکے کہ کعبہ کیطرف منہ کرنے کا حکم دے خالفین کی اس نکتہ چینی کو بیان کر کے اس کا جواب دیتا ہے کہ عنقریب بیوقوف لوگ کہ جو نا سمجھی سے دھوکہ میں نقصان ظاہر پر انکا اعتقاد ہے کعبہ کیطرف منہ کر کے نماز پڑھنے کے حکم پر اعتراض کریں گے کہ ان مسلمانوں کو کس چیز نے قبلہ بیت المقدس سے پھیر دیا کہ جسکی طرف وہ مدت تک منہ کر کے پڑھتے تھے یہ طعن یہود مدینہ اور منافقین اور مشرکین عرب کیطرف سے ہوا تھا یہود نے تو اس بنا پر کیا کہ خدا نے احکام کو کیوں منسوخ کر دیا ہے کیا اسکو پیشتر مصلحت معلوم نہ تھی بعد میں بجھی خدا ایسی مصلحت کا اور نیز انکو یہ ناگوار گذرا کہ باوجود قبلہ تمام انبیاء کے یہ نبی عربی اس قبلہ کو چھوڑ کر جاہلوں کے کعبہ کیطرف منہ کرتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ وہ نبی نہیں کہ جسکی توراۃ میں موسیٰ نے خبر دی ہے کہ آل کے باوری اور انکے مصدق ہوں یہود مدینہ کے پیرو بن کر اسلام پر اس لغو اعتراض کو عام کیا کرتے تھے اور منافقین کے نزدیک کوئی بات صحیح نہ تھی وہ انکو برے سے توسمجھتے تھے اور مشرکین کہتے تھے کہ دیکھو آخر کار رفتہ رفتہ کعبہ کیطرف منہ کیا ہے خدا تعالیٰ اس شبہ کا جواب دیتا ہے کہ اے نبی تم کہدو کہ مشرق و مغرب یعنی ہر جانب اور ہر سمت خدا کے نزدیک یکساں ہے ہر جگہ بلکہ ہر ذرہ میں وہ موجود ہے مگر وہ کسی امر کی وجہ سے کسی جانب کو عبادت کرنیوالوں کیلئے مخصوص کر دیتا ہے اور اس امر کو

ہر شخص نہیں سمجھتا ہاں وہ جسکو چاہتا ہے اسکی طرف ہدایت کرتا ہے۔

متعلق قبلہ قبلہ بروزن فعلہ سامنے کی جہت کو کہتے ہیں یا اس حالت کو جو کسی کے سامنے ہونے سے پیدا ہوتی ہے مقابلہ سے مشتق ہے ورنہ الاستقبال اور قبلہ کو اسی لئے قبلہ کہتے ہیں کہ وہ نمازی کے سامنے ہوتا ہے تفسیر کبیر وغیرہ اسی وجہ قبلہ کبھی بیت المقدس اور پھر خانہ کعبہ قرار پایا اس مقام پر دو باتیں قابل غور ہیں **اول** یہ کہ نماز کیلئے قبلہ معین کرنے میں کیا سر الہی ہے؟ اسکی تحقیق یہ ہے کہ اسمیں چند حکمتیں ہیں (۱) منجملہ خدا تعالی نے انسان کو دو قوتیں عطا فرمائی ہیں ایک قوت عقلیہ کہ جو مجردات کا ادراک کرتی ہے دوسری قوت خیالیہ کہ جو محسوسات میں تصرف کرتی ہے اور بسا اوقات یہ قوت قوت عقلیہ کو معانی مجردہ کے ادراک میں مدد یا کرتی ہے اور اسی لئے آپنے دیکھا ہوگا کہ مہندس جب مقادیر کا کوئی حکم کلی دریافت کرنا چاہتے ہیں تو اسکے لئے کوئی صورت معینہ اور شکل معین فرض کر لیتے ہیں تاکہ حس اور خیال اسکی اس ادراک میں مدد کرے پس جب بندہ کو خدا تعالی کے حضور میں بوقت عبودیت حاضر ہونا پڑا تو اس ذات مقدسہ کیلئے کہ جو جسم اور اسکے تمام عوارض سے پاک اور ماسلط حس خیال سے باہر ہے کوئی مظہر حسی ضرور تھا کہ جو اسکی تجلیات کا مظہر اور اسکے جمال باکمال کا آئینہ ہو اور یہ بھی ضرور تھا کہ اس آئینہ میں کوئی شمیت یا قبریت وغیرہ کا رنگ نہو یعنی وہ جگہ کسی کی قبر یا تصویر نہو ورنہ پھر توجہ عبودیت اس صاحب قبر اور تصویر کی طرف رجوع کریگی تاکہ ہمہ طرح سے نظر آئے اور یہ جگہ خانہ کعبہ ہے کہ جو عالم ملکوت میں بیت المعمور کا نمونہ اور عالم ناسوت میں بیت اللہ اور انبیاء علیہم السلام کا معبد اور خدا تعالی کے جلوہ کی کرسی ہے جیسا کہ تورات سفر استثناء میں ہے کہ خدا فاران کے پہاڑ سے جلوہ گر ہوا اور آفتاب دین محمدی کا مطلع اور اہل اسلام کی دولت و حشمت کا منبع ہے اور اسکے بعد دوم درجہ میں بیت المقدس ہے کہ جہاں نبوت بنی اسرائیل کا مدد یا بیاہو (۲) پلیرتو ظاہر ہے کہ حالت اجتماعیہ حالت وحدانیہ سے قوی ہوا کرتی ہے دیکھئے ایک دو بال کی قوت ہنس کی جو دس بیس بال کی قوت ہے اس حالت اجتماعیہ کا کیا حال ہے تمام انسان بالخصوص اہل ایمان کی حالت اجتماعیہ کا عکس انوار ظہور تجلیات میں بوقت عبادت کیا اثر ہوتی ہے یہی جہت ہے کہ اسلام کی بدولت اسلام شرقا غربا تمام دنیا میں پہنچا اس دعوت کیطرح دنیا میں پھیل گیا اسکی برکت سے خدا اسکے غلاموں بادشاہوں کی اسرسبز کرتا ہے اس اتفاق کی بدولت اسلام شرقا غربا تمام ملکوں میں ابر رحمت کیطرح دنیا میں پھیل گیا اسکی برکت سے اسکے غلاموں بادشاہوں کی امر سبز منبرا ور کیسے ہیں اسی لئے نماز جماعت مقرر ہوئی کہ اہل محلہ میں اتفاق پیدا کرے اور جمعہ اور حج اسلئے مقرر ہوا کہ اہل شہر اور روئے زمین کے اہل اسلام کا باہمی میل جول ہو پس جب یہی حالت اجتماعیہ شریعت کے نزدیک ایک امر ضروری تھا تو اسکیلئے ایک جہت کا مقرر ہونا بھی ضرور تھا کیونکہ اختلاف ظاہری اختلاف باطنی کی دلیل ہے اور وہ جہت خانہ کعبہ ہونی چاہیئے کیونکہ اسلام اور توحید کا یہی منبع ہے اور اکیلے کی نماز جماعت کے تابع ہے اسکو ضرور اسکو بھی ضرور ہے اور بھی اسرار ہیں اختصارا اسی قدر پر بس کرتا ہوں دوسری بات قابل غور یہ ہے کہ دو قبلے کیوں ہوئے یعنی بیت المقدس کیطرف منہ کرنیکا پھر خانہ کعبہ کیطرف منہ کرنیکا کیوں حکم ہوا؟ اسمیں بھی چند اسرار ہیں (۱) یہ کہ جناب رسول اللہ صلعم کا دین تمام انبیاء علیہم السلام کے اصول دین پر مبنی ہے اور اسی آنحضرت کا ماننا موسی و عیسی و دیگر انبیاء کا ماننا اور قرآن مجید پر ایمان لانا تمام کتب الٰہیہ پر ایمان لانا ہے گویا اخیر زمانہ میں اللہ نے اختلاف کو جو مصالح قوم اور زمانہ کی وجہ سے انبیاء کی شرائع میں تھا حذف کرکے ایک اصلی مذہب دنیا کو دیا یعنی کہو کہ تمام مذہبوں کا عطر کھینچ کر ایک جا جمع کر دیا۔ اور انبیاء علیہم السلام کے دو معبد تھے روئے زمین پر ایسے معظم و مکرم تھے کہ جنکی عزت و حرمت تمام خدا پرست قوموں کے دلوں میں راسخ تھی ایک کعبہ دوسرا بیت المقدس ضرور ہوا کہ ان دونوں کو قبلہ نماز بنا دیا جائے تاکہ مرتبہ جامعیت پایا جائے مگر چونکہ یہ نور نبوت اور کعبہ ہی جگہ کا ظہور پذیر ہوا اسکی رعایت یا اسکے سلسلہ دوسرے گھر کی بھی رعایت کرنا مناسب ہوا جیسا کہ بیہقی وغیرہ کی روایت سے ثابت ہے پھر جب آنحضرت نے ہجرت مدینہ منورہ کیطرف کی اور قرآن والوں میں سے مخلوق قبیلوں کی طرف متوجہ ہونے کا موقع آیا تو بیت المقدس کیطرف نماز میں منہ کرنا پڑا مگر جب وہ وقت آیا کہ وہی دونوں کعبہ دائرہ کمالات نبوت نہایت وسیع ہو اور جس قبلہ کی ترغیب ہوا تھا وہی آگیا یعنی پھر خانہ کعبہ کیطرف منہ کرنیکا حکم ہوا (۲) یہ کہ مکہ سے مدینہ کی طرف آنحضرت صلعم کا ہجرت کرکے آنا اس طرف اشارہ تھا کہ اب انبیاء بنی اسرائیل کی طرف التفات ہے کیونکہ مدینہ مکہ سے شام کیجانب ہے جو انبیاء بنی اسرائیل کا مرکز ہے تاکہ انبیاء بنی اسرائیل کے پیرو اہل کتاب یہود و نصاری کو یہ بات معلوم ہو جائے کہ یہ نبی عربی سلسلہ انبیاء بنی اسرائیل موسی عیسی داؤد علیہم السلام کے برخلاف نہیں بلکہ انہیں کے مذہب و ملت کا متمم ہے جیسا کہ تورات وغیرہ کتب انبیاء میں خبر

ہادی مشرق کے ... بت پرستوں اور ... پرستوں کی بھیڑ جگہ کہ جس کہنا یا اور ... کو جہت عبادت کی آڑ بنا کے پوجا ...

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ؕ وَمَا
اور جیسا کہ ہم نے قبلے کے بارے میں ہدایت کی اسیطرح تم کو امت وسط بنایا کہ تم لوگوں پر گواہ بنو اور رسول تم پر گواہ بنے اور وہ
جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِىْ كُنْتَ عَلَيْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ ؕ وَاِنْ
قبلہ کہ جس پر (ابھی تک) تم تھے (بیت المقدس) ہم نے اسلئے بنایا تھا کہ ہم کو معلوم ہو جائے کہ کون (تحویل قبلہ کے وقت) رسول کی پیروی کرتا ہے اور کون الٹے پاؤں پھر جاتا ہے
كَانَتْ لَكَبِيْرَةً اِلَّا عَلَى الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ
قبلہ کا بدلنا بیشک بہت شاق تھا مگر جنکو خدا نے ہدایت دی (انپر کچھ بھی شاق نہیں) اور خدا ایسا نہیں کہ تمہارا ایمان ضائع کر دے بیشک اللہ لوگوں پر بہت شفیق اور مہربان ہے

دی گئی تھی اور جس لئے اہل کتاب اپنے مصلح و مجدد کے آنے کے منتظر بیٹھے تھے اسلئے مدینہ میں آنحضرت کا کچھ مدت تک انبیاء بنی اسرائیل کے قبلہ کی طرف نماز پڑھنا اور اس سے اتحاد کا اظہار کیا جانا ۔ اگر اہل کتاب کو نفرت نہ ہو اسی بات کو ... آنحضرت نے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کی وجہ تالیفاً للیہود بتائی ہے اور اظہار اتحاد ملی کیلئے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے سے زیادہ اور کوئی بات ہو نہیں سکتی تھی اسلئے اسطرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم ہوا مگر بیت المقدس بعد اسکے بانی اور اسکے انبیاء علیہم السلام خود اصل ملت ابراہیمی کے تابع ہیں اور آنحضرت صلعم ملت ابراہیمیہ کے اصلی چشمہ مصلح کر کے بھیجے گئے ہیں اسلئے مسجد ابراہیمی یعنی خانہ کعبہ کی طرف ہمیشہ کیلئے منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم دینا اس بات کا اظہار ہے کہ آپکو اصلی وہ ابراہیمی خصوصیت حضرت ابراہیم سے ہے کیونکہ انکے بڑے فرزند اسمعیل کی اولاد کو اپنے جد امجد سیدنا ابراہیم سے خصوصیت خاصہ اور حق البریت فوقیت کیساتھ حاصل ہے اور نیز اسلام کا ظہور بھی اسی سے ہی تھا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے معبد کعبہ کا شہرہ اور اسلام کی اشاعت اور جہان بھر میں پھیلنے کا ذریعہ بھی عرب کی قومیں خواہ شمالی میں ہوں خواہ جنوبی ہوں اور ان سب کا عبادت گاہ کعبہ تھا اور انکی عزت انکے دلوں پر جاگزین تھی وہ سب اسکی طرف منسوب ہوتی تھیں وہ جامعیت کی علامت خاص جانتی تھیں اسلئے ہمیشہ کیلئے کعبہ ہی جہت نماز قرار پایا (۳) اور اس میں یہ بھی غرض ہے کہ آنحضرت صلعم کو وصف جامعیت حاصل ہو جائے امام القبلتین کا مرتبہ ملے (۴) نیز اسمیں مخلصین کا امتحان بھی ہو کہ رسم پرست ہمیشہ اپنی رسوم و مالوفات پر بیٹھے رہتے ہیں جبکہ فوراً حکم کی تعمیل کرتے ہیں جو حق پرست ہوتے ہیں وہ نہ موڑ دیا جاتی ہیں اور اسی کا نام تابع حقیقی ہے اور یہی صحیح ہوتی ہے اور اتحاد و محبت صادق کا خاص نشان ہے ۔ ورنہ در اصل مشرق و مغرب یعنی ہر سمت خدا کی ہے اسکا ہر سمت جلوہ ہے ۔ کافر اں سجدہ در پیش بتاں میکردند ہمہ رو سوئے تو بود و ہمہ سو رو بتو بود ۔ نہ کعبہ ہی میں خدا رہتا ہے نہ بیت المقدس میں ہی بستا ہے وہ ہر مکان و ہر زمان سے پاک ہے واضح ہو کہ بعض خطیبوں نے اس مقام پر وہ برائی بالاحترام لکھیں کہ جنکو قرآن سے کچھ بھی علاقہ نہیں بلکہ یہ کہ اہل کتاب کیلئے کوئی جہت قبلہ ہی نہیں پھر انکے لئے مشرق و مغرب کو کیوں جہت کہا انجیل کہ کعبہ ہی وار حق کا نام ہے اور جب تک یہ نہ رہیگی تو کیا ہوگا وغیر ذالک من الخرافات اسلئے اسکے بعد خدا نے یہدی من یشاء الی صراط مستقیم فرمایا کہ یہ امر ذرہ کم ہم جانتے ہیں تاکہ تمیز کرنے میں اور نہ بعض تو وادی ضلالت و جہالت میں سر ٹکراتے ہی مر جاتے ہیں اس آیت سے جسطرح یہ بات ثابت ہوئی کہ احکام الٰہی کا چھپانا حرام ہے اسیطرح یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ کفار ہمیشہ جہنم میں رہینگے یہانتک حکم تحویل قبلہ کی تمہید تھی آگلی آیات میں حکم دیا جاتا ہے ترکیب وکذلک میں کاف موضع نصب میں ہے صفت ہے مصدر محذوف کی تقدیرہ ومثل ہذا اتیناہم تشار جعلنا کم سلود جعلنا بمنزلہ صیرنا علی الناس متعلق ہے شہداء قبلہ مفعول ہے جعلنا کا اور مفعول ثانی محذوف ہے اور التی مع صلہ اسکا محذوف کی صفت ہے تقدیرہ وما جعلنا القبلۃ القبلۃ لم من موضع میں من بمعنی الذی موضع نصب میں ہے نعلم سے ممن ینقلب میں من متعلق نعلم سے ای لیفصل المتبع عن المنقلب علی عقبیہ موضع نصب میں ہے جو حال ہونیکے اعتبار ہے و ان کانت میں ان مخففہ ہے مثقلہ سے اور اسم اسکا محذوف ہے اسپر سیاق دلالت کرتا ہے ای الکانت التولیۃ ۔ الا علی الذین میں علی کبیرۃ سے متعلق ہے اور الا تیرہ معنی میں حمل کیا ہے ۔ وما کان اللہ لیضیع خبر کان محذوف ہے اور لام اس محذوف کیساتھ متعلق ہے تقدیرہ وما کان اللہ مریداً لان یضیع ایمانکم کوفیوں کے نزدیک لیضیع خبر ہے اور لام تاکید کیلئے سپر داخل ہو گیا وفیہ نظر لان لام الجر داخل بعد المادۃ ۔

تفسیر یعنی جسطرح ہم نے اسی امت ... تمکو اور باتوں میں برگزیدہ کیا ... جبکہ یہود اور نصاریٰ کسی نبی کو مانتے کسی کو نہیں ... تم سبکو مانتے ہو اور

پر کہ تم اپنے نبی کے سچے اور حقیقی فرمانبردار ہو جس چیز کا حکم ہوتا ہے بلا چون و چرا اسکو تسلیم کرتے ہو اور نیز یہ کہ تمہارا قبلہ کعبہ قرار دیا گیا کہ جو ابراہیمؑ کے عہد سے ہے بخلاف یہود اور نصاری کے قبلہ کے کہ وہ پیچھے بنا ہے اسی طرح ہر باتیں تمکو امت و سط یعنی بہتر اور عدل بنایا۔ کہ اب لوگوں کیلئے تم شہید یعنی ہر امر خیر میں ہادی ہو کہ جس بات کو تم اختیار کرو اسمیں تم خداوند کے گواہ مانے جاؤ اور رسول تمہارا ہادی اور گواہ بنے یعنی جو کچھ خدا تعالی اپنے نبی کے دل پر القا کرے اسکو تم اوروں کو تعلیم کرو۔ اور تحویل قبلہ کے بارہ میں جو لوگ تم سے جھگڑتے اور طرح طرح کے شکوک پیش کرتے ہیں وہ بیوقوف اس غرض سے کہ جسکا پہلے بیان ہوا، ناواقف ہیں منجملہ اور اسرار کے چند روز بیت المقدس کو قبلہ کرنے میں ایک یہ بھی سر تھا کہ پیغمبر کے سچے فرمانبرداروں اور نافرمانوں میں باہم امتیاز ہو اور یہ کسلئے کہ جو لوگ سچے معتقد خدا و رسول کے اور رسول پر ایمان رکھتے ہیں وہ تو جسطرح دانشمند مریض اس حکیم حاذق کے نسخہ کی تبدیل کو بلا حجت و تکرار قبول کرکے اسکی دوا کو پی لیتا ہے کہ جسکو دل سے حکیم حاذق مفید جانتا ہے ایسے ہی رسول کے حکم کو قبول کر لیتے ہیں خواہ انکی رسم و حمیت ملکی کے خلاف ہو خواہ موافق وہ ہر وقت یہی کہتے ہیں سہ رشتہ در گردنم افگندہ دوست می برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست اور جو رسم اور مذہب اور آبائی اور حب جاہ و مال کے جال میں گرفتار ہیں وہ سینکڑوں نکتہ چینیاں کرکے اس سعادت سے محروم رہتے ہیں اور ہر چند یہ بڑی بھاری بات ہے کہ کسی کے کہنے سے اپنے شعائر مذہبیہ کو بدلدو اور جسکو وہ شعائر بتائے انکو تسلیم کرے مگر جنکو خدا تعالی ہدایت کرتا ہے اور انکے دلوں سے حجاب اٹھا لیتا ہے وہ رسول کے حکم کو سب پر مقدم رکھتے ہیں اور اگر خدا تعالی مسلمانوں کو یہ توفیق عطا نہ کرتا تو بھی وہ نافرمانی اور سرکشی سے بالخصوص اس تحویل قبلہ کے امر میں نکتہ چینی کرنے سے ایمان زائل کر دیتے مگر خدا چونکہ بڑا مہربان اور شفیق ہے وہ کاہیکو مسلمانوں کے ایمان کو ضائع ہونے دیتا اسلئے اس نے انکو توفیق فرمانبرداری عطا فرمائی متعلقات وسط کے معنی عدل کے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ اسکے معنے بہتر کے ہیں جیسا کہ آیا ہے کنتم خیر امۃٍ تکونوا شہداء شہادت سے مراد گواہی ہے خواہ یہ گواہی دنیا میں ہو خواہ آخرت میں چنانچہ ایک بار آنحضرت علیہ السلام کے سامنے سے ایک جنازہ گیا لوگوں نے اسکی مذمت کی تو آپنے فرمایا وجبت وجبت پھر دوسرا جنازہ آیا تو لوگوں نے اسکی مدح کی تو آپنے فرمایا وجبت وجبت صحابہ نے عرض کیا کہ آپنے دونوں کیلئے یکساں ہی کلمہ فرمایا۔ آپنے جواب دیا کہ جسکی تم نے مذمت کی اسکیلئے آتش دوزخ واجب ہوئی اور جسکی تم نے مدح کی اس کیلئے جنت واجب ہوئی تم خدا کے دنیا میں گواہ ہو جسکو تم اچھا کہو وہ اچھا ہے اور جسکو تم برا کہو وہ برا ہے (ترمذی وغیرہ) خلاصہ یہ کہ امت مرحومہ بحیثیت اجتماعیہ نبی علیہ السلام کے کمالات کا آئینہ ہے اسلئے آنحضرت نے فرمایا ان لا تجتمع امتی علی الضلالۃ کہ امت محمدیہ گمراہی پر مجتمع نہ ہوگی۔ یہاں سے اجماع امت کا برحق ہونا پایا گیا اور اسی لئے خدا نے فرمایا وَیَتَّبِعۡ غَیۡرَ سَبِیۡلِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی وَنُصۡلِہٖ جَہَنَّمَ ؕ وَسَآءَتۡ مَصِیۡرًا کہ جو مسلمانوں سے علیحدہ راہ اختیار کریگا جہنم میں جاویگا۔ واضح ہو کہ گواہ میں دو باتیں ضروری ہیں اول تو یہ کہ عادل ہو کیونکہ جھوٹے بدکار کی گواہی کا کیا اعتبار دوم یہ کہ علم بھی ہو کیونکہ جس چیز کو جو نہ دیکھیگا اسکی بابت کیا گواہی دیگا بس جب ہستم یہ کا شاہد ہونا ثابت ہوا تو انکا عادل و عالم ہونا بھی پایا گیا اسی لفظ وسط امت کی منقبت میں لایا گیا۔ پہلے جو خدا نے یَھۡدِیۡ مَنۡ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ فرمایا تھا تو وہ ایک عام بات تھی بلکہ اس آیت میں اس کی تشریح کر دی کہ جن کو خدا نے صراط مستقیم کی ہدایت کی ہے وہ ان میں سے امت محمدیہ اور خود حضرت محمد علیہ السلام ہیں۔ اس میں اشارہ کر دیا کہ اے مسلمانو تم کو ان یہود و نصاری و دیگر اقوام کی طعن و طنز کیطرف التفات بھی نہ کرنا چاہیے کہ تم خلق کے شاہد ہو ہر امر میں ان لوگوں کو تمہارا اقتدا کرنا چاہیے نہ کہ تم ان کا اقتدا کرو تمہیں صرف اپنے رسول کا اتباع کافی ہے فائدہ وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُضِیۡعَ اِیۡمَانَکُمۡ کی تفسیر میں بعض مفسرین نے یوں نقل کیا ہے کہ آنحضرت کے چند صحابہ جیسا کہ ابی امامہ اور سعد بن زرارہ اور براء بن عازب اور براء بن معرور وغیرہم کا انتقال اس زمانہ میں ہوا کہ جب آنحضرت علیہ السلام بیت المقدس کیطرف منہ کرکے نماز پڑھا کرتے تھے پس جبکہ قبلہ کعبہ بنایا گیا تو ان کے وارثوں نے آنحضرت سے سوال کیا کہ وہ لوگ تو اس حالت میں مر گئے جو منسوخ ہو گئی اب انکی نمازوں کا کیا حکم ہے تو اس کے جواب میں خدا نے یہ آیت نازل فرمائی۔

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِى السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ۪ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ

تمہارا (انتظار حکم میں) آسمان کیطرف پھر پھر کر منہ کرنا ہم دیکھ رہے ہیں (ہم نے ارادہ کر لیا) کہ جس قبلہ کو تم پسند کرتے ہو اسی کیطرف تم کو پھیر دیں تو (حکم دیتے ہیں کہ) تم

الْحَرَامِ ؕ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ

مسجد الحرام (کعبہ) کیطرف منہ کر لیا کرو اور اے مسلمانوں تم جہاں کہیں ہوا کرو (نماز میں) اسی کیطرف اپنا منہ کر لیا کرو۔ اور بیشک جن لوگوں کو کتاب دی گئی ہے

لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ

وہ خوب جانتے ہیں کہ یہ اُن کے رب کی طرف سے برحق ہے اور جو کچھ وہ کر رہے ہیں اللہ اس سے کچھ بیخبر نہیں ہے

ترکیب: نری فعل مضارع ضمیر نحن اس کا فاعل تقلب الخ مفعول فی السماء متعلق ہے تقلب کے فلنولینک فعل با فاعل کاف مفعول اول قبلۃ موصوف ترضٰہا صفت مجموعہ مفعول ثانی ول فعل انت ضمیر فاعل کی اس میں مستتر اس کا فاعل وجہک مفعول شطرہ الخ مفعول ثانی حیث ظرف ہے فولوا الخ کا من ربہم موضع نصب میں بوجہ حال ہونے کے

تفسیر: جب خدا تعالیٰ قبلہ کے بارہ میں مخالفوں کے شکوک و شبہات رد کر چکا اور یہ بات بھی بتلا چکا کہ چندروز بیت المقدس کیطرف منہ کر کے نماز پڑھنا ایک امتحان اور مصلحت باطنی کیلئے تھا اور دراصل ہمیشہ کیلئے قبلہ کعبہ ہی ہونا چاہیئے تھا ان اسرار کیوجہ سے کہ جن کا ذکر اوپر ہوا، تو اب اس آیت سے پیشتر آنحضرت کی اس رغبت کا اظہار کرتا ہے کہ جو بوجہ ترقی مراتب کعبہ کے قبلہ بنانے میں تھی اس کے بعد آپ سے وعدہ کرتا ہے کہ ہم تمکو اسی قبلہ کا حکم دینگے کہ جس کو آپ کا دل چاہتا ہے پھر آپکو اور آپ کے ساتھ آپ کی امت کو عام حکم دیتا ہے کہ کچھ مکہ اور اس کے نواح کی خصوصیت نہیں بلکہ تم جہاں کہیں ہو اور نماز پڑھنا چاہو تو کعبہ کیطرف کہ جسکو مسجد الحرام کہتے ہیں منہ کر لیا کرو پھر اس کے بعد اہل کتاب کو متنبہ کرتا ہے کہ وہ اب جو کچھ اس بارہ میں تم پر اعتراض کر رہے ہیں یا کرینگے یہ اُن کی محض حق سے چشم پوشی ہے کیونکہ وہ اپنی ان روایات سے کہ جو بطریق تواتر نسل بعد نسل ان میں چلی آتی ہیں کعبہ کی بزرگی اور اس کا برحق ہونا خوب جانتے تھے اس کے بعد پھر انکو متنبہ کرتا ہے کہ خدا تمہاری ان مکاریوں اور حق پوشی سے غافل نہیں وہ ضرور تمکو اس کا بدلہ دیگا

فوائد (۱) قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِى السَّمَآءِ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ آسمان کیطرف منہ اٹھا کے آپ دیکھتے تھے جیسا کہ اہل اللہ حالت انتظار میں دیکھا کرتے ہیں یا نہ دیکھتے تھے آنحضرت کی یہ دلی آرزو کہ قبلہ کعبہ ہو جب کہ یہ خبر کی خوشی کیلئے نہ تھی بلکہ ان اسرار کیوجہ سے کہ جن کا ذکر ہم پہلے کر آئے ہیں اور جو نفوس کاملہ ہوتے ہیں انکو ہمیشہ کمالات کی طرف از حد شوق ہوا کرتا ہے اور کعبہ کا قبلہ ہونا آپ کیلئے اور آپ کی امت کیلئے بڑا کمال تھا (۲) مسجد الحرام کعبہ کو اسلئے کہتے ہیں کہ اس کی حرمت خدا کیطرف سے مقرر ہوئی ہے یا اسلئے کہ یہاں معاصی اور قتل و ظلم کی بلکہ خود حرمت کا مانع ہے جو کعبہ کو مسجد الحرام کیساتھ بیان کیا تو اس میں یہ نکتہ ہے کہ یہود جو حق پوشی کر کے اعتراض کرتے تھے کہ کعبہ میں کیا فضیلت ہے جو یہ مشرکین عرب کا معبد ہے ، ان کے سامنے اور کعبہ کی حرمت و عظمت کیطرف خیال کریں کہ جو حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا معبد ہے کعبہ کے کہنے میں یہ بات حاصل نہ تھی (۳) شطر المسجد الحرام شطر کے معنی یہاں جانب اور طرف کے ہیں گو جز کے بھی ہیں مگر کعبہ کی طرف منہ کرنے سے مراد یہاں نماز میں منہ کرنا ہے اور یہ طرف اور سمت تحقیقی ہونی کچھ ضرور نہیں بلکہ تخمینی بھی کافی ہے یہانتک کہ اگر ایک خط جنوب و شمال میں کعبہ سے نکالا جائے اور دوسرا نمازی کے سامنے سے کھینچا جاوے جبکہ وہ کعبہ سے مغربی یا شرقی جہت میں ہو اور پھر دونوں خط زاویہ قائمہ پر تقاطع ہو جائے تو کافی ہے اور جاندھیری رات میں یا کسی اور وجہ سے قبلہ معلوم نہ ہو تو نمازی تحری کرے اور جدھر ظن غالب قبلہ کا ہو اُسی طرف منہ کر کے نماز پڑھے گو بعد میں غلطی معلوم ہو کیونکہ یہ امر سہولت پر مبنی ہے ورنہ دقت ہو جائے۔

وَلَئِنْ أَتَيْتَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ بِكُلِّ آيَةٍ مَّا تَبِعُوا قِبْلَتَكَ ۚ وَمَا أَنتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ ۚ وَمَا بَعْضُهُم

اور اگر آپ اہل کتاب کیلئے سب نشانیاں بھی لے آویں تو بھی وہ آپ کے قبلہ کو نہ مانیں گے اور آپ بھی انکے قبلہ کی پیروی کرنیوالے نہیں اور

بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ ۚ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُم مِّن بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ إِنَّكَ إِذًا لَّمِنَ الظَّالِمِينَ ۘ

ان میں سے کوئی بھی کسی کے قبلہ کو نہیں مانتا ہے اور اگر آپ نے علم حاصل ہو جانے کے بعد بھی انکی خواہشوں کی پیروی کی (یا بالفرض ایسا کریں) تو یقیناً آپ ستمگاروں میں سے ہونگے

الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمْ ۖ وَإِنَّ فَرِيقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَهُمْ

ستمگاروں میں سے ہونگے جنکو ہم نے کتاب دی ہے وہ تو اس کو اسی طرح جانتے ہیں کہ جس طرح اپنی اولاد کو پہچانتے ہیں اور ان میں سے ایک فریق البتہ حق

يَعْلَمُونَ ۝ الْحَقُّ مِن رَّبِّكَ ۖ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ ۝

کو جو جان کر حق کو چھپاتے ہیں حق تو آپ کے رب ہی کی طرف سے ہے بس آپ شک میں نہ پڑیں۔

ع ۱۸

ترکیب ولئن میں لام تاکید قسم ہے پھر یہ تمام جملہ شرطیہ ہے اور ما تبعوا قبلتک جواب با لحاظ لفظ ماضی کے ہے ورنہ تبعوا بمعنی مستقبل ہے اور ما تبعوا ... اور اسی لئے جواب میں فا نہیں آیا۔ اور اسی طرح ولئن اتبعت الخ شرط انک الخ جواب اذا حرف ہے اور لام اس میں اصل ہے اور یہ خاص جواب میں مستعمل ہوتا ہے۔ الذین آتینٰھم مبتدا اور یعرفونہ الخ اس کی خبر کما صفت ہے مصدر محذوف کی اور کما ... ہے الحق مبتدا من ربک خبر

تفسیر چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مخالفین کے حق پر آنے کی نہایت آرزو تھی کہ یہ کسی طرح وادی ضلالت سے نجات پاویں لہذا کاش آیات و معجزات ہی سے راہ پر آویں بالخصوص تحویل قبلہ کے بارہ میں مگر ان کا انکار ان کی شقاوت ازلی کی وجہ سے حد سے تجاوز کر گیا تھا اسی لئے اپنے نبی کو فرماتا ہے کہ اگر آپ ان اہل کتاب کو سینکڑوں معجزات و آیات بھی دکھا دینگے تب بھی یہ آپکے قبلہ کو نہ مانیں گے اور اس پر کیا منحصر ہے انکی باہم بھی یہاں تک ضد ہے کہ ایک دوسرے کے قبلہ کو نہیں تسلیم کرتا حضرت مسیح علیہ السلام نے سینکڑوں معجزے دکھلائے مگر یہود نے انکو نہ مانا پھر نصاریٰ میں پولوس نے حق پوشی کے لئے اور نصاریٰ کو ابد تک حق سے محروم کرنے کیلئے یہ کہدیا کہ میرے خلاف اگر کوئی آسمان کا فرشتہ بھی کہے تب بھی نہ ماننا پھر اگر آپ باوجود امر حق ظاہر ہونیکے بالفرض محال ان کی خواہشوں کے تابع ہونگے تو برا کرینگے جیسا کہ حق سے انکار میں ان کا اصرار تھا اتنا ہی آپ کیلئے ان کے اتباع سے منع کرنے میں اصرار کر دیا اور آنحضرت کی امت کو کنایہ متنبہ کر دیا ع خوشتر آن باشد کہ سر دلبراں ۔ گفتہ آید در حدیث دیگراں ۔ اور ان کا یہ انکار محض کہ ہے کیونکہ وہ آپ کو نبی برحق ان علامات سے کہ جو ان کی کتابوں میں ہیں اور سینہ بسینہ ان کے احبار اور رہبان میں چلے آتے ہیں اسی طرح سے جانتے ہیں کہ جس طرح اپنی اولاد کو سینکڑوں لڑکوں میں دیکھکر پہچان لیتے ہیں اور بالکل اشتباہ نہیں ہوتا اگرچہ ان کے عوام نہ جانتے ہوں مگر ایک فریق یعنی علماء تو حسد یا جاہ کی وجہ کر حق کو چھپاتے ہیں مگر ان کے اس خلاف حق ظاہر کرنے سے کیا ہوتا ہے حق تو وہی ہے کہ جس کو خدا ظاہر کرتا ہے بس اب اے مخاطب تو کسی شک و شبہ میں نہ پڑنا۔

فوائد (۱) وما بعضہم بتابع قبلۃ بعض کا یہ مطلب نہیں کہ تمام عیسائیوں اور یہودیوں کیلئے نماز میں کوئی جہت خاص قبلہ نہ ہو مگر یہ کہ یہود عموماً بیت المقدس کو نماز میں قبلہ بنائے تھے اور نصاریٰ جہت شرق کو اس لئے کہ حضرت مسیح بیت اللحم میں پیدا ہوئے تھے کہ جو یروشلم سے جہت شرق ہو آتی تھا اور ممکن ہے کہ قبلہ سے ہر مذہب کے رسوم و شعار مراد ہوں اور ہر ایک دوسرے کے رسم کو نہیں مانتا یہ ... (۲) فلا تکونن من الممترین سے یہ مراد نہیں کہ آنحضرت کو کچھ شک تھا بلکہ اوروں کے سنانے کو حضرت سے یہ اور ولئن اتبعت اھواءھم فرمایا (۳) ہم نے نیود کی رعایت رکھکر تفسیر کی ہے اس تقریر پر وہ سوال و جواب جو بخلاف معنی لیکر بعض مفسر کرتے ہیں تضیع اوقات ہے۔

لہ یعنی یہ ... علیہ السلام کو ... جیسا کہ پولوس اپنی خط میں جو گلتیوں کو لکھا ہے انکے پہلے باب کی ۸ ویں آیت میں یہ لکھتا ہے (۸) لیکن اگر ہم یا آسمان سے کوئی فرشتہ ... [illegible]

وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ أَيْنَ مَا تَكُونُوا يَأْتِ بِكُمُ اللَّهُ جَمِيعًا إِنَّ اللَّهَ

اور ہر ایک کیلئے ایک طرف ہے کہ وہ ادھر ہی جھکتا ہے پس تم نیکیوں کیطرف دوڑو اگر تم جہاں کہیں بھی ہو گے تم سب کو اللہ سمیٹ کر لے آئیگا

عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَإِنَّهُ لَلْحَقُّ مِن

اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور آپ کہیں سے بھی نکلیں تو اپنا منہ مسجد حرام کیطرف کیا کریں اور وہ تحقیق حق بھی ہے آپ کے رب

رَّبِّكَ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ۝ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ

کی طرف سے اور اللہ تمہارے کام سے غافل نہیں۔ اور آپ جہاں کہیں سے نکلیں تو اپنا منہ مسجد حرام کی طرف کر لیا کریں اور (مسلمانو)

وَحَيْثُ مَا كُنتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ ۝ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ ۝ إِلَّا الَّذِينَ

تم بھی جہاں کہیں ہوا کرو تو تم اپنا منہ (نماز میں) اسکی طرف کر لیا کرو بار بار اسی لئے حکم دیا گیا، کہ لوگوں کو تم پر کوئی الزام نہ رہے مگر جو ان میں سے

ظَلَمُوا مِنْهُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِي وَلِأُتِمَّ نِعْمَتِي عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ۝

بے انصاف ہیں تم ان سے مت ڈرو اور مجھ سے ڈرتے رہا کرو اور تاکہ میں اپنی نعمت تم پر پوری کر دوں اور اس لئے بھی کہ تم سیدھی رستہ پا جاؤ۔

ترکیب وجہۃ مبتدا لکل اس کی خبر ظرف وجہۃ میں قیاس چاہتا تھا کہ جہۃ ہو مثل عدۃ اور زنۃ کے ہو مولیہا اللہ، یعنی ہو مولیہا خبر ہو موا کی خبر تقدیرہ المستعولی تلک الجہۃ ذلک الفریق اسے یلیہ وہا امر اکم نیا محذوف المفعول الثانی اور احتمال ہے کہ ضمیر ہو کل کی طرف رجوع کرے ای ذلک الفریق مولی الوجہۃ نفسہ ۔ یہ تمام جملہ صفت وجہۃ کی ہو گا اینما ظرف ہے تکونوا کا ومن حیث خرجت الخ شرط کے لئے نہیں اس من متعلق فول کیساتھ ہے وحیث ما کنتم میں بعد کو احتمال ہیں لئلا میں لام محذوف کیساتھ متعلق ہے تقدیرہ لئلا ذلک الخ حجۃ اسم یکون اور للناس اسکی خبر اور علیکم صفت حجۃ اصل میں لیکن خبر تھی مگر جونکہ مقدم ہو گئی تو حال ہو گی وجہ سے منصوب المحل ہے یہ جائز نہیں کہ اسکو حجۃ سے متعلق کیا جاوے لئلا یتقدم صلۃ المصدر علیہ الا الذین ظلموا استثنا ہے الناس سے ای لئلا یکون لاحد من الناس حجۃ الا المعاندین منہم اور ممکن ہے کہ استثنا مبالغہ کیلئے جیسا کہ اس شعر میں ۔ ولا عیب فیہم غیر ان سیوفہم ۔ بہن فلول من قراع الکتائب ۔ ولاتم معطوف ہے ۔ علیکم متعلق ہے لاتم سے

تفسیر خدا تعالی اس آیت میں بات ظاہر کرتا ہے کہ عبادت حق دلائل قطعیہ سے ثابت ہے تو اسکے اختیار کرنے میں کسیکی مخالفت یا ملامت کا کچھ بھی پاس نہ کرنا چاہئے اور کیونکہ انسان ہر ایک با خصوص اہل مذہب میں مخالف ہو سکتا ہے حالانکہ ہر شخص کی بات طور و حمیت اور میل قلبی جدا گانہ ہیں راست راہ دینی و قبلہ کا ہے خلاصہ یہ کہ ہر ایک شخص اور قوم اور رنگت ایک بات کی طرف تو اس چلتا ہے تم اس خیال مخالفت کو بالکل دور کرو اور جو نیک باتیں کہ مقصود بالذات ہیں جیسا کہ نماز روزہ و ذکر اور خلق خدا کیساتھ نیکی کرنا اور خوش خلقی اور تمام نیکیاں ان میں سبقت کرنا انہیں سرگرم رہو اور استقبال کعبہ تو اگرچہ مقصود بالذات نہیں بلکہ نماز میں متبع ملت ابراہیمیہ کی غیر متبع سے امتیاز ہونے کیلئے جہت قرار دیگئی ہے اور یہ اختلاف جہات دائمی نہیں ہے بلکہ آخرت میں کہ سب کو اللہ تعالی ایک ہی جہت اور ایک ہی میدان میں جمع کرے گا جہاں سب اپنے اپنے اعمال کی جزا پائیں گے پس جہات ختم ہو جائیں گے دربار الٰہی میں سب کو اس کی طرف توجہ ہوگی اس کے تخت کو قبلہ بنائے ہوئے ہونگے کیونکہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور کہتے ہیں کہ فاستبقوا کا خطاب اہل اسلام سے ہے اس تقدیر پر یہ معنی ہونگے کہ اے مسلمانو ہر قوم کیلئے ایک جہت ہے اور تمہارے لئے حصول قرب و سعادت کیلئے ہر جہت تمہارے لئے میدان سعادت بہت وسیع ہے پس تم اس میدان میں پیش قدمی کرو اور یہ خیال نہ کرو کہ تم اس میدان میں ہو اور بکھرے جاؤ گے باہمی اتفاق نہ ہوگا کیونکہ وہ تمکو بارگاہ قرب میں جمع کر دیگا وہ ہر چیز پر قادر ہے ان آیات کے بعد پھر اسی حکم کی تاکید کرتا ہے کہ بلا شبہ نماز میں منہ کعبہ کی طرف کرو تاکہ لوگوں کیلئے اعتراض باقی نہ رہے کہ یا وجود اتباع ملت ابراہیمیہ کے اس نبی نے مسجد الحرام کو کیوں قبلہ نہ بنایا اور نیز یہی تمہارے لئے اکمال اسلام اور خدا کی پوری نعمت ہے کیونکہ اس میں وہ خوبیاں ہیں کہ جن کا بیان نہیں ہو سکتا چنانچہ کسی قدر ہم نے بیان کی ہیں، اور نیز یہی تمہارے لئے ہدایت کی

ضمیر ہو مبتدا راجع لکل مولیہا خبر ضمیر ہا راجع وجہۃ کیطرف یا ضمیر ہو راجع الی اللہ کریں پس تقدیر عبارت یوں ہو اللہ مولیہا یا ہو مولیہا ای اللہ مولی تلک الجہۃ

[illegible]

كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَ

جیسا کہ ہم نے تم میں سے ایک رسول تمہیں میں سے بھیجا جو تم کو ہماری آیتیں سنا تا اور تمکو پاک کرتا ہے اور تمکو کتاب اور حکمت سکھاتا ہے اور

يُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ۞ فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ۞

تمکو وہ باتیں سکھاتا ہے کہ جو تم نہیں جانتے تھے۔ پس مجھے یاد کرو کہ میں تم کو یاد کرونگا اور میرا شکریہ ادا کرتے رہو اور ناشکری نہ کیا کرو۔

رہنمائی بھی ہے اسکے بعد جو کوئی اعتراض کرے تو وہ ناانصاف ہے اسکی کچھ پرواہ نہ کرنی چاہیے بلکہ خاص خدا تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے

فائدہ اس حکم کو ایک بار تو خدا تعالیٰ ذکر کر چکا تھا مگر پھر تین بار اس آیت میں کیوں اسکو ذکر کیا بظاہر یہ بات بلاغت و فصاحت کے خلاف ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اول بار تعمیم احوال کیلئے ہے اور دوم تعمیم امکنہ کیلئے اور سوم تعمیم ازمنہ کیلئے تاکہ اس حکم میں کسی قسم کا شبہ باقی نہ رہے اور یہ بھی ہے کہ جب بلیغ کسی دعوی کو کسی دلیل سے ثابت کیا کرتے ہیں تو دوبارہ جب اسپر اور دلیل لاتے ہیں تو پھر اس دعوی کو دلیل کیساتھ ربط دینے کے لئے ذکر کر دیتے ہیں اور یہاں بھی ایسا ہی ہوا ہے اور یہ بھی ہے کہ جب کسی امر اہم کو بیان کرتے ہیں تو اس کی تاکید بھی ضرور کرتے ہیں لعد تاکید تین بار کہنے سے حاصل ہوتی ہے مگر لطف یہ ہے کہ نیا عنوان مد نظر رکھا ہے۔

ترکیب کما میں کاف موضع نصب میں ہے صفت ہے مصدر محذوف کی تقدیر یوں ہے ولعلکم تہتدون ہدایۃ کما ارسلنا اور انما کا ارسلنا اور بعض محققین کہتے ہیں فاذکرونی میں کما ارسلنا فعل ہذا یکون منصوبا صفۃ للذکر ای ذکرا مثل ارسالی اور یتلوا بھی منکم رسول کی صفت و یتلو اور یزکیکم و یعلمکم حال ہے۔

تفسیر خدا تعالیٰ نے دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے منجانب اللہ ہونے پر چند وجوہ بیان فرمائیں بعض انہیں سے الزامیہ ہیں کہ یہ دین ابراہیم کا دین ہے پس اس کا قبول کرنا ضروری ہے چنانچہ اس آیت میں اسیطرف اشارہ تھا ومن یرغب عن ملۃ ابراہیم الا من سفہ نفسہ الخ اور بعض انہیں سے برہانیہ ہیں اور وہ یہ آیت ہے قولوا امنا باللہ وما انزل الینا وما انزل الی ابراہیم واسمعیل واسحق ویعقوب والاسباط الآ اسکے بعد خدا نے مخالفین کے دو شبہے ذکر فرما کر انکا جواب شافی دیا اول جو خیال کو تھا یہود اور نصاری کا ہتدوا دوسرا نسخ کے بارہ میں تھا کہ شریعت محمدیہ میں نسخ ہوتا ہے بالخصوص قبلہ کی بات ہو جس سے معلوم ہوا کہ شریعت منجانب اللہ نہیں سو یہ شبہ انکا قوی تھا اسلئے اسکا جواب سیقول السفہاء الخ سے شروع کر کے ولاتم نعمتی و لعلکم تہتدون پر ختم کر دیا اور چونکہ تحویل قبلہ کو اتمام نعمت فرمایا تو اسکے ساتھ دوسری نعمت کو بھی یاد دلا کر یعنی جسطرح کعبہ کو قبلہ بنانے میں تمہارے حال پر نعمت نازل کی ہے اور مخالفین اسکی حقیقت سے ناواقف اعتراض کرتے ہیں اسیطرح پہلے تم کو بڑی نعمت یہ دی کہ تمہارے پاس تمہیں میں کا ایک ایسا رسول بھیجا کہ جس نے نہ صرف کلام الٰہی لوگوں کو پڑھکر سنایا بلکہ اُس نے تزکیہ نفوس اور تہذیب اصلاح کی اور حکمت نظریہ اور عملیہ اور کتاب سکھائی اور بہت سی باتیں تمکو بتائیں جس کا اثر تم نے خود دیکھ لیا عرب کی کیسی حالت خراب تھی پھر کیسی درست ہوئی اب جس طرح ان پر مخالفوں کے شبہات بیجا تھے اسیطرح اس امر میں بھی شبہات بیجا ہیں اب میری طرف انابت کرو اور مجھے یاد کرو میں بھی تم پر اپنی رحمت کرونگا اور میری ان نعمتوں کو مد نظر رکھکر شکریہ کرتے رہو کبھی ناشکری نہ کرنا اور کسی کو بہکانے میں آکر نافرمانی نہ کرنا **فائدہ** ذکر کی تین قسمیں ہیں اول یہ کہ زبان سے اسکی حمد و تسبیح اور تمجید اور تہلیل و تکبیر پڑھی جاوے اور اسکی کتاب پڑھی جاوے دوم ذکر قلبی اور وہ یہ کہ اپنے لطائف باطنیہ کو اور اپنے جمیع قویٰ اور اکیہ کو اسکیطرف متوجہ کرے اور یہاں تک محویت حاصل ہو کہ اپنے تئیں بھی بھول جائے خواطر نفسی حجابات کر کے خواہ توجہ اور ہمت شیخ سے یہ بات حاصل ہو جب سالک کو یہ حالت نصیب ہوتی ہے تو جسطرح ممکنات میں ایک دوسرے کی اثر سے حال بدلتا ہے مٹی پھول کی صحبت سے معطر اور لوہا آگ میں رہنے سے آگ ہو جاتا ہے اسیطرح انسان پر آثار تقدس فائض ہونے میں پھر تو اسکی زبان گویا خدا کی زبان اور اسکی آنکھ اور اسکے ہاتھ پاؤں اسکے ہاتھ پاؤں ہو جاتے ہیں حالانکہ وہ ان چیزوں سے پاک ہے جیسا کہ احادیث صحیحہ میں وارد ہوا ہے اور پھر اس بندہ سے آثار عجیبہ بھی سرزد ہونے لگتے ہیں کہ جنکو معجزات و کرامات کہتے ہیں اور یہ بھی ذکر قلبی کی شاخ ہے کہ اسکی مخلوقات میں جو کچھ اسرار رکھے ہیں ان میں غور و فکر کرے تاکہ اس عالم کا ہر ذرہ اُسکے جمال جہان آرا کیلئے آئینہ ہو جاوے

ع ٥
منزل ١

ہ یعنی قبلہ کی رہنمائی بھی ہمارا ایک ایسا ہی احسان ہے جیسا کہ رسول کا بھیجنا احسان تھا۔

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ

اے ایمان والو صبر اور نماز سے (ہر ایک سختی میں) مدد لیا کرو بیشک اللہ صبر کرنے والوں کیساتھ ہے اور جو اللہ کی راہ میں مارے جاتے ہیں

فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۝ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ

انکو مرا ہوا نکہا کرو بلکہ وہ تو زندہ ہیں لیکن تم نہیں سمجھتے اور ضرور ہم تمکو کسیقدر خوف اور بھوک سے اور مالوں اور جانوں سے اور پیداوار کے نقصان

وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ۭ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا

سے آزمائیں گے اور (اے نبی) ان صبر کرنیوالوں کو (کہ وہ) مژدہ سنا دو (کہ) جب کوئی مصیبت آپڑتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے ہیں اور ہمکو اسکے

لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝ اُولٰۗىِٕكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۣ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ۝

ہی پاس جانا ہے یہی وہ لوگ ہیں جن پر خدا کی طرف سے (صد) آفرین اور رحمت ہے اور یہی ہدایت پائے ہوئے ہیں۔

اس لئے ایک عارف نے فرمایا ہے ما رایت شیئا الا رایت اللّٰہ فیہ) کہ جب میں کسی چیز کو دیکھتا ہوں تو مجھے خدا ہی نظر آتا ہے ہر چیز اسکی وحدانیت اور صفات کمالیہ کیلئے شاہد عدل بنکر سامنے کھڑی ہو جاتی ہے اسلئے قرآن اور احادیث صحیحہ میں اس فکر کی بڑی تاکید آئی ہے اور ایک جگہ لعلکم تفلحون فرمایا ہے جبکہ اس کے کہ اس فکر کی روح اس خاک کے پتلے سے معارفت کرے اسی عالم میں یہ شخص عالم قدس کے لوگوں میں شریک ہو جاتا ہے سوم ذکر جوارح یعنی ہاتھ پاؤں وغیرہ اعضا کا ذکر سو وہ ان اعضا کو اسکے حکم میں مشغول کرنا اور منہیات سے روکنا ہے اور اسلئے اس آیت میں نماز کو بھی ذکر کہا ہے فاسعوا الی۔

ترکیب بالصبر متعلق ہے استعینوا سے ولا تقولوا فعل انتم اسکا فاعل لمن یقتل الخ جملہ مفعول اور من چونکہ معناً جمع ہے اسلئے اموات کی جمع خبر میں لائی گئی اموات خبر ہوا احیا خبر جبتدار محذوف کی ای ہم احیاء ولنبلونکم جواب ہے قسم محذوف کا من الخوف الخ موضع جر میں ہے کسلئے کہ یہ صفت ہے بشیء کی من الاموال۔

موضع نصب میں ہے کس لئے یہ صفت ہے محذوف کی تقدیرہ ونقص شیء من الاموال اور النقص مصدر ہے متعدی الی المفعول وقد حذف مفعول الذین اذا اصابتہم موضع نصب میں ہے کسلئے کہ یہ صفت ہے صابرین کی قالوا انا للّٰہ جواب ہے شرط کا اولئک مبتدا صلوات مبتدا ثانی اور علیہم اسکی خبر پھر یہ مجموعہ خبر ہے مبتدا اول کی اولئک مبتدا ہم المہتدون جملہ اسکی خبر اور ممکن ہے کہ ہم ضمیر فصل ہو اور المہتدون تنہا خبر ہو۔

تفسیر خدا تعالیٰ نے پہلی آیت میں اپنے ذکر اور شکر اور عدم کفران کا حکم دیا تھا کہ جو تمام عبادتوں بلکہ ہر قسم کی اوامر و نواہی کا لب لباب تھا اور اس قسم کے بار گراں کے تحمل کیلئے کوئی سہارا بھی ضرور ہے کہ جس کی اعانت اور وجہ سے یہ بار گراں آسان ہو جاوے اور نیز اگلی آیات میں جہاد اور اشاعت خیر کا بھی حکم دینا منظور تھا کہ جس پر قوم و ملت کی عزت و آبرو کا مدار کار ہے اسلئے اس نے بطور تمہید کے اسجگہ وہ آیت نازل فرمائی کہ جو دونوں مقصدوں کو خوب پورا کر دے اور جسکو دونوں سے کامل درجہ کا ارتباط ہو پس فرمایا کہ ایمان والو اس بار گراں کی سہولت کیلئے صبر اور نماز پڑھنے سے کام لو کس لئے کہ صبر اور نماز ایسے آلے ہیں کہ جس سے یہ کام بلکہ جہاد فی سبیل اللہ دونوں سہل ہو جاتے ہیں اور یہ اسلئے کہ صبر عقل کا اتباع کر کے نفس کو غضب اور شہوت سے روکنے کو کہتے ہیں اسلئے جس میں یہ دونوں چیزیں ہونگی صبر اسی کو نصیب ہوگا۔ ملائکہ میں چونکہ غضب اور شہوت نہیں بلکہ عقل صرف ہے تو اسلئے انکو بھی یہ نعمت نصیب نہیں اور دیگر حیوانات میں عقل نہیں غضب اور شہوت ہے اسلئے وہ بھی اس سعادت سے فیضیاب نہیں انکی قوت جماعیہ جس جانور پر چاہتی ہے جماع کرنیکا حکم دیتی ہے اور جس چیز کے کھانے پینے کو چاہتی ہے حکم دیتی ہے جس پر یہ چاہتی ہے حملہ کرنیکیلئے آمادہ کر دیتی ہے سو وہ اسکے کہنے سے ویسا ہی کرتا ہے عقل اس کا ہاتھ نہیں پکڑتی کہ اوسنے ظلم کیا کرتا ہے بخلاف انسان کے کہ اسکو عقل مانع آتی ہے اور وہ اسکو کہنے سے نفس کو روکتا ہے نفس پر پژمردگی اور روح پر تازگی اور نورانیت طاری ہوتی ہے اور جب روح پر نورانیت آتی ہے تو اس آئینہ میں جمال جہاں آرا کا جلوہ ہوا خدا کا قرب نصیب ہو گیا اسی لئے فرمایا ان اللّٰہ مع الصابرین اور جبکہ قرب بعد ازفیاض نصیب ہوا تو اس کے اثر صحبت سے تمام کام دنیا و آخرت کے انجام پا گئے اسی لئے کسی نے فرمایا الصبر مفتاح الفرج کہ صبر فتوحات کی کنجی ہے دیکھئے جنگ و قتال میں ہر طرح کی تکلیف پر آدمی صبر کرتا ہے تو اپنے دشمن پر فتح

[illegible]

اقسام صبر

پاتا ہے اور پھر عزت و دولت و راحت اسکو آکر سلام کرتی ہے جو کاشتکار جب گرمی اور بھوک پیاس کی تکلیف اٹھا کر محنت کرتا ہے تو غلہ کاٹتا ہے الغرض دنیا و آخرت کے تمام کاروبار کا صبر پر دارومدار ہے واضح ہو کہ صبر کی دو قسمیں ہیں بدنی اور نفسانی پھر بدنی کی بھی دو قسمیں ہیں فعلی جیسا کہ بڑے بھاری بوجھ اور مشقت کے کاموں کو کرنا انفعالی جیسا درد اور تکلیف کی برداشت کرنا مگر اس تکلیف کا نام ہی خواہ مقتضی طبعی بھی ہو ظاہر ہو جائیں مگر یہ شخص اسی حالت میں خلاف قانون عقل و شرع کوئی حرکت نہ کرے۔ اور صبر نفسانی یہ ہے کہ نفس کو اسکی خواہشوں سے روکے اگر خواہش شکم و آلت تناسل کو روکے گا تو اسکو عفت کہینگے اور اگر فضول چیزوں کی خواہش سے روکے گا تو اسکو زہد و قناعت کہیں گے اگر غصہ کی حالت میں اپنے دشمن سے درگذر کریگا اور نفس کو انتقام لینے سے روکیگا تو اسکو حلم کہینگے اگر کسی کے راز افشا کرنے سے زبان کو بند کریگا تو اسکو راز داری کہیں گے اور جو زبان کو بیہودہ بکواس سے اپنے اعضا کو بیجا حرکات سے بند کریگا تو اسکو متانت کہینگے صبر کے فضائل قرآن و حدیث میں بکثرت ہیں قال اللہ تعالی وجعلنا منہم ائمۃ یہدون بامرنا لما صبروا وتمت کلمۃ ربک الحسنی علی بنی اسرائیل بما صبروا جس کسی نے ترقی حاصل کی ہے اسی صبر ہی کی بدولت کی ہے اور اسلام نے امت مرحومہ کیلئے صبر کی ایک شاخ روزہ کو بھی فرض کر دیا تاکہ نفس کو بھوک اور پیاس کی تکلیف اٹھانے کی عادت پڑے اور جماع جیسی مرغوب چیز کو باوجود سامان مہیا ہونیکے ترک کریگا جو کہ ... اور نماز تو ایک عجیب تریاق مجرب ہے اس میں خدا کی حمد و ثنا اور اسکے آگے سر کے بل جھکنا ہے اس میں خواہ مخواہ بندہ کو اللہ سے تقرب حاصل ہوتا ہے اور یہ روح کو منور کرنیکا اعلی طریقہ ہے اور اسی لئے اس کی نسبت وارد ہے ان الصلوۃ تنہی عن الفحشاء والمنکر[1] پس جب بندہ کو مولی سے تقرب حاصل ہو تو اسکے سب کام انجام کو پہنچے اور چونکہ خدا تعالی تمام کائنات کی اصل ہے تو ہر چیز جب اسکو موانع پیش نہیں آتے تو اپنی اصل کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو جاتی ہے چنانچہ اس حدیث کے یہی معنی ہیں کان النبی صلعم اذا حزبہ امر فزع الی الصلوۃ (جامع الاصول) اور چونکہ

فضائل صبر

خدا تعالی نے صبر کی فضیلت میں یہ فرمایا کہ خدا تعالی کیساتھ صابرین کو معیت اور تقرب نصیب ہوتا ہے اور صبر کا اعلی موقع قتل فی سبیل اللہ تھا کس لئے کہ جان کے آگے مال یا کسی اور منفعت کی کچھ بھی وقعت نہیں نقل مشہور ہے کہ جان ہے تو جہان ہے پس جسقدر صبر اللہ کی راہ میں جان قربان کرنے میں ہے اسقدر اور چیز کے صرف کرنے میں نہیں اور نیز اگلی آیات میں جہاد اور قتل فی سبیل اللہ کا حکم ہونیوالا تھا اسی لئے اس صبر کا اور بھی ذکر کرنا مناسب ہوا اور سب اجروں میں بڑا اجر یہ ہے کہ اسکے عوض میں بندہ کو حیات ابدی عطا ہو پس فرماتا ہے کہ جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جاتے ہیں تم انکو مردے نہ کہو کیونکہ ؎ ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ۔ ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما۔ بلکہ وہ زندہ ہیں کسلئے کہ ؎ کشتگان خنجر تسلیم را ۔ ہر زماں از غیب جانے دیگر است ۔ صرف یہ بات ہے کہ وہ تمکو نظر نہیں آتے ۔ واضح ہو کہ انسان روح یا نفس ناطقہ ہے اور یہ جسم خاکی کہ جو ہم کو دکھائی دیتا ہے اس نفس ناطقہ یعنی روح ہوائی کا کہ جسکو نسمہ کہتے ہیں مرکب ہے یعنی نفس ناطقہ کا تعلق روح ہوائی سے ہے کہ جو لطیف خون کے ابخرات سے پیدا ہوتی ہے اور روح ہوائی کا مرکب یہ جسم ہے جب کسی سبب سے اس جسم خاکی سے تعلق منقطع ہو جاتا ہے (اور اس ترک تعلق کا نام موت عرفی ہے) تو نفس ناطقہ جو جوہر نورانی ہے باقی رہتا ہے اور نہایت عمدہ طرح سے حس و ادراک اور شعور و تمیز بھی باقی رہتی ہیں اس میں کافر و مومن شہید غیر شہید سب برابر ہیں اس معنی سے موت نہیں تو جسم کو ہے نہ کہ نفس ناطقہ کو لیکن کبھی پاک روحوں کا اثر جسم خاکی تک بھی پہنچتا ہے اور یہ جسم سڑتا گلتا نہیں جیسا کہ انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام و شہداء عظام کے اجساد سے ظاہر ہوا ہے اسی طرح اس موت عرفی میں بھی سب انسان شریک ہیں اس معنی سے شہید اور غیر شہید انبیاء و غیر انبیاء سبکو موت ہے انک میت وانہم میتون[2] کل نفس ذائقۃ الموت[3] اور اسی لئے موت کے بعد انپر احکام موت جاری ہوتے ہیں اب حیات شہداء و انبیاء کے یہ معنی ہیں اور آیت میں وہی مراد بھی ہیں کہ جسم سے روح جدا ہونیکے بعد روح کو اس عالم قدس میں ہر قسم کا آرام و فرحت نصیب ہوا اور چونکہ روح بھی ایک جسم لطیف ہے اس جسمانی خول کے آثار کلی ہی منقطع ہوتے ہیں بعد اسکی نورانی صورت کو اس جسمانی صورت سے بھی ایک گونہ مشابہت

[1] نماز بیشک بری اور بیحیائی کی باتوں سے روکتی ہے ۱۲ [2] آپ بھی یقینا مرنے والے اور وہ بھی یقینا مرنے والے ہیں ۱۲ [3] ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے ۱۲

إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ

البتہ صفا اور مروہ خدا کی نشانیوں میں سے ہیں پس جو کعبہ کا حج یا عمرہ کرے تو اس پر گناہ نہیں کہ اُن کے درمیان

يَطَّوَّفَ بِهِمَا وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَإِنَّ اللَّهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ

طواف کرے اور جو کوئی اپنی خوشی سے نیکی کرے تو خدا قدردان ہے جاننے والا۔

ہوتی ہے کہ روح کو جو کہ تخصیص روحانی عالم میں کم سکتے ہیں اس لئے اس عالم میں کہ جس کو اس عالم سے وہی نسبت ہے جو عالم خواب کو عالم بیداری سے ہے ہر قسم کی لذات میوے اور عمدہ مکان انہار و حور و قصور میسر آئے لعد اُنسے لذت پاتے ہیں بالخصوص شہدا کو انکو نسمہ سابق سے ایک عجیب تعلق باقی رہتا ہے جس لئے عالم برزخ میں ان کیلئے ایک نہایت عمدہ پیکر عطا ہوتا ہے اور وہ اس پیکر نورانی سے جسطرح بارگاہ قدس میں جا کر چاہتے ہیں طیران کر کے ترقی کرتے ہیں اور انعام و انواع کے لذات سے مستفید ہوتے ہیں جسکی طرف آیات میں اشارہ ہے اور اس حدیث میں بھی کہ جسکو شیخین نے روایت کیا ہے کہ شہدا سبز طیور کے قوالب میں آکر آشیانہ عرش میں رہتے ہیں اور جہاں جی چاہتا ہے کھاتے ہیں اسیطرح ایا ہے اسیطرح وہ جب چاہتے ہیں اس عالم کیطرف بھی نزول کرتے ہیں کبھی لوگوں کو عیانًا دکھائی دیجاتے ہیں مگر اُنکے یہ حیات جاودانی کو یہ آنکھیں یہ حواس نہیں محسوس کر سکتے کہ جو اجسام کثیفہ کے احساس کیلئے مخصوص ہیں اور اسی سے ایک انچ آگے بھی نکالا ہوا کہ نہیں کامرانی ہو وصل وحیات ابدی ہے کہ جس کی آیت میں خبر دی ہے اس برخلاف کفار و فجار کا اس عالم میں معذب ہونا ثابت ہے ایک شخص طرح طرح کے عذاب میں مبتلا ہے دوسرا قسم قسم کی نعمتوں میں ہے گو وہ دونوں زندہ ہیں مگر اول الذکر کی زندگی کیا زندہ ہے وہ موت سے بھی بدتر ہے زندگی تو دوسرے شخص کی ہی ہے اسلئے شہیدوں کو زندہ کہا جاتا ہے اور یہی تعلق خاص کے سبب ان کے اعمال حسنہ کا سلسلہ بھی جاری رہتا ہے اور لوگوں کیطرح منقطع نہیں ہوجاتا جیسا کہ اس حدیث میں آیا ہے[1] کل ابن آدم یختم علی عملہ اذا مات المجاہد فی سبیل اللّٰہ فانہ ینمی لہ عملہ الی یوم القیمۃ (رواہ البخاری والمسلم) لیکن اس حیات میں انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام بھی شریک ہیں اور اسکے درجات بھی متفاوت ہیں مگر شہیدونکو تلذذات حاصل کرنے میں ایک خصوصیت خاصہ ہے اور اس لئے جناب نبی صلعم نے شہادت کی آرزو کی ہے اور کیوں نہ ہو جو خدا کو اپنی حیات مستعار سپرد کرتا ہے وہ اسکے بالعوض اسکو حیات ابدی[2] عطا کرتا ہے مگر وہ لوگ ہمکو نظر نہیں آتے اور اسی لئے خدا نے لاتشعرون و لکن لاتعلمون نہ فرمایا۔ جب خدا تعالیٰ نتائج صبر اور اسکے فوائد بیان فرما چکا تو اسکے بعد مطلع کرتا ہے کہ ضرور تمکو دولت صبر سے بہرہ ور کرینگے جس لئے تمپر گوناگوں مصائب پیش آویں گے مخالفوں کا خوف اور بھوک اور نقصان مالی و جانی اور نقصان ثمرات یعنی مرگ اولاد اور باغ اور کھیت سے بے بہرہ رہنا اور اپنی کوششوں میں ناکامیاب ہونا ان برائیوں میں سے تمکو آزمائیں گے پھر جو اس میں ثابت رہیگا کے بعد مرگ انکا اسکو حیات جاودانی اور دنیا میں بھی ہر طرح کی کامیابی فتح و ظفر نیک نامی نصیب ہے۔

ان آیات میں ایمانداروں کو ثابت قدمی اور استقامت فی الدین اور ہر قسم کی تکالیف برداشت کر کے دین پر قائم رہنے کی تعلیم ہے اور در اصل انسان کی ترقی دنیا و دین کی یہی برداشت و استقبال اور جان کاہی عمدہ سیڑھی ہے جس نے اسپر چڑھنے سے انکار کیا وہ ہر طرح سے محروم رہا اور جو اسپر چڑھ گیا وہ مراد کو پہنچا اس آیت کے بعد صحابہ بلکہ خود حضرت رسالت پناہ علیہ السلام پر طرح طرح کے مصائب پیش آئے جن کے ذکر کرنے سے کلیجہ کانپ اٹھتا ہے مگر صد آفرین ہے ان صادق قول پر کہ انہوں نے اس تلخ جام کو کس استقلال سے پیا اور دم نہ مارا یہ کوچہ عشق ہے اس کی جانبازی ہی سیر کرتے ہیں ؎ سرمد غم عشق بوالہوس را ندہند * سوز غم پروانہ مگس را ندہند * ابتداء اسلام میں یہ صبر و استقلال دیکھنے ذریعہ سے بیحد کامیابی نبوت کا صریح معجزہ ہے آخر وہ کیا لذت روحانی تھی کہ جسکے لئے لوگوں نے یہ مصائب اٹھائے۔

ترکیب صفا اور مروہ دونوں اسم اِنّ من شعائر اللہ اسکی خبر فمن حج البیت الخ شرط فلا جناح الخ جواب شرط اسیطرح من تطوع الخ شرط فان اللہ الخ جواب

تفسیل اول آیت میں صابرین کی مدح اور صبر کے فضائل تھے جسطرح کہ اس سے پہلی آیت میں فکر اور شکر کا ذکر تھا کس لئے

[1] ہر انسان جب مرتا ہے تو اسکے اعمال منقطع ہوجاتے ہیں مگر مجاہد فی سبیل اللہ کے اعمال ہمیشہ جاری رہتے ہیں ۱۲ منہ حقانی [2] مفسر نیچر نے جو اپنی تفسیر میں اس مقام پر معتزلکی

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِى الْكِتٰبِ اُولٰٓئِكَ

جو لوگ ان کھلی باتوں اور ہدایت کو جسکو ہم نے نازل کر دیا ہے اسکے بعد بھی چھپاتے ہیں کہ ہمنے اسکو لوگوں کیلئے کتاب میں بھی بیان کر دیا (سو) انہیں پر

يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَبَيَّنُوْا فَاُولٰٓئِكَ اَتُوْبُ عَلَيْهِمْ

خدا لعنت کرتا ہے اور لعنت کرنے والے بھی مگر وہ کہ جنہوں نے توبہ کی اور نیکی اختیار کی اور صاف ظاہر کر دیا تو ہم انکو معاف کر دیتے ہیں

وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَ

اور ہم تو بڑے ہی معاف کرنیوالے مہربان ہیں بیشک جو لوگ منکر ہو گئے اور انکار ہی کی حالت میں مر بھی گئے تو انہیں پر خدا کی لعنت ہے اور فرشتوں اور

النَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ۝ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ۝

سب لوگوں کی بھی وہ سدا اسی میں رہیں گے نہ تو ان کے عذاب ہی میں کمی کی جاوے گی اور نہ ان کو چھٹکارا ہی ہوگا۔

کہ انسان کی دو حالتیں نعمت و مصیبت ایک میں شکر اور دوسری میں صبر کرنا مقتضی ایمان ہے یہاں خدا تعالیٰ صابرین کے صبر کا نتیجہ ذکر کرتا ہے کہ صفا اور مروہ جو خانہ کعبہ کے متصل دو چھوٹی سی پہاڑیاں ہیں وہ ہاجرہ والدہ حضرت اسمٰعیلؑ کے صبر کی وجہ سے خدا کی نشانیاں اور مقدس و متبرک جگہ ہو گئیں جب ہاجرہ نے معصوم بچے اسمٰعیل کو لیکر اس خشک میدان میں آ رہیں اور مشک کا پانی ہو چکا اور دھوپ کی گرمی اور پیاس کی شدت اور بچے کے تڑپنے میں بیقرار ہو کر خدا کیطرف ملتجی ہوئیں اور اسی حالت میں کبھی اس پہاڑی پر کبھی اس پہاڑی پر ظہور رحمت الٰہی کی امید میں آتی گئیں تو خدا نے انہیں پہاڑیوں پر تجلی رحمت فرمائی اور ہاجرہ کی دعا قبول کی اور خدا کے فرشتے نے آواز دی کہ دیکھ خدا نے تیرے بچے کیلئے چشمہ جاری کر دیا سو جب سے یہ جگہ محل اجابت دعا قرار دی گئی پس جو کوئی حج یا عمرہ کیلئے جاوے تو اس عارضی وجہ سے کہ ایام جاہلیت میں اساف اور نائلہ کے بت جو مرد و عورت تھے اور جنہوں نے خانہ کعبہ کے پاس عین طواف میں ارادہ زنا کا کیا تھا جن کی صورت مسخ ہو گئی تھی مشرکین نے رکھ لئے تھے اور انکے ارد گرد طواف کرتے تھے ان مقامات مقدسہ کی بزرگی میں کوئی فرق نہ خیال کرے اگر ان پہاڑیوں کے میدان میں اسیطرح سعی کرے جسطرح ہاجرہ اجابت دعا کیلئے طواف کرتی پھری تھیں۔ کوئی طواف کرے تو اس پر کچھ گناہ نہیں بلکہ اس کیلئے در اجابت مفتوح ہوتا ہے یہ نیک بات ہے اور جو کوئی اپنی خوشی سے نیکی کرتا ہے تو خدا بھی اس کو رائیگاں نہیں کرتا بلکہ اس کی قدر دانی کرتا ہے کیونکہ وہ شکور بھی ہے یعنی قدر دان اور واقف بھی دنیا کے امراء اور سلاطین کی طرح غافل نہیں کہ مخلصوں کی خیر خواہی اور خدمت گذاری ان تک نہیں پہنچتی صفا اور مروہ خانہ کعبہ سے شرقی جانب دو پہاڑیاں ہیں صفا تو جنوبی جانب ہے اور مروہ شمالی جانب میں ان کے بیچ میں تخمیناً سات سو ستر گز کی مسافت ہے صفا کوہ ابو قبیس کی جڑ میں ہے اور مروہ کوہ قعیقعان کے آگے ناک کیطرح سے ہے اب ان دونوں پہاڑوں پر آبادی ہے بلکہ کسی قدر ان پہاڑوں پر بھی اور صفا و مروہ پر صرف سیڑھیوں کے نشان بنا دیئے ہیں اور انکے درمیان جو فاصلہ ہے پہلے وہاں نشیب اور ناہموار زمین تھی اب تو حرم کی دیوار سے ملا ہوا ایک بازار وسط شہر میں ہے وہیں حاجی سعی کرتے ہیں اور طواف بھی شعائر شعیرہ یا شعار کی جمع ہے جسکے معنے علامت اور نشانی کے ہیں اور شعائر اللہ عرف شریعت میں عبادت کے مکانات اور زمانوں اور علامات کو کہتے ہیں مکانات عبادت جیسا کہ کعبہ و عرفہ اور مزدلفہ و جمرات ثلث و صفا و مروہ و منیٰ و جمیع مساجد اور اوقات جیسا کہ رمضان اور اشہر حج و عیدین و جمعہ اور علامات جیسا کہ اذان و اقامت و نماز بجماعت اور اسیطرح دینی بزرگوں کے وہ مقامات جہاں پر افضال الٰہیہ نے ظہور کیا تھا حج کے شعائر کہلاتے ہیں حج کے لغوی معنی قصد وغیرہ کے ہیں مگر شرع میں ارکان مخصوصہ کا نام ہے اور حج و عمرہ میں یہ فرق ہے کہ حج میں نویں ذی الحجہ کو عرفات میں جانا اور پھر وہاں سے آکر طواف کعبہ کرنا ہوتا ہے اور عمرہ میں نہیں بلکہ احرام باندھنے اور طواف اور سعی صفا اور مروہ میں ختم ہو جاتا ہے اور عمرہ کیلئے کوئی مہینہ اور دن خاص نہیں ہر چند لفظ لا جناح سے صفا و مروہ کی سعی کا واجب ہونا نہیں معلوم ہوتا۔ بلکہ یہ بات کہ جو سعی کرے تو

وَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ ۖ لَّا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَٰنُ الرَّحِيمُ ۝ إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ

اور تمہارا خدا خدائے واحد ہے جسکے سوا کوئی معبود نہیں وہ بڑا رحم کرنیوالا مہربان ہے بیشک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں اور رات اور دن کے بدلنے

وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنفَعُ النَّاسَ وَمَا أَنزَلَ اللَّهُ مِنَ السَّمَاءِ مِن مَّاءٍ فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ

میں اور جہازوں میں جو دریا میں لوگوں کی نفع دینے والی چیزیں لیکر چلتے ہیں اور اس پانی میں کہ جسکو خدا آسمان سے برساتا ہے پھر اس سے مُردی ہوئی زمین کو

بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيهَا مِن كُلِّ دَابَّةٍ وَتَصْرِيفِ الرِّيَاحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ

زندہ کرتا ہے اور اس میں ہر قسم کے چلنے والے جانور پھیلاتا ہے اور ہواؤں کے بدلنے میں اور بادلوں میں کہ جو آسمان اور زمین میں اس کے حکم کے تابع ہیں البتہ عقلمندوں کیلئے بہت سے نشانیاں ہیں

اُسپر کچھ گناہ نہیں لیکن جو دلائل شرعیہ سے اس کا کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے پھر امام شافعیؒ فرض کہتے ہیں کہ بغیر اسکے حج و عمرہ نہیں ہوتا نہ کوئی قربانی اسکے قائم مقام ہوتی ہے اور امام ابو حنیفہؒ واجب کہتے ہیں کہ اسکے نکرنے سے حج و عمرہ فوت نہیں ہوتا بلکہ قربانی سے بدل اور مافات درست ہوسکتا ہے یہ ایک باریک سا فرق ہے اور دلائل ہر فریق کے انکی کتابوں میں مذکور ہیں مگر جو لوگ اسکو ضروری نہیں کہتے جیسا کہ مجاہد اور عطاء تو ان کا قول صحیح نہیں کیونکہ بہت سی احادیث صحیحہ اسکے وجوب کو ثابت کررہی ہیں بالخصوص حضرت عائشہؓ کی وہ حدیث کہ جسکو امام بخاری و مسلم و مالک نے روایت کیا ہے کہ عروہ بن زبیر نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے عرض کیا کہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو صفا و مروہ کے درمیان طواف نکرے تو اسپر کچھ حرج نہیں ام المومنین نے فرمایا تو بھلا انہیں گر لیں ہوتا ان لا یطوف بہما فرماتا

ترکیب الذین موصول یکتمون فعل با فاعل ما انزلنا اسکا مفعول من البینٰت والہدیٰ بیان ما من بعد ما متعلق ہے یکتمون سے فی الکتاب متعلق ہے بیناہ سے یہ سب مجموعہ صلہ ہوا پھر موصول صلہ ملکر اِن اور اولٰئک مبتداء یلعنہم الخ جملہ اسکی خبر پھر یہ مجموعہ خبر ہے ان کی الا الذین الخ استثناء متصل موضع نصب میں ہے اور مستثنیٰ منہ ضمیر ہے یلعنہم میں الذین کفروا الخ اسم ان اولٰئک مبتداء علیہم لعنۃ اللہ الخ خبر جملہ خبر ان خالدین حال ضمیر علیہم سے

تفسیر اول تحویل قبلہ کے بارہ میں گفتگو تھی اور اسکے ضمن میں کعبہ کی فضیلت اور یہود و نصاریٰ کے شکوک و شبہات کا جواب تھا کیونکہ وہ کعبہ اور حج وغیرہ امور کی نسبت یہ کہتے تھے کہ جاہلیت کی باتیں ہیں یہ پیغمبر برحق ہوتے تو ان باتوں کو نکرتے پھر اس کلام کو بطور نصیحت اور یاد آوری ختم کر اور صبر کی تاکید پر اسکے ثمرہ و نتائج پر ختم کرکے اصل مدعا کیطرف رجوع کرتا ہے کہ ہمارے پیغمبر کی شریعت اور عقائد اسکے اصول ہیں وہ سب کتب انبیاء توریت وغیرہا میں مذکور ہیں اور نیز اس نبی کی بشارتیں اور فاران سے خدا کا جلوہ گر ہونا اور بنی قیدار میں خدا کا فضل و رحمت کا وعدہ سب کچھ ان کتب میں خدا تعالیٰ نے بیان کر دیا تھا مگر تعصب و عناد سے اہل کتاب ان باتوں کو چھپاتے اور یہ کہکے جاہلوں اور اپنے عامیوں کو شبہات میں ڈالکر گمراہ کرتے ہیں اسلئے جو لوگ ان چیزوں کو کہ جنکو ہم نے لوگوں کیلئے کتاب میں بیان کر دیا ہے چھپاتے ہیں اور ان کھلی کھلی باتوں اور ہدایت پر پردہ ڈالتے ہیں اور عالم کی روشنی کو بجھاتے ہیں تو انپر خدا کی طرف اور تمام عالم کیطرف سے لعنت برستی ہے جس کا نتیجہ دنیا کی رسوائی اور بے برکتی اور عالم آخرت کا عذاب ہے مگر جو لوگ اس فعل بد سے توبہ کرکے نیک بختی اور خدا کی امانت کا اظہار اختیار کرتے ہیں تو ہم بھی انکو معاف کر دیتے ہیں لیکن جو اسی کفر میں دم آخیر تک رہتے ہیں اور اسی حالت میں اس عالم سے جاتے ہیں تو انپر ہمیشہ خدا کی طرف سے اور ملاء اعلیٰ کی طرف سے بلکہ عالم سفلی کیطرف سے لعنت برستی ہے کہ جس سے وہ اس عذاب میں مبتلا ہوتے ہیں کہ جو کبھی اُن سے کم نہیں ہوگا اور نہ کوئی اُن کو اُس سے مہلت دلا سکے گا۔

ترکیب الٰہکم مبتداء الٰہ واحد موصوف صفت خبر الا ہو مستثنیٰ ہو موضع رفع میں ہے کس لئے کہ یہ بدل ہے موضع لا الہ سے کیونکہ محل لا کا اور جس میں یہ عمل کرتا ہے رفع ہے بسبب مبتداء ہونیکے اور اگر مستثنیٰ موضع نصب میں ہوتا تو الا ایاہ ہوتا الرحمٰن بدل ہے ہو سے یا خبر مبتداء ہے اور یہ جائز نہیں کہ ہو کی صفت ہو لان المضمر لا یوصف اور نہ یہ کہ ہو کی خبر ہو لان المستثنیٰ ہنا لیس بجملۃ فی خلق السمٰوٰت الخ سب جملے کے بعد دیگرے خبر ہیں ان کے اور لآیات الخ اسم ہے اِنَّ کا

تفسیر جبکہ خدا تعالیٰ کے نافرمانوں اور اسکے احکام کے چھپانیوالوں اور کفر پر مرنیوالوں کو یہ حکم سنا دیا گیا کہ انپر خدا اور فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہے اور

وہ ہمیشہ عذاب میں رہینگے تو اسجگہ یہ خطرہ شیطانی پیدا ہوتا تھا کہ یہ وعدہ کیسے اپنے سے غلط ہو کس لئے کہ اور بھی شخص ایسے ہیں کہ جنکو خدائی کا اختیار ہے یا یہ وہ خدائی کے حصہ دار ہیں اگر ایک نے نکالا تو دوسرے کیطرف ملتجی ہو جاوینگے چنانچہ عموماً عیسائی حضرت عیسی علیہ السلام کو خدائی کا حصہ دار جانتے ہیں اور انکو بیٹا کہتے ہیں اور مشرکین قدیم و حال تو عناصر و آسمان ارواح وغیرہ سینکڑوں چیزوں کو خدائی میں شریک جانتے ہیں اور مدینہ کے بعض یہود بھی عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے تھے اسلئے خدا تعالی نے اس وسوسہ شیطانی کو باطل کر دیا۔ اے بنی آدم تم سب کا ایک ہی معبود ہے پس ع عزیزی کہ از درگہش سر بتافت ؛ بہر در کہ شد ہیچ عزت نیافت ہے اور یہ اسلئے کہ اسکے سوائے عرصہ وجود میں اور کوئی معبود ہی نہیں پھر اس دعوی کے ثبوت میں خدا تعالی نے آٹھ دلیلیں بیان فرمائی ہیں کہ جنسے خدا تعالی کی وحدانیت اور دیگر صفات کمالیہ اور نیز اس کا وجود معلوم ہو جاتا ہے اور لطف یہ کہ یہ دلیلیں اس کی انعام اور بخشش کیلئے آئینہ بھی ہیں اور یہ آٹھوں چیزیں امور مذکورہ پر ایک وجہ سے نہیں بلکہ مختلف وجوہ سے دلالت کرتی ہیں وہ آٹھ چیزیں یہ ہیں (۱) آسمان و زمین کی پیدائش سو یہ چند طور پر دلالت کرتی ہے از انجملہ یہ کہ افلاک متعدد ہیں اور انمیں ستارے بھی متعدد ہیں اور باوجودیکہ طبیعت جرم علوی سب میں مشترک ہے مگر ہر ایک مختلف ہے کوئی آسمان بڑا کوئی چھوٹا ہے اسیطرح کوئی ستارہ بڑا کوئی چھوٹا ہے اور کسی کا رنگ مائل بسرخی ہے کسی کا مائل بسفیدی ہے اور کسی کی حرکت کسی طرف ہے اور کسی کی کسی طرف کُلٌّ فِیْ فَلَکٍ یَّسْبَحُوْنَ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب کسی قادر مختار کے قبضہ قدرت میں ہیں کہ وہ اپنے ارادہ اور اختیار سے جو چاہتا ہے کرتا ہے اگر یہ چیزیں از خود ہوتیں تو پھر باوجود اتحاد مقتضے کے یہ اختلافات کیسے از انجملہ یہ کہ افلاک اور ستارے اجسام ہیں اور ہر جسم مرکب ہے اور ہر مرکب حادث ہے یعنی پہلے نہ تھا کہ پھر ہوا اور ہر حادث کے کیلئے ایک محدث قدیم و قدیر ضروری ہے اور وہ اللہ تعالی ہے اور زمین کے مختلف حالات سے تو زیادہ تر یہ بات ثابت ہے کہ یہ کسی قادر مختار کے قبضہ قدرت میں ہے (۲) دن اور راتوں کا اختلاف کہ رات جاتی اور دن آتا ہے اور کبھی راتیں چھوٹی اور کبھی بڑی ہوتی ہیں اور اسی طرح دنوں کا حال ہے اور ایک ہی وقت میں کہیں رات ہے اور کہیں دن ہے آج جو ہماری رات دس بارہ گھنٹہ کی ہے وہی بلاد شمالیہ میں دو مہینے کی بلکہ قطب کے نیچے رہنے والوں کیلئے چھ مہینے کے برابر پس یہ عجائب از خود نہیں بلکہ اس کے ہاتھ میں ہیں کہ جسکے ہاتھ میں آسمان اور آفتاب کی ڈوری ہے اور وہ اللہ تعالی ہے (۳) کشتی اور جہاز اور آگبوٹ کی روانگی ہے تمام زمین پر کرہ ماء محیط ہے یعنی ہر طرف پانی ہے جس کو عربی میں بحر اور اردو میں سمندر کہتے ہیں اور جو پانی کی بارش اور زمین کے چشموں یا برف کے پگھلنے سے بہتے ہیں انکو عربی میں نہر کہتے ہیں پس اس سمندر میں سے بقدر چوتھائی زمین اٹھی ہوئی ہے کہ جس پر یہ تمام ممالک یورپ افریقہ ایشیا وغیرہ آباد ہیں اور کہیں کہیں اور بھی چھوٹے بڑے جزیرے یعنی ٹاپو ہیں کہ جن میں ملک بستے ہیں جیسا کہ امریکہ اور آسٹریلیا وغیرہ اور کہیں کہیں سینکڑوں کوسوں تک زمین میں سمندر کی کوئی شاخ چلی گئی ہے جسکو خلیج کہتے ہیں پس ان دور دراز ملکوں میں جو لوگ جاتے اور تجارت کے عمدہ عمدہ کار آمد اسباب لے جاتے ہیں تو بذریعہ ہوائی اور دخانی کشتیوں کے لیجاتے ہیں اور ماء اس بے انتہا دریا میں اسطرح کی کشتی کا چلنا اور اسکے متعلق انسان کو عمدہ عمدہ علوم اور آلات تعلیم کرنا خاص اسی خداوند تعالی و تقدس کا کام ہے اور پھر اسکو ہوا سے جو جوں بچانا اور ہوا کا موافق کرنا اسکے ید قدرت میں ہے (۴) آسمانوں سے مینہ کا اتارنا یعنی بادلوں سے بارش کا نازل کرنا یہ بھی اسکے وجود و قدرت کا مظہر ہے ہزار ہا من پانی بادلوں میں بھرا ہوا ہوا کی گاڑی پر لدا ہوا ہے اسکو فرشتے ادھر ادھر لئے پھرتے ہیں جہاں جسقدر ضرورت ہوتی ہے اسیقدر اسکے حکم سے نہایت سہولت سے برساتے ہیں (۵) اس پانی سے زمین مردہ زندہ کرنا یعنی اس سے ہزار ہا جڑی بوٹیاں اناج گھاس عمدہ عمدہ پھل پھول کے درخت اگانا یہ سب اسی کا کام ہے باوجودیکہ ایک زمین ہے اور وہی پانی اس پر برستا ہے مگر ایک درخت شیریں ہے اور دوسرا تلخ بلکہ ایک ہی درخت میں کہیں سرخ پھل ہیں کہیں سفید پھر نباتات میں جو کچھ ید قدرت نے گلکاریاں کی ہیں انکی نقل کرنے میں بھی بڑے بڑے نقاش حیران و سرگرداں ہیں باوجودیکہ ایک مادہ ایک ہی ایک ہوا ایک آفتاب و ماہتاب کی شعاع اسپر نباتات میں یہ کچھ اختلافات پس اگر یہ سب نیرنگیاں اس قادر مطلق کی ید قدرت کی

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ۭ وَلَوْ يَرَى

اور ایسے بھی لوگ ہیں کہ جنہوں نے خدا کے سوا اور شریک بنا رکھے ہیں جنسے ایسی محبت رکھتے ہیں جیسی کہ خدا کی رکھنی چاہئے اور ایمانداروں کو تو خدا ہی کی زیادہ محبت ہوا کرتی ہے اور کاش

الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ ۙ اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعَذَابِ ؁ اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِيْنَ اتُّبِعُوْا

ظالموں کو آج معلوم ہو جائے جیسا کہ جب معلوم ہوگا جبکہ عذاب دیکھینگے کہ سب قوۃ اللہ ہی کیلئے ہے اور یہ کہ اللہ کا عذاب سخت ہے جبکہ پیشوا اپنے پیروؤں سے بیزاری

مِنَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا وَرَاَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ ؁ وَقَالَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ

ظاہر کرینگے اور عذاب دیکھینگے اور آپس کے علاقے ٹوٹ جاوینگے اور پیرو کہیں گے کہ کاش پھر ایک بار ہمکو دنیا میں جانا ہو تو ہم بھی ان سے دست

مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا ۭ كَذٰلِكَ يُرِيْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ عَلَيْهِمْ ۭ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ

برداری کریں جیسی کہ انہوں نے ہم سے کی یونہی خدا ان کے اعمال کو انپر حسرتیں بنا کر دکھلائے گا حالانکہ (اپر بھی) انکو جہنم سے خلاصی نہیں ہونے کی

نہیں ہیں کہ جو پردہ جس کے پیچھے جلوہ گر ہو رہا ہو کیا ہے؟ سچ تو یوں ہے کہ ہر ہر شجر بلکہ ہر ہر برگ اس کی وحدانیت کا اقرار کر رہا ہے ؎ ہر گیاہی کہ از زمین روید ✤ وحدہ لاشریک لہ گوید ✤ (۷) زمین پر پھیلانا کہ پھیلا ناحیوان کی ہزارہا انواع و اقسام ہیں اگی گنتی اور شمار بشر کی قدرت سے باہر ہے مگر ان کی تقسیم عام ہیں ایک تو وہ ہیں جو توالد و تناسل کے طریق پر پیدا ہوتے ہیں جیسا کہ آدمی گھوڑا وغیرہ دوسری قسم وہ ہیں کہ جو بطریق تولید پیدا ہوتے ہیں جیسا کہ برسات میں پانی سے سینکڑوں مینڈک اور ہزارہا جھینگر اور دیگر حشرات الارض مٹی سے پیدا ہو جاتے ہیں اب ان میں جو اعلیٰ و اشرف حضرت انسان ہیں انہیں کو ملاحظہ فرمایئے نطفہ جو اسکی اصل ہے اُسی کو غور کیجئے کہ وہ ایک متشابہ الاجزا چیز ہے پھر وہ کون ہے جو اس نطفہ کی تقسیم کرتا ہے کسی قدر سے قلب اور کسیقدر رگیں ہڈی وغیرہ اعضاء بناتا ہے اگر کہئے کہ یہ خود انسان کا فعل ہے تو یہ محض غلط ہے نہیں فعل کیا کریگا اور جب یہ کامل بن کر باہر آتے اور پھر علوم و فنون میں اُستاد ہو جاتے ہیں تب تو اُن سے ایک بال بھی بن نہیں سکتا نہ ہڈی نہ چمڑا بنا سکتے ہیں تو اس حالت میں کیا کر سکتے تھے اگر کہو کہ یہ طبیعت نطفہ کا فعل ہے تو ہر جزو مساوی ہے اُس کا فعل بھی ہر جزو میں مساوی ہونا چاہئے تھا غایۃ الامر اس کی شکل گول ہوتی ہے جیسا کہ بسائط کی شکل کروی ہوتی ہے پس معلوم ہوا کہ یہ کاریگری کسی قادر مطلق کی ہے کہ جو پانی پر تصویر کھینچتا ہے اب اسکی پرورش اور قویٰ ظاہریہ و باطنیہ کو جو لحاظ کیجئے گا تو اسکو اسرار الٰہی کا مجموعہ اور اُسکے جمال باکمال کا آئینہ کہئے گا (۸) ہواؤں کا بدلنا کہ جس پر اہل دنیا کی زندگانی کا مدار ہے (۹) ہزارہا من پانی کے بادلوں کو زمین و آسمان میں معلق کر کے رکھنا باوجودیکہ پانی کا مقتضٰے طبعی نیچے آنا ہے مگر اسکے حکم سے معلق ہے پھر ان دلائل میں ایک عجیب ترتیب طبعی ہے اول آسمانوں اور زمین کو ذکر کیا اس کے بعد رات اور دن کے اختلاف کو کہ جو علویات سے متعلق ہے اس کے بعد عناصر دریا اور ہوا اور بادلوں میں جو کچھ اسکی صنعت ہے اس کا اظہار کیا اُسکے بعد موالید ثلثہ نباتات حیوانات جمادات کی طرف اشارہ کیا سبحان اللہ عجب کلام ہے ✤

ترکیب من یتخذ میں من نکرہ موصوفہ اور جائز ہے کہ بمعنی الذی ہو یحبونہم موضع نصب میں ہے صفت ہے انداداً کی اور جائز ہے کہ موضع رفع میں ہو صفت من کی کحب اللہ کاف موضع نصب میں ہے صفت ہے مصدر محذوف کی ای حباً کحب اللہ اشد کا متعلق محذوف ہے تقدیرہ اشد حبا للہ من حبہم لو اللانداد لو حرف شرط ہے یری فعل اور اس کا فاعل محذوف ہے اور ممکن ہے الذین الخ فاعل قرار دیا جاوے اور یریٰ بمعنی علم ہو ای لو عرف الذین ظلموا اور ممکن ہے کہ الذین الخ فاعل ہو اور یری بمعنی لو شاہد الذین ظلموا ان القوۃ قائم مفعول ہے یری کا بعض اذ یرون العذاب اس کا ظرف ہے اور اذ تبرا الذین میں جو اذ ہے اُس اذ سے ورأو العذاب وتقطعت وقال الذین یکے بعد دیگرے معطوف ہیں تبرء پر پس مجموعہ شرط اور جواب اس کا لما اتخذوا من دونہ انداداً محذوف کذلک موضع رفع میں ہے ای الامر کذلک اور جائز ہے کہ موضع نصب میں ہو صفت محذوف کی ای یریہم رویۃ کذلک یریہم رویۃ العین سے ہے ہم مفعول اول اعمالہم مفعول ثانی حسرات حال ہے

اور ممکن ہو کہ بعضی بعلم ہو اور حسرات مفعول ثالث ہو

تفسیر یعنی باوجودیکہ ہم (خدا) اپنے وجود اور وحدۂ لاشریک ہونے پر اور اپنے صفات کمالیہ پر آیۂ دلائل بیان کر چکے ہیں کہ جنسے تمام نعمتوں کا اور کل بھلائیوں کا خدا کی طرف سے پہنچنا ثابت ہوتا ہے جیسا کہ مینہ برسانا۔ اس سے اناج کا اگانا وغیرہ وغیرہ۔ مگر بعض ایسے بھی بیوقوف ہیں کہ خدا کے سوا اُس کی مخلوق میں سے عناصر اور فلکیات اور ارواح و ملائکہ وغیرہم کو بھی اس خدائی میں شریک اور نفع اور ضرر کا مبدا تصور کر کے اُنسے بھی ویسی ہی محبت کرتے ہیں کہ جیسی خدا سے کرنی چاہیے تھی سو یہ انہی لوگوں کا کام ہے کہ جنہوں نے خدا کو خدا ہی نہیں جانا اور جو دل سے اُسپر ایمان نہیں لائے اور اُنپر نور ایمان کا آفتاب نہیں چمکا ورنہ جو اسپر ایمان لا چکے ہیں وہ تو اسپر فدا ہیں اپنی جان اور مال بلکہ اگر تمام عالم میسر آئے تو اسکو بھی اُس پر قربان کرنے میں تامل نکریں ؎ قیمت خود ہر دو عالم گفتۂ ✦ نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز ✦ پس وہ خاص اسکی عبادت کرتے ہیں اور اسکے حکم کے مقابلہ میں کسی کی بھی پروا نہیں کرتے اور یہ بیوقوف جو غیر اللہ سے جس امید پر محبت کرتے ہیں انکو صحیح حال معلوم نہیں کیونکہ اس امید کا انتظار شدت کے وقت ہوتا ہے اور شدت اور تکلیف کا وقت قیامت سے زیادہ کوئی نہیں پس اگر انکو وہاں کا حال معلوم ہو اور پھر انکے خیالی معبودوں کا انسے بیزار ہونا اور تبرا کرنا اور پھر ان کا یہ حسرت کرنا کہ اگر ہم پھر دنیا میں جاویں تو کبھی ان سے ایسی محبت نکریں بلکہ کنارہ کریں اور پھر وہاں ہر طرح کی امید اور باہمی علاقہ کا منقطع ہو جانا معلوم ہو تو کبھی بھی یہ کام نکریں محبت علماء ظاہر کے نزدیک ایک قسم کا ارادہ اور خواہش ہے جو کسی چیز کیساتھ متعلق ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ چونکہ ممکن نہیں بلکہ واجب ہے تو اُس کی محبت کے یہ معنی ہیں کہ اس کی عبادت و طاعت بامید ثواب و رضا کہ محبوب جانے۔ مگر محققین کے نزدیک یہ ایک کیفیت اضطراری ہے یعنی رُوح کا میلان از خود خواہ کوئی غرض ہو یا نہ ہو۔ اور یہ کیفیت ارادی کے علاوہ ہے اور سر اس میں یہ ہے کہ روح کو جمال و کمال کیساتھ میل طبعی ہے جس طرح کہ لوہے کو مقناطیس سے اور یہ سر عالم کے ہر جزو میں رکھا ہوا ہے اسلئے کواکب افلاک سرگرداں ہیں پس جسقدر جمال و کمال ہوتا ہے اتنا ہی دل اُسی کیطرف از خود کھنچتا ہے جسمانی چیزوں میں جب کوئی حسین صورت نظر پڑتی ہے از خود اُس کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور آواز میں جب ایک اعتدال طبعی پیدا ہو کر حسن آتا ہے تو دل اس کی طرف کھنچتا ہے جب حسن اور جمال ظاہری کی یہ کیفیت ہے تو جمال و کمال حقیقی کہ جسکے جمال و کمال کا ایک ادنیٰ ظل یہ تمام جمال و کمال ہیں یعنی حق سبحانہ و تعالیٰ کا جمال تو اُسکی طرف روح کو جسقدر میل طبعی ہو کم ہے اور جیسا اجسام کا یہ حال ہے کہ ہر شے اپنی اصل اور حیز طبعی کیطرف بغیر ارادہ بیقرار ہو کر آتی ہے تو اس اصل کل کیطرف روح کیونکر بیقرار نہ ہووے ہاں جب کفر و الحاد و معصیت کے حجاب درمیان آجاتے ہیں تو جمال حقیقی دکھائی نہیں دیتا اسلئے ان لوگوں کو اس کی محبت کم ہوتی ہے اور چونکہ مومنوں کے دل سے یہ حجاب مرتفع ہیں اسلئے وہ اسپر فدا ہیں اور پھر ان میں بھی درجات متفاوتہ ہیں انبیاء اولیاء سب سے بڑھ کر ہیں جب محبت میں قوت ہو جاتی ہے تو پھر فنا فی اللہ اور بقا باللہ کا مرتبہ نصیب ہوتا ہے اور عشق بھی محبت کے ایک مرتبہ کا نام ہے جناب سرور کائنات نے جس طرح دینی و دنیاوی خوبیوں کی تعلیم فرمائی اسیطرح بنی آدم میں سب سے بیشتر عشق الٰہی کا مدرسہ بھی جاری کیا اسلئے اولیاء اللہ جسقدر اس امت میں گذرے کسی امت میں نہیں پس بعض شوخ چشم عیسائیوں کا یہ کہنا کہ قرآن میں محبت الٰہی نہیں نہ حضرت کی تعلیم سے ثابت ہے بڑی ہٹ دھرمی ہے بلکہ محبت الٰہی کا جسقدر وجود اہل اسلام میں آنحضرت صلعم کی تعلیم سے دیرپا اثر کیساتھ پایا جاتا ہے اسکا کسی قوم بلکہ کسی مذہب میں نظیر بھی نہیں پایا جاتا جس کا نمونہ بدر کی لڑائی ہے اسی بات کو دیکھ کر ایک عیسائی مورخ لکھتا ہے کہ عیسیٰ کے ماننے والے اس بات کو بھی ملحوظ خاطر رکھیں تو بہت بہتر ہو کہ عیسیٰ کے حواری جو بہت سے معجزات دیکھ چکے تھے جس وقت کہ ان کے ہادی کو یہودی پکڑ کر پھانسی دینے لائے تو وہ سب تتر بتر ہو گئے ان کا دینی نشہ اتر گیا بلکہ شمعون پطرس نے تو شناسائی کا بھی بلفظ لعنت انکار کر دیا برخلاف محمد صلعم کے پیروؤں کے کہ انہوں نے اپنی جان کو اپنے مظلوم پیغمبر کیلئے تہلکہ میں ڈالدیا جو نشہ کہ محمد نے ان پر چڑہایا تھا اسکو زمانہ کی کوئی ترشی بھی آخر عمر تک نہ اتار سکی۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝ اِنَّمَا يَاْمُرُكُمْ

لوگو! زمین کی چیزوں میں سے حلال پاکیزہ چیزوں کو کھاؤ اور شیطان کے قدم بقدم نہ چلو۔ کیونکہ وہ تمہارا صریح دشمن ہے وہ تو تم کو بری اور بےحیائی

بِالسُّوْۗءِ وَالْفَحْشَاۗءِ وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَي اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ

کی باتیں ہی بتایا کرتا ہے اور یہ بھی کہ تم خدا پر نادانستہ باتیں بناؤ اور جس وقت (کفار) سے کہا جاتا ہے کہ جو خدا نے نازل کیا ہے اس کی پیروی کرو تو وہ

نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَاۗءَنَا ۭ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَاۗؤُھُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَـيْـــًٔـا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ۝ وَمَثَلُ الَّذِيْنَ

کہتے ہیں کہ ہم اس کی پیروی نہ کریں گے بلکہ ہم تو اسی پر چلیں گے کہ جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے بھلا کیوں کے باپ دادا محض بےعقل اور گمراہ ہوں تو بھی انہی کی راہ پر چلیں گے

كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِيْ يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ اِلَّا دُعَاۗءً وَّنِدَاۗءً ۭ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝ يٰٓاَيُّهَا

اور کافروں کی مثال ایسی ہے کہ جیسا کوئی ان جانوروں کو پکارے کہ جو بجز پکار اور آواز کے کچھ نہیں سنتے وہ بہرے اندھے گونگے ہیں اس لئے سمجھتے نہیں۔ اے ایمان والو

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ۝ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَ

پاکیزہ چیزوں میں سے جو ہم نے تم کو عطا کی ہیں کھاؤ (پیو) اور اللہ کا شکر ادا کیا کرو اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو خدا نے تو تم پر مردار اور خون اور سور

الدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

کا گوشت اور جس چیز کو غیر اللہ کے لئے اور کسی کے نام سے پکاری گئی ہو حرام کیا ہے۔ پس جو کوئی ناچاری کی حالت میں بےحکمی کرنے والا حد سے گزرنے والا نہ ہو تو اس پر گناہ نہیں۔ بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے

ترکیب حلالا مفعول ہے کلوا کا اور من متعلق ہے کلوا سے اور یہ ابتدا غایت کیلئے ہے اور ممکن ہے کہ من محذوف سے متعلق ہو اور حلالا سے حال ہو اور طیبا صفت ہے حلالا کی خطوات خطوہ کی جمع ہے اور خطوہ کو بالفتح پڑھیں تو اسکے معنی مصدر کے ہیں اور جو ضمہ سے تو فاصلہ بین القدمین کے وان تقولوا موضع جر میں ہے کیونکہ اس کا عطف بالسوء پر ہے بل یہاں اضراب کیلئے ہے او عطف کیلئے اور ہمزہ استفہام کیلئے بمعنی توبیخ اور جواب لو محذوف ہے تقدیرہ یتبعونہم مثل الذین الخ مبتدا ہے کمثل الذین ینعق خبر وفی الکلام حذف تقدیرہ مثل داعی الذین کفروا الی الہدی علیہم کمثل الناعق بالغنم الا دعاء منصوب ہے یسمع سے یا حرف ندا ایہا اسم منادی کلوا الخ ندا اور کلوا کا مفعول محذوف ہے ای کلوا رزقکم اور من اخفش کے نزدیک زائد ہے انما کلمہ حصر حرم فعل ضمیر راجع طرف اللہ کے ہے کا فاعل المیتۃ والدم ولحم الخنزیر وما اہل بہ لغیر اللہ معطوف ہیں بعد دیگرے اسکا مفعول فمن شرطیہ غیر باغ حال ولا عاد اس پر معطوف فلا اثم جواب شرط

تفسیر عرب کی قوموں نے بہت سے خیالی معبود اور تقرب الٰہی اور قضائے حاجت کیلئے بتوں اور دیگر چیزوں کو وسائل بنا رکھا تھا جن سے وہ محبت ذاتیہ رکھتے تھے (اندادا سے یہی چیزیں مراد ہیں) اور پھر جس طرح ہنود کی قومیں کہیں کسی چیز کا کھانا پینا کہیں کسی چیز کا استعمال کرنا اپنے معبودوں کیلئے ترک کرتی ہیں اسیطرح انہوں نے بھی کیا تھا پس خدا تعالیٰ اپنی وحدانیت وہ خاص اپنی ذات سے محبت ذاتیہ رکھنے کے دلائل بیان فرما کر اور مالکی ان خیالی معبودوں کو جو انکو اپنے معبودوں سے تھیں باطل کر کے فرماتا ہے کہ جسطرح تمہاری انسے محبت باطل ہے اسیطرح اس محبت کے وسائل کہ ناحق خدا کی پاک چیزوں کو حرام کر رکھا ہے بیہودہ ہیں تم خدا کی پاک اور حلال چیزیں کھاؤ اور شیطانی دھوکہ میں نہ آؤ وہ تم کو بیہودہ اور بری باتیں تعلیم کیا کرتا ہے کس لئے کہ وہ تمہارا صریح دشمن ہے اسکے بعد انکی بلادت اور نور فطرت کے زائل ہونیکی طرف اشارہ کرتا ہے جب انسے کوئی تمام حجتیں ختم کر کے احکام الٰہی کے اتباع کو کہتا ہے تو انکو جہالت کا جواب دیتی ہیں کہ ہم تو اپنے باپ دادا کے طریقہ پر چلیں گے فرماتا ہے کہ کیا اگرچہ وہ احمق اور گمراہ ہوں تب بھی انکے طریقہ پر چلیں گے پھر انکی اس تاریکی باطن کی مثال دیتا ہے کہ انکو ہدایت کیطرف بلانیکی مثال ایسی ہے کہ جیسا کوئی بھیڑ بکریوں کو پکارتا ہے کہ وہ اسکی آواز تو سنتے ہیں مگر کچھ سمجھتے نہیں اسیطرح یہ لوگ چارپایوں کی مانند ہیں کہ کلام کو سنتے ہیں مگر کلام الٰہی انکے دلوں میں نہیں اترتا یہ اسلئے کہ جو مبدء فیض سے قویٰ باطنیہ عطا ہوئے تھے انکو انہوں نے معطل کر دیا اب گویا بہرے اور گونگے ہیں اسلئے ہدایت پذیر نہیں ہوتے اوّل آیت میں خدا تعالیٰ نے عام لوگوں کو حکم دیا تھا کہ ہماری پاک اور حلال چیزیں کھاؤ یہاں خاص مسلمانوں کو ارشاد فرماتا ہے کہ تم ان احمقوں کی باتوں میں نہ آؤ ہماری پیدا کی ہوئی چیزوں میں سے پاک چیزیں شوق سے کھاؤ پیو اور ہماری نعمت کا شکر کرو ہم نے ان چیزوں کو

[illegible] تعقاد بالتحریک و تعاقی بالضم (صراح) حقانی

تمہارے لئے پیدا کیا ہے مگر جن چیزوں کو وہ لوگ پاک سمجھتے ہیں ان میں سے صرف یہ چار چیزیں حرام و ناپاک ہیں انکو نہ کھانا اول مردار دوم خون سوم سور کا گوشت چہارم وہ جو غیر اللہ یعنی بتوں کے نامزد ہو جاوے یا انکے نام سے ذبح کیا جاوے اور جب کوئی شخص بھوک کا مارا بیقرار ہو جاوے تو اسوقت ان چیزوں کو کھانے میں بھی گناہ نہیں بشرطیکہ سد رمق ہو جاوے سے تجاوز نہ ہو اور خدا کی عدول حکمی اور سرکشی بھی مقصود نہ ہو خدا غفور رحیم ہے اگر اسمیں کچھ زیادتی ہو گئی تو معاف کر دیگا اب ہم آیت کا مطلب بیان کر کے چند ابحاث بیان کرتے ہیں کہ جو الفاظ قرآن سے متعلق ہیں اور جن پر بہت سے مسائل فقہیہ متفرع ہیں **بحث اول** (کلوا یعنی کھاؤ یہ امر اباحت کے لئے ہے یعنی طیبات کا کھانا جو فرمایا تو اس سے مقصود اجازت اور پروانگی ہے فرض نہیں ہے لیکن کھانا اسوقت میں کہ خوف ہلاک ہو حفظ جان کیلئے واجب بھی ہو جاتا ہے اور کبھی نعماء الٰہی کا کھانا معاونین کیساتھ دینے کیلئے مستحب ہوتا ہے اور اسیطرح افطاری اور ولیمہ اور عقیقہ وغیرہ کیلئے اگر کوئی تکلف کا کھانا پکاوے تو مستحب ہے جیسا کہ حضرت زید بن علی بن حسین علیہم السلام سے منقول ہے البتہ نفس تازہ کرنیکیلئے اسکا عادی ہونا مذموم ہے اسی لئے صحابہ اور تابعین رضی اللہ عنہم حتی المقدور دور رہتے تھے (۲) طیبات طیبہ کی جمع ہے اور طیب کے معنی پاک اور مزہ دار کے ہیں جسمیں کچھ مضرت نہو اور حلال وہ کہ جسکو شرع نے ممنوع نہ کیا ہو اسمیں کوئی شک و شبہ نہیں کہ شریعت نے انہی چیزوں کو حرام و ممنوع کیا ہے کہ جن میں انسان کیلئے مضرت ہے خواہ یہ مضرت انکی بدمزہ اور ردی کثیفہ ہونیکی وجہ سے ہو کہ جسکو طبیعت قبول نہیں کرتی جیسا کہ مردار وغیرہ اشیا یا اسوجہ سے کہ اسکے اخلاق اور عادت میں نقصان اور برائی پیدا کرتے ہیں جیسا کہ سور اور دیگر درندوں اور شکاری جانوروں کا گوشت کیونکہ تجربہ سے معلوم ہوا ہے کہ ایسی چیزوں کے کھانے سے بیحیائی اور سخت دلی پیدا ہوتی ہے اور یہ اسلئے کہ غذا جزو بدن ہوتی ہے اور انکا اثر کھانیوالے میں بھی پیدا کرتی ہے اور اسیوجہ سے سود اور چوری اور غصب وغیرہ ناجائز شغل کی کمائی حرام کی گئی کہ اسکا اخلاق انسانی میں فساد پڑتا ہے دیکھو سود خوار کس درجہ کا بیرحم ہوتا ہے کہ مفلس بھائی سے ایک سو لیکر بھی پیچھا نہیں چھوڑتے۔ یا اسوجہ سے کہ اسکے حواس بیکار اور عقل میں فتور برپا کرتے ہیں جیسا کہ شراب وغیرہ مسکرات اور جب طیب کے یہ معنی ہوئے تو اسیلئے نبی صلعم نے اسکی ہر ایک صورت کی مختلف عبارتوں سے تفسیر فرمائی ہے کبھی طیب اسکے کسب حلال کو قرار دیا اور کبھی خبیث غیر مضرہ کو فرمایا۔ یہ بات ظاہر ہے کہ طیب کے معنی میں ہر قوم اور ہر ملک بلکہ ہر شخص کا جداگانہ خیال ہے جن چیزوں کو بہت سے اہل عقل سلیم ناپاک اور مضر اور نفرت کے قابل جانتے ہیں سینکڑوں ان کو اچھا سمجھتے ہیں بعض کو یہاں تک افراط ہے کہ کوئی چیز بھی نہیں چھوڑتی حتی کہ مردار کے کیڑے بھی ڈھونڈھ کر کھاتی ہیں چہ جائیکہ برانڈی شراب اور موٹے تازے سور اور اسیطرح سود اور زناکاری کی کمائی کو بھی رفاہ قوم اور ترقی ملک و دولت اور لوگوں کی حاجت براری کا باعث جانکر نہایت اچھی کمائی جانتے ہیں اور بعض کو اس تفریط نے گھیر لیا کہ صدہا پاک اور عمدہ چیزیں بھی حرام کر رکھی ہیں جیسا کہ گوشت بالخصوص گائے کا گوشت اور انکے پیشواؤں نے تو عمدہ کھانے اور سرد پانی اور اچھا کپڑا اور بیوی کے پاس جانا بھی حرام کر دیا پس جب یہ حال تھا تو خدا تعالیٰ نے طیب کی تشریح بھی الہام ربانی کے اختیار میں رکھکر پہلی آیت میں طیب کو حلال کیساتھ مقید کیا اور یہاں من تبعیضیہ لاکر آگاہ کر دیا جسکو عوام کالانعام طیب سمجھتے ہیں وہ سب نہیں بلکہ اس میں سے وہ کہ جو در اصل طیب ہے اور ہمنے اسکو تمہارے کھانیکے لئے پیدا کیا ہے ما رزقنکم (اسی پر دال ہے) اور اس سے پہلے آیت میں جسطرح اس قوم اہل تفریط کا رد ہے کہ جس نے اپنے اوپر خدا کی نعمتوں کو از خود حرام کر رکھا تھا اسیطرح اس آیت میں اس اہل افراط کا رد ہے کہ جو قسم بے جا ہو گئی تھی اور جو لوگ پاک چیزوں کو عبادت سمجھکر نہ کھاتے تھے انکی اور تسلی کی کہ تم ان نعمتوں کو کھاکر بیشک شکر کرو اسمیں کہ بوقت خدا کو یاد کرنا اور اسکا دل میں شکر یہ بجا لانا بڑی عبادت ہے واشکروا للہ ان کنتم ایاہ تعبدون (۳) انما حرم علیکم المیتۃ الخ لفظ انما حصر کیلئے آتا ہے جسکے معنی صرف یا فقط کے ہیں اب یہاں ایک شبہ ہوتا ہے کہ اس آیت میں اور نیز سورہ انعام میں قل لا اجد فیما اوحی الی محرما علی طاعم یطعمه الا ان یکون میتة او دما مسفوحا او لحم خنزیر) انہیں چند چیزوں کا ذکر ہوا ہے یعنی مردار خون سور کا گوشت اور جو کہ غیر اللہ کے نام سے ذبح کیجاوے یا انکے نام سے پکاری جاوے حالانکہ ان کے سوا اور بھی چیزیں حرام ہیں جیسا کہ شیر بھیڑیا بچہ کتا۔ وغیرہ درندے اور باز چیل۔ کوا۔ وغیرہ شکاری پرندے اور اسیطرح حشرات الارض سانپ بچھو نیولا چوہا وغیرہ اور اسیطرح مردار خور اور نجاست کھانیوالے جانور جیسا کہ گدھ اور لم ڈھینگ وغیرہ اور اسیطرح قرآن میں بھی ان چار چیزوں کے علاوہ اور حرام چیزیں مذکور ہیں جیسا کہ خمر یعنی شراب اس کا جواب بعض کے نزدیک ہے کہ کلمہ انما اسجگہ حصر کیلئے نہیں آیا اور ایسا اکثر زبان عرب میں مستعمل ہوتا ہے

محققین یہ جواب دیتے ہیں کہ حصر اضافی ہے نہ مطلق یعنی ان چیزوں میں سے کہ جن کو تم نے از خود اپنے لئے حرام کر رکھا ہے صرف یہ چیزیں حرام ہیں المیتہ میتہ بوزن فیعلہ اور اس کی اصل میوتہ تھی پس جبکہ واو اور یا جمع ہوئی اور اول ساکن تھا تو واو کو یا سے بدل ڈالا پھر یا کو یا میں ادغام کر دیا لیکن کثرت استعمال سے اسکو بالتخفیف پڑھنے لگے ورنہ دراصل مشدد ہے جیسا کہ سیّد اور میّت لغت میں میتہ اس جانور کو کہتے ہیں جو بغیر ذبح کئے مر جاوے جسکو مردار کہتے ہیں اور اسی لئے عرب مقتول اور میت کے معنی میں فرق کرتے ہیں اور شرع میں عام معنی مراد لئے گئے ہیں یعنی جو کہ بطور معمول ذبح نکیا جاوے خواہ خودبخود مر جاوے خواہ ذبح معمولی نہو یعنی غیر اللہ کے نام سے ذبح کیا گیا ہو یا حلقوم نہ کاٹا گیا یا حلقوم بغیر نام اللہ کے کاٹا ہو یا مشرک نے کاٹا ہو یا پہاڑ یا دیوار پر سے گر کر مر گیا ہو یا اُس کو کسی درندہ نے پھاڑ کھایا ہو یا اُس کا گلا گھونٹ کر مارا ہو ان سب کو عرف شرع میں میتہ یعنی مردار کہتے ہیں اور اسلئے سورہ مائدہ میں بعد لفظ میتہ کے اور چیزیں بھی جو اس کا مصداق تھیں بطور تفسیر مذکور ہوئی ہیں قال اللہ تعالی حرمت علیکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر وما اہل لغیر اللہ بہ والمنخنقۃ والموقوذۃ والمتردیۃ والنطیحۃ وما اکل السبع الا ما ذکیتم وما ذبح علی النصب الآیۃ اور یہ وہی ہے جو سورہ انعام کی آیت ہے ولا تأکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ وانہ لفسق الآیۃ کہ جو خدا کے نام سے ذبح نہ کیا جاوے اسکو مت کھاؤ کیونکہ اس کا کھانا بدکاری ہے یہاں کچھ استثناء نہیں کہ اہل کتاب کا گلا گھونٹا جانور یا اُنکا جھٹکا کیا ہو یا یونہی بندوق سے مارا ہوا درست ہے بلکہ وہ سب ما لم یذکر اسم اللہ علیہ میں داخل ہے اور مردار ہے پس جو اسکو درست کہتا ہے وہ غلطی پر ہے اور اجماع جمہور کے بھی اس امر پر خلاف ہے حکمت مردار کے حرام کرنے میں یہ ہے کہ اس میں ایک قسم کی سمیت پیدا ہو جاتی ہے گو وہ سمیت فی الفور اپنا اثر نہیں دکھاتی مگر بارہا تجربہ میں آیا ہے اور اسی لئے ایسا گوشت بدمزہ ہوتا ہے اور بالخاصیت روح کی تاریکی میں بھی ایسی چیزوں کو اثر ہے اسلئے دونوں کیلئے دعائیں مقرر ہوئیں ذبح باسم اللہ جو حمقا اس سر سے واقف نہیں وہ اعتراض کرتے ہیں کہ خدا کی ماری حرام اور بندہ کی ماری حلال یہ عجیب مسئلہ ہے؟

فوائد (۱) اول بنص قرآن سے میتہ کی حرمت ثابت ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں البتہ اسکے متعلق اور بہت سے مسائل ہیں کہ جو علماء دین نے احادیث یا اجتہاد سے پیدا کئے

ہیں منجملہ انکے ایک یہ ہے کہ مچھلی اور ٹڈی اس حکم سے بحکم حدیث صحیح مستثنیٰ ہیں احلت لنا میتتان ودمان اما المیتتان فالسمک والجراد واما الدمان فالکبد والطحال اور سر اسکا یہ ہے کہ مچھلی کا ماوہ ہمیشہ پانی ہے کہ جو بالطبع پاک ہے اور نیز اس لئے اس میں خون نہیں کہ جس کے نکالنے کی ضرورت ہو اور ٹڈی بے توالد و تناسل خود بخود پیدا ہوتی ہے اور نہ اس میں خون رواں ہے باوجودیکہ ان میں مضرت بھی نہیں کہی جاوے اور جانفزا ہیں اسی لئے ان کا ذبح کرنا ضرور نہ ہوا مگر جو مچھلی کہ پانی میں خود مر کر اوپر تیر آئے اسکو طافی کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک مکروہ ہے ابن عدی نے اسکو مرفوعاً روایت کیا ہے الخ انجملہ یہ کہ مردار کا صرف کھانا حرام ہے باقی اُسکی کھال اور بال اور ہڈیوں سے نفع لینا درست ہے اسی طرح مردار کو کتے وغیرہ جانوروں کو کھلانا درست ہے البتہ نجاست کی چیزیں اور سور وغیرہ کی تیں اور مردار جانوروں کی چربی بعد دباغت کے آنحضرت کے سامنے مستعمل ہوتی تھی آپ نے منع نہ فرمایا الخ انجملہ یہ کہ جب کوئی جانور ذبح کیا جاوے اور اسکے شکم سے مردہ بچہ نکلے تو اس میں اختلاف ہے امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ یہ میتہ ہے اسکا کھانا درست نہیں ہاں اگر زندہ نکلتا اور ذبح کیا جاتا تو درست ہوتا امام شافعی اور ابویوسف اور محمد کہتے ہیں کہ اس کا کھانا درست ہے کس لئے کہ اس کی ماں کا ذبح کرنا اس کا ذبح کرنا ہے تفسیر کبیر (۲) دم سے مراد ابوحنیفہ کے نزدیک دم مسفوح ہے یعنی خون رواں اور امام شافعی کے نزدیک مطلق ہے کس لئے کہ اس آیت میں کوئی قید نہیں پس انکے نزدیک جو خون گوشت پر جما ہو وہ بھی اور جو بہتا ہو وہ بھی سب حرام ہیں امام صاحب فرماتے ہیں چونکہ دوسری جگہ دم مقید ہے بقید مسفوح (او دما مسفوحا) تو اس جگہ بھی وہی مراد ہو کہ عرب خون کو جما لیتے تھے پھر اسکو توے وغیرہ پر بھون کر کھاتے تھے اور یہ اخلاق انسانی کو فاسد کرتا ہے علاوہ جسمانی امراض کے یہ نجس چیز کہ جسکی نجاست بالذات ہے انسان کو سخت مضر کرتی ہے اس لئے طبائع سلیمہ اس سے نفرت کلی رکھتے ہیں مگر کلیجی اور تلی اگرچہ بظاہر خون بستہ ہیں مگر بحکم حدیث مذکور مستثنیٰ ہیں اسلئے انکا کھانا درست ہے (۳) لحم الخنزیر پر تمام امت محمدیہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ سور کی کل چیزیں گوشت چربی وغیرہ حرام ہیں ان کا کھانا درست نہیں مگر اس آیت میں گوشت جو ذکر کیا تو اسلئے کہ بیشتر اسی کو کھایا کرتے ہیں اور کل کو بعض اجزاء کیساتھ تعبیر کرنا عرب کی زبان میں مروج ہے نماز کو رکوع کیساتھ تعبیر کیا کرتے ہیں، نہ اسلئے کہ خاص گوشت حرام اور چیزیں حلال ہیں اس جانور کے گوشت میں جسقدر برائی خوردبینوں سے حکماء حال نے معلوم کی ہیں انکے بیان کی کچھ ضرورت نہیں اور نیز بعد تحقیقات کے اس کے گوشت میں بیشمار مضرتیں ثابت ہوئی ہیں ان سے

بحث ما اہل لغیر اللہ

بڑھ کر یہ ہے کہ اس جانور میں بیحیائی اور حرص اور نجاست خوری از حد ہے اور یہ ظاہر ہے کہ غذا کا اثر انسان کے اخلاق تک ضرور پہنچتا ہے چنانچہ حکماء نے اس مسئلہ کو خوب ثابت کر دیا ہے پس ان چیزوں کا حرام کرنا عین مصلحت اور اس حکیم مطلق کی رحمت و حکمت کا مقتضیٰ ہے (وما اہل بہ لغیر اللہ) اہلال آواز کا بلند کرنا پس ہر پکارنے والے کو مہل کہتے ہیں اور محرم چونکہ احرام باندھتے وقت پکار کر تکبیر کہتا ہے اسی لئے اسکو بھی مہل کہتے ہیں اور اسی لئے ذبح کرنے والے کو مہل کہتے تھے کیونکہ عرب جب جانور ذبح کرتے تھے تو انہی بتوں کا نام پکار کر لیتے تھے اور اسی سے ہے استهل الصبی کیونکہ بوقت ولادت چلاتا ہے اسی لئے چاند دیکھنے والے کو مستهل کہتے ہیں اب گفتگو اس میں ہے کہ اس جگہ پکارنے سے کیا مراد ہے؟ ضحاک اور مجاہد اور قتادہ کہتے ہیں ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام پکارنا مراد ہے اور جمہور مفسرین کا اسی طرف میلان ہے اور اسی لئے وہ عند الذبح کی قید لگاتے ہیں اس تقدیر پر آیت کے یہ معنی ہوئے کہ جو چیز غیر اللہ کے نام سے ذبح کی جاوے وہ حرام ہے جیسا کہ دوسری آیت میں مفصلاً مذکور ہے لیکن ربیع وغیرہ علماء کہتے ہیں کہ کوئی قید اس آیت میں نہیں بلکہ غیر اللہ کے نام سے کسی جانور کا نامزد کر دینا ہی حرمت کیلئے کافی ہے جیسا کہ ہندوستان میں شیخ سدو کا بکرا اور سید احمد کبیر کے نام سے گائے پکاری جاتی ہے اور ہندوؤں میں دستور ہے کہ کالی بھوانی وغیرہ کے نام سے سانڈ چھوڑے جاتے ہیں عرب میں بتوں کے نام چھوڑتے تھے پس جب یہ جانور غیر اللہ کیلئے نامزد ہو گئے یعنی بطور تقرب انکو انکا نام سے پکارا گیا تو انمیں شرک کی خباثت سرایت کر گئی اور خبث باطنی اس جانور کے رگ و پے میں دوڑ گیا پس جس طرح کہ سور وغیرہ کو اللہ کے نام سے ذبح کرنا کچھ فائدہ نہیں بخشتا بلکہ حرام ہی رہتا ہے اسیطرح ان جانوروں کو بھی خدا کے نام سے ذبح کرنا کچھ فائدہ نہیں دیتا بلکہ حرام ہی رہتا ہے مولانا شاہ عبد العزیز قدس سرہ اپنی تفسیر میں اسی قول کو ترجیح دیتے ہیں احتیاط بھی اسی میں ہے اور قلع شرک کیلئے یہی قول مناسب معلوم ہوتا ہے ف بعض پادری پولوس کے فتوی کے بموجب کہ پاکوں کو ہر چیز پاک ہے الخ قرآن مجید پر اس قسم کے احکام سے جو حلت و حرمت اشیاء کے متعلق ہیں اعتراض کیا کرتے ہیں کہ یہ باتیں جسمانی شریعت کی ہیں اور ہیچ۔ حالانکہ خود توراۃ کی کتاب احبار وغیرہ میں اس سے کہیں زیادہ چیزیں ہیں کہ جن کو حرام بتایا ہے بالخصوص سور و مردار و خون اسکو اور پھر تمام انبیاء بنی اسرائیل حتی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان حرام چیزوں سے جو ہمیشہ پرہیز کرتے چلے آئے ہیں پھر کیا وہ پاک تھے انکے لئے یہ چیزیں کیوں پاک نہ ہو گئیں جو در اصل شیطانی دھوکہ ہے پھر نفس پرست لوگوں نے اسکو اور بھی جلا دیدی ہے ورنہ حقائق الاشیاء کبھی نہیں بدلتیں (۴) فمن اضطر اضطرار بے بسی اور ناچاری کو کہتے ہیں یہ ناچاری کئی طور سے ہوتی ہے اول کوئی حلال چیز اسکے پاس بسبب بے مقدوری کے یا بسبب نایاب ہو جانیکے جیسا کہ بیابانوں اور ایام قحط اور سفر دریا میں ہوتا ہے نہ ہو اور یہ شخص بھوک کے مارے چل پھر نہ سکے دوم کسی مرض شدید میں گرفتار ہو جاوے اور سوا ان چیزوں کے نہ پاوے یا طبیب متدین اس کیلئے خاص انہیں چیزوں میں سے کوئی چیز بتلاوے سوم کوئی ظالم ان چیزوں کے کھانے پر مجبور کرے اور کہے کہ اگر تو نہیں کھاتا تو میں تجھکو مار ڈالتا ہوں یا تیرے کسی عزیز بیٹے بھائی وغیرہ کو مار ڈالتا ہوں یا ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالتا ہوں اور اس شخص کو یقین کامل ہو جاوے کہ اگر میں نہ کھاؤں گا تو یہ شخص ایسا کریگا۔ پس ان سب صورتوں میں خدا تعالیٰ اپنی مہربانی سے بندہ کو ان نجس چیزوں کے کھانے کی بھی اجازت دیتا ہے سو ایسی صورت میں اسکے لئے مردار اور سور اور خون و مذبوح لغیر اللہ بلکہ شراب مباح ہے بقدر رفع ضرورت۔ مگر یہ شرط ہے کہ یہ شخص باغی اور عادی نہ ہو یعنی اس کھانے میں اسکو لذت مطلوب ہو نہ حد سے زیادہ تجاوز کرے کیونکہ ایسے وقت میں بھی یہ چیزیں ناپاک اور گندہ ہیں اور انکی حرمت بدستور ہے مگر اس مخمصہ کیوجہ سے اجازت ہے کھانیوالے پر کچھ گناہ نہیں اور جو کچھ کھانے میں اس سے کسیقدر بے اعتدالی ہو جاوے تو خدا الغفور الرحیم ہے

امام شافعی کہتے ہیں کہ غیر باغ ولا عاد سے مراد یہ ہے کہ یہ شخص سرکش اور باغی نہ ہو جب اس کے لئے یہ چیزیں حالت مخمصہ میں مباح ہیں ورنہ غیر مباح اس پر یہ بات متفرع ہوئی کہ جو شخص امام سے باغی ہو اس کے لئے امام شافعی کے نزدیک یہ اجازت نہ ہو گی اور امام اعظم کے نزدیک ہوگی پس جو امام المسلمین یعنی شاہ اسلام سے

إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنَ الْكِتَابِ وَيَشْتَرُونَ بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ۙ أُولَٰئِكَ مَا يَأْكُلُونَ

بیشک جو لوگ خدا کی نازل کی ہوئی کتاب کو چھپاتے اور اس کے بدلہ میں کچھ تھوڑی سی کمائی دنیا لیتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں کہ جو اپنے پیٹوں میں اور کچھ

فِي بُطُونِهِمْ إِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ

نہیں مگر آگ کے بھرتے ہیں۔ اور ان سے قیامت کے روز اللہ کلام بھی نہ کریگا اور نہ انکو پاک کریگا اور ان کے عذاب الیم (تیار)

أَلِيمٌ ۝ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَىٰ وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ ۚ فَمَا أَصْبَرَهُمْ عَلَى

ہے یہ وہی لوگ تو ہیں کہ جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی مول لی اور بخشش کے بدلے میں عذاب۔ سو انکو دوزخ کی (کیا ہی بڑی)

النَّارِ ۝ ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ نَزَّلَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ ۗ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِي الْكِتَابِ لَفِي شِقَاقٍ بَعِيدٍ ۝ ع ۲۱ ۵

برداشت ہے یہ اس لئے کہ خدا ہی نے کتاب برحق نازل کی تھی اور جن لوگوں نے کہ کتاب میں اختلاف کیا البتہ وہ بڑی ضد میں پڑے ہوئے ہیں۔

بغاوت کر کے کہیں جاوے یا قزاقی اور راہ زنی کے لئے سفر کرے یا کسی کو ناحق قتل کرنے کے لئے سفر کرے یا چوری کے لئے جاوے اور اس کو حالت مخمصہ پیش آوے تو اس کے لئے شافعیؒ کے نزدیک یہ رخصت نہیں دلیلیں ہر ایک کی کتابوں میں مشرحاً مذکور ہیں۔

ترکیب الذین موصول یکتمون الخ جملہ صلہ مجموعہ اسم ان اولئک مبتدا یاکلون الخ خبر مجموعہ خبر ان اولئک مبتدا الذین الخ موصول و صلہ خبر فما موضع رفع میں ہے اور یہ کلام تعجب ہے جس سے خدا مسلمانوں کو تعجب دلاتا ہے اصبر میں ضمیر عائد ہو طرف ما کے وہ فاعل ہے ذلک مبتدا بان اللہ الخ خبر والتقدیر ذلک العذاب مستحق بما انزل اللہ فی القرآن من استحقاق عقوبۃ الکافر فالباء تعلق بمحذوف

تفسیر مدینہ کے یہود جانوروں کی حلت و حرمت اور ان کے کھانے یا نہ کھانے میں بڑی پرہیزگاری جتلایا کرتے اور مسلمانوں کے منہ آیا کرتے تھے۔ حالانکہ خود ایسے حرام کھانے میں بڑے مشتاق تھے کہ جو کسی حالت مخمصہ و غیر مخمصہ میں بھی مباح نہیں وہ یہ کہ احکام الٰہی کو چھپاتے اور کچھ روپیہ پیسہ لے کر سائل کے حسب مرضی فتویٰ دے دیتے تھے اس لئے خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو لوگ وہ احکام کہ جن کو ہم نے نازل کیا چھپاتے ہیں اور اس سے کچھ قیمت لیکر کھاتے ہیں سو یہ کھانا اُن کے لئے جہنم کی آگ ہو جاویگا اور قیامت کے دن خدا مہربانی کے ساتھ ان سے کلام بھی نہ کریگا اور نہ اُن کو پاک اور بری کریگا اور اُن کے لئے عذاب الیم ہوگا یہ وہ لوگ ہیں کہ جنہوں نے ہدایت فطری کھو کے گمراہی خریدی اور مغفرت الٰہی جو بندوں کیلئے موعود ہے زائل کر کے عذاب مول لیا جب انہوں نے عمداً اس قدر اسباب دوزخ کو اختیار کیا تو گویا عمداً دوزخ کو اختیار کیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انکو اس آتش جہنم کی بڑی برداشت ہے حالانکہ اسکی کسی کو بھی برداشت نہیں اسلئے خدا تعالیٰ بطور تعجب کے فرماتا ہے کہ انکو اسکی کیا ہی برداشت ہے پھر فرماتا ہے کہ یہ باتیں محض ڈرانے کیلئے نہیں بلکہ دراصل یونہی ہیں کس لئے کہ ہم نے کتاب برحق بھیجدی ہے اور اس میں جو کچھ موعود ہے وہ ضرور ہو کر رہیگا اور جو لوگ اس کتاب میں اختلاف کرتے ہیں اور اٹکل پچو تاویلیں کرتے ہیں وہ راہ راست سے کوسوں دور جا پڑے ہیں۔

فوائد (۱) ہر چیز پیٹ ہی میں کھاتے ہیں پھر یہاں پیٹ کا ذکر کیا فائدہ دیتا ہے؟ جواب کبھی کھانا مجازی معنی میں بھی مستعمل ہوتا ہے جیسا کہ سردی کھا نا گرمی کھانا اسلئے اس توہم کے دفع کیلئے فی بطونہم فرمایا (۲) قرآن میں یوں بھی آیا ہے کہ سب سے سوال ہوگا فوربک لنسئلنہم اجمعین اور یہاں کہا انسے کلام نہ ہوگا جواب وہاں جو سب کفار سے کلام کرنا فرمایا ہے تو اس کے معنی ہیں بزجر و توبیخ اور جو یہاں نفی کی ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ مہربانی کے طور سے کلام نہ کیا جاویگا اور یہ غلامی کا شرف عطا نہ ہوگا اس آیت سے معلوم ہوا کہ علم دین چھپانا اور کتاب اللہ میں تاویلات کے ڈھنگ لگانا حرام ہے جس کی سزا جہنم ہے۔

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ

نیکی یہ نہیں کہ اپنے منہ مشرق و مغرب کی طرف کر لیا کرو بلکہ نیکی وہ ہے کہ جو اللہ پر اور پچھلے دن پر اور

الْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَ

فرشتوں پر اور کتاب اور سب نبیوں پر ایمان لائے اور اس کی محبت میں مال کو قرابت داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں اور

السَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَالصّٰبِرِيْنَ

سائلوں کو اور غلاموں کے آزاد کرانے میں دے اور نماز پڑھے اور زکوٰۃ دیا کرے اور جب کوئی عہد کریں تو اس کو پورا کریں۔ اور تنگدستی اور

فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ۗ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ۗ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝

تکلیف اور جنگ میں ثابت قدم رہیں یہی راستباز ہیں اور یہی سچے پرہیزگار بھی ہیں۔

ترکیب: البر منصوب ہے کس لئے کہ یہ خبر ہے لیس کی اور ان تولوا الخ جملہ چونکہ اس سے اعرف ہے کسلئے کہ مضمر کسیطرح وصف کیا نہیں جاتا بخلاف البر کے یہ اسم ہے لیس کا اور بعض نے البر کو مرفوع پڑھا ہے فاعل لیس کا مانکر و لکن من مسند و مشبہ بفعل البر اسم فاعل من بر یبر فہو بر او یکون مصدراً وصف بہ مثل عدل بہ اسم لیکن من امن الخ اس کی خبر علی حبہ فی موضع نصب علی الحال ای اتی المال محبا والضمیر یرجع الی اللہ و یمکن ان یرجع الی المال والموفون معطوف ہے من امن پر والتقدیر ولکن البر المؤمنون والموفون والصابرین منصوب علی المدح معطوف ہے ماقبل پر۔

تفسیر: پہلی آیت میں تھا یا ایہا الناس کلوا مما فی الارض الی ولا تتبعوا خطوات الشیطان کہ خدا کی پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور شکر بجا لاؤ مگر شیطان کی پیروی نہ کرو کہ بعض چیزوں کو از خود حرام ٹھہرا کر ان سے پرہیز کرنے کو باعث تقرب الٰہی سمجھو بلکہ بڑھکر حرام خدا کی نافرمانی اور اسکے احکام کا چھپانا ہے اب یہاں یہ بتلایا جاتا ہے کہ جس طرح عوام کا یہ خیال خام ہے کہ بعض مباحات کو ممنوع سمجھکر انکے ترک کو خدا کی رضامندی کا باعث سمجھا جاوے اسی طرح عوام کا یہ خیال بھی باطل ہے کہ بعض رسوم کو جو اصول مذہب ملت نہیں اصول حسنات اور باعث نیکوکاری سمجھا جائے عیسائی اور یہودیوں میں صرف رسوم کی پابندی رہ گئی تھی اصول حسنات چھوڑ بیٹھے تھے ان کے سوا اور مذہب میں بھی صدہا خیالات باطلہ ہیں کہ جنکی پابندی اصول حسنات و باعث نجات و موجب رفعت درجات خیال کئے بیٹھے ہیں اور بعض مباحات کے ترک کو باعث رضاء الٰہی و موجب نجات سمجھکر انکے ترک کرنے میں بڑی بڑی شقتیں برداشت کرتے ہیں ایک جہان اس بادیہ ضلالت میں سرگرداں ہے اس کا تصفیہ کہ در اصل کون کون امور باعث نجات و موجب ترقی درجات ہیں اور کون کون سے افعال باعث ہلاکت ہیں ان سے اجتناب کرنا لازم ہے نبوت اور الہام انبیاء ہی کا کام ہے جن کے ادراک میں کسی قسم کی غلطی بھی راہ نہیں پاتی اسلئے ان آیات میں اس اہم مسئلہ کا حل کر دیا واضح ہو کہ انسان کو دو قوتیں عطا ہوئی ہیں جو اکسیر کمالات تک اڑکر جانیکے دو بازو ہیں اول قوت نظریہ یعنی تصحیح عقائد جسکو معرفت و علم اور نہ جانے کیا کیا کہتے ہیں سب میں اعلیٰ و اشرف ہے زیادہ تر نجات و حیات ابدی کا اسی پر مدار ہے اسلئے اول اسکو بیان فرمایا اسمیں مقدم مبدا یعنی ذات باری اور اسکے صفات حمیدہ کا جاننا اور جائز اعتقاد رکھنا ہے اسکو شرع میں ایمان کہتے ہیں اسلئے فرمایا من آمن باللہ کہ جو خدا پر ایمان لاوے دوسرے معاد یعنی تمام کائنات کا فنا ہو جانا جسطرح وہ اپنے وجود میں ابتدائی طرف میں یکتا ہے جس سے اسکا خالق و مالک ہونا اور جملہ موجودات کا مخلوق و مملوک ہونا عیاں ہوتا ہے اسیطرح وہ انتہا جانب بھی یکتا ہے ایک روز سب کا وجود ظلی سلب ہو جائیگا وہی رہیگا اسی لئے فرمایا والیوم الآخر کہ پچھلے دن پر ایمان لائے مگر خدا اور اسکے صفات مخفی و محجوب ہیں انکے ادراک میں نہ حواس خمسہ مدد دیتے ہیں نہ آلات جدیدہ کارآمد ہو سکتے ہیں اسلئے انکے بتانیکے لئے روحانی لوگ درکار ہیں اور خدا مجرد اور انسان مادی میں ایسے واسطہ کی ضرورت ہے اور وہ لوگ نورانی و روحانی ملائکہ ہیں یعنی فرشتے اسی لئے اسکے بعد فرمایا والملائکۃ فرشتوں پر ایمان لاوے اور فرشتے چونکہ روحانی ہیں اور انسان کی آنکھ جسمانی ہے آلودہ ہے نظر نہ آتے

ہیں نہ انکو عالم غیب کے اسرار وحالات ہی بتاتے ہیں بلکہ وہ مخصوص بندوں کے پاس آتے ہیں جو اپنی قوت روحانی کے سبب وہ بھی فرشتوں جیسا تجرد رکھتے ہوں اور اس گروہ خاص کو انبیاء کہتے ہیں اسی لئے وہ ان کے پاس خدا کے علوم لاتے ہیں جسکو الہام اور وحی کہتے ہیں اور جب انکا ایک جا مرتب کر لئے جاتے ہیں تو انکو آسمانی کتاب کہتے ہیں اور دنیا سے اٹھ جانیکے بعد انبیاء کا یہ فیض باقی رہتا ہے اسی لئے ان دونوں میں اسکو مقدم کرکے فرمایا والکتب والنبیین کہ وہ آسمانی کتابوں پر اور نبیوں پر ایمان لائے سو اگرچہ انبیاء پر متعدد کتابیں مختلف زمانوں اور مختلف زبانوں میں نازل ہوئی ہیں چونکہ وہ علوم نظریہ ہیں سب ایک ہی ہیں اسلئے کتب جمع کا لفظ استعمال نہیں ہوا بلکہ کتاب مفرد کا لفظ جو اسم جنس ہونے کے سبب سبکو شامل ہے اور اسقدر میں اجمالاً ان سب چیزوں پر ایمان لانیکی طرف اشارہ بھی ہو گیا جو ان برگزیدہ لوگوں نے بیان فرمائی ہیں دوسری قوت عملیہ ہے جو اعمال صالح اور (کرم) کے نام سے موسوم ہے ایمان لانیکے بعد اسکے مقتضی اور ہدایات کو عمل میں لانا گویا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس شخص کو اسبات کا یقین ہی نہیں جو اس کو عمل میں نہیں لاتا نیک کاموں میں بڑا نیک کام خدا کی مخلوق پر رحم کھانا ان کے ساتھ سلوک کرنا ہے زبانی اور بدنی سلوک میں سے خاص بڑی بھاری مالی سلوک کو لے لیا اور مخلوق میں سے بھی بنی نوع کو اور بنی نوع میں سے اہل قرابت کو اور ان کے بعد درجہ بدرجہ دیگر اہل حاجات کو مخصوص کیا اسلئے فرماتا ہے وآتی المال کہ اس نے مال بھی دیا ہو مگر نہ ریاکاری اور نمود وشہرت کے لئے کس لئے کہ ایسی بھلائی دیر پا نہیں ہوا کرتی بلکہ علی حبہ بلکہ خدا کی محبت میں اور نیز حبہ کی ضمیر مال کی طرف بھی راجع کر سکتے ہیں تب اسکے معنی یہ ہونگے کہ مال کی خواہش خود کو بھی ہو اس پر وہ اوروں کو بھی دے اور یہ درحقیقت ایک بڑا مردانہ کام ہے ورنہ جب اپنے آپ کو کسی وجہ سے مال کی خواہش نہ رہے تب اس کا دینا کوئی بڑی بات نہیں اور مال دینے کے بڑے محل وہ چھ مواقع ہیں اول ذوی القربیٰ اہل قرابت ہیں درجہ بدرجہ قرابت نسبی قرابت سببی اور قرابت صحبت سے مقدم ہے (۲) الیتامی یتیموں کو دے یتیم اس نابالغ کو کہتے ہیں کہ جس کا باپ مر جائے اہل قرابت کے یتیم غیر یتیموں سے مستحق تر ہیں (۳) والمساکین اور مسکینوں یعنی فقیروں کو دے جو کمانے سے بسبب پیری یا بیماری کے معذور ہوں یا مصیبت پڑ جانے سے نانِ شبینہ کو بھی محتاج ہو گئے ہوں اور جو تندرست وجوان ایسے ہوں کہ انہوں نے بھیک مانگنا پیشہ بنا لیا ہو وہ مساکین نہیں مگر افسوس خیرات کا زیادہ حصہ یہی گروہ زبردستی سے جھپٹ کر لیجاتا ہے کیونکہ نہ مانگنے میں ان کو شرم مانع ہے نہ غیرت دینی (۴) وابن السبیل مسافر کو دے بشرطیکہ وہ محتاج ہو کس لئے کہ وہ سفر میں بعض اوقات گھر کے دولتمند بھی پیسے تک کے مالک نہیں رہتے (۵) والسائلین سائلوں کو دے مگر یہی سائل جو بوقت ضرورت مانگتے ہوں خواہ اپنے لئے خواہ قومی کاموں کیلئے (۶) وفی الرقاب غلاموں کی آزادی میں صرف کرے یہ بھی ایک بڑی نیکی ہے کہ بنی نوع کو بنی نوع کی دائمی قید سے رہا کرایا جائے مخلوق کیساتھ رحم کرنے کے ساتھ خالق کی نعماء کا بھی جہاں سے مال ہے شکر گزار اور عبادت کناں رہنا حصول حسنات اسلئے اسکا بھی ذکر فرمایا واقام الصلوۃ کہ وہ نماز بھی ادا کرتا رہا ہے یہ عبادت اسلام میں روح اور جسم دونوں سے مرکب ہے زبان سے وہ آیات پڑھی جاتی ہیں جن میں خدا کی ثنا وصفت اور اسکی نعمتوں کا شکر ہے اور اس سے دل وغیرہ سے سر جھکایا جاتا ہے روح سے اس کا عضو عضو کرکے دلی نیاز مندی وانکساری ادا کی جاتی ہے وآتی الزکوۃ یہ مالی عبادت ہے ایک معین حصہ مال کا سال بھر میں دینا اسلام کا فرض ہے سب باتوں کیساتھ معاملات میں لوگوں کیساتھ اچھا رہنا بھی حصول حسنات سے ہے اسلئے یہ بھی فرمایا والموفون بعہدہم اذا عاہدوا کہ حقیقی نیک وہ لوگ ہیں جو عہد باندھ کر اسکو پورا بھی کرتے ہیں ایک ایسا عام جملہ ہے کہ جو جملہ معاملات کو حاوی ہے بیع۔ لین۔ دین۔ امانت اجارہ وغیرہ کوئی ایسا معاملہ نہیں کہ جسمیں گونہ معاہدہ نہ ہو اور نیز احکام شریعت کی پابندی کا بھی اسلام لانیکے ساتھ ضمناً معاہدہ خدا سے ہوتا ہے ان کام حسنات کے بعد انسان کا اپنے آپ کو اپنی قوی غضبانیہ وشہوانیہ نفسانیہ کو قابو میں رکھنا بھی بڑی نیکی ہے ذرا سی بات سے آپے سے باہر ہو جانا بڑی ذلیل حالت اور اکتساب سعادت سے مانع ہے اسکو شرع میں صبر کہتے ہیں صبر کے مواقع میں سے تین مواقع کا ذکر کر کے جملہ مواقع کی طرف اشارہ کر دیا گیا اور وہ تین موقعے یہ ہیں اول تنگدستی دوم مرض وغیرہ کی تکلیف سوم شدت

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى الْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْأُنْثَى بِالْأُنْثَى فَمَنْ

مسلمانوں مقتولوں کے بارے میں تم پر بدلہ لینا مقرر کیا گیا آزاد کے بدلے میں آزاد اور غلام کے بدلے میں غلام اور عورت کے بدلے میں عورت پھر

عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ وَأَدَاءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ ذَٰلِكَ تَخْفِيفٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ فَمَنِ اعْتَدَىٰ

جسکو اسکے بھائی کیطرف سے کچھ معاف کیا جائے تو دستور کے موافق مطالبہ کرنا چاہئے اور عمدگی سے اسکو پہنچا دینا چاہئے یہ تمہارے رب کیطرف سے آسانی اور مہربانی ہے پھر اس کے

بَعْدَ ذَٰلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝

بعد جو کوئی زیادتی کرے تو اسکے لئے عذاب دردناک ہے اور تمہارے لئے قصاص میں بڑی زندگی ہے اے عقل والو تاکہ تم (خونریزی سے) بچو۔

فرماتا ہے اولئک الذین صدقوا کہ یہی لوگ ہیں کہ جنکو صادق کہتے ہیں اسمیں اوپر نظریہ کیطرف اشارہ ہے اور اولئک ہم المتقون اور یہی حقیقی پرہیزگار بھی ہیں یہ عملیات کی طرف اشارہ ہے یعنی قوت نظریہ کی اصلاح سے صادق ہوتا ہے اور قوت عملیہ کی اصلاح تہذیب سے متقی ہوتا ہے یہ نہیں اصول حسنات صرف رسوم مذہب ملت کی پابندی میں کیا دھرا ہے نہ مشرق کیطرف منہ کرنے سے صادق بن جاتا ہے نہ مغرب کی طرف منہ کرنے سے متقی ہو جاتا ہے کیا جامع کلام ہے۔ **ترکیب** یا حرف ندا الذین آمنوا منادی کتب فعل مجہول القصاص مفعول ما لم یسم فاعلہ علیکم متعلق ہے کتب سے یہ جملہ مفسرہ اور الحر مبتدا بالحر خبر ای الحر ماخوذ بالحر الخ یہاں کی تفسیر ہے مجموعہ ندا اور ما بعد منادی موضع رفع میں ہے بسبب مبتدا ہونے کے اور جائز ہے کہ شرط ہو اور فاتباع اسکی خبر والتقدیر فعلیہ اتباع باحسان موضع نصب میں ہے بسبب اداء کے اور یہی حال ہے بالمعروف کا اور جائز ہے کہ حال ہو اس اداء فعلیہ اتباع اولا محسنا اور عامل اس میں معنی استقرار میں فمن اعتدیٰ شرط فلہ عذاب الیم اس کی خبر۔

تفسیر اس سے پہلی آیت میں صبر کی ترغیب تھی اور تنگدستی اور مرض اور جنگ میں صبر کرنیوالوں کی خوبی مذکور تھی اب منجملہ مواقع صبر کے ایک بڑا موقع بیان فرمایا جاتا ہے کہ جہاں صبر نہ کرنے سے ایک فساد عظیم اور سخت خونریزی پیدا ہونیکا احتمال ہے اور وہ قتل کا موقع ہے جاہلی قوموں میں جب کوئی کسی قوم کے آدمی کو قتل کر ڈالتا تھا تو جوش میں آکر نہ صرف قاتل ہی پر بس کرتے تھے بلکہ جو کوئی اس قوم کا ملتا تھا خواہ قصوروار ہو یا نہو اسکو قتل کر ڈالتے تھے اور نیز بڑے آدمی کے معاوضہ میں صرف قاتل کا مارنا اسکی شان کے خلاف جانتے تھے بلکہ اسکے بدلے میں بہت سوں کو قتل کرتے تھے اسی لئے ان آیات میں صبر کے مسئلہ کے بعد قتل کے احکام بیان کر دیئے اس مسئلہ سے نتیجہ حاصل کرنا ہے کہ ایسے وقت جوش میں نہ آؤ بلکہ جو کچھ انسانیت کے حقوق ملحوظ کر کے ہم نے حکم دیا ہے اسکی پابندی کرو اور فرمایا کہ اے مومنو تمہارے لئے ہم نے مقتولوں کے بارہ میں قصاص مقرر کر دیا ہے یعنی برابری کا حکم دیا ہے تم کو لازم ہے کہ ایسے وقت بھی صبر کرو اور عدالت کو ہاتھ سے نہ دو جو کوئی کسی کو قتل کرے اسکے بدلہ میں اسی کو قتل کرو اور اگر حر کو قتل کرے تو اسکے بدلے میں حر یعنی آزاد کو قتل کرو اس کی نہ افضیت و شرف و حسن و مالداری پر نظر نہ کرو کس لئے کہ حریت میں دونوں برابر ہیں اور جو غلام کسیکو قتل کرے تو اس کے عوض میں اسی غلام کو قتل کرو اسکے ساتھ اسکے آقا کو نہ مار دو اور جو عورت قتل کرے تو خاص اسکو قتل کرو اسکے شوہر اور فرزند اور بھائی بند سے کچھ سروکار نہ رکھو اور جو مقتول کے وارث اپنے مسلمان بھائی قاتل کو قصاص معاف کر دیں اور کسی قدر مال پر راضی ہو جاویں اور دیت لینا قبول کر لیں تو چاہئے کہ سہولت اور دستور کو ملحوظ رکھیں یہ نہو کہ اسپر باوجود تنگدستی کے فی الفور ادا کرنیکا تقاضا کریں بلکہ مہلت دیں اور نہ یہ کہ سخت زیادتی سے پیش آویں اور نہ یہ کہ خلاف شریعت اسکے معاوضہ میں کوئی بات طلب کریں کہ تو ہم کو شراب دے یا اپنی جورو بیٹی کو حوالہ کر دے یا تو اپنی بیٹی کو ہمارے نکاح میں دے یا تو ہمیشہ کو ہمارا غلام ہو کر رہ اسیطرح قاتل کو بھی لازم ہے کہ انکے احسان کو فراموش نہ کرے جو رقم قرار پا گئی ہو اسکو بحیلہ و بہانہ عمدگی سے ادا کر دے جو کوئی اس قرارداد کے بعد تعدی کرے کہ دیت لیکر قاتل کو مار ڈالے تو اس کے لئے عذاب الیم ہے اور اے اہل عقل ہم نے جو قصاص جاری کیا ہے اس میں تمہاری زندگی ہے کیونکہ جب سے قصاص جاری ہوگی تو وہ سفاکی جو ایام جاہلیت میں تھی جاتی رہیگی اور نیز لوگوں کو عبرت ہوگی پھر آئندہ ہر ایک قتل سے ہاتھ روکے گا

۱ خدا پاک نے اول حر کو ذکر کیا اسلئے کہ عرب نامی اور دقتوں سے بری ہے پھر عبد کو کیونکہ عبد کے ساتھ متعلق ہوتی ہے پھر عبد کو بیان کیا جو حر سے درجہ میں کم ہے مگر انثیٰ سے باعتبار الرجال قوامون علی النساء فائق ہے عبد کو بعد پھر انثیٰ کو ذکر کیا جو انکی تاخیر ہے ۱۲ منہ ۲ قصاص یعنی بدلہ لینے کا حکم مسلمانوں کو دیا جاتا ہے جان کے بدلے قتل حدیث میں ہے کہ جب مقتول کے وارثوں میں سے کوئی اپنی مہربانی سے اپنے بھائی مسلمان قاتل کی جان لینا معاف کر دے اور خون بہا پر کفالت اور قتل شبہ العمد یا خطا میں ہی ہمیشہ دیت ہی ہوتا ہے۔

مباحث (۱) قصاص کے معنی پورا پورا بدلہ لینا یعنی جیسا کہ اُس نے کیا ویسا ہی اسکے ساتھ کیا جاوے عرب بولتے ہیں اقتص فلان اثر فلان اذا فعل مثل فعلہ قال اللہ تعالیٰ فارتدا علی آثارہما قصصا وقال وقالت لاختہ قصیہ ای اتبعی اثرہ اور قصہ کو بھی اسی لئے قصہ کہتے ہیں کہ حکایت محکی عنہ کے مساوی ہوتی ہے یہاں مراد مساوات ہے پھر اس مماثلت اور مساوات میں اختلاف ہے امام شافعی فرماتے ہیں کہ جہت قتل میں مساوات کرنی چاہئے یعنی کسی نے پانی میں ڈبو کر مارا ہے تو اسکو بھی ڈبو کر مارنا چاہئے اور جس نے جلا کر مارا ہے اسکو بھی اسیطرح مارنا چاہئے - امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ مساوات سے مراد دم نکالنا ہے جس کو عادتاً جلدی سے دم نکلتا ہو اور وہ خالص تلوار سے مارنا ہے چنانچہ حدیث میں آیا ہے لا قود الا بالسیف اخرجہ ابن ماجہ فی سننہ پس یہ جو نصرانیوں میں پھانسی دینا مروج ہے نہایت غیر مہذب طریق ہے کچھ عجب نہیں کہ اس قوم کے عقلاء اسکی اصلاح کریں (۲) الحر بالحر والعبد بالعبد والانثیٰ بالانثیٰ سے بعض لوگوں نے یہ سمجھا کہ حر حر کے بدلہ میں مارا جاوے نہ غلام کے بدلہ میں اور اسیطرح ظاہر آیت سے چاہتی ہے کہ غلام کو خاص غلام کے بدلہ میں قتل کرنا چاہئے نہ حر کے اور عورت کو بھی خاص عورت ہی کے مقابلہ میں قتل کرنا چاہئے نہ مرد کے یعنی عورت اگر مرد کو قتل کرے یا مرد عورت کو قتل کرے تو باہم قصاص جاری نہ ہو - لیکن ان سب صورتوں میں قصاص جاری ہوگا اور اس پر اُمت کا اتفاق ہے کس لئے کہ کتب علیکم القصاص ایک مستقل جملہ ہے اور پھر اسکے بعد اس عام حکم کے بعض جزئیات کو (الحر بالحر والعبد بالعبد والانثیٰ بالانثیٰ) میں ذکر کر دیا ہے اس سے اور صورتوں کی نفی نہ سمجھی گئی پس ان نصوص کے عموم پر لحاظ کر کے عام حکم دیا جاویگا یعنی حر حر کے بدلے میں بھی اور غلام اور کافر ذمی کے اور عورت اور لڑکے اور بیمار اور مقطوع الاعضاء کے بدلے میں بھی قتل کیا جاویگا اور اسیطرح غلام اور عورت اور کافر کے بدلے میں بھی کس لئے کہ مماثلت اور مساوات عصمت میں ملحوظ ہونی چاہئے یعنی معصوم الدم ہونے میں اور یہ بات دین اور دار سے ثابت ہو جاتی ہے اور تفاوتوں پر نظر نہیں کیونکہ اگر ایسا ہو تو قصاص کا دروازہ بند ہو جاوے اور فساد کا دروازہ کھل جاوے جیسا کہ ایام جاہلیت میں تھا اور یہی امام اعظم کا قول ہے واضح ہو کہ یہ قصاص لینا حاکم کے اختیار میں ہے نہ یہ کہ ہر شخص بطور خود آپ اس پر عمل کرے جس سے فتنہ اور فساد زیادہ قائم ہو جانیکا اندیشہ ہے اور یہ قصاص اس صورت میں ہے جبکہ قاتل نے عمداً قتل کیا ہو اور جو خطاءً یا شبہ بالعمد وغیرہ سے گولی شکار پر لگاتا تھا اتفاقاً کسی آدمی کو جا لگی یہ قتل عمداً نہیں بلکہ خطاءً ہے اس صورت میں قصاص نہیں مگر خون بہا کہ جسکو دیت کہتے ہیں ضرور دینی پڑتی ہے جس کی تعداد اور پوری تفصیل کتب فقہ میں ہے (۳) اس آیت میں دو حکم ہیں اوّل قصاص یعنی برابر بدلہ لیا جاوے کہ ایام جاہلیت کیطرح ایک کے عوض دو چار یا زیادہ کو قتل نہ کیا جاوے نہ غلام سمجھ کر اُس کا بدلہ ہی اشراف سے ترک کرنا چاہئے نہ امیر و غریب شریف و رذیل کی کچھ رعایت کرنی چاہئے زمانہ جاہلیت میں اگر شریف قوم کا غلام رذیل قوم کے غلام سے مارا جاتا تھا تو اُسکے بدلے میں اُنکے حر کو قتل کرتے تھے اسیطرح شریف اور وضیع میں بھی باہم مساوات نہ سمجھتے تھے تو بہت سے مرد کو آیت نے ان سب میں انصافاً مساوات قصاص میں قائم کر دی - دوسرا حکم یہ ہے کہ اگر قاتل کو وارثان مقتول بالکل معاف کر دیں یا چند وارثوں میں سے بعض بالکل معاف کر دیں یا کل یا بعض کسیقدر روپیہ یا پوری دیت لیکر اُسکے قصاص سے درگذر کریں تو قصاص ساقط ہے مگر سختی اور خلاف دستور کوئی بات نہ کرنی چاہئے بلکہ اتباع بالمعروف اور اس قاتل کو بھی چاہئے کہ اُنکا شکریہ ادا کرے اور جو کچھ مقرر کیا گیا ہے اسکو خوشی خاطر ادا کرے واداء الیہ باحسان پہلا حکم کتب علیکم القصاص الخ میں مذکور ہوا ہے اور دوسرا فمن عفی لہ من اخیہ شیٔ فاتباع بالمعروف واداء الیہ باحسان میں مذکور ہے نیچری مفسر نے دیکھا کہ آجکل عیسائیوں میں اولیاء مقتول کے معاف کرنے سے بھی قصاص معاف نہیں ہوتا اور اسکو پھانسی ہوتی ہے اور اس بات کو اُس کی اور سب باتوں کی طرح از حد پسند کیا اور موافق عقل سلیم جانا تو اس آیت کی توجیہ کر دی کہ یہ بات ایام جاہلیت کے خونوں کی بابت ہے اور لطف یہ کہ اسکے برخلاف آیت کا سیاق اور نیز قرینہ ذلک تخفیف من ربکم ورحمۃ موجود ہے اور امت کا اجماع بھی ہے اور بیشمار احادیث صحیحہ بھی ہیں مگر اس نے بلا دلیل اتنا بڑا دعویٰ کر لیا شاید شرط میں عفی ماضی کا صیغہ ہے وہ اسکو ایام جاہلیت پر محمول کرے تو ہم کہتے ہیں کہ قتل کا

۱ حر اس مرد آزاد کو کہتے ہیں کہ جو کسی کا غلام شرعی نہ ہو ۲ ذمی وہ کافر جو مسلمانوں کے ملک میں رعیت بنکر رہتا ہو کس لئے کہ جو قومیں کہ ذمی نہیں اور ان سے بھی جنگ و جدال کا

دروازہ کشادہ ہے تو وہاں قصاص نہیں مگر اس سے یہ مقصود نہیں کہ کافروں کے ملک میں امن لیکر جاوے یا کوئی کافر اسلامی ملک میں امن لیکر آوے یا جس قوم سے باہمی معاہدہ یا مصالحت ہو

كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى

تم کو حکم دیا جاتا ہے کہ جب تم میں سے کسی کے سامنے موت آئے (علامات موت معلوم ہوں) تو اگر کچھ مال چھوڑے تو ماں باپ اور قرابت داروں کیلئے دستور کے موافق وصیت کر جائے یہ

الْمُتَّقِينَ ۝ فَمَنْ بَدَّلَهُ بَعْدَمَا سَمِعَهُ فَإِنَّمَا إِثْمُهُ عَلَى الَّذِينَ يُبَدِّلُونَهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝ فَمَنْ

پرہیزگاروں پر لازم ہے پھر جو شخص وصیت کو سن کر بدل ڈالے تو اس کا گناہ اسی پر ہے جو اس کو بدلتے ہیں بیشک اللہ تو خوب سنتا جانتا ہے پھر جس کو وصیت

۲۲ ع ۲ خَافَ مِنْ مُوصٍ جَنَفًا أَوْ إِثْمًا فَأَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝

کرنے والے کی طرفداری یا ناانصافی کا اندیشہ ہو سو اس نے ان میں صلح کرا دی تو اس پر کچھ گناہ نہیں بیشک اللہ معاف کرنے والا مہربان ہے

گناہ بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتا اور قصاص محض سیاست دنیا کیلئے ہے اور نیز ورثا کے معاف کر دینے سے بھی دنیاوی حق معاف ہو تا ہے نہ کہ حق آخرت

ترکیب کتب فعل مجہول الوصیۃ للوالدین الخ جملہ مفعول مالم یسم فاعلہ اذا حضر متعلق ہے الوصیۃ سے حضور موت سے مراد حضور اسباب موت ہے ان ترک خیرا شرط جواب جملہ اولی سے سمجھا جاتا ہے اسے ظرف حقا مفعول مطلق ہے ای حق ذالک حقا کو ممکن ہے کہ صفت ہو مصدر محذوف کی ای ایصاء حقا فمن بدلہ ای الایصاء من شرطیہ ہے یہ مبتدا کی جگہ فانما اثمہ الخ اس کی خبر فمن خاف فعل یا فاعل من موص متعلق ہے خاف سے شرط فلا اثم علیہ جواب شرط

تفسیر پہلے سے اصول حسنات کا ذکر چلا آتا ہے اس کے ضمن میں اشد منہیات قتل اور کتمان حق کا بھی ذکر آ گیا تھا گو یا کہ نیکی انسان کو جب نصیب ہوتی ہے کہ جب وہ ایسی ایسی بری باتوں سے بھی بچے اور چونکہ قصاص انسان کی زندگی باقی رہنے کا باعث تھا اور قتل کو بند کرتا تھا جیسا کہ فرمایا ولکم فی القصاص حیٰوۃ یا اولی الالباب اسکے بعد وصیت کا مسئلہ ذکر کیا کس لئے کہ باوجود مال و اسباب ہونیکے اپنے اقارب کو محروم رکھنا گو یا اُن کو قتل کر دینا ہے جس طرح قصاص حقیقی قتل کی دوا ہے اسی طرح وصیت اس مجازی قتل کی دوا ہے اس لئے فرماتا ہے کہ ہم نے تمہارے لئے وصیت مقرر کر دی ہے پس جب علامات موت نظر آئیں اور مال موجود ہو تو متقی پر یہ حق ضرور ہے کہ ماں باپ اور دیگر اقارب کیلئے وصیت کر دے اب جو کوئی قابض مال یا گواہ خبردار ہونیکے بعد اس کو بدلیگا تو یہ گناہ اس کی گردن پر رہیگا خدا سے کوئی بات مخفی نہیں اور جو کسی کو یہ معلوم ہو کہ موصی نے انصاف کے طور پر وصیت نہ کی تھی یا وہ وصیت میں بے انصافی کر کے مر گیا تو اس نے محض نیک نیتی سے موصی کو وصیت سے بدلنے کی صلاح دی یا اس کے وارثوں میں اور جنکیلئے وصیت خلاف انصاف کر کے مر گیا ہے اور جھگڑا پیدا ہو گیا ہو وصیت میں کچھ کمی زیادتی کر کے باہم صلاح کرا دی تو اس تبدیل و تغیر میں بھی کچھ گناہ نہیں اور اس اصلاح میں جو کچھ خلاف وصیت اس سے سرزد ہو گئی ہے تو خدا اسکو معاف کریگا وہ غفور رحیم ہے

جمہور مفسرین کہتے ہیں کہ یہ آیت منسوخ ہے یعنی وصیت کرنے کا حکم والدین اور اقارب کیلئے جب تک ضرور تھا کہ جب تک آیت میراث نازل نہیں ہوئی تھی اور اسی لئے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرما دیا تھا کہ مسلمان کو لائق نہیں کہ اس پر تین شب گزریں اور اس کے پاس وصیت نامہ لکھا ہوا نہ ہو (صحیحین) کس لئے کہ تمام مال کے وارث میت کے زن و فرزند ہو جایا کرتے تھے ماں باپ اور دیگر اقارب محروم ہو جاتے تھے پس جب آیت میراث نازل ہوئی تو یہ حکم منسوخ ہو گیا اس لئے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ خدا نے ہر حقدار کا حق مقرر کر دیا اب کسی وارث کے لئے وصیت نہیں (صحیحین) مگر حسن بصری اور عطا بن زیاد اور مسروق اور مسلم بن یسار وغیرہ علماء کبار یہ فرماتے ہیں کہ آیت منسوخ نہیں کس لئے کہ آیت میراث میں جن قرابتیوں کا حق اور حصہ ہے البتہ ان کے لئے وصیت نہیں اور جو محروم الارث ہیں جیسا کہ بیٹوں کی موجودگی میں یتیم پوتا یا چچازاد بھائیوں کی موجودگی میں نواسہ۔ یا اور مساکین و فقرا۔ تو ان کے لئے بدستور وصیت مستحب ہے مگر تہائی مال سے زیادہ کی وصیت نہ ہو جیسا کہ حدیث سعد سے مفہوم ہوتا ہے اور یہی قول صحیح ہے ۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝ أَيَّامًا

ایمان والو تم پر روزہ رکھنا فرض کیا گیا جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا تاکہ تم پرہیزگار ہو جاؤ ۔ گنتی کے چند

مَعْدُودَاتٍ ۚ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ۚ وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ

روز وں تک (اس پر بھی) جو کوئی تم میں سے بیمار ہو جائے یا سفر میں ہو تو اور دنوں سے گنتی پوری کردے اور جن کو اس کی طاقت ہو تو اسکے بدلے میں

مِسْكِينٍ ۖ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ ۚ وَأَنْ تَصُومُوا خَيْرٌ لَكُمْ ۖ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝

ایک محتاج کو کھانا دینا چاہیے پھر جو اپنی امنگ سے نیکی کرے تو یہ اسکے لئے بہتر ہے اور روزہ رکھنا تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو

ترکیب یا حرف ندا الذین امنوا صلہ وموصول منادی کتب فعل مجہول الصیام مفعول مالم یسم فاعلہ کما موضع نصب میں ہے صفت ہے کتب کی ای کتبنا کما کتب ایاما موصوف معدودات صفت ۔ یہ منصوب ہے صوموا مقدر سے یا الصیام سے فمن شرطیہ کان کا اسم ضمیر ہے جو من کی طرف پھیرتی ہے اور مریضا اسکی خبر معطوف علیہ او علی سفر معطوف موضع نصب میں ای او مسافرا فعدۃ مبتدا والخبر محذوف ای علیہ من ایام آخر صفت ہے عدۃ کی پس یہ مجموعہ جواب شرط ہے علی الذین یطیقونہ جملہ خبر فدیۃ مبدل منہ طعام مسکین بدل مجموعہ مبتدا معطوف ہے جملہ سابقہ

تفسیر قصاص اور وصیت حیات دنیاوی کا سبب تھا اور کلام الٰہی میں جسطرح حیات دنیا کی اصلاح ہو ما گئی اسطرح حیات ابدی کی بھی ضروریات ہونی چاہیے اسلئے یہاں اس چیز کا حکم دیا کہ جو حیات ابدی کا عمدہ ذریعہ ہے یعنی روزہ کس لئے کہ انسان صبح سے شام تک نفس کی تینوں خواہشوں کھانے پینے جماع سے رکے گا اور اسی کو صوم شرعی کہتے ہیں اور پھر اس کے ساتھ اپنے دل کو ذکر الٰہی تلاوت اور نماز اور مراقبہ اور اعتکاف میں لگاوے گا تو بیشک اسکی روح کو قوت ہو گی اور اس جسم کو چھوڑنے کے بعد بھی حیات ابدی اور عالم قدس میں زندہ رہنے کا سبب ہو گا اور نیز احکام مذکورہ بالا کی تعمیل جسمانی خواہشوں کے خلاف ہے اور جب تک انسان اپنی نفسانی خواہشوں کے مقابلہ کرنے کا خوگر نہیں ہوتا تو حصول حسنات اور صبر پر بھی قادر نہیں ہوتا بلکہ دنیاوی ترقی کیلئے بھی مصائب برداشت نہیں کر سکتا اسلئے روزہ کا حکم دیا تاکہ روح قوی ہو جائے جسم کی اور تیزی توڑنے کیلئے آسمانی ہدایت میں قدیم سے ریاضت کا حکم ہے اسی لئے فرمایا ہے کہ اے مسلمانو تم پر روزے فرض ہوئے جسطرح کہ تم سے پہلی امتوں پر فرض ہوئے تھے تاکہ تم نفس کشی کے عادی ہو کر متقی ہو جاؤ ۔ اور یہ روزہ تم پر ہمیشہ کیلئے نہیں بلکہ چند روز اور اس پر بھی تمہارے لئے یہ آسانی ہے کہ اگر کوئی بیمار یا مسافر ہو اور روزہ کی طاقت نہ رکھے تو اسکے بدلے میں اور دنوں میں گنکر روزہ رکھ لے اور اس پر بھی تمہارے لئے یہ رخصت ہے کہ جو لوگ تم میں سے بڑی مشقت کیساتھ روزہ رکھ سکتے ہوں جیسا کہ بڈھا تو وہ ہر روزہ کے بدلے میں ایک مسکین کا کھانا جو اس کو دو وقت کافی ہو دیوے اور جو طرف سے زیادہ دو تو بہت بھلا اور جو تکلیف اٹھا کر بھی روزہ رکھ لو تو بہتر ہے

فوائد (۱) کتب علیکم الصیام سے کیا مراد ہے رمضان کے روزے یا اور روزے معاذ اور قتادہ اور عطا وغیرہم علماء کی ایک جماعت یہ کہتی ہے کہ اس سے مراد علاوہ رمضان کے اور روزے ہیں جو رمضان کی فرضیت سے پیشتر فرض تھے پھر رمضان فرض ہونے سے جیسا کہ آیت آئندہ میں ہے انکی فرضیت جاتی رہی اور وہ ہر مہینے میں تین روزے تھے بعض کہتے ہیں کہ ان میں محرم کی دسویں تاریخ کا روزہ بھی تھا اور دلیل انکی یہ ہے کہ اس آیت میں جس کو طاقت روزہ رکھنے کی ہے اسکو فدیہ دینے کی رخصت ہے حالانکہ رمضان کے روزوں کی نسبت یہ حکم نہیں کہ فدیہ دیکر روزہ نہ رکھے اور نیز اس آیت میں سفر اور مریض کا حکم ہے اور اس سے پچھلی آیت میں بھی کہ جس میں رمضان کے روزے ہیں مسافر اور مریض کا حکم مذکور ہے پس اگر یہاں صیام سے مراد رمضان ہو تو بیفائدہ عبارت مکرر ہو جاوے جمہور محققین جن میں ابن عباس بھی ہیں یہ کہتے ہیں کہ اس جگہ صیام سے مراد رمضان ہی کے روزے ہیں مگر اول خدا تعالیٰ نے کتب علیکم الصیام فرمایا پھر اس کے بعد ایاما معدودات کے ساتھ اس کی تشریح کی پھر اگلی آیت شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن میں خوب تعیین کر دی جس طرح کہ اس نے اول کما کتب علی الذین من قبلکم کہکر اطمینان دلایا تھا کہ یہ طریقہ صالحین کا قدیم سے ہے ایاما معدودات کہکر یہ تسلی کر دی کہ ہمیشہ کیلئے نہیں بلکہ چند روز کیلئے پھر مسافر اور مریض کو رخصت دی اور جس سے نہایت مشقت سے ادا ہو تا ہوں

اسکو فدیہ کی اجازت دی اور ان کی دلیل کا یہ جواب ہے کہ یطیقونہ کے یہ معنی ہیں کہ بہ تکلف یا مشقت روزہ رکھ سکتے ہوں چنانچہ عکرمہ اور ایوب اور عطا کی قرأت میں یطوقونہ آیا ہے ای یکلفونہ یعنی یکلفونہ اور یہ اس لئے کہ وسعت طاقت کے اوپر ایک اور شئے ہے اس صورت میں رمضان کے روزوں کی نسبت اس شخص کیلئے جو مشقت سے روزہ رکھ سکے یہی حکم ہے کہ وہ ہر روزے کے بدلے میں فدیہ دیوے یہ شیخ فانی کیلئے ہے اور امام نخعی کہتے ہیں کہ حاملہ اور دودھ پلانیوالی جب روزہ رکھنے میں عاجز ہووے تو انکا بھی یہی حکم ہے اور امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ دودھ پلانیوالی اور حاملہ کیلئے فدیہ دینے کا حکم اس لئے نہیں کہ یہ پھر قضا کے روزے رکھ سکتی ہے بخلاف شیخ فانی کے کہ یہ فدیہ کا حکم خاص اسی کے لئے ہے پس آیت یطیقونہ کو آیت ومن شہد منکم الشہر فلیصمہ سے منسوخ قرار دینا بیفائدہ ہے اور اسی طرح اسکو مقید ماننا اور ہمزہ کو سلب کیلئے کہنا بھی بلاحاصل ہے دوسرا جواب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ الذین یطیقونہ سے مراد مسافر اور بیمار ہیں اور انکی دو حالت ہیں ایک یہ کہ روزے کی طاقت نہیں رکھتے اس کا حکم تو خدا نے فعدة من ایام اخر میں ظاہر کر دیا کہ اور دنوں میں روزہ رمضان کی قضا ادا کریں دوسری حالت طاقت کی ہے سو اس میں انکے لئے یہ حکم ہے فدیہ طعام مسکین کہ فدیہ دیکر چاہیں روزہ نہ رکھیں یعنی دونوں باتوں میں اختیار ہے تیسرا ایک اور بھی جواب ہے کہ رمضان میں ابتداء اسلام میں مقیم صحیح کو بھی کہ جو روزے کی طاقت رکھتے تھے اختیار تھا کہ خواہ روزہ رکھیں خواہ فدیہ دیں مگر اگلی آیت سے یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ اور مکرر ہونے کا یہ جواب ہے کہ ابتداء میں چونکہ تندرست مقیم کیلئے فدیہ اور روزے کا اختیار تھا اور مسافر اور مریض کیلئے افطار کی رخصت تھی تو یہاں سے یہ خیال ہو سکتا تھا کہ مسافر اور مریض پر قضا اور فدیہ نہیں کیونکہ یہ مشقت میں ہیں اس لئے خدا نے مسافر اور مریض کا حال بھی بیان فرما دیا کہ ان پر قضا واجب ہے (۲) کما کتب علی الذین من قبلکم میں تشبیہ نہ عدد میں ہے نہ وقت میں بلکہ صرف لکھا جانے میں یعنی جس طرح تم پر روزے واجب ہوئے اسیطرح تم سے پہلے لوگوں پر بھی واجب ہوئے تھے نہ یہ کہ جس طرح تم پر تیس روزے رمضان کے واجب ہوئے ان پر بھی تیس روزے واجب تھے اور من قبلکم سے اہل کتاب یہود و نصاریٰ مراد ہیں اس میں کوئی شک نہیں کہ اہل کتاب کے ہاں بھی روزے واجب تھے چنانچہ توراۃ کی تیسری کتاب کے ۱۶ باب ورس ۲۹ اور باب ۲۳ ورس ۲۷ و ۲۹ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہودیوں پر ساتویں مہینے کی دسویں تاریخ کو کفارہ کا روزہ رکھنا واجب تھا کیونکہ اس میں لکھا ہے کہ جو کوئی اس دن روزہ نہ رکھیگا اپنی قوم سے منقطع ہو جاویگا اور اعمال حواریاں کے ۱۳ باب ورس ۲ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عیسائی بھی یہ روزہ رکھا کرتے تھے علاوہ اس کے چالیس روز تک کوہ طور پر حضرت موسیٰ نے روزے رکھے جیسا کہ کتاب خروج کے ۳۴ باب سے معلوم ہوتا ہے اور کتاب دانیال کے ۱۰ باب ورس ۳ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت دانیال نے تین ہفتے روزے رکھے اور کتاب السلاطین کے ۱۹ باب ورس ۸ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب حضرت الیاس کوہ حوریب کو گئے تھے تو انہوں نے چالیس دن رات روزے رکھے تھے۔ اور انجیل متی کے ۴ باب اور انجیل لوقا کے ۴ باب ورس ۲ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ نے بھی جبکہ وہ بیابان میں تھے چالیس دن رات روزے رکھے تھے علاوہ اس کے بائبل کے مختلف مقامات سے اور بھی روزے رکھنا اہل کتاب کا ثابت ہے اور اسی لئے اب بھی یہود اور متدین نصاریٰ میں روزہ رکھنے کا دستور ہے ہاں البتہ جو یورپ کا الحاد جوش زن ہے البتہ اسکی وجہ سے رسم روزہ و نماز عیسائیوں میں ہلکی ہوتی گئی اور یوماً فیوماً اٹھتی جاتی ہے بلکہ ان کی تقلید میں تہذیب مغربی بھی اپنی کتاب کے صفحہ ۱۳ میں روزے کی نہایت اہانت کر رہی ہے جس کا ایک فقرہ یہ ہے کہ عرب کے لوگ یہودیوں اور عیسائیوں کو دیکھتے تھے کہ خدا کے خوش کرنے کے خیال سے اور اپنے پیغمبر کی پیروی کی نظر سے روزہ رکھتے ہیں آنحضرت صلعم نے بھی اس رسم کو جاری رکھنے کی اجازت دی الخ اور اس سے پیشتر اسی صفحہ میں روزوں کو بدنی ریاضت کہہ آئے ہیں اور جملہ بدنی ریاضتوں کی نسبت صفحہ ۲۳۰ میں یہ کہتے ہیں قولہ غرضیکہ تمام جسمانی ریاضتوں کا اسی غلط خیال پر رواج ہوا ہے وہ یہ کہ انسان کی زندگی آسائش سے بسر کرنی خدا کو پسند نہیں ہے اور یہ ایک عجیب خیال ہے انتہی ملخصاً (۳) فمن کان منکم مریضا او علی سفر فعدة من ایام اخر جس مرض سے روزے کا افطار کرنا درست ہے۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيٓ أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ

رمضان کا وہ مہینہ کہ جسمیں قرآن لوگوں کی ہدایت کیلئے نازل کیا گیا ہے (اور جس میں) ہدایت کی نشانیاں ہیں اور وہ حق و باطل میں فرق کر دینے والی ہیں پس جو کوئی تم میں سے اس مہینے کو

فَلْيَصُمْهُ ۖ وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ۗ يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ

پا لے تو چاہئے کہ اس میں روزہ رکھے اور جو بیمار یا مسافر ہو تو اور دنوں میں گنتی پوری کر دے اللہ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے اور تم کو مشکل میں ڈالنا نہیں چاہتا

الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدَاكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ

اور یہ اس لئے ہے تاکہ تم گنتی پوری کر لو اور تاکہ تم کو جو خدا نے رہنمائی کی ہے اس پر اس کی بڑائی بیان کرو اور تاکہ تم (اس کی نعمت کا) شکر کرو۔

جمہور محققین کے نزدیک وہ ہے کہ جس میں روزہ رکھنے سے ضرر جان یا زیادتی مرض متصور ہو نہ ہر مرض کیونکہ اس مقام پر جو لفظ بلفظ بولا گیا ہے تو اہل زبان اپنے قرائن سے اس سے وہی مرض سمجھتے ہیں کہ جس کا ہم نے ذکر کیا نہ عام مرض۔ یہ سفر کے معنی لغت میں کشف کے ہیں یعنی کھل جانا اور چونکہ سفر سے لوگوں کے اور ملکوں اور زمین کا حال کھلتا ہے اسلئے اسکو سفر کہتے ہیں اور سفیر چونکہ دو شخصوں کی بھید کی کھول دیتا ہے اسلئے بھی اسکو سفیر کہتے ہیں اور اسی لئے بولتے ہیں اسفر الصبح اور کتاب چونکہ معانی کھول دیتی ہے اسلئے اسکو سفر کہتے ہیں اور اسی لئے کہتے ہیں اسفار صبح کا روشنی میں آنا۔ مگر شرع میں اس جگہ سفر سے مراد اقل مرتبہ تین منزل کا سفر ہے کس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے مسح کے بارے میں فرمایا ہے کہ مقیم ایک رات دن مسح کرے اور مسافر تین رات دن اس سے معلوم ہوا کہ سفر اقل مرتبہ تین رات دن کے فاصلہ سے ہوتا ہے اسلئے کہ آنحضرت صلعم نے سفر کو علت مسح قرار دیا اور مسح کو معلول بنایا اور معلول علت سے زیادہ نہیں ہوتا۔ امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ سولہ فرسخ کا فاصلہ ضرور ہو اور ہر فرسخ تین میل کا اور ہر میل بارہ ہزار قدم کا ہے کیونکہ ہاشم جد رسول اللہ صلعم نے جب جنگل ناپا تو میل کو بارہ ہزار قدم قرار دیا اور امام مالکؒ احمدؒ و اسحاقؒ کا بھی یہی مذہب ہے مگر داؤد ظاہری نے مطلق سفر مراد رکھا ہے اور اس کی تقلید سے قاضی شوکانی نے در بہیّہ میں یہی فتویٰ دیا ہے پس ان کے مذہب میں آدھ کوس کیا آدھے کوس تک جانے میں بھی روزہ نہ رکھے اور یہ بالکل غلط ہے۔

ترکیب شہر رمضان مبتدا انزل فیه القرآن خبر اور ممکن ہے کہ فمن شہد جملہ شرطیہ اس کی خبر اور ممکن ہے کہ شہر رمضان مبتدا محذوف کی خبر ہو۔ ہی شہر رمضان یعنی الایام المعدودات اور بعض نے شہر کو بالنصب پڑھا ہے بدل بنایا ہے ایام معدودات سے ہدی حال ہے قرآن سے اور بعض نے کہا ہے کہ مفعول له انزل کا و بینات ای آیات واضحات معطوف ہے ہدی پر اور والفرقان معطوف ہے الہدی پر ای حال کو نہ ہادیا للناس و حال کو نہ بینات من الہدایة والفرقان ای مما یفرق بین الحق والباطل فمن شرطیہ مبتدا اور اسکے بعد اس کی خبر منکم حال ہے ضمیر فاعل سے اور مفعول شہد کا محذوف ہے ای شہد المصر اور الشہر ظرف ہے فلیصمہ جواب شرط ولتکملوا معطوف ہے الیسر پر اور لام زائدہ ہے۔

تفسیر یہ آیت پہلی آیت کا تتمہ ہے اول فرمایا تھا کہ تم پر چند روز کے روزے فرض ہوگئے اب اس آیت میں ان چند روزوں کی تشریح کر دی کہ وہ چند دن کہ جن میں تم پر روزے فرض ہوئے رمضان کا مہینہ ہے یہ وہ مبارک مہینہ ہے جس میں قرآن نازل ہوا ہے کہ جو لوگوں کے لئے ہدایت ہے اور حق و باطل میں تمیز کرنے کے بارہ میں کھلی نشانی بھی ہے پس جو اس مہینے کو پا دے تو چاہئے کہ روزے رکھے اور جو مسافر اور بیمار ہو تو اور دنوں میں پاس نہ ہی رکھ لے اس سے خدا نے تمہارے لئے آسانی کر دی کہ اور نیز تعداد رمضان کی بھی پوری ہو جاتی ہے اور اسلئے کہ تم خدا کی بڑائی بیان کرو کہ اس نے تم کو ہدایت کی اور ہمیشہ اس کی شکر گزاری کرتے رہو۔ انزل فیه القرآن اس میں کوئی بھی شبہ نہیں کہ انوار الٰہی ہمیشہ چمکتے رہتے ہیں مگر علائق بشریہ انکو ارواح بشریہ پر ظاہر ہونے میں حجاب ہو جاتے ہیں اور ان علائق البشریہ کے دور کرنے میں روزہ سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں اور نزول قرآن تجلی الٰہی کا کامل ظہور ہے اس لئے اس کا نزول ماہ رمضان میں

امام شافعی کہتے ہیں کہ اس سے مراد عید ہونے کے روز تکبیر کہنا ہے ۔۔۔ بعض کہتے ہیں انزل فیه القرآن سے مراد یہ نہیں ہے کہ رمضان ہی میں قرآن اترا بلکہ رمضان کی شان

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ؕ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ

اور جب آپ سے میرے بندے مجھے پوچھیں (تو کہدو کہ) میں تو پاس ہی ہوں جب کوئی مجھے پکارتا ہے تو میں جواب دیتا ہوں

فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِیْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ۝

پس لوگوں کو بھی ہمارا حکم ماننا چاہئے اور مجھ پر ایمان لانا چاہئے تاکہ وہ ہدایت پاویں۔

قرار پایا اور یہی حکمت تھی کہ حضرت موسیٰ نے جبکہ کوہ طور پر انکو تورات ملی اور خدا نے اُنسے کلام کیا تو اول اُنسے چالیس روزے رکھوائے اور اسی لئے حضرت عیسیٰ نے بیابان میں چالیس روزے رکھے غالباً انکو اُسی وقت انجیل عطا ہوئی ہو اور آنحضرت صلعم نے بھی غار حرا میں روزے رکھے اُن پر وہاں قرآن نازل ہوا رمضان کے مہینے میں شب قدر میں تجلی الٰہی کا وقت ہے قرآن مجید تمام و کمال لوح محفوظ سے نقل ہو کر آسمان دنیا میں بیت المعمور ایک جگہ ہے وہاں نازل ہوا اور پھر وہاں سے تھوڑا تھوڑا دنیا میں آنحضرتؐ پر نازل ہوا کیا پس ابن عباس میں انا انزلناہ فی لیلۃ القدر و انا انزلناہ فی لیلۃ مبارکۃ[1] کچھ بھی تعارض نہ رہا۔

ترکیب واذا سألک فعل عبادی فاعل ک مفعول عنی متعلق ہے فعل سے یہ تمام جملہ شرط فانی قریب ای فقل لہم انی قریب جواب شرط اجیب خبر ثانی۔

تفسیر۔ پہلی آیت میں تکبیر اور یاد الٰہی اور اس کی شکر گذاری کا حکم تھا جس سے احتمال تھا کہ ہم تو اسکو یاد اور اسکی شکر گذاری کرتے ہیں آیا وہ بھی ہماری طرف متوجہ ہوتا ہے یا کہ دنیا کے امرا اور شاہنشاہوں کی طرح وہاں تک رسائی اور کسی کی شنوائی نہیں ہوتی!

قطعہ روئے بر خاک عجز می مالم ٭ ہر سحر گہ کہ باد می آید ٭ اے کہ ہرگز فراموشت نکنم ٭ ہیچت از بندہ یاد می آید ٭ اس آیت میں اس شبہ کو زائل کر دیا کہ جب میرے بندے اے نبی میرا حال آپ سے پوچھیں تو کہدو کہ میں تو اُن سے بہت ہی قریب ہوں جو کوئی مجھے پکارتا ہے تو میں اس کو سنتا اور جواب دیتا ہوں جو مجھ سے دعا کرتا ہے قبول کرتا ہوں پس میرے بندوں کو بھی لازم ہے کہ میری اطاعت کریں اور گو میں اُن کی نظر سے غائب ہوں لیکن وہ مجھ پر ایمان لاویں تاکہ مجھ تک پہونچنے کا رستہ پاویں اس آیت کے شان نزول میں مفسرین نے مختلف اقوال نقل کئے ہیں بعض کہتے ہیں کہ ایک بدوی نے آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا تھا کہ ہمارا رب قریب ہو تو ہم اس سے آہستہ آہستہ مناجات کریں اور اگر بعید ہو تو پکاریں؟ تب یہ آیت نازل ہوئی بعض کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ کسی جہاد میں تشریف لے گئے تھے صحابہ نے بلند آواز سے تکبیر و تہلیل پکارنی شروع کی آپ نے فرمایا۔ تمہارا رب بہرا اور دُور نہیں تب یہ آیت نازل ہوئی خدا تعالیٰ کا قرب اپنے بندوں سے قرب جسمانی نہیں کیونکہ وہ جسم سے پاک ہے علاوہ اسکے جسمانی چیز سب سے مساوی درجہ قریب نہیں ہوتی بلکہ ان دو شخصوں میں جو دو جانب مقابل پر ہیں) جس سے جسقدر قریب ہوگی دوسرے سے اتنی ہی دور ہوگی بلکہ یہ قرب علاوہ اس کے اور قرب ہے کہ جسکو کہیں وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ[2] اور کہیں هُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ سے تعبیر کیا ہے اسکو اہل ظاہر قرب علمی کہتے ہیں وہ ہم سے شاہ رگ تو کیا ہماری ذات اور ہمارے وجود سے بھی تو زیادہ قریب ہے مگر اس حجاب جسمانی کی وجہ سے وہ ہمکو دکھائی نہیں دیتا۔ اجیب دعوۃ الداع کے معنی ہم بیان کر چکے ہیں کبھی جو دعا کا اثر ظاہر نہیں ہوتا تو اس میں کوئی حکمت الٰہی ہوتی ہے ملحد از خیال کے لوگ دعا اور اس کے اثر کے منکر ہیں جس سے تمرد پایا جاتا ہے بندہ کو لازم ہے کہ ہر حاجت میں اس کی طرف رجوع کرے۔ دعا کے فضائل بے شمار ہیں۔

[1] کس لئے کہ لیلۃ مبارکہ بھی رمضان ہی میں تھی اور نہ اس قول مشہور میں کہ قرآن شوال کے مہینے میں نازل ہونا شروع ہوا اور نہ اس آیت میں کچھ تعارض باقی رہا ۱۲

[2] اور ہم شہ رگ سے بھی زیادہ اس سے قریب ہیں ۱۲

أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَائِكُمْ ۚ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ۗ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنتُمْ

روزوں کی راتوں میں اپنی بیبیوں سے اختلاط کرنا تمہارے لئے حلال کر دیا گیا ہے وہ تمہاری پوشش ہیں اور تم ان کی پوشش ہو۔ خدا کو معلوم ہے کہ تم آپس میں خفی طور

تَخْتَانُونَ أَنفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنكُمْ ۖ فَالْآنَ بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ ۚ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا

سے بچتے تھے سو تمہارا قصور معاف کر دیا اور تم سے درگذر کی پس اب رات میں ان سے ہمبستر ہو لیا کرو اور جو کچھ تمہارے لئے (اولاد میں سے) خدا نے مقرر کر رکھا ہے (اولاد)

حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۖ ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ ۚ وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ

صبح کی سفید دھاری رات کی سیاہ دھاری سے تمیز نہ ہو اس وقت تک کھایا پیا کرو پھر روزہ کو رات تک پورا کرو۔ اور جب تم مسجدوں میں

وَأَنتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ ۗ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَقْرَبُوهَا ۗ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ

اعتکاف کیلئے بیٹھے ہو کرو تو اپنی بیویوں سے اختلاط نہ کرو دن میں رات میں بھی ان سے اختلاط نہ کرو۔ یہ خدا کی مقرر کی ہوئی حدیں ہیں ان کے پاس بھی نہ جانا یوں خدا لوگوں کیلئے اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان فرماتا ہے تاکہ وہ پرہیزگار بنیں۔

ترکیب احل فعل مجہول الرفث الخ مفعول مالم یسم فاعلہ لیلۃ الصیام ظرف الرفث کا اور بعض کہتے ہیں احل کا وفیہ نظر چونکہ رفث میں افضی کے معنی ملحوظ ہیں اس لئے اس کے صلہ میں الیٰ آیا باب تحسین آئی علم فعل اللہ فاعل انکم الخ جملہ مفعول باشروا الخ ضمیر انتم اس کا فاعل ہن مفعول اور یہی وابتغوا اور کلوا واشربوا جملہ امر معطوف الآن ان سب کا ظرف من الفجر الخیط کا بیان ہے وانتم عاکفون الخ حال لا تباشروہن ہے۔

تفسیر یہ آیت احکام صیام کا تتمہ ہے۔ اکثر مفسرین یہ کہتے ہیں کہ ابتدائے اسلام میں روزہ دار کو افطار کے بعد جبتک عشا نہ پڑھے اور نہ سوئے کھانا پینا جماع کرنا درست تھا اور جب وہ عشا پڑھ چکے یا افطار کرکے سو جائے تو پھر اسکے لئے یہ چیزیں ممنوع ہو جاتی تھیں جس طرح کہ اب صبح صادق سے ممنوع ہو جاتی ہیں چنانچہ اس آیت کی شان نزول میں مروی ہے کہ ایک انصاری کہ جنکے نام میں اختلاف ہے معاذ کہتے ہیں ابو صرمہ اور بعض کہتے ہیں قیس بن صرمہ دن کے کام سے بلا تھکا شام کو گھر میں آیا افطار کرکے کھانا مانگا کھانے میں کچھ دیر تھی سو گیا پھر اسکو بیدار کیا تو اس نے اسلئے کہ بعد خواب کھانا منع تھا نہ کھایا اسی طرح روزہ پر روزہ رکھ لیا جس سے اگلے روز ضعف کے مارے اس کا حال تباہ ہوا جناب رسول اللہ صلعم کو خبر دی گئی اور اس عرصہ میں حضرت عمرؓ نے بھی عرض کیا کہ یا حضرت میں نے عشا کے بعد اپنی بیوی سے صحبت کی اسی طرح اور لوگوں نے بھی ایسے واقعات بیان کئے تب یہ آیت نازل ہوئی (تفسیر کبیر) اس آیت میں خدا نے وسعت دیکر صبح صادق تک کھانے پینے جماع کرنے کی اجازت دیدی خواہ نماز عشا پڑھکر یا سو کر ان چیزوں کو استعمال میں لاؤ اس آیت میں خدا نے فرمایا ہے کہ روزہ کی شب میں تمہارے لئے اپنی بیویوں کے پاس جانا مباح ہے اس لئے کہ ان سے تم کو باہم نہایت رغبت طبعی ہے اور ہم کو اپنے علم ازلی سے یہ بات معلوم تھی کہ تم سے صبر نہ ہو سکے گا اس لئے تم کو اجازت دیدی کہ تم ان سے صبح صادق تک مباشرت کر سکتے اور کھا پی سکتے ہو مگر جب اعتکاف کیلئے مسجدوں میں بیٹھو تب ان سے رات میں بھی مباشرت نہ کرو۔

رفث لغت میں فحش باتوں کو کہتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لا رفث ولا فسوق فی الحج پھر اس سے مراد وہ باتیں ہیں جو بوقت جماع کی جاتی ہیں بعدہ جماع مراد ہے ہن لباس لکم عورت کو مرد کا اور مرد کو عورت کا لباس کہا اسوجہ سے کہ یہ باہم ملے ہوئے اور چمٹتے ہیں کہ جس طرح لباس بدن سے لپٹا ہوتا ہے یا اسوجہ سے کہ ایک دوسرے کو ناجائز باتوں کے روکنے میں لباس کی طرح ستر ہوجاتا ہے یا اسلئے کہ جس طرح لباس مخصوص ہوتا ہے اسی طرح ان میں خصوصیت تعلق ہے یا اس لئے کہ لباس کی طرف انسان کو رغبت طبعی ہوتی ہے اور وہ باعث زیب زینت ہوتا ہے ایسا ہی معاملہ مرد عورت کا ہے انکم کنتم تختانون خیانت سے مراد وہ کام ہیں کہ جو اس آیت کے نازل ہونے سے پیشتر بعض صحابہ سے ظہور میں آئے کہ انہوں نے رات کو جماع کیا کسی نے کھایا پیا وابتغوا الخ سے بعض نے یہ مراد لی ہے کہ جماع سے غرض اولاد ہی سو اسکو طلب کرو محض قضائے شہوت مقصود نہ رکھو بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد ہے کہ جو چیز جماع میں تمہارے لئے جائز کی گئی ہے وہ ملحوظ رکھو دبر سے جماع نہ کرو اور خاص بیوی یا لونڈی سے یہ نفع لو معاذ بن جبل و ابن عباسؓ وغیرہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اسی فصل میں شب کو تمیز کرو بلکہ بقدر ضرورت فارغ ہو کر لیلۃ القدر کو تلاش کرو والخیط الابیض اور الخیط الاسود سے مراد رات اور صبح صادق ہے صبح صادق سے پہلے سفید ستون سا آسمان کے کنارہ مشرق کی جانب نمودار ہوتا ہے اسکے بعد سیاہی چھا جاتی ہے اسکو صبح کاذب کہتے ہیں اس وقت تک

وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوا بِهَا إِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا فَرِيقًا مِنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝

اور آپس میں ایک دوسرے کے مال ناروا طور پر نہ کھایا کرو اور نہ انکو حاکموں کے پاس ذریعہ بناؤ (رشوت دیکر) تاکہ لوگوں کے مال کا کوئی حصہ ناجائز طور پر جان بوجھ کر کھا جاؤ

کھانا پینا سب درست ہے اسکے بعد اسی سیاہی میں ایک سفید دھاری اُلٹ کر اوپر تک پھیل جاتی ہے یہانتک کہ پھر آفتاب طلوع کر آتا ہے اس سفید دھاری کو صبح صادق کہتے ہیں پس جب یہ دونوں دھاریاں باہم ممتاز ہو جائیں جب سے کھانا پینا جماع ممنوع ہے کیونکہ صبح صادق سے دن شمار ہوتا ہے اور یہ ممانعت بموجب اتموا الصیام الی اللیل غروب آفتاب تک ہے بعض کہتے ہیں کہ جبتک سرخی غائب نہ ہو جائے تب تک بعض کہتے ہیں ستاروں کے برآمد ہونے تک ممانعت ہے جیسا کہ شیعہ کہتے ہیں مگر چونکہ لیل عرف عرب میں غروب آفتاب سے گنی جاتی ہے اور نیز احادیث صحیحہ میں بھی بعد غروب کے متصلاً آنحضرت علیہ السلام کا افطار کرنا ثابت ہو گیا ہے تو پھر دیر کرنا تکلیف بے فائدہ ہے ولا تباشروھن وانتم عاکفون فی المساجد اعتکاف لغت میں کسی چیز پر اپنے آپ کو مقید کرنا خواہ بھلی ہو یا بری بات پر جیسا کہ یعکفون علی اصنام لھم میں وارد ہے لیکن شرع میں اعتکاف مسجد میں بہ نیت تقرب الٰہی بیٹھنے کا نام ہے امام ابو حنیفہ اس میں دو قیدیں لگاتے ہیں ایک یہ کہ مسجد میں روزہ کے ساتھ بیٹھنا دوسری یہ کہ کم سے کم پورے ایک دن تک بیٹھے پس بغیر روزہ کے مسجد میں بیٹھنا اسی طرح روزہ بھی ہو تو دن بھر سے کم بیٹھنا اعتکاف شرعی نہ سمجھا جاویگا کس لئے کہ احادیث اور فعل صحابہ سے اعتکاف اسی طور پر پایا گیا ہے مگر امام شافعی ان دونوں قیدوں کو شرط نہیں خیال کرتے کہ ان کے نزدیک اعتکاف نہ سمجھا جائیگا ہاں جو ان قیدوں کو مرعی رکھے تو اولیٰ ہے دلائل فریقین کی کتابوں میں مذکور ہیں اعتکاف میں بھی اپنی بیوی سے جماع کرنا درست نہیں بغیر شہوت کے اگر ہاتھ لگ جائے تو کچھ مضائقہ نہیں معتکف سوائے حاجت ضروری پیشاب پاخانہ یا نماز جمعہ کے مسجد سے باہر نہ نکلے۔ رمضان کے اخیر عشرہ میں اعتکاف کرنا مسنون ہے ابو مسلم اس آیت کے معنی میں یہ کہتے ہیں کہ ابتداء اسلام میں روزہ کی کوئی تخصیص نہ تھی کہ کب تک کھاؤ پیو اور یہود و نصاریٰ کے اس سبب سے کہ جا بجا پہلی کتابوں میں روزہ کا حکم ہے وہاں دن رات کا روزہ سمجھا جاتا ہے دن رات کا روزہ رکھتے تھے انکے دیکھا دیکھی مسلمان بھی یہی کرنے لگے تھے کہ رات کو بھی کچھ کھاتے پیتے نہ تھے مگر اس میں مشقت تھی اور نیز وہ آسانی کہ جو اس شریعت میں رکھی گئی ہے اسکے بھی منافی تھا اسلئے خدا تعالیٰ نے صریح اجازت دیدی کہ صبح صادق تک شوق سے کھاؤ پیو یعنی رات کا روزہ نہیں سو یہ سمجھنا کہ آیت پہلے حکم کیلئے ناسخ ہے غلط ہے۔ درحقیقت روزہ روح کی تازگی اور جسم کی پژمردگی کیلئے ایک عجیب نسخہ ہے اور نیز فقط تنہا کرنے کے علاوہ تزکیہ نفس اور تنقیہ جسم کیلئے بھی اسکے فوائد بیشمار ہیں اور اس لئے ہر ملت و مذہب میں اسکا دستور قدیم ہے اور ریاضت جسمانی کا سلسلہ اسلام میں ایک مہذب طریقہ پر محفوظ رکھا گیا ہے کیونکہ خدا نے اپنے اخیر نبی علیہ السلام کو متوسط طریق پر مبعوث کیا ہے اس لئے سحر تک کھانے پینے سے جسم کو پژمردگی مفرط سے بھی محفوظ رکھا کس لئے کہ افراط میں آ کر بالکل جسم کو ہلاک کرنا روح کو اسکے کمالات حاصل کرنے سے محروم کر دیتا ہے اور لیکن پہلی امتوں کے نفوس چونکہ زیادہ سرکش تھے اور ان کے قوی بہیمیہ بھی تیز تھے اسلئے بقاعدہ دوا بقدر مرض ان کو دن رات کے روزے کی ضرورت تھی اسی طرح شتر بے مہار ہو کر ہر طرح کی لذات میں مستغرق رہنے کو بھی منع کر دیا اسی لئے اسلام میں سحری کھانا مسنون قرار پایا۔ تسحروا فان فی السحور برکۃ کہ سحری کھاؤ اس میں برکت ہے۔

ترکیب لا تاکلوا فعل نہی انتم فاعل اموالکم مفعول بینکم ظرف تاکلوا کا لا نہی النھی لا تاکلوا بالباطل موضع نصب میں ہے بسبب تاکلوا کے وتدلوا مجزوم ہے بسبب معطوف ہونیکے تاکلوا پر لتاکلوا کا لام تدلوا سے متعلق ہے فریقاً مفعول تاکلوا من اموال الناس اس کا بیان ہے وانتم تعلمون جملہ حالیہ ہے تفسیر گذشتہ آیات میں روزہ کا حکم اور اس میں مباح چیزوں کے بھی وقت معین تک کھانے پینے کی ممانعت تھی جو نفس سرکش کو زیر کرنے کیلئے بڑی

ف اموالکم سے ظاہر معنی اپنا مال ہے پھر اپنے مال کو بینکم بالباطل سے کھانے کے کیا معنی؟ اسکے دو جواب ہیں اول یہ کہ اموالکم سے مراد اے لوگو! تمہارا مال ہے جو ایک معنی سے اپنے بھائیوں کا مال سمجھا جاتا ہے اموالکم کے ساتھ تعبیر کرنے میں شفقت دلانا مقصود ہے کہ یوں بھی تمہارا ہی مال ہے اسکو بیجا طریق ناجائز طریقوں سے نہ کھایا کرو۔ اپنا مال بھی باطل طریقہ سے کھانا درست نہیں اسراف فضول خرچی عیاشی میں تباہ کرنا شریعت نے باطل طریقوں سے کھانا ہے پہلی صورت ناجائز طریقہ سے کھانیکی یہ صورتیں ہیں دغا فریب دیکر لینا رشوت اور سود لینا جوا کھیلنا رمل جفر نجوم وغیرہ شعبدوں سے مال لینا جھوٹے تعویذ فال وغیرہ سے حاصل کرنا فتووں میں رشوت لینا حکام اور اہل عدالت کا رشوت لینا جو کہ سے لینا سب ناجائز ہے جو اس آیت سے حرام ہے

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَهِلَّةِ قُلْ هِيَ مَوَاقِيتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ وَلَيْسَ الْبِرُّ بِأَنْ تَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ ظُهُورِهَا

(اے نبی) آپ سے ہلالوں (چاندوں) کی حقیقت پوچھتے ہیں (کہ کیا ہے) کہدو کہ یہ لوگوں کے معاملات اور حج کے اوقات بتلانے کیلئے ہیں اور نیکی یہ نہیں کہ گھروں میں پیچھے

وَلَٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقَىٰ وَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ

سے آیا کرو لیکن نیکی اسکی ہے کہ جو پرہیزگاری کرتا ہے اور گھروں میں دروازوں سے آیا کرو اور اللہ (کے غضب) سے ڈرتے رہو تاکہ تم فلاح پاؤ

عمدہ ریاضت ہے ان آیات میں معنوی روزہ کا حکم دیا جاتا ہے کہ لوگوں کے ناجائز طور پر مال نہ کھایا کرو وہ گناہ جو حقوق العباد سے متعلق ہیں کسی کا غصب۔ رشوت۔ چوری۔ دغابازی۔ خیانت۔ حیلہ سازی یا معصیت کے ذریعہ سے پیدا کردہ مال کھانا اور مال کو حکام تک بذریعہ رشوت دیگر ذریعہ بناکر لوگوں کے مال اڑا جانا ناحق تعلق اور روسیاہی کا باعث ہے ان گناہوں سے خصوصاً پرہیز کرنا بھی ایک قسم کا روزہ ہے اور نیز روزوں کی راتوں میں کھانے کی اجازت تھی اس جگہ بتلایا کہ کھاؤ تو مال حرام نہ کھایا کرو اس مناسبت سے اس مسئلہ کا بھی ذکر ہوا اور اسکے بعد اور بھی ممنوعات چیزوں کا ذکر ہوتا ہے اور مفید اعمال کی تاکید کی جاتی ہے تاکہ معنوی روزہ کی تکمیل ہو جائے۔

تدلوا ادلاء سے مشتق ہے جسکے معنی ہیں کنوئیں میں ڈول ڈالنا قال اللہ تعالی فادلی دلوہ مگر اس جگہ مراد بذریعہ رشوت حکام سے ربط پیدا کرنا تاکہ لوگوں کے مال ناحق مارے

ترکیب یسئلون فعل با فاعل کاف مفعول عن الاہلۃ متعلق ہے یسئلون سے ہی مبتدا مواقیت للناس معطوف علیہ والحج معطوف مجموعہ خبر البر اسم لیس بان تاتوا البیوت اس کی خبر۔

تفسیر جبکہ رمضان کے روزے فرض ہو گئے تو چاند کے حساب سے رمضان اور شوال کا اور نیز حج کے مہینوں کا حساب شمار عرب کے قدیم عادات کے موافق ایک ضروری بات ہو گئی اس لئے بعض لوگوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہلالوں کے متعلق سوال کیا کہ اس میں کیا سر ہے کہ اول راتوں میں چاند باریک نمودار ہوتا ہے پھر بڑھتے بڑھتے بڑھ جاتا اور پورا ہو جاتا ہے اور پھر گھٹنے لگتا ہے آخر پھر وہی باریک نمودار رہ جاتا ہے چونکہ مسئلہ علم ہیئت سے متعلق تھا جس کے سمجھنے کی ان ان پڑھ لوگوں کو لیاقت نہ تھی مفت الجھن میں پڑ جاتے اس لئے اس سے اعراض کرکے جو ہلالوں کا فائدہ تھا وہ بتا دیا کہ یہ لوگوں کے معاملات اور اوقات بتاتے ہیں چاندوں سے مہینے اور مہینوں سے سال بھر بن سکتے ہیں عرب کے نزدیک صاف اور موٹا حساب جسکو ہر ایک سمجھ سکے چاندوں ہی سے تھا۔ اور اب بھی ہے اس جواب سے دو باتوں کی تعلیم ہو گئی اول یہ کہ جن اشیاء کے حقائق دریافت کرنے کی لیاقت نہ ہو ان سے سوال کرکے اپنا اور مجیب کا وقت ضائع نہ کرنا چاہئے بیکار باتوں میں مصروف ہونا تضییع اوقات ہے دوم یہ کہ اگر کوئی اس قسم کا سوال کر ڈالے تو جانتک اسکے مفید مدعا ہو بتلا دینا چاہئے زجر و توبیخ کرنا خلاف اخلاق ہے ہلال اول رات کے چاند کو کہتے ہیں اسکی جمع اہلہ آتی ہے چونکہ یہ ذکر جواب میں آچکا کہ ہلال حج کا وقت بھی بتلاتے ہیں اس مناسبت سے حج جیسی عمدہ عبادت میں جو کچھ عرب کے جاہلوں نے تعریف کر رکھی تھی اور لطف یہ کہ اسکو نیکی سمجھے ہوئے تھے اور اصلی نیکی سے بیخبر تھے اسلئے اسکی تحریف اور جملہ نیکیوں کے اصل الاصول کو بتا دیا احرام باندھنے کے بعد جو عرب کے لوگوں کو گھر میں آنیکی ضرورت پڑتی تھی تو پس پشت سے آتے تھے تاکہ دروازہ کی راہ آنے میں بیچ کا اعراض نہ پایا جا فرما دیا یہ کچھ بھی نیکی نہیں آؤ تو دروازوں سے آیا کرو واتوا البیوت من ابوابہا حکمت کا ایک جز ہے اسمیں اشارہ ہے کہ جس کام کو کرو اسکے رستہ سے کرو اسباب عادی کو اور اسکے مناسب تدابیر کو عمل میں لاؤ یہ دنیا و دین کے سب کاموں کو حاوی ہے اصلی نیکی کیا ہے

اتقوا اللہ خدا سے ڈرنا اور پرہیزگاری کرنا جملہ ممنوع امور سے الگ رہنا خواہ وہ از قسم عقائد ہوں یا از قسم اعمال جوارح اور اسی پر فلاح دارین وابستہ ہے لعلکم تفلحون سعادت کے گھر کا یہی دروازہ ہے یہ بھی معنوی روزہ کا تتمہ بیان تھا۔

واتوا البیوت من ابوابہا کلام حکمت ہے جو بہت سے معانی جلیلہ کی طرف اشارہ کرتا ہے از انجملہ یہ کہ جو کام کرو اسکے قاعدہ اور دستور سے کرو خلاف قاعدہ کام کرنا گھر میں پشت سے آنا ہے گھر سے مقصود کی طرف ظاہر دروازہ سے اسکے رستہ اور قاعدہ کی طرف استعارہ ہے ۱۲ منہ حقانی

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ۝ وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ

اور اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں اور زیادتی نہ کرو خدا ہرگز زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اور انکو جہاں کہیں پاؤ قتل کر دو

ثَقِفْتُمُوهُمْ وَأَخْرِجُوهُم مِّنْ حَيْثُ أَخْرَجُوكُمْ ۚ وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ۚ وَلَا تُقَاتِلُوهُمْ عِندَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ

اور انکو وہاں سے نکال دو کہ جہاں سے انہوں نے تم کو نکالا ہے اور فساد تو قتل سے بھی بڑھ کر ہے اور ان سے خانہ کعبہ کے پاس نہ لڑو۔

حَتَّىٰ يُقَاتِلُوكُمْ فِيهِ ۖ فَإِن قَاتَلُوكُمْ فَاقْتُلُوهُمْ ۗ كَذَٰلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ ۝ فَإِنِ انتَهَوْا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝

جبتک کہ وہ تم سے یہاں نہ لڑیں پھر اگر وہ تم سے لڑیں تو تم بھی انکو قتل کرو کافروں کی یہی سزا ہے پھر اگر وہ باز آجاویں تو خدا غفور رحیم ہے

وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ لِلَّهِ ۖ فَإِنِ انتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ إِلَّا عَلَى الظَّالِمِينَ ۝

اور ان سے یہانتک لڑو کہ فتنہ (فساد) باقی نہ رہے اور دین اللہ کا دین ہوجاوے پھر اگر وہ باز آجائیں تو سوا ظالموں کے کسی پر زیادتی جائز نہیں

ترکیب قاتلوا امر ضمیر فاعل اس کا فی سبیل اللہ سے متعلق الذین یقاتلونکم جملہ مفعول و لاتعتدوا معطوف ہے قاتلوا پر ان اللہ اسم ان لا یحب المعتدین جملہ خبر واقتلوا فعل ضمیر فاعل ہم مفعول حیث متعلق ہے اقتلوا سے ثقفتموہم اس کا مضاف الیہ والفتنۃ مبتدا اشد الخ خبر حتی بمعنی کے اور ممکن ہے کہ بمعنی الیٰ ہو لا تکون کان تامہ اور یکون میں بھی کان تامہ اور جو دونوں کو ناقصہ کیا جاوے تو للہ خبر ہے عدوان اسم الا علی الظالمین خبر لا۔

تفسیر پہلی آیت میں فرمایا تھا کہ نیکی گھروں میں پیچھے سے آنے میں نہیں بلکہ نیکی تقویٰ ہے اور تقویٰ کی بڑی شاخ اللہ کے دشمنوں سے لڑ کر زمین کو کفر و معاصی اور دیگر فساد سے پاک کرنا ہے جسکی بھلائی اور جس کا عام فائدہ آئندہ نسلوں تک باقی رہتا ہے اسلئے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے قتال فی سبیل اللہ یعنی جہاد کا حکم دیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کبار کیساتھ بارادہ حج مدینہ سے کوچ کر کے مکہ کیطرف چلے اور جب مقام حدیبیہ آئے تو کفار قریش نے آپکو روک دیا اور کئی روز تک آپ وہاں ٹھیرے رہے لوٹ کر واپس چلے آئے پھر اگلے سال حج کی تیاری کی اور صحابہ کو خوف ہوا کہ قریش جنگ پر نہ آئینگے اور ان مہینوں میں صحابہ جنگ کرنے کو نہایت مکروہ جانتے تھے اس کشمکش میں تھے کہ یہ آیت نازل ہوئی جس میں خدا تعالیٰ نے ان سے جنگ کرنے کی رخصت دی اور بوقت ضرورت تلوار اٹھانے کی اجازت دی کہ اے مسلمانو! خدا کی راہ میں جنگ کرو مگر زیادتی نہ کرو بچوں اور عورتوں اور بڈھوں کو نہ مارو سبز درختوں کو نہ کاٹو عہد شکنی نہ کرو کیونکہ خدا کو زیادتی کرنیوالے پسند نہیں اور جبکہ تم میں اور ان میں کوئی عہد قائم نہ ہو تو انکو جہاں پاؤ قتل کر ڈالو اور جسطرح انہوں نے تمکو مکہ سے باہر نکال دیا ہے تم بھی انکو وہاں سے نکال دو اور یہ خیال نہ کرو کہ ہمنے انکو مقام مقدس میں قتل کیا اور وہاں سے نکالا کیونکہ وہ وہاں فتنہ اور فساد کرتے ہیں اور فتنہ تو قتل سے بھی بڑھ کر ہے جس کا نتیجہ خرابی بلاد اور پریشانی عباد ہے۔ مگر مسجد الحرام کے پاس انسے جنگ نہ کرو جبتک کہ وہ وہاں تم سے جنگ نہ کریں اور اگر وہ وہاں حرمت خانہ کعبہ ملحوظ نہ رکھیں اور تم سے جنگ کریں تو تم بھی انکو قتل کرو کیونکہ خدا کے دشمنوں کی یہی سزا ہے اور جو وہ باز آجاویں اور توبہ کرلیں تو خدا بھی غفور رحیم ہے اور کفار سے لڑتے رہو جبتک کہ دنیا میں فتنہ و فساد باقی نہ رہے اور احکام الٰہی بے روک ٹوک جاری ہونے لگیں۔

متعلقات فتنہ کے لغوی معنی امتحان اور آزمائش کے ہیں اور اسی لئے نعمت اور مصیبت کو بھی فتنہ کہتے ہیں کیونکہ ان حالات میں صبر و شکر کے بعد معلوم ہوتی ہے مگر اس جگہ مراد ابن عباسؓ کے نزدیک کفر و شرک ہے کیونکہ اس سے زمین پر فساد اور خرابی پھیلتی ہے جس سے ظالم اور باہمی قتال و جدال پیدا ہوتا ہے جو موضع آزمائش ہے اور دیگر علماء فرماتے ہیں کہ اس سے مراد فساد اور ظلم وغیرہ قبائح ہیں اور شرک و کفر بھی اس میں شامل ہے۔ اس آیت میں خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کو فرمایا کہ جو تم سے لڑے تو تم بھی اس سے لڑو اور مسجد الحرام کے پاس حتی المقدور جنگ سے باز رہو گویا یہ جنگ بحالت مدافعت ہے مگر زمین کو ظلم کی بلا اور جور و ظلم سے پاک کرنا تمام عالم بالا کا اصل منشا تھا اسلئے خدا تعالیٰ نے عرب کے ملک میں وہ نبی برپا کیا کہ جس کی جلالی خبر کتب مقدسہ اور صحف انبیاء میں ہے جسکی عظمت و شان آسمانی سلطنت کے ظاہر ہونے کا زمانہ تھا اور شریر لوگوں کی گوشمالی اور سزا حکم الٰہی میں ٹھہر چکی تھی کہ جن سے توریت، مدد گھر صحائف میں خطاب کیا گیا تھا کہ وہ بدوں کو بھوسی کیطرح چھانٹ کرے گا اور آتشی شریعت سے بت پرستی اور شرارت کو مٹا دیگا اور یہ کلام بعد موسیٰ علیہ السلام

ا یعنی بعد اگر وہ تم سے مسجد الحرام کے پاس قتال کریں تو تم بھی انکو قتل کرو [illegible]
سب احکام آسمانی [illegible]
[illegible]

کرکے بعد الہوبا سرانجام پانا آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ پر مقدر تھا کہ آپ خدا کے نائب بنکر زمین پر ہر قسم کی نیکی پھیلاویں یہانتک حتی لا تکون فتنہ ویکون الدین للہ فرماکر حکم دیدیا واقتلوھم حیث ثقفتموھم قرآن مجید میں یہ اول آیت ہے کہ جس میں جہاد و قتال کا حکم دیا گیا ہے آنحضرت جب مکہ میں تھے تو کفار قریش نے خود آنحضرت پر اور مسلمانوں پر نہایت ظلم و ستم کئے تھے یہانتک کہ مکہ سے نکال دیا اور بہت لوگ ملک حبش میں چلے گئے اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لیگئے اور مسلمانوں کو ادائے فرائض اور عبادات الٰہی سے روک دیا تھا ایسے وقت میں خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کو جہاد و قتال کی اجازت دی۔ بعض مخالفین اسلام محض تعصب عناد سے جہاد کے بارہ میں یہ اعتراض کرکے اسلام پر دھبہ لگایا کرتے ہیں (۱) یہ کہ بردباری اور فروتنی اور دنیا سے نفرت اور عفو کا مسئلہ جو اور کتب انبیاء بالخصوص انجیل میں ہے کہ جو تیرے ایک گال پر طمانچہ مارے تو اسکی طرف دوسرا گال کردے اور جو تیری ایک چادر لیجاوے تو اسکی بھلائی چاہو) قرآن و اسلام اس سے خالی ہے بلکہ برخلاف ہے (۲) برخلاف تمام انبیاء سابقین کے لوگوں پر بزور شمشیر اسلام میں انکی تاکید ہے اور جو اسلام نہ لائے اسکو بیرحمی سے قتل کرنا اور اسکی جورو اور معصوم بچوں کو لونڈی و غلام بنانا اور اسکے گھر بار کو لوٹنا عام دستور اہل اسلام کا ہے (۳) اس جہاد کے مسئلہ نے مسلمانوں کو ہر ایک قسم کے ظلم و زیادتی کی غیر مذہب والوں کیساتھ اجازت دیدی یہانتک کہ جو مسلمان غیر مذہب کے بادشاہوں کی ملک میں پاکر رہتے اور انکے سایہ حفاظت میں پرورش پاتے ہیں انکے ساتھ بدعہدی کرنا اور جس غیر مذہب پر قابو پانا اسکو مار ڈالنا اور بادشاہ کیساتھ بغاوت کرنا۔ بدخواہی کرنا اسلام میں باعث ثواب ہے حالانکہ یہ وہ باتیں ہیں کہ جنکو نہ الہام قبول کرتا ہے نہ عقل تسلیم کرتی ہے بلکہ یہ امور زمانہ کے بھی برخلاف ہیں جو کہ ایسی باتوں کے مروج کو کیونکر نیک کہا جاوے؟ اور اسی لئے اس وقت سے جسقدر روشن دماغ مسلمان ہیں وہ بھی انتظام ملکت میں شریعت کو دخل نہیں دیتے اور جو اس پر کاربند ہیں قانون پر چلتے ہیں تو انکے ملک بھی برباد و تنزل پذیر ہیں مخالفین بالخصوص یورپ کے ملحد اور انکے مرید شہری یہ اعتراضات پیش کیا کرتے ہیں (۱)

واضح ہو کہ علم اخلاق کے احکام دو قسم ہیں ایک وہ کہ جنکی پابندی ہر شخص کیلئے ضروری ہے دوسری وہ کہ جنکی پابندی کی مستحق خاص خاص لوگ بوجہ حصول اعلیٰ درجات ہیں عام لوگوں سے انپر عمل ہو نہیں سکتا مثلاً جو کوئی کسی کو قتل کرے یا چوری یا غصب سے کسی کا مال لے لیوے یا اور کسی قسم کی تعدی کرے اسکا معاف کر دینا خاص لوگوں کا کام ہے لیکن کوئی شریعت اور کوئی نبی اس حکم کو عام نہیں کرسکتا کیونکہ اگر ایسا ہو تو دنیا میں ظلم و ستم کا دروازہ کھلجاوے کبھی ایسی باتوں پر عمل کیا ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ یہ مکارم اخلاق خاص لوگوں کا خاص وقت میں دستور العمل ہو سکتا ہے قانون عام نہیں ہو سکتا ہندو اپنے مذہب کو بڑا ہی رحیم کہتے ہیں آدمی تو کیا کسی جاندار کا قتل کرنا بھی روا نہیں رکھتے پھر کوئی دھرماتما ہندو یہ بتلا سکتا ہے کہ اس قانون کا فائدہ اور اثر سوائے اسکے صرف زبانی جمع خرچ ہو اور بھی کچھ کسی زمانہ میں ہوا ہے؟ جن زمانوں کو یہ ست جگ اور دواپر جگ کہکے اسکے متبرک ہونے پر بڑی خوشی ظاہر کرتے ہیں کیا ان میں انکے انہیں بزرگوں سے بمقصد حرص جنگ کے مقابلہ میں سینکڑوں آدمیوں کی جانیں تلف نہیں ہوئیں؟ مہابھارت سے کوئی ہندو ناآشنا نہیں ہے اس سے بخوبی ثابت ہو کہ ایسی عفو اور رحمدلی اور بردباری کی باتیں جس مذہب میں ہیں وہ خاص لوگوں کیلئے ہیں نہ یہ کہ عموماً قوم کیلئے قرآن مجید میں بھی یہ مکارم اخلاق بہت کچھ مذکور ہیں سورہ حم سجدہ میں فرماتا ہے ولا تستوی الحسنۃ ولا السیئۃ ادفع بالتی ہی احسن فاذا الذی بینک وبینہ عداوۃ کانہ ولی حمیم وما یلقٰھا الا الذین صبروا وما یلقٰھا الا ذو حظ عظیم بھلائی اور برائی دونوں برابر نہیں تم برائی کے جواب میں بھلائی کرو پھر جو تیرا دشمن بھی ہے وہ بھی نہایت دوست ہوجاویگا یہ خصلت صابرین اور بڑے نصیبے والوں کو نصیب ہوتی ہے جناب دیکھئے اس میں بلا لحاظ مومن و کافر ہمقوم و غیر قوم و بلا قید یگانہ و بیگانہ کسقدر رحمدلی و بردباری اور عفو کی تعلیم ہے کہ جو دوسرا گال پھیر دینے کی مانند نہیں کیونکہ اسمیں تو دشمن کیساتھ بجائے صبر کے نیک سلوک کی بھی تعلیم ہے ایک جگہ فرماتا ہے ان اللہ یامر بالعدل والاحسان الآیۃ خدا تمکو حکم دیتا ہے کہ تم عدل و انصاف کرو اور اسی پر بس نکرو بلکہ بلا قید مومن و کافر کے سب کے ساتھ نیک سلوک کرو پھر نیک سلوک میں کوئی قید نہیں بلکہ عام رکھا ہے ایک جگہ فرمایا ولکن البر من آمن باللہ والیوم الآخر والملئکۃ والکتٰب والنبیین واتی المال علی حبہ ذوی القربیٰ والیتٰمیٰ والمساکین وابن السبیل والسائلین وفی الرقاب اس آیت میں بلا قید مومن و کافر اپنے بیگانوں سب کے ساتھ سلوک کرنیکا حکم ہے ایک جگہ فرماتا ہے ولمن صبر وغفر ان ذلک لمن عزم الامور اور اسیطرح بیشمار آیات ہیں اور احادیث صحیحہ اس بارہ میں بکثرت ہیں علاوہ اسکے جناب پیغمبر خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رحمدلی اور فروتنی اور بردباری اور مخالفوں کیساتھ قدرت پاکر نیک سلوک کرنا ضرب المثل ہوگیا ہے ایسے صدہا واقعات نہایت معتبر ذریعہ سے ثابت ہیں کہ اسلامی رحمدلی اور خود پیغمبر علیہ السلام کی نرم دلی

بردباری تواضع عفو کا کچھ انتہا نہ تھا آپ کے جانشینوں کے اخلاق و عادت بھی باوجودیکہ وہ بڑی بڑی اقلیموں کے بادشاہ اور ملکوں کے مالک ہو گئے تھے نہایت حیا عفو و حلم کے سانچے میں ڈھلے ہوئے تھے مسلمانوں کی بے نظیر فتوحات کا جو انکو قرون اولیٰ میں نصیب ہوئی تھیں ایک بڑا سبب یہ اخلاق حمیدہ تھے قرآن و احادیث کو پڑھا ہو وہ مکارم اخلاق سے جو اعلیٰ پیمانہ پر ہیں قرآن اور اسلام کو خالی رہنما تصور نہیں کر سکتا مگر اسکے ساتھ قوانین عدالت اور سرکشوں اور سرکش اور ظالم گمراہ کنندوں کے سرنگوں کرنیکا مسئلہ بھی ضرور قرآن میں ہے جسکا سلسلہ انبیاء سابقین سے برابر چلا آتا ہے اور جسکی بجا لانا ادا کرنے فرض منصبی ہے کیونکہ انبیاء ہیں (۲) اسلام میں کہیں بزور شمشیر مسلمان کرنیکا حکم بھی نہیں ہے چہ جائیکہ تاکید بلکہ اسکے برعکس حکم ہے تاکید نہیں بلکہ ممانعت لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی یعنی دین میں کسی پر کچھ زبردستی نہیں گمراہی اور ہدایت میں فرق ظاہر ہو گیا۔ اسلام کسیکو مجبور نہیں کرتا کہ زبردستی مسلمان ہو جاوے کہ زنا۔ شراب خواری۔ قمار بازی وغیرہ بد رسوم کو کیوں بزور مٹایا اور کیوں بت پرستی کو جرم قرار دیا تو یہ محض بیہودہ اعتراض ہے اسوقت کے روشن دماغ جرائم کو زور نہیں مٹاتے ہیں اور بعد جنگ کے مخالفوں کے مال حاصل باضبط نہیں کرتے انکو قید میں نہیں رکھتے اسی طرح اسلام آسمانی باغیوں کے ساتھ کرتا ہے اور انکو قید غلامی کی سزا دیتا ہے اگر ایسا اعتراض ہے تو پھر دیندار عیسائی انبیاء بنی اسرائیل پر بھی اعتراض کریں کہ جنہوں نے زن و بچہ بلکہ بانوروں تک بھی نہ چھوڑا کا زندہ نہ چھوڑا تورات اور کتاب یوشع وغیرہ کو ملاحظہ فرمائیے۔ (۳) اسلام نے غیر مذہب والوں کیساتھ ظلم و فساد کی قتل و عہد شکنی کی ہرگز اجازت نہیں دی نہ جس بادشاہ کے امن میں آرام پایا ہو نہ فرائض مذہبی کو بہ آزادی ادا کریں اسکے ساتھ بدعہدی اور بد خواہی کی رخصت دی ہے بلکہ عہد پورا کرنیکی نہایت تاکید ہے والموفون بعہدہم اذا عاہدوا اس آیت سابقہ میں آچکا ہے اور متعدد مواضع میں آیا ہے اور احادیث میں بکثرت وارد ہے ہرقل شاہ روم اور دیگر مخالفین اسلام بادشاہوں کے ملکوں میں جب صحابہ تجارت یا اور کسی کام کو گئے انہوں نے کبھی ایسا نہیں کیا اور جو یہ اعتراض کرتا ہے وہ اسلام اور قرآن پر بہتان باندھتا ہے یا ناواقف ہے۔ اسلام صرف ان چند صورتوں میں جہاد کی اجازت دیتا ہے اور حسب ضرورت تاکید بھی فرماتا ہے اول یہ کہ مخالفین اسلام مسلمانوں کے ملک اور معابد پر قبضہ کرنیکا ارادہ سے حملہ آور ہوں اور مسلمانوں پر چڑھائی کریں جیسا کہ احزاب کا واقعہ۔ دوسری یہ کہ کسی جگہ مسلمان اور کافر قدیم سے ملے جلے رہتے ہیں اور پھر کفار انکو ادائے مراسم مذہبیہ سے منع کریں اور جلا وطنی پر مجبور کریں اور محض اسلام کیوجہ سے ظلم و تعدی کرنا شروع کریں جیسا کہ کفار قریش نے مکہ میں مسلمانوں کیساتھ کیا تھا اس صورت میں اگر وہاں کے لوگوں کو مقابلہ کی طاقت نہیں تو اسلام کو منع نہ کریں اور مراسم اسلامیہ کو بانہ رہنا اختیار نہ کریں بلکہ وطن چھوڑ کر کسی دار اسلام میں چلے جاویں اور اسکو ہجرت کہتے ہیں یہ ایسی حالتیں فرض ہے جیسا کہ صحابہ اور خود نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کیا اس صورت میں باہر جا کر جمعیت بہم پہنچا کر ضرور مخالفین کو مغلوب کریں جس طرح کہ آنحضرت نے مدینہ سے آکر مکہ فتح کیا۔ تیسری صورت یہ ہے کہ مسلمان اپنی قوت و شوکت اور سامان حرب و قتال بہم پہنچا کر اپنے آس پاس کے بادشاہوں اور قریب و بعید کے ملکوں کو دین حق کی منادی کریں اور بت پرستی اور دیگر رسوم قبیحہ ترک کرنے اور امور فطرت کے اختیار کرنیکا حکم دیں کس لئے کہ دنیا میں خدا تعالیٰ نے راستی اور آسمانی سلطنت قائم کرنیکے لئے جناب نبی علیہ السلام کو بھیجا ہے جیسا کہ کتب مقدسہ سے بھی ثابت ہے اور آپ کے بجائے یوم القیامۃ آپ کے جانشین اس کام پر مامور ہیں اگر وہ لوگ امر حق اختیار کر لیں اور فساد سے باز آویں تو ان سے کچھ نہ کہیں ورنہ انکو ماتحتی اسلام پر مجبور کریں اور اگر یہ بھی نہ مانیں تو آخیر درجہ جسطرح آجکل وہ انکو زیر نشین دفع فساد کیلئے فوج کشی کرتی ہیں شاہ اسلام لشکر کشی کرے جیسا کہ شام و ایران وغیرہ بلاد پر صحابہ نے لشکر کشی کی مگر لڑکے عورتوں بڈھوں کو نہ مارے کھیتیاں نہ اجاڑے پس ان صورتوں میں جبکہ طرفین سے جنگ قائم ہوتی ہو تو سوائے واغلظ علیہم اور واقتلوہم حیث وجدتموہم کے اور کیا ہوتا ہے جسقدر کفار پر سختی اور قتل میں سعی کرتے اور ثابت قدم رہنے کی تاکید ہے سو وہ خاص ان صورتوں میں ہے اور انہیں کے لئے قرآن میں جا بجا تاکید ہے اور انہیں میں مارے جانے سے شہادت ملتی ہے اور انہیں کے ہر یہ ثواب

سله پیغمبر علیہ السلام اور آپ کے جانشینوں نے مصلحت ملکی و مذہبی کے لحاظ سے اس بات کی ضرور کوشش کی کہ غیر مذہب عرب میں نہ رہنے پاوے باہر چلا جائے اسکے سوا اور ممالک میں مسلمان اہل شرک وغیر مذاہب کے لوگ سلطنت کے مطیع رہکر مساوی درجوں پر بود و باش رکھے جاتے تھے بیرون عرب کو باہر کرنے کو اگر کسی نے بزور شمشیر اسلام لانے پر مجبور کرنا سمجھ لیا ہے تو یہ اس کی خوش فہمی ہے اسلام بے قصور ہے۔ حقانی۔

اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ ۚ فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ

حرمت والے مہینے کا بدلہ حرمت والا ہے اور سب قابل تعظیم باتوں کا بدلہ ہے پھر جو کوئی تم پر زیادتی کرے تو تم بھی اس پر اسی قدر زیادتی

مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ ۪ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ۝ وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا

کرو جس قدر کہ اس نے تم پر کی اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ اور جان رکھو کہ خدا پرہیزگاروں کا ساتھی ہے اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور خود کو

بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ۛ وَاَحْسِنُوْا ۛ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝

اپنے ہاتھوں سے ہلاکت میں نہ ڈالو اور نیکی سے پیش آؤ بیشک خدا نیکی کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔

قرآن مجید میں جا بجا مذکور رہیں باقی اور سب صورتوں میں وہی رحم دلی اور عفو اور عدل و انصاف ملحوظ رکھئے کونسا اعتراض ہے!

ترکیب الشہر الحرام مبتدا و بالشہر الحرام اس کا مقابل بالشہر الحرام خبر والحرمات جمع حرمۃ مامنع من انتہاکہ والقصاص للمساوات فمن اعتدی شرط فاعتدوا الخ جواب بمثل میں بعض کہتے ہیں ب زائدہ ہے بعض کہتے ہیں فعل سے متعلق ہے تہلکہ تفعلۃ من الہلاک

تفسیر عرب میں قدیم سے دستور تھا کہ ذی القعدہ ماہ رجب ذی الحجہ وغیرہ چند مہینوں کی نہایت تعظیم و حرمت کرتے تھے ان مہینوں میں باہمی قتال و جدال کو سخت مکروہ جان کر ترک کرتے تھے اور اسی لئے ان مہینوں کو اشہر حرم یا اشہر الحرام کہتے تھے پس جبکہ مسلمانوں کو کفار سے لڑنے کی اجازت ہوئی اور آنحضرت مع لشکر ہجرت کے ساتویں سال ذی القعدہ میں مکہ حج وغیرہ کیلئے چلے اور سال گذشتہ میں مقام حدیبیہ میں کفار نے روک دیا تھا تو صحابہ کو جنگ کا یقین ہو گیا مگر شہر حرام کی وجہ سے دل میں خیال پیدا ہوا اسلئے اس آیت کو خدا نے نازل فرما کر شبہ حل کر دیا کہ جس طرح انہوں نے شہر حرام میں پچھلے سال تم کو روک دیا تھا اسی طرح تم بھی اس سال شہر حرام میں ان پر چڑھے دونوں برابر ہو گئے (ابن عباس) یا یوں کہو اگر وہ شہر حرام کا اور حرمات یعنی تعظیم کی چیزوں کا جیسا کہ مہینا حج کا اور شہر مکہ اور مسجد حرام، لحاظ اور ادب کریں اور تم سے نہ لڑیں تو تم بھی لحاظ و ادب کر کے ان سے نہ لڑو خلاصہ یہ کہ ان دنوں میں اور ان مقامات میں تم پیش دستی نہ کرو ہاں اگر وہ ابتدا کریں تو تم بھی ان پر اسی قدر تعدی کرو لیکن حد سے زیادہ نہ کرو اللہ سے ڈرو اور اسکو خوب سمجھ رکھو کہ خدا پرہیزگاروں کا ساتھی ہے اگر تم پرہیزگاری کرو گے تو خدا تمہارا ساتھی ہوگا تم فتح پاؤ گے۔ پھر جب دفع شر و فساد کیلئے جنگ کا حکم دیا تو اس کے ساز و سامان بہم پہنچانیکا بھی حکم دیا کہ اللہ کی راہ میں مال صرف کرو اور اگر ایسا نہ کرو گے تو تمہارے دشمن تم پر غالب آجاوینگے اس صورت میں گویا تم نے آپ اپنے تئیں ہلاکت میں ڈالا سو ایسا نہ کرو۔

لہ اور جو انصاف پسند دو انشمار ہیں وہ کبھی اعتراض سے باز نہ آئیں اور محض بطور سرگرمی کہیں کہ قرآن نے رحم ہی [illegible] اور [illegible] کا ستیاناس کر دیا اور مذہبی آزادی کو باقی نہ رکھا اور جو انسانی حقوق کیلئے کیوں تلوار اٹھائی اور کیوں کافروں پر قہر و غضب ظاہر کیا تو اس سے پیشتر وہ بائبل اور انجیل دینی پیشواؤں پر بھی اعتراض کریں جنہوں نے مذہبی جنگ قائم کی اور جنہوں نے کفار سے عہد باندھنے کی بھی سخت ممانعت کر دی چنانچہ تورات سفر خروج کے ۲۲ باب ۱۸ اور [illegible] میں ہے تو جادوگرنی کو جینے نہ دے جو کوئی حیوان سے مباشرت کرے ضرور مار ڈالا جاوے جو کوئی خدا کے سوا اور معبود کیلئے قربانی کرے مار ڈالا جاوے [illegible] پھر ۱۷ باب میں قوم عمالیق سے جنگ کی اور نسل در نسل ان سے جنگ کرنے کا حکم پھر ۲۳ باب میں تمام کفار سے دشمنی رکھنی اور تمام کفار کی ہلاکت کا وعدہ کرنا اور ان سے معاہدہ کرنیکی ممانعت مذکور ہے پھر ۳۲ باب میں [illegible] بھائی کو بھائی اور دوست کو دوست کو ہاتھ سے قتل کرنیکا حکم اور تین ہزار آدمیوں کا قتل ہونا بھی مندرج ہے پھر کتاب استثناء کے باب ۲ میں [illegible] کے بادشاہ [illegible] سے جنگ کا حکم ہے پھر ۳ باب میں عوج کو بھی تمام قوم سمیت کر نابود کرنیکا [illegible] اور معصوم بچے بھی بحکم خدا قتل کئے گئے اسی طرح سینکڑوں مقامات میں ہیں پھر کتاب یشوع کو دیکھئے [illegible] [illegible] مذہب عیسائیوں کے بزرگوں کی طرف سے کیسے ظلم ہوئے [illegible] اعظم نے عیسوی چوتھی صدی میں مذہبی قتل عام کیا پھر آرین چرچ کے مقتدا [illegible] کو پھر [illegible] میں قتل کیا اور روس اور جرمن اور برطانیہ و فرانس اور اٹلی کے شمال میں [illegible] کے پہاڑوں میں دریائے خون خاص مذہب کیلئے بہائے [illegible] [illegible] برس تک مذہبی جنگ رہی [illegible] تین لاکھ پروٹسٹنٹ بھیجا [illegible] انگلستان میں [illegible] برس تک پروٹسٹنٹوں نے اپنا مذہب جاری کرنے کیلئے کیسے کیسے ظلم وستم کئے پھر [illegible] [illegible] کہ جو ہمارے مذہب کو نہ مانے قتل کیا جاوے۔ پھر اسپین میں مسلمانوں پر یادریوں نے کیا کچھ جور و ستم نہ کئے۔ [illegible] والوں میں [illegible] [illegible] سال تک کیسے کیسے ظلم ہوئے [illegible] [illegible] ان کا کیوں کیا [illegible] انسانی حقوق کیلئے اور بعض انسانی آزادی کے [illegible] اور دینی [illegible] کو غلامی کی قید سے چھڑانے کیلئے کیسی کیسی خونریزیاں کیا کرتے ہیں اور کیسی کیسی مکر و فریب اور بدعہدی و بیرحمی کا استعمال کرتے ہیں [illegible] انسانی حریت کیلئے [illegible] [illegible] (حاشیہ [illegible]) سہ یعنی اگر وہ حرمت والے قابل تعظیم مہینے کا لحاظ اور پاس کریں تو تم بھی [illegible] قتل ممنوع ہے اسی طرح اور جس قدر قابل تعظیم چیزیں ہیں جیسا کہ حرم اور مسجد الحرام ان کا بھی اگر وہ ادب ملحوظ رکھیں اور قتال نہ کریں تو مسلمانوں کو بھی ان کا لحاظ رکھنا ضروری ہے اور اگر وہ ادب نہ کریں تو اس مہینے اور ان قابل تعظیم چیزوں کو آڑ بنا کر مسلمانوں پر ظلم اور قتال کا موقعہ حاصل نہیں کر سکتے [illegible] [illegible] اسکی تعظیم ایام جاہلیت میں بھی عرب کرتے تھے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دین کی بات ان میں باقی تھی ۱۲ منہ

وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ فَإِنْ أُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ وَلَا تَحْلِقُوا رُءُوسَكُمْ حَتَّىٰ يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ

اور حج اور عمرہ خدا کیلئے پورا کرو پس اگر تم روکے جاؤ اور راستہ میں گھر جاؤ تو جو قربانی میسر آ سکے (ذبح کرو) اور اپنے سر نہ منڈواؤ جبتک کہ قربانی اپنی جگہ پر نہ پہنچ جائے

فَمَن كَانَ مِنكُم مَّرِيضًا أَوْ بِهِ أَذًى مِّن رَّأْسِهِ فَفِدْيَةٌ مِّن صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ فَإِذَا أَمِنتُمْ فَمَن

پھر جو کوئی تم میں سے بیمار ہو جاوے یا اسکے سر میں کوئی بیماری ہو (جیسے سر میں جوئیں پڑ جانا وغیرہ) تو اسکے بدلے میں روزے یا صدقہ یا قربانی لازم ہے پھر جب کہ

تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ فَمَن لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ إِذَا رَجَعْتُمْ

امن کی حالت میسر ہو جاوے تو جو کوئی عمرہ کو حج کے ساتھ ملا کر فائدہ اٹھائے تو اسکو جو کچھ میسر ہو قربانی کرنی چاہیئے اور قربانی نہ پائے تو اسکو تین روزے ایام حج میں رکھنے چاہیئں اور سات جب کہ

تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ذَٰلِكَ لِمَن لَّمْ يَكُنْ أَهْلُهُ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ

(حج سے) واپس آئے یہ پورے دس ہو گئے یہ اسکے لئے ہے کہ جس کا گھر بار مکہ میں نہ ہو اور اللہ سے ڈرتے رہا کرو اور جان رکھو کہ اللہ سخت عذاب کرنے والا بھی ہے

یا یہ معنی کہ خدا کی راہ میں صرف کرو نہ ایسا کہ بالکل محتاج ہو جاؤ اور ہلاکت میں پڑ جاؤ یا یہ معنی کہ گو ہم نے جہاد کا حکم دیا ہے مگر بغیر ساز و سامان بے سمجھے بوجھے قوی تر لوگوں سے لڑ کر نہ مر جاؤ کیونکہ اس سے مقصود شرع جو دفع فساد ہے حاصل نہیں ہوتا ایک سورما کیا کر سکتا ہے جہاد کے حکم کو احسان کے ساتھ ختم کیا تاکہ یہ معلوم ہو کہ یہ قتال و جہاد بموقع ضرور ہے اس سے یہ مراد نہیں کہ ہر وقت خونخوار بنے رہو بلکہ نیکی و احسان کی عادت پیدا کرو۔

ترکیب اتموا الحج اتم اس کا فاعل الحج والعمرۃ مفعول للہ کا لام متعلق ہے اتموا کے فان احصرتم شرط فما موضع رفع میں ہے بسبب مبتدا کے اور خبر محذوف ہے ای فعلیکم یہ تمام جملہ جواب شرط ہے حتیٰ ظرف مکان اور زمان دونوں ہو سکتا ہے فمن کان الخ شرط ففدیۃ الخ جواب فاذا موضع نصب میں ہے فمن تمتع شرط موضع ابتدا میں فما استیسر جواب پس فمن اور اس کا جواب جملہ شرطیہ جواب ہے اذا کا فمن لم شرط فصیام الخ جملہ جواب

تفسیر اگلی آیت میں جہاد و قتال کا حکم نازل ہوا تھا تو اسکی شان نزول میں آپ جان چکے ہیں کہ یہ حکم جب نازل ہوا تھا کہ جب آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام حج و عمرہ کیلئے مکہ میں آنا چاہتے تھے کفار نے بمقام حدیبیہ آپ کو روک دیا تھا پھر اگلے سال آپ نے عمرہ ادا کیا پس حج نکہ حج و عمرہ کا بیان تھا اسکے مانع کو دفع کرنیکے بعد احکام حج و عمرہ کا بیان شروع فرمایا کس لئے کہ یہ بھی ایک بڑی عمدہ عبادت ہے جیسا کہ اسکے اسرار اور فوائد ہم آگے چل کر بیان کرتے ہیں انشاء اللہ حج وغیرہ کے بارہ میں یہ سب سے اول آیت ہے اور پھر دیگر مقامات میں بھی اسکے احکام بیان ہوئے ہیں چنانچہ اسی سورۃ میں اسی مقام پر اور پھر آل عمران میں ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبارکا وھدی للعالمین فیہ آیات بینات مقام ابراہیم ومن دخلہ کان آمنا وللہ علی الناس حج البیت الخ اس آیت میں حج کی فرضیت ہے پھر سورہ مائدہ کے اول میں فرماتا ہے احلت لکم بہیمۃ الانعام الخ کہ تمہارے لئے وہ چارپائے حلال کئے گئے کہ جو حرام ہونے سے مستثنیٰ ہیں مگر حالت احرام میں شکار نہ کرو اور خدا کی نشانیوں اور ہدیے اور قلادہ بندھی ہوئی قربانیوں کو اور حج کرنیوالوں کو بےحرمت نہ کرو پھر سورہ مائدہ کے بارہویں رکوع میں یہ فرمایا ہے یا ایھا الذین آمنوا لا تقتلوا الصید وانتم حرم ومن قتلہ منکم متعمدا فجزاء مثل ما قتل من النعم یحکم بہ ذوا عدل منکم ھدیا بالغ الکعبۃ او کفارۃ طعام مساکین او عدل ذلک صیاما لیذوق وبال امرہ عفا اللہ عما سلف ومن عاد فینتقم اللہ منہ واللہ عزیز ذو انتقام احل لکم صید البحر وطعامہ متاعا لکم وللسیارۃ وحرم علیکم صید البر ما دمتم حرما واتقوا اللہ الذی الیہ تحشرون جعل اللہ الکعبۃ البیت الحرام قیاما للناس والشھر الحرام والھدی والقلائد۔ اس آیت میں احرام کی حالت میں شکار کی ممانعت ہے اور جو کوئی شکار کرے تو اسکے بالعوض اور جانور ویسا ہی کعبہ کو قربانی کیلئے بھیجے یا مساکین کو کھانا کھلائے یا اسکے بدلے روزہ رکھے اور دریائی جانوروں کے شکار کی اجازت دیتا ہے اور یہ بتاتا ہے کہ کعبہ بیت الحرام ہم نے بنایا ہے اور ہدی اور قلادہ پڑی ہوئی قربانیاں جو کعبہ جاکر ذبح ہوتی ہیں اور حرمت کا مہینہ جاری حکم سے مقرر ہوا ہے پھر سورہ حج کے تیسرے رکوع میں حج اور قربانی اور خانہ کعبہ کی نسبت یہ ارشاد ہوا ہے واذن فی الناس بالحج یاتوک رجالا وعلیٰ کل ضامر یاتین من کل فج عمیق لیشھدوا منافع لھم ویذکروا اسم اللہ فی ایام معلومات علیٰ ما رزقھم من بہیمۃ الانعام فکلوا منھا واطعموا البائس الفقیر ثم لیقضوا تفثھم ولیوفوا نذورھم ولیطوفوا بالبیت العتیق ذلک ومن یعظم حرمات اللہ فھو خیر لہ عند ربہ واحلت لکم بہیمۃ الانعام الا ما یتلیٰ علیکم الآیۃ لکم فیھا منافع الیٰ اجل مسمیٰ ثم محلھا الی البیت العتیق الآیہ والبدن جعلناھا لکم من شعائر اللہ لکم

فیہا خیر فاذکروا اسم اللہ علیہا صواف فاذا وجبت جنوبہا فکلوا منہا واطعموا القانع والمعتر کذلک سخرناہا لکم لعلکم تشکرون لن ینال اللہ لحومہا ولا دماؤہا

ولکن ینالہ التقوی منکم کذلک سخرہا لکم لتکبروا اللہ علی ما ہداکم وبشر المحسنین ان آیات میں خدا تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ میں نے ابراہیم کو کہا تھا کہ لوگوں میں حج کا اعلان دیدو پھر تمہارے پاس ہر جانب سے لوگ حاضر ہو گئے چنانچہ ابراہیمؑ نے عرفات کی ایک پہاڑی پر چڑھ کر آواز دی تاکہ وہ اپنے منافع دنیا و آخرت دیکھیں اور ایام تشریق تک خدا کی بڑی تکبیر کہیں کہ اس نے انکیلئے چارپائے بنائے سو ان چارپایوں کا گوشت خود بھی کھاؤ اور بھوکے فقیروں کو بھی دو پھر قربانی کے بعد جو دسویں تاریخ منیٰ میں ہوتی ہے اپنا احرام کھول کر میل کچیل دور کرو اور اپنی نذریں پوری کرو قربانی وغیرہ ہو تو جانور قربان کرو اور کعبہ کا طواف کرو اسکو طواف زیارت کہتے ہیں اور ان چارپایوں میں تمہارے لئے سواری میں منافع رکھے ہیں انجام کار ان کا مطلب یہ ہے کہ انکو کعبہ کی قربانی کیلئے بھیجتے ہیں انکے اونٹوں میں تمہارے لئے بہت سے فوائد رکھے ہیں جو تمہاری اقدرت کا نمونہ ہیں ایک پاؤں باندھ کر تکبیر کہو پھر جب زمین پر گر پڑیں تو ان کو خود بھی کھاؤ اور محتاج بے سوالی کو اور سوالی کو بھی دو اور خدا کے پاس نہ انکا خون جاتا ہے نہ گوشت بلکہ صرف تمہارا تقویٰ۔ اب ہم آپ کو سورہ بقرہ کی اس آیت کا جس کی تفسیر ہم لکھ رہے ہیں تفسیر صاف صاف مطلب سمجھاتے ہیں پھر اور ابحاث شروع کریں گے ہیں فرماتا ہے کہ مسلمانو خدا کیلئے حج و عمرہ پورا کرو یعنی شروع کر کے ناتمام نہ چھوڑو اور ان کے شروط و ارکان میں بھی کچھ کمی نہ کرو اور نیت بھی پاک رکھو۔ پھر اگر احرام باندھنے کے بعد راستہ میں روکے جاؤ خواہ بسبب مرض کے یا بسبب دشمن کے جیسا کہ آنحضرت کے زمانہ میں نبی صلعم کو بمقام حدیبیہ قریش نے روک لیا تھا یا کوئی اور سبب پیش آوے جیسا کہ دریائی سفر میں جہاز وغیرہ کو پیش آتا ہے تو پھر جو قربانی میسر آئے خواہ بکری گائے اونٹ جو میسر آوے کعبہ کو بھیجدو جب جانور وہاں ذبح ہو گئی ہوگی تب احرام کھولدو اور یہ حج و عمرہ کو آئندہ برسوں ادا کرو امام شافعی فرماتے ہیں کہ قربانی کو ذبح وہیں کر دے جہاں وہ روکا گیا ہے اور احرام کھولدے کیونکہ محل کے معنی انکے نزدیک یہی ہیں اور جو بعد احرام کے کوئی عذر پیش آوے جیسا کہ سر میں جوئیں اس طرح ہو جائیں کہ بہت تکلیف ہو اور کوئی وجہ بھی ہو کہ جسم میں یا سر میں منڈانے کی ضرورت ہو تو سر منڈا لے بلکہ قربانی کرے ورنہ مساکین کو کھانا کھلاوے اور جب مقدور نہ ہو تو روزہ رکھے اور جو کوئی حج کو عمرہ کیساتھ ملاوے اسکو قربانی جو میسر آوے ذبح کرنی چاہئے اور جسکو مقدور نہ ہو تو وہ حج کے دنوں میں دس روزے رکھے تین تو ایام حج میں نویں تاریخ تک اور سات حج سے فارغ ہو کر امام شافعی فرماتے ہیں کہ یہ سات روزے اپنے گھر جا کر رکھے اور حنفیہ کے نزدیک یہ حکم ہے یعنی حج کا عمرہ کے ساتھ ملانا اسکو درست ہے کہ جو مکہ یا میقات کے اندر رہنے والا نہ ہو بلکہ باہر کا رہنے والا ہو کیونکہ اہل مکہ یا جو اسکے آس پاس رہتے ہیں جب چاہیں عمرہ جدا کر سکتے ہیں ایام حج ہی میں اسکو ساتھ ملانے کی کیا ضرورت امام شافعی کہتے ہیں ذلک یعنی یہ قربانی یا اسکے بدلے میں روزہ رکھنا یہ حکم اس کیلئے ہے کہ جو اہل مکہ نہ ہو یا اسکے آس پاس کا نہ ہو کیونکہ یہاں کے لوگوں پر تمتع میں قربانی لازم ہے نہ روزہ ہیں ذلک کا اشارہ اس کی طرف ہے یہ آیت کا خلاصہ مطلب ہوا اس میں یہ چار حکم تھے۔

متعلقات ۔ واتموا الحج والعمرۃ حج لغت میں قصد کرنیکو کہتے ہیں اور حج بالکسر برس کو ثمانیہ حجج اور شرع میں افعال مخصوصہ کو کہتے ہیں جس میں ارکان اور واجبات اور مستحبات ہیں جن کی تشریح ہم سب آیات کے بعد کریں گے۔ عمرہ وہ صرف طواف کعبہ اور سعی بین الصفا والمروہ کا نام ہے یعنی حل سے احرام باندھکر طواف اور سعی کرنا پھر سر منڈا کر احرام کھولنا اور عمرہ میں یہ قید نہیں کہ حج کے ایام میں ہو بلکہ تمام سال عمرہ جائز ہے البتہ عرفہ کے دن اور دسویں تاریخ اور ایام تشریق میں مکروہ ہے اتموا کے معنی یہ ہیں کہ جس نے حج و عمرہ شروع کیا ہو تو اسکو پورا کرنا چاہئے امام شافعی فرماتے ہیں کہ اتموا سے حج و عمرہ کو ادا کرنا مراد ہے۔ دلائل فریقین انکی کتابوں میں مذکور ہیں ثمرہ اختلاف یہ ہے کہ امام شافعی کے نزدیک حج و عمرہ دونوں واجب ہیں حضرت امام اعظم کے نزدیک حج واجب ہے وللہ علی الناس حج البیت الآیۃ سے اور عمرہ سنت ہے فان احصرتم فما استیسر من الہدی حصر کے معنی گھرنے اور بند ہو جانے کے ہیں عام ہے کہ مرض کی وجہ سے یا دشمن کی وجہ سے حاجی یا احرام باندھنے کے بعد رک جائے جیسا کہ ابو عبیدہ اور ابن السکیت اور زجاج وغیرہم اہل لغت کہتے ہیں اور خواہ کسی دشمن نے روک دیا ہو امام شافعی کہتے ہیں کہ دشمن نے اس کو روکا ہو کیونکہ انحصار ہو اور دیا ہی سے ہے الہدی جمع ہدیۃ کما تقول تمر و تمرۃ لیکن اہل حجاز اسکو بغیر تشدید پڑھتے ہیں اور بنو تمیم بالتشدید پڑھتے ہیں۔ ہدی میں اعلیٰ اونٹ

لہ اگرچہ آیت میں روزہ اور طعام مسکین کی کچھ تشریح نہیں مگر حدیث کعب بن عجرہ میں کہ جس کو اہل صحاح ستہ نے روایت کیا ہے آگئی ہے وہ یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کعب کے پاس سے گذرے اور وہ احرام باندھے ہوئے ہانڈی کے نیچے آگ جلا رہا تھا اور سر میں سے جوئیں گر رہی تھیں آپ نے فرمایا کیا یہ جوئیں تکلیف دے رہی ہیں عرض کیا ہاں حضرت

دیکھا تو سر منڈوا اور تین روزہ رکھ لے یا چھ مساکین کو کھانا دے یا ایک بکری ذبح کر دے ان تینوں میں اختیار ہو جو چاہے کرے ۱۲ منہ

اور ادنیٰ درجہ میں بکری ہے حتی یبلغ الہدی محلہ ممن طرف زمان ومکان دونوں کو شامل ہے، امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں یہاں مراد مکان
ہے یعنی حرم ہے اور امام شافعی کہتے ہیں زمان یعنی ایام نحر مذبح کی جگہ خواہ حل میں ہو پس آیت کا مطلب امام ابو حنیفہ کے نزدیک
یہ ہوا کہ جو کوئی احرام باندھنے کے بعد دشمن یا مرض سے راستہ میں رک جاوے اور حج کو نہ کرسکے تو اس کو لازم ہے کہ ایک
قربانی (ہدی) مکہ کو روانہ کرے جب جانے کہ وہاں پہنچ گئی ہوگی اور ذبح ہو گئی ہوگی سر منڈا کر احرام کھول دے اور اسکی قضا پھر ادا کرے
امام شافعی فرماتے ہیں کہ جس کو دشمن کے وجہ سے یہ حالت پیش آئے تو جہاں رک گیا ہو وہیں قربانی ذبح کرکے احرام کھول دے اور
آئندہ قضا بعد کو کرے۔ ہدی کو حرم میں بھیجنا کچھ ضروری نہیں اور جو وقت پر ہدی میسر نہ آوے تو قیمت ہدی مساکین کو دینا کافی ہے
جیسا کہ امام احمد وغیرہ فرماتے ہیں فمن کان منکم مریضا جمہور مفسرین کے نزدیک یہ جملہ ہے جس کا حکم محصر وغیرہ سب کو شامل ہے اسی طرح
بلا عذر کے جو کسی کو مرض کی وجہ سے خوشبو لگانے یا احرام کے برخلاف کپڑوں کے پہننے کی ضرورت پڑے اس کا بھی یہی حکم ہے کہ اس کا فدیہ
میں قربانی کرے یا کھانا کھلاوے یا تین روزہ رکھے۔ سر میں جوئیں پڑ جانے یا مرض کی صورت میں سر منڈانے فدیہ دینے کی اجازت پر یہ بھی قیاس کئے گئے
ہیں فمن تمتع بالعمرۃ الی الحج واضح ہو کہ حج کی تین قسم ہیں اول افراد یعنی ایام حج میں مواقیت یا اس سے صرف حج کی نیت کرکے احرام باندھے
اور مکہ میں پہنچکر پہلے طواف قدوم کرے یعنی سات بار کعبہ کے گرد پھرے اور فارغ ہو کر مقام ابراہیم کے متصل دو رکعت نماز پڑھ کر صفا
ومروہ کے درمیان سعی کرے اور پھر احرام نہ کھولے یہاں تک کہ آٹھویں تاریخ ذی الحجہ کو مقام منیٰ میں شب باش ہو اور پھر نویں کی صبح کو مقام
عرفات چلے اور شام تک وہاں رہے اور بعد غروب کے وہاں سے چل کر مزدلفہ میں آکر رہے اور بڑے تڑکے اٹھ کر دسویں کو پھر منیٰ میں آوے اور
تینوں جمروں میں سے پہلے اس جمرہ کو کہ جو مکہ کی طرف ہے سات کنکریاں مار کر قربانی کرے اور سر منڈا کر احرام کھول دے اور عورتیں کسی قدر سر کی لٹ
کتریں اسکے بعد سوائے جماع کے سب باتیں حلال ہو گئیں پھر اس روز یا اگلے دو دنوں میں پھر روز کعبہ کا جا کر طواف کرے اور اسکو طواف زیارت کہتے ہیں اب
اسکو جماع بھی حلال ہو گیا اگر اسی روز طواف زیارت کو گیا تھا تو لوٹ کر پھر منیٰ میں آجاوے اور اسی ترتیب دو روز تک بعد زوال آفتاب تینوں جمروں کو
سات سات کنکریاں مارے اور اب خروج اس سے کرے کہ جو عرفات کی جانب ہے پس حج تمام ہو گیا۔ دویم قران یہ کہ حج وعمرہ دونوں کی نیت کرے
بعد مکہ میں آکر پہلے عمرہ کرلے مگر احرام نہ کھولے اور پھر آٹھویں تاریخ سے حج کے افعال شروع کرے باقی سب باتیں وہی ہیں مگر اسپر دسویں تاریخ قربانی
واجب ہے اور اس قربانی کو دم قران کہتے ہیں اور جو مقدور نہ ہو تو دس روزے رکھے تین تو حج تک اور سات حج سے فارغ ہو کر۔ سوم تمتع کہ حج
وعمرہ دونوں کی جداگانہ نیت کرے اور پہلے عمرہ تمام کرکے احرام کھول دے پھر آٹھویں تاریخ کو کہ جسکو یوم الترویہ کہتے ہیں مسجد الحرام یا حرم
کی اور جگہ سے احرام باندھ کر حج کے تمام افعال پورا کرے اور اس کو بھی دسویں تاریخ قربانی کرنی واجب ہے اور جو مقدور نہ ہو تو دس روزے
رکھے فاذا امنتم فمن تمتع بالعمرۃ الی الحج اس آیت میں خدا تعالیٰ حج وعمرہ دونوں سے فائدہ حاصل کرنیوالوں کو قربانی اور روزے کا حکم
دیتا ہے یہ قران اور تمتع دونوں کو شامل ہے اونٹ سے لیکر گائے بیل دنبہ بکرا بکری جو میسر آوے اللہ کے نام سے ذبح کرے بمقام منیٰ حاضری
المسجد الحرام سے مراد امام مالک کے نزدیک خاص اہل مکہ ہیں اور امام شافعی کہتے ہیں کہ جو مسافت قصر نماز کے اندر رہیں وہ بھی مسجد الحرام
کے حاضرین میں شمار ہیں اور امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں بلکہ وہ لوگ کہ جو مواقیت کے اندر رہتے ہیں واللہ اعلم تلک عشرۃ کاملۃ
اس لئے فرمایا کہ وسبعۃ اذا رجعتم سے یہ نہ سمجھے کہ واو جمع کے نہیں بلکہ تخییر کے لئے جیسا کہ مثنیٰ وثلث ورباع
میں ہے کہ خواہ کوئی تین روزہ ایام حج میں روزہ رکھ لے یا سات بعد حج کے رکھ لے پس جب تلک عشرۃ کاملۃ کہا یہ پورے
دس ہوئے تو یہ احتمال جاتا رہا کس لئے کہ جب تک سات کو تین کے ساتھ ملایا نہ جاوے گنتی میں دس پوری نہیں
ہوتے اس کے علاوہ اور بھی اس میں حکمتیں ہیں اب ہم دوسری آیت حج کی تفسیر کرتے ہیں تاکہ پھر سب کے بعد مجموعہ
حج کی صورت بیان کرکے اسرار بیان کریں۔

لے مکہ کے آس پاس کو حرم کہتے ہیں کہ وہاں شکار کھیلنا درخت کاٹنا حرام ہے اور اسکے علاوہ سب کو حل کہتے ہیں اور کبھی حرم سے خاص خانہ کعبہ اور اسکے مقامات مراد ہوتے ہیں یعنی مسجد الحرام ۱۲

اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ۚ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ ۙ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ ۭ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ

حج کے معلوم مہینے ہیں پس جو کوئی ان میں حج کا قصد کرے (اور احرام باندھ لے) تو اس کے بعد نہ (عورت سے) اختلاط کرے اور نہ کوئی فحش بات کہے نہ کسی سے جھگڑا کرے حج میں اور جو کچھ نیکی کرو گے خدا کو

يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ ۭ وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى ۡ وَاتَّقُوْنِ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ ۔ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا

معلوم ہو جائیگی اور زاد راہ ساتھ لے لیا کرو اور بہتر توشہ تو پرہیزگاری ہے اور اے عقلمندو مجھ سے ڈرو۔ تم پر کچھ گناہ نہیں کہ (ایام حج میں) اپنے

فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ۭ فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ۠ وَاذْكُرُوْهُ كَمَا ھَدٰىكُمْ ۚ وَ

پروردگار کا فضل (یعنی روزی) تلاش کرو۔ پھر جب تم عرفات سے لوٹو تو اللہ کا ذکر کرو مشعر الحرام کے پاس اور اس کی یاد اس طرح کرو جس طرح اس نے تم کو بتا دیا ہے اور

اِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّاۗلِّيْنَ ۔ ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ

اس کے پہلے تو تم گمراہوں میں سے تھے۔ پھر تم بھی وہیں سے لوٹ کر آیا کرو جہاں سے سب لوگ لوٹ کر آتے ہیں اور خدا سے بخشش مانگو بیشک وہ غفور رحیم

رَّحِيْمٌ ۔ فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَاۗءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا ۭ فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ

ہے۔ پھر جب تم ارکان حج سے فارغ ہو چکو تو اللہ کو اس طرح سے یاد کرو جس طرح اپنے باپ دادا کو یاد کیا کرتے ہو بلکہ اس سے بھی بڑھ کر پھر بعض لوگ تو یہ کہتے ہیں

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۔ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً

کہ اے ہمارے رب ہم کو تو جو کچھ دینا ہے دنیا میں دے چک حالانکہ ان کیلئے آخرت میں کچھ حصہ نہیں اور بعض یہ کہنے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم کو دنیا میں بھی بہتری دے

وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۔ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا ۭ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۔

اور آخرت میں بھی نعمت عطا کر اور ہم کو آتش دوزخ کے عذاب سے بچا۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کو ان کی کمائی کا حصہ ملتا ہے اور اللہ جلد حساب لینے والا ہے

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ ۭ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۚ وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ

اور اللہ کو گنتی کے دنوں میں یاد کیا کرو۔ (ایام تشریق میں تکبیر کہا کرو) پھر جس نے کوچ کرنے میں جلدی کی دو دن کے اندر تو اس پر بھی کچھ گناہ نہیں اور جس نے تاخیر

اِثْمَ عَلَيْهِ ۙ لِمَنِ اتَّقٰى ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۔

کی تو اس پر بھی کچھ گناہ نہیں۔ یہ اس کیلئے ہے جو ڈرے اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ تم سب اسی کیطرف جمع کئے جاؤ گے

ترکیب الحج مبتدا اشہر معلومات خبر والتقدیر الحج حج اشہر ویمکن ان یقال اشہر الحج اشہر۔ فمن فرض مبتدا متضمن شرط فلا رفث الخ جملہ جواب والعائد محذوف ای فلا رفث ولا فسوق بعدہ۔ وما تفعلوا الخ تقدم ترکیبہ فی ما ننسخ من آیۃ الخ ان تبتغوا موضع نصب میں ہے علی تقدیر فی ان تبتغوا اور ممکن ہے کہ موضع رفع میں ہو جناح کی صفت ہو کر من ربکم متعلق ہے تبتغوا سے پس مفعول بہ ہوگا اور فضل کی صفت بھی ہو سکتا ہے فاذا شرط فاذکروا اللہ الخ جملہ جواب عند المشعر الحرام ظرف ہے اذکروا کا کما ہدٰکم کاف موضع نصب میں ہے مصدر محذوف کی اور ممکن ہے کہ کاف بمعنی علی ہو تقدیرہ فاذکروا اللہ علی ما ہداکم وان کنتم میں ان مخففہ ہے مثقلہ سے والتقدیر انہ کنتم من قبلہ لمن الضالین او اس جگہ تخییر یا اباحت کے لئے ہے اشد ذکرا میں اگرچہ لوگوں نے بہت قیل و قال کی ہے مگر صاف قول یہ ہے کہ اشد منصوب ہے حال ہونے کی وجہ سے اور یہ حال ذکرا سے ہے اور ممکن ہے کہ اس کی صفت ہو اور ذکرا تمیز ہے اشد کی یہاں ایک اشکال اور اس کا جواب ہے جس کا ذکر باعث تکرار فہم سامع ہے

تفسیر یعنی حج کے چند مہینے مقرر ہیں شوال ذیقعدہ دس دن ذی الحجہ کے پس جو کوئی ان دنوں میں حج کرنے کیلئے احرام باندھ لے تو اسکے بعد نہ اپنی بیوی سے اختلاط کرے اور نہ کوئی بات فحش اور نہ شہوت انگیز کلام کرے اور نہ کسی سے لڑائی تکرار کرے اور جو کچھ نیکی ہو سکے نہایت کوشش کر کے عمل میں لاوے کیونکہ یہ ایام تقرب ہیں۔ ملاء اعلیٰ کو ان ایام میں بندہ کیطرف نہایت التفات ہوتا ہے یعلمہ اللہ اس کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ حج میں جس طرح سفر ظاہری اور رایک ان مایک جگہ اجتماع عام ہوتا ہے اس سے سفر آخرت اور وہاں قیامت کے روز خدا کی پاس جمع ہونے کی طرف اشارہ ہے پس اس سفر کیلئے بھی توشہ لو اور عمدہ توشہ تو پرہیزگاری ہے اور ممکن ہے کہ اس سے یہ مراد ہو کہ سفر حج کیلئے کچھ زاد راہ لیکر چلا کرو اور ما تقدر زاد راہ بہتر ہے کہ جس سے سوال سے بچو چنانچہ اسکے شان نزول میں منقول ہے کہ یمن کے لوگ بغیر زاد راہ سفر حج کرتے تھے یا اور خرچ لینا مکروہ جانتے تھے پھر لوگوں سے سوال کر کے حاجیوں کو دق کرتے تھے جیسا کہ ہندوؤں میں دستور ہے

ف۔ مکہ سے عرفات کا میدان جہاں کہ نویں ذی الحجہ میں جانا اور دعا کرنا حج میں فرض ہے۔ تقریباً سات میل شمال و شرقی کی رخ ہے ایام جاہلیت میں قریش اس خیال سے کہ ہم کعبہ کے خادم ہیں

کہ بعض قومیں تبرکاً بھیک مانگ کر کرنا ثواب جانتی ہیں اسلئے اس کو خدا تعالیٰ نے منع کیا کہ ایسا نکرو بلکہ ان دونوں مطلبوں کیلئے واتقون یا اولی الالباب نہایت چسپاں ہے توشہ آخرت میں بھی خدا کا خوف بڑی پونجی ہے اور سوال بندوں سے کرنا اور اسپر توکل نکرنا یا توشہ راہ ناجائز کمائی کا لینا بھی محض خوف خدا ہی عرب کی قومیں ایام حج میں تجارت کو برا سمجھتی تھیں حالانکہ یہ کچھ برائی نہیں بلکہ ایسے مجامع میں کاروبار خرید و فروخت بند ہونا ایک طرح کی مسافرین باخدا کیلئے تکلیف ہی اور نیز بقول شخصے دست بکار دل بیار اسلام کا شیوہ خاص ہی اسلئے فرمایا کہ اگر تم ان ایام میں روزی کہ جو فضل ربی ہی تلاش کرو یعنی تجارت کیلئے کچھ مال لاؤ تو کچھ مضائقہ نہیں اور یہ توشہ سفر حج کا ایک عمدہ ذریعہ ہی اسلئے اسکو بھی اسکے ساتھ بیان فرما دیا محققین کہتے ہیں کہ اس سے فضائل و محامد حاصل کرنیکی طرف اشارہ ہی کہ جو ایسے پاکبازوں کے مجمع سے حاصل ہو سکتی ہیں اس میں کچھ شک نہیں کہ اہل اسلام کی باہمی میل جول اور ترقی علوم و فنون اور برکات باطنیہ حاصل ہونیکا یہ عمدہ سبب ہی اسکے بعد پھر بترتیب حج کو بیان فرماتا ہی کہ جب تم عرفات سے لوٹ کر مزدلفہ میں آکر ٹھہرو اور جسکو منی جاتے ہو تو مشعر الحرام کے پاس کہ جو مزدلفہ میں ایک مقدس پہاڑ ہی کہ جسکو قزح بھی کہتے ہیں تکبیر و تہلیل کیساتھ خدا کو یاد کرو کیونکہ مقامات متبرکہ میں یاد الٰہی باعث نورانیت روح ہی اور اس میں ایک سر روحانی ہی کہ جسکو ہم اکثر جگہ بیان کر آئے ہیں، صحیح مسلم میں ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ کھڑے ہو کر بڑی دیر تک ذکر الٰہی کیا اور دعا مانگی یہانتک کہ صبح ہو گئی اور اس کے بعد قریش کی اس تحریف کو مٹاتا ہی کہ جو انہوں نے ملت ابراہیمیہ میں کر رکھی تھی وہ یہ کہ یہ لوگ اور بعض دیگر قبائل کہ جنکو حمس کہتے تھے اس خیال سے کہ ہم تو کعبہ کے زیر سایہ رہتے ہیں ہمکو عرفات جانا کیا ضرور ہی مزدلفہ ہی تک آیا کرتے تھے اور پھر وہاں سے لوٹ کر کعبہ کا طواف کیا کرتے تھے سو انکو فرماتا ہی جہاں ہی اور لوگ لوٹ کر آتے ہیں یعنی عرفات سے تم بھی وہیں جاکر آیا کرو اور اپنے گناہوں کی خدا تعالیٰ سے معافی مانگو کیونکہ وہ غفور رحیم ہے اور یہ تحریف ایک گناہ ہی پھر اصل مطلب کو ذکر کرتا ہے کہ تم جب منی میں آکر تمام ارکان حج پورے کر چکو تو جس طرح کہ ایام جاہلیت میں تین روز تک منی میں عرب کی قومیں بعد فراغ حج اپنے باپ دادا کے محامد اور بہادریوں کے شعر پڑھتے اور فخر کیا کرتے تھے اور مجمعوں میں بڑے زور شور کے قصائد پڑھتے تھے اسیطرح تم اے مسلمانوں اپنے خدا کی یاد کرو بلکہ اُس سے بھی زیادہ کیونکہ تم اُس کی خاص جماعت ہو۔

اسکے بعد فرماتا ہے کہ ایسے مواضع میں بعض لوگ کوتاہ نظر خاص دنیا ہی کیلئے دعا کرتے ہیں اور اسیکو مدنظر رکھتے ہیں بعد دار آخرت پر انکا یقین نہیں لیکن جن پاکبازوں کے سامنے آخرت کھڑی ہی وہ جسطرح اپنی حوائج دنیا کیلئے دعا کرتے ہیں اسیطرح اُس جہان کی خوبیاں بھلائیاں بھی پروردگار سے مانگتے ہیں سو ایسے لوگوں کی کوشش اور سعی کارگر ہوتی ہے اور انکو دونوں جہان میں بھلائی کا حصہ پہنچتا ہے پھر فرماتا ہے کہ منی میں جیسے دو ہی روز تک رہی جلد کی تو اُس پر بھی کچھ گناہ نہیں جو تین روز تک ٹھیرے تو اُس پر بھی کچھ گناہ نہیں جیسا کہ ایام جاہلیت میں سمجھتے تھے۔

متعلقات الحج اشہر معلومات اس آیت کے ظاہری معنی یہ ہیں کہ حج کیلئے چند مہینے معلوم ہیں مگر اس سے یہ خیال نکرنا چاہیئے کہ ان مہینوں میں جب چاہو حج کے تمام ارکان ادا کر لو خواہ شوال میں خواہ ذی القعدہ میں خواہ جو تھی یا پانچویں ذی الحجہ ہی کو فارغ ہو جاؤ بلکہ یہ مراد ہی کہ جن مہینوں میں حج شروع کیا جاوے اور پھر وہ تمام کیا جاوے اُس کیلئے ایک موسم اور وقت مقرر ہی کہ اُس سے پہلے ورنہ پیچھے کوئی کام حج کا نکرنا چاہیئے جیسا کہ ہمارے محاورہ میں بولتے ہیں آم کے چار مہینے ہیں یعنی انکا موسم یہ ہی کہ مور آنیسے لیکر انتہا تک یہ دن ہیں نہ یہ کہ ان چار مہینوں میں ہر اول مہینے کا اول ہی روز آم موجود ہو جاتے ہیں پس حج کا احرام باندھکر جبتک کہ اسکو ختم کیا جاوے اُس کیلئے شوال و ذی قعدہ ذی الحجہ کے دس روز ہیں پس اول تاریخ شوال سے افعال حج شروع ہو سکتے ہیں اور دسویں ذی الحجہ کو تمام ہو جاتی ہیں اشہر معلومات میں باتفاق جمہور مفسرین شوال اور ذی القعدہ تو پورے داخل ہیں مگر ذی الحجہ میں اختلاف ہی عروہ بن زبیر وغیرہ کہتے ہیں کہ سارا مہینہ اشہر حج میں شمار ہی اور یہی امام مالک رحمہ اللہ کا مذہب ہے اُن کے قول پر اگر کوئی طواف زیارت کو اخیر مہینے ذی الحجہ میں بھی کریگا تو درست ہوگا اور دلیل انکی یہ ہی کہ لفظ اشہر جمع ہی اور عرب کی زبان میں جمع کیلئے کم سے کم تین پورے چاہیئیں ابن عباس اور ابن عمر اور نخعی اور شعبی اول عشرہ یعنی دس روز لیتے ہیں اور یہی مذہب امام ابو حنیفہ کا ہی کسلئے کہ تمام ارکان حج طواف زیارت وغیرہ آج ہی تمام ہو چکتے ہیں اور عرب بعض جز کو کل سے تعبیر کرتے ہیں اور اس تقدیر پر دس روز کو مہینہ قرار دیکر لفظ جمع بولا گیا امام شافعی کہتے ہیں نو دن اور دسویں تاریخ کی رات نہ دسواں دن مراد ہی کسلئے کہ عرفات میں ٹھہرنا جو بڑا رکن اعظم ہی اسی میں ہوتا ہی مگر ہنوز آیت کے معنی میں ایک اشکال باقی رہ گیا وہ یہ کہ اس آیت سے مدت حج چند مہینے دس روز مراد لیگئی حالانکہ خدا تعالیٰ چاند کو فرماتا ہی قُلْ هِیَ مَوَاقِیْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ اور نیز صحابہ میں مشہور تھا کہ عمدہ حج وہ ہے

ل مسلمانوں کی اصلاح دنیا کا بھی حج ایک ایسا ذریعہ ہی کہ جس سے دنیا بھر کے مسلمان باہمی اتفاق اور خاص خاص تجاویز پر عمل کرنیکا باہمی معاہدہ کر سکتے ہیں دنیا میں اس سے بڑھکر اور کوئی مجلس ہو نہیں سکتی جسمیں مشرق و مغرب کا مسلمان ہر طبقہ کے موجود ہوں جس کی بدمذہبی پر لوروں کا کام ظاہر ہوتا ہی مگر مسلمانوں نے اس قوی آلہ کو بیکار کر رکھا ہی صرف ادائے فریضہ کا کام لیتے ہیں ۱۲ منہ

کہ جیسے کہ گھر سے احرام باندھ کر چلے اور بعض لوگوں کے گھر چار یا چھ مہینے کی راہ ہوتی ہے اسکا جواب یہ ہے کہ ہی مواقیت للناس والحج کے معنی یہ نہیں کہ
ہر چاند میں حج کا افعال درست ہیں بلکہ یہ کہ ہر چاند کو سلسلہ وار حساب حج میں دخل ہے اور صحابہ کا قول غالباً اہل عرب کی نسبت ہے کہ جن کے گھر دو مہینے کی راہ پر کم
ہیں امام ابوحنیفہ اور مسلمان سفیان ثوری جو اشہر حج سے پیشتر احرام باندھنے کو ان وجوہ اشکال کو تسلیم کر کے جائز قرار دیتے ہیں یہ جواب دیتے ہیں کہ احرام تو صرف التزام حج کے
جیسا کہ نیت لیں جس طرح نیت حج کی اشہر حج سے پیشتر کرنی درست ہے اسی طرح احرام کا بھی کچھ مضائقہ نہیں ہاں جو افعال حج ہیں بالخصوص حج کے وہ اشہر حج ہی میں ادا ہونے
چاہئیں اور گو موسم حج ہی کے لئے ہیں مگر بعض نے تیں میں بشرط شوق قبل موسم ہو گئیں تو مضائقہ نہیں فیہ نظر اب ہم پیشتر حج کے ارکان و ہیئت بیان کر کے پھر اسکے اسرار اور
مخالفوں کے طعن کا جواب ذکر کرتے ہیں احرام کا میقات سے باندھنا پھر مکہ میں آ کر طواف قدوم کرنا پھر سعی بین الصفا والمروہ پھر اسکے بعد آٹھویں تاریخ کو منیٰ میں جا رہنا
نویں کو عرفات میں ٹھہرنا پھر شام کو وہاں سے لوٹ کر مزدلفہ میں رہنا پھر صبح کو مشعر الحرام کے پاس ٹھہر کر دسویں کو منیٰ میں واپس آ کر رمی جمرہ یعنی منارہ کو کنکریاں مارنا قربانی کرنے
سر منڈانا یا بال کتروانا پھر خانہ کعبہ جا کر طواف کرنا کہ جس کو طواف زیارت کہتے ہیں پھر وہاں سے منیٰ میں آ کر دو روز یا تین روز تک رمی جمار کرنا ان چیزوں میں سے
بعض رکن ہیں اور بعض واجب اور باقی سنت ہیں احرام اور عرفات میں ٹھہرنا دعا کیلئے اور طواف زیارت بالاتفاق رکن ہیں انکے فوت ہونے سے حج نہیں ہوتا
اور سعی بین الصفا والمروہ اور حلق یا قصر یعنی سر منڈانا یا کتروانا اور رمی جمار اور مزدلفہ میں شب کو دعا کیلئے قیام کرنا اور ایام تشریق تک منیٰ میں رہنا اور رمی
جمار کرنا اور ان ارکان کی ترتیب کو محفوظ رکھنا واجب ہے باقی چیزیں سنت ہیں اور کفارہ ہیں احرام اور طواف اور دیگر امور حج کی تشریح پھر انکے کفارات کی تشریح کتب
میں مذکور ہے کعبہ کے ہر طرف چند مقامات مقرر ہیں کہ جو مسلمان وہاں سے اندر آوے کعبہ کی تعظیم کیلئے احرام باندھ کر آوے خواہ نیت حج و عمرہ سے آوے خواہ تجارت یا کسی
اور ضروری کام کیلئے آوے یہ صرف امام ابوحنیفہ کا قول ہے اس حدیث سے ان کا مدعا المیقات لا تجاوز رواہ ابن شیبہ والطبرانی اور امام شافعی وغیرہ علماء فرماتے
ہیں کہ احرام خاص اس وقت باندھنا لازم ہے کہ جب حج و عمرہ کی نیت سے آنا چاہے ورنہ نہیں جیسا کہ ان مقامات کے رہنے والوں کیلئے بالاتفاق مقصود میں
احرام کی کچھ ضرورت نہیں میقات کہ جہاں سے احرام باندھنا ضرور ہے یہ ہیں اہل مدینہ کیلئے ذوالحلیفہ اور اہل عراق کیلئے ذات عرق اور اہل شام کیلئے جحفہ
اور نجد کی طرف سے آنیوالوں کیلئے قرن ہے اور یمن والوں کیلئے اور جو اس راستے سے آویں جیسا کہ ہندوستان کے لوگ تو انکے لئے یلملم ہے احرام یہ ہے کہ جب
ان مقامات کی حد پر پہنچے تو غسل یا صرف وضو کر کے دو کپڑے ایک تہبند اور دوسری چادر بے سلے پہنے اور دو رکعت نفل پڑھ کر یہ کہے اللھم انی ارید الحج فیسرہ لی وتقبلہ منی پھر
لبیک پکار کر یہ کہے لبیک اللھم لبیک لبیک لا شریک لک لبیک ان الحمد والنعمۃ لک والملک لا شریک لک اسکے بعد یہ محرم ہو گیا اس کیلئے شکار
کرنا اور لڑنا جھگڑنا عورتوں سے مخالطت کرنا سب ممنوع ہو گیا کیونکہ یہ احرام قرآن سے ثابت ہے فمن فرض فیھن الحج فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج ولا تقتلوا الصید وانتم
حرم اور ان مقامات کو نبی صلعم نے بیان فرمایا ہے اور اس کی ہیئت اور سلے کپڑے نہ پہننا اور سر ڈھکنا نہیں ہو بلند آواز سے تہلیل و تکبیر کہنا تلبیہ کا مناسب باتیں
احادیث صحیحہ سے ثابت ہیں گو ان میں سے کوئی بات ایام جاہلیت میں بھی باقی رہ گئی ہو مگر آنحضرت علیہ السلام نے اس سنت ابراہیمیہ کو از سر نو زندہ کیا اور اس
میں جو کچھ تحریفات ہو گئیں تھیں سب کو دور کر دیا ۔ احرام میں سر منڈانے کی ممانعت بھی قرآن سے ثابت ہے فلا تحلقوا رؤسکم حتی یبلغ الھدی محلہ
طواف بھی قرآن سے ثابت ہے ولیطوفوا بالبیت العتیق سات بار پھرنا اور حجر اسود کو بوسہ دینا اور اسکے بعد دو رکعت نماز پڑھنا سب احادیث صحیحہ سے ثابت
ہے سعی بین الصفا والمروہ بھی قرآن مجید سے پائی جاتی ہے ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ فمن حج البیت او اعتمر فلا جناح علیہ ان یطوف
بھما عرفات میں جانا اور وہاں سے لوٹ کر شب کو مزدلفہ میں رہنا اور مشعر الحرام کے پاس یاد الٰہی کرنا بھی قرآن سے ثابت ہے فاذا افضتم من عرفات فاذکروا
اللہ عند المشعر الحرام منیٰ میں رہنا بھی قرآن سے ثابت ہے واذکروا اللہ فی ایام معدودات فمن تعجل فی یومین فلا اثم علیہ ومن تاخر فلا اثم علیہ رمی جمار احادیث
صحیحہ صریحہ سے ثابت ہے حج میں جو قربانی کی جاتی ہے وہ تین طرح پر ہے ایک حج و عمرہ ملانے پر ہوتی ہے اسکا ذکر اس آیت میں ہے فمن تمتع بالعمرۃ الی الحج
فما استیسر من الھدی یہ واجب ہے دوسری وہ کہ جب حج کو چلتے ہیں تو قربانی ساتھ لے جایا کرتے ہیں کہ وہاں جا کر ذبح کریں گے اس قسم کی
قربانیوں کو ہدی اور قلائد کہتے ہیں ان کے گلے میں کچھ ڈال دیتے تھے کہ راستے میں کوئی تعرض نہ کرے یا کچھ خفیف خراش ماہ کے کوہان پر کر دیتے تھے اور مکہ میں سے
خرید کر بھی بہ نیت تقرب ذبح کرتے تھے اسکا ذکر بھی قرآن میں ہے والبدن جعلنا ھا لکم من شعائر اللہ لکم فیھا خیر فاذکروا اسم اللہ علیھا صواف فاذا وجبت جنوبھا فکلوا
منھا الآیۃ تیسری قسم وہ کہ جو کفارات میں ذبح ہوتی ہیں جن کو دم جنایات کہتے ہیں انکا ذکر احادیث میں ہے مخالفین اسلام یہود اور عیسائی

۵ کہ جن کے فوت ہونے سے دم یعنی قربانی کرنی پڑتی ہے ۱۲ اور طواف اضافہ بھی کہتے ہیں ۱۲ منہ ۔

اور ہنود حج کے بارے میں اعتراض کیا کرتے ہیں کہ یہ عرب کے جاہلوں کا میلہ ہے جو بغرض تجارت قائم ہوا تھا چنانچہ نیچری مفسر بھی ص ۲۴۸ میں کہتے ہیں کہ وہ حضرت ابراہیم نے بغرض آبادی مکہ اور ترقی تجارت کیلئے لوگوں کو جمع کی ترغیب دی، پس نبی علیہ السلام نے انہیں رسومات کو کہ جو بعید از عقل ہیں اور صرف جسمانی باتیں ہیں کہ ننگا سر کرکے ایک بے کوٹھڑی مکان کے گرد گھومنا اور درخیاط وضع بنا تہبند باندھ پھر دو پہاڑیوں کے درمیان پاگلوں کی طرح پھیرے پھر کر دوڑنا، منی اور عرفات میں دو تین پتھر کے مناروں کو کنکریاں مارو سر منڈاؤ۔ ناحق جانوروں کو ذبح کرکے جنگل کو سڑاؤ یہ فرض واجب بنا دیا ہے سو اس کا جواب بہت سہل ہے اہل کتاب کہ جو توریت کو مانتے ہیں ان کیلئے تو یہ اعتراض کرنا شیشہ کے گھر میں بیٹھ کر مخالف پر پتھر پھینکنا ہے کیونکہ بائبیل بالخصوص توریت سفر احبار میں متعدد مقامات پر بنی اسرائیل کیلئے خدا نے موسیٰ کی معرفت وہ احکام فرض کئے ہیں کہ جو بظاہر عقل میں نہیں آتے بلکہ صریح فضول معلوم ہوتے ہیں پھر جانبازی اعتراض کرنا حج کے بارہ میں بھی منہ کو دیکھیئے کتاب خروج کے ۲۵ باب میں موسیٰ نے لوگوں کو حکم دیا کہ خداوند کیلئے سونا اور چاندی اور رنگ برنگ کی چیزیں لاویں جس کو کہ بضلی ایل اور اہالیاب جو بڑے کاریگر تھے خداوند کیلئے (۲۱) مسکن اور خیمہ اس کا کھونٹا اس کا اور کڑیاں اس کے اور تختے اس کے اور ستون اس کے اور پائے اس کے صندوق اور چوبیں اس کی اور سرپوش اس کا اور پردہ اسکا میز اور چوبیں اس کی اور سب برتن اس کے اور نذر کی روٹیاں شمعدان روشنی کیلئے اور اس کے سامان اور اس کے چراغ اور جلانے کا تیل اور قربانگاہ بخور کیلئے اور چوبیں اس کی اور مسح کا تیل اور بخور خوشبو مصالح کا اور پردہ مسکن کے دروازہ کا اور مذبح سوختنی قربانی کا اور اس کیلئے پیتل کا آتشدان اور چوبیں اس کی اور حوض کرسی اور پردہ صحن کے دروازہ کا اور میخیں مسکن کی اور صحن کی میخیں اور ڈوریاں ان دونوں کی اور خدمت کا لباس مقدس میں خدمت کیلئے اور مقدس لباس ہارون کاہن کیلئے اور لباس اس کے بیٹوں کا کاہنوں کیلئے بنایا اور پھر ہر ایک کے اندر جو جو قیدیں لگیں کہ فلانا رنگ ہو اور اتنا طول اور اتنا عرض اور ایسا خیمہ اور کروبیوں کی تصویریں پیتل کی اور کاہن کا لباس ایسا اور ویسا اور چناں اور چنیں پھر ان احکام کی ایسی سخت تاکید کہ جو کوئی ذرا بھی اس تابعی بخلاف کرے تو بیچارہ مارا جائے۔ اب اگر حج کے ارکان کہ جن کی وجہ ہم ابھی بیان کرچکے ہیں فضول ہیں تو یہ بکھیڑا کیا معقول ہے؛ پھر اگر اس سے موسیٰ کی نبوت اور توریت کتاب الٰہی ہونے میں کچھ فرق نہیں آیا تو قرآن اور نبی آخر الزمان علیہ السلام کی نبوت میں کیوں نکتہ چینیاں ہوتی ہیں؟ لطف یہ کہ ارکان حج میں تو سراسر روحانیت ہے اور ان میں محض جسمانیت پھر کس نے اعتراض کرکے ان پر منہ مارنا عجب بات ہے علاوہ اسکے اور جو کچھ سوختنی قربانی اور اس کا خون چھڑکنا اور تیل کا گوان پکانا وغیرہ احکام مندرج توریت عجیب حیرت انگیز ہیں طرفہ یہ کہ عیسائیوں کے ہاں باوجودیکہ شریعت سے مطلقاً آزادی ہے مگر عشاء ربانی کہ جس میں خمیری روٹیاں مسیح کا گوشت تصور کرکے کھائی جاتی ہیں اور پھر بپتسمہ کہ حوض میں تمام گناہوں سے پاک ہونے کیلئے غوطہ دلایا جاتا ہے کیا نامعقول چیز ہے اور پھر اس کو دین کا اصول قرار دینا کیا امر فضول ہے۔ پادری صاحب ان باتوں کی کوئی معقول وجہ بیان فرمائیں ورنہ غیروں پر طعن کرنا تو کچھ بڑی بات نہیں اور وید اور شاستر اور پوران تو پوجا پاٹ سے بھرے پڑے ہیں جن میں عناصر اور آفتاب و ماہتاب اور مانند دیوتا اور دیگر لوگوں کی پرستش کے عجائب طریقے لکھے ہیں اور بلیدان اور یگ کا دستور کہ یوں آگ جلاویں اور کرچھی میں خوں چیز کا عرق جلاویں اور صبح و شام یوں کریں اور سینکڑوں باتیں بعید از عقل سلیم انکی کتب مسلمہ میں موجود ہیں اور عام دستور گنگا جمنا کا اشنان اور ہر ایک میلے میں پوجا کے آلات کی چھوٹی چھوٹی پیالیاں اور صندل گھسنے کا پتھر اور بتوں کو پانی پلانے کے چھوٹے چھوٹے پیتل اور تانبے کے چمچے اور بجانے کا سنکھ پھر مہاراج کی بغل میں پہاڑ بستی کا پوتھا دبا ہوا ہوتا ہے آریہ جو آج کل نئے محقق نکلے ہیں اور اپنے پوچ مذہب کو عقل کے مطابق کرنا چاہتے ہیں اور جو نہیں مطابق ہوتا تو اس کا انکار کرتے ہیں یا بے معنی تاویل کرتے ہیں وہ اپنی وید اور اس کے اپنشدوں اور شاستروں کی تو خیر لیں مگر بیچارے ناواقف ہیں کسی قدر انگریزی پڑھ لی پھر سوامی جی مہاراج کی تقریر سن کر وید اور شاستروں کو عام خیال میں کچھ اور ہی سمجھ بیٹھے مٹھائی کے زور سے مقدس ہو اور پاک مذہب پہ منہ آنے لگے۔ اب ہم ملحدوں کے مقابلہ پر اسرار ارکان حج بیان کرتے ہیں اگر عقل سلیم کے تابع ہیں تو ضرور ہمارے قول کی تصدیق کریں گے ورنہ تعصب کا کچھ علاج نہیں۔

لہ نیچری مفسر کا یہ کہنا کہ ۵ ؎ حج میں قربانی کوئی مذہبی رسم نہ تھی قرآن مجید سے نہیں پائی جاتی خشک جنگل تھا اناج غلہ کم تھا اسلئے خوراک کیلئے لوگ جانور ساتھ لیجاتے تھے الخ، قرآن مجید سے ناواقفیت پر دلیل صریح ہے ۱۲ منہ

اسرار الحج ہم اول بیان کر چکے ہیں کہ خانہ کعبہ اُس خدائے پاک کی تجلی اور ظہور انوار کی جگہ ہے کہ جو جسم اور مکان سے پاک ہے نہ یہاں کسی کی صورت ہے نہ کسی دیوی دیوتا کا استھان ہے بلکہ ایک چھوٹا اونچا سا مکان ہے گویا اُس بے نشان نے اپنے عاشقوں کے لئے دنیا میں اپنا ایک نشان قائم کیا ہے اور اسکو اپنے دیدار فیض آثار کی کشش کی قرار دیا ہے اور اپنے جمال باکمال کا آئینہ بنایا ہے (اور ثبوت اس کا پہلے بدلائل ہو چکا ہے) اور نیز اس معبد کو جس کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسی کی عبادت خاص کیلئے اپنے ہاتھ سے تعمیر کیا ہے (جیسا کہ تواریخ مخالفین سے بھی ثابت ہے) اور تمام روئے زمین پر اکثر اسی بابرکت نسل سے انبیاء پھیلے ہیں اسوقت کیا بلکہ ہر زمانہ کی خداپرست قومیں انہیں کو سر دفتر توحید تسلیم کرتی چلی آئی ہیں بالخصوص آخیر زمانہ میں جناب محمد علیہ السلام انہیں کی نسل سے ہیں جو تمام بنی آدم کے ہادی اور سب کے رہنما ہو کر اس باخدا کے اصول مذہب کو از سر نو زندہ کرنیکو دنیا میں تشریف لائے اور حضرت ابراہیم نے بمقام عرفات خداپرست لوگوں کو توحید کا جلوہ دکھلانے کے لئے آواز دیکر بلایا! اسلئے تمام خداپرستوں پر یہ فرض ہوا کہ عمر بھر میں ایک بار باستطاعت فرمان والا شان کو قبول کرکے دربار خاص میں آویں اور ایک مجمع خداپرستوں کا ایک خاص دن میں (کہ جس میں اُس نے تجلی باطنی اور برکت و مغفرت کا وعدہ کیا ہے) اس دربار میں حاضر ہو کر اپنی فرمانبرداری اور ملت ابراہیمیہ کی پابندی کا اظہار کریں بعد حسب استعداد باطنی اسکے جمال باکمال سے بہرہ یاب بھی ہوں اور اُس معشوق حقیقی کے الطاف اور عجائبات قدرت کا مشاہدہ کریں اور یہ بھی ہے کہ جسطرح دنیا میں بت پرستوں کے میلے اور غیر اللہ کیلئے مجمع ان کی عظمت و شان کیلئے ہوتے ہیں جس سے انکی عظمت و عزت لوگوں کے دلوں میں مرسوخ ہو جاتی ہے اور انکی پرستش و نذر و نیاز کا بازار گرم ہوتا ہے اسیطرح حکمت الٰہی میں جبکہ خداپرستی اور نور توحید عالم پر ظاہر کرنیکا منشا تھا، ضرور ہوا کہ خاص موحدین کا بھی ایک مجمع عام روئے زمین کے لوگوں کا اژدہام خاص خدا کے لئے اور اسکے لئے اسکی تہلیل و تکبیر و تقدیس و نیز یہ ظاہر کرنے کیلئے ہو تاکہ لوگوں میں خداپرستی کی شوکت ظاہر ہو اور ہر ایک خداپرست دوسرے سے ملکر اکتساب خیر و برکت بھی کرے اور روئے زمین کے خداپرستوں میں ایک میل جول بطور اتحاد قلبی قائم ہو جائے اور اس کے ضمن میں علوم و فنون و تجارت و صنعت کے متعلق فوائد اور تبادلہ خیالات بھی ہو جائیں چنانچہ اس آیت میں بھی اسی طرف اشارہ ہے لیشہدوا منافع لہم الآیۃ اور یہ بھی سبب ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام چونکہ دنیا میں توحید پھیلانے والے اور موحدین کے بزرگ مانے گئے ہیں پس اس بزرگ کی یادگاری پر کوئی مجمع توحید کی ترقی کیلئے ہونا بالخصوص اُس مقام پر کہ جہاں اس کی بیوی اور معصوم بچے کے ہاتھ سے بھی اُس خداپرستی کی بدولت خرق عادات کا ظہور ہوا ہو اور جہاں اُسکا بوتا آخیر نبی پیدا ہوا خصوصاً ان مقامات پر کہ جہاں حضرت آدم نے بھی سب سے بیشتر خدا کی یاد کی ہو اور جن پہاڑوں اور میدانوں میں اسکی قدرت کے عجائبات ظاہر ہوئے ہوں اور جس جگہ سے کہ اسلام کی روشنی تمام دنیا کے پردے کنارہ تک پھیلی ہو ضرور اور بہ رمز ہے اور یہی حج ہے اسی لئے ان دنوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا لباس پہنکر کہ جو احرام ہے اور نیز تکلفات و تزئینات دور کر کے اُس کے دربار میں فطرتی حالت اور عاشقانہ ہیئت بناکر حاضر ہونا اور ایک خاص معین سمت سے اس گھر کا ادب ملحوظ رکھکر یہ ہیئت بنانا اور اسیوقت سے اسکی تہلیل و تکبیر و لبیک پکارنا اور اس گھر کا ادب و اسحالت کا لحاظ رکھنا شکار نہ کرنا فحش اور لڑائی جھگڑوں سے باز رہنا پھر جب خاص اُس معبد کے پاس آویں تو اسکے شوق میں اُسکے گرد قربان ہونا کیونکہ اس سے دل پر ایک عجیب اثر پیدا ہوتا ہے پھر جس طرح کہ ہاجرہ نے پہاڑیوں میں دوڑتی پھری تھیں اسحالت کی یاد کرنے کیلئے ویسے ہی کرنا اور پھر عرفات میں جس میدان میں کہ حضرت آدم پر خدا کی تجلی ہوئی تھی اور حضرت ابراہیم نے لوگوں کو وہاں سے بلایا تھا جا کر دن بھر خدا کی تکبیر و تہلیل کرنا پھر منیٰ میں آکر جہاں کہ حضرت ابراہیم نے خدا کیلئے اپنے پیارے فرزند اسمٰعیل علیہ السلام کو ذبح کرنا چاہا تھا قربانی کرنا اور جسطرح تین بار شیطان نے نمودار ہو کر انہیں بہکانا چاہا تھا اور انہوں نے اس کو کنکریاں مار کر بھگایا تھا اسی طرح اُن مقامات پر جو منارے ہیں انپر کنکریاں مارنا جس سے نفس بد پر تین بار غلبہ کرنیکی طرف اشارہ ہے پھر وہاں سے آکر اُس مقدس مسجد میں وہی نماز عاشقاں یعنی طواف کرنا سراسر معقول اور اسلام میں رئیس الموحدین حضرت ابراہیم کے عاشقانہ جذبات کا اظہار ہے جس میں کوئی بات بھی خلاف عقل نہیں لیکن بعض بغلوں کے علاوہ قوم کو بری و بحری سفر کا تجربہ کرانا اور

لہ یہ کتنا قہر اور ۔۔۔ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اس پتھر کے بنے ہوئے چھوٹے سے گھر میں کیا ایسی متعدی برکت ہے کہ جہاں سات دفعہ اسکے گرد پھرے اور بطور بہشت میں چلے گئے یہ انکی غلط خیالی ہے اور اس چھوٹے گھر گرد پھیرنے سے کیا ہوتا ہے اس کے گرد تو اونٹ اور گدھے بھی پھرتے ہیں تو وہ کبھی حاجی نہیں ہوئے (انتہٰی) صریح رندانہ پن ہے اور نیز قرآن و حدیث بلکہ حقیقت حج سے ناواقفیت کی دلیل ہے بیچارہ اپنی خوش ناچار رہیں بھی اور ابتدا عمر کا الحاد اور بے دینی اور دنیا پرستی نخوت و غرور دل میں بھرا ہوا ہے وہ بے ساختہ منہ سے

اُگل رہا ہے سیکڑوں رندوں کو ہم نے دیکھا ہے وہ خدا اور رسول اور ہر امر دین پر تمسخر کرتے ہیں اور زبان میں لگام نہیں رکھتے بعد مردن ۔۔۔ معلوم ہوجاوے گی نعوذ باللہ منہ

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهٖ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ۝ وَاِذَا تَوَلّٰى

اور بعض ایسے بھی ہیں جن کی بات دنیا کی زندگی میں تجھ کو بھلی معلوم ہوتی ہے اور وہ اپنی دلی باتوں پر خدا کو گواہ بھی کرتا رہتا ہے حالانکہ وہ (سخت دشمن) سخت جھگڑالو ہے اور جب پیٹھ پھیر کر

سَعٰى فِي الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ ۝ وَاِذَا قِيْلَ لَهُ

جاتا ہے تو ملک میں فساد ڈالتے ہیں　اور کھیتی اور مواشی کو برباد کرنے کے لئے کوشش کرتا ہے اور اللہ کو فساد پسند نہیں آتا۔　اور جب اس کو کہا جاتا ہے

اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ ؕ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝ وَمِنَ النَّاسِ

کہ خدا سے ڈر تو شیخی میں آکر اور بھی گناہ کرتا ہے سو اس کو جہنم کافی ہے　اور وہ بہت بری ہی جگہ ہے　اور بعض ایسے بھی ہیں

مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ ۝

کہ جو خدا کی رضا جوئی کے لئے اپنی جان بھی بیچ دیتے ہیں۔　اور اللہ اپنے بندوں پر بڑی شفقت رکھتا ہے

محنت کش اور ریختہ کار بنانا اور اپنے تبرک مقام کا دکھانا جو ہمیشہ سے توحید و حق پرستی کا سرچشمہ رہا ہے اور نیز ان خدا پرستوں کی عظمت بھی دلوں میں راسخ کرنا اور اس ملک کے باشندوں کو مالی فائدہ پہنچانا بھی مقصود ہے جس کی وہ سلف صالحین کی یادگار و متوکل قوم ہر طرح سے مستحق بھی ہے اور بھی بیشمار اسرار ہیں۔

ترکیب من یعجبک میں من نکرہ موصوفہ ہے فی الحیوۃ الدنیا متعلق ہے قول سے والتقدیر فی امور الدنیا اور ممکن ہو کہ یعجبک کے متعلق ہو ویشہد اللہ جملہ حال ہے ضمیر یعجبک سے الخصام جمع خصم ہے اور ممکن ہے کہ مصدر ہو بمعنی اسم فاعل الد افعل اس جگہ مفاضلہ کے لئے ہے تقدیرہ وہو شدید الخصومۃ لیفسد لام متعلق سعی سے اخذتہ فعل ہ مفعول العزۃ فاعل بالاثم میں ب سببیہ ہے ای اخذتہ العزۃ بسبب الاثم فحسبہ جہنم جہنم اس کی خبر اور ممکن ہے کہ جہنم حسب کا فاعل ہو۔

تفسیر اول آیت میں ذکر تھا کہ بعض ایسے بھی ہیں کہ جو حج کے ایام اور ایسے موضع میں صرف دنیا خدا سے مانگتے ہیں کس لئے کہ آخرت اور وہاں کی نعمتوں کا ان کو یقین ہی نہیں ہے اور بعض ایسے بھی ہیں کہ جو دنیا و آخرت دونوں کا سوال کرتے ہیں اب یہاں ان دونوں گروہوں کی تشریح فرماتا ہے کہ وہ جو دنیا ہی مانگتے ہیں وہ لوگ ہیں کہ جو بڑے شیریں کلام خوش گو بڑی باتیں بنا　بات پر خدا کی قسم کھاتے ہیں اور باطن ان کا خراب ہے جب قابو پا دیں تو فساد مچا دیں اور جو کوئی منع کرے تو غرور اور تکبر میں آکر اور بھی گناہ میں بڑھ جاویں سو ایسے لئے جہنم کافی ہے اور جو دنیا و آخرت مانگتے ہیں کہ جنہوں نے اپنی جان کو خدا کی خوشنودی کے لئے فروخت کر دیا ہے سو ان پر خدا بھی مہربانی کرتا ہے بعض مفسرین قرآن کے ایسے عام الفاظ سے اشخاص خاص مراد لیا کرتے ہیں اور پھر ان کے حال بیان کرنے کو شان نزول کہتے ہیں اس میں کوئی شبہ نہیں کہ قرآن کی عبارت مربوط ہے اس میں قصداً اس طرح سے ٹکڑے کرنا بے ضرورت بات ہے مگر اس میں بھی کوئی تعجب نہیں کہ ان عبارات کا مصداق اس وقت میں پایا گیا ہے چنانچہ ومن الناس من یعجبک کی تفسیر میں چند اقوال منقول ہیں از انجملہ یہ کہ اس سے مراد اخنس بن شریق[1] منافق ہے کہ جو آنحضرت علیہ السلام کے پاس آکر بڑی باتیں بناتا تھا کہ واللہ میں سچا مسلمان خدا ترس آپ سے دلی محبت رکھنے والا ہوں اور ایک روز جو آپ کے پاس سے گیا تو باہر جاکر غریب دینداروں کی کھیتی جلا دی اور ضد اور تکبر میں آکر مویشی ہلاک کر دیئے اور من یشری نفسہ سے مراد صہیب بن سنان اور عمار بن یاسر اور بلال اور خباب بن ارت اور ابو ذر وغیرہم مہاجرین ہیں ان لوگوں کو مشرکین نے قید کر لیا تھا اور ان سے کفر اور بددینی کرانا چاہتے تھے کہ اگر تم اسلام سے نہ پھرو گے تو ہم قتل کر دیں گے اور عذاب دیکر ماریں گے لیکن ان حضرات نے نہ مانا سب مصیبتیں سہیں جو کچھ اپنے پاس تھا جو یا مار کھائی فاقہ کھینچے مگر اسلام پر قائم رہے اور انکے ہاتھ سے خلاصی پاکر مدینہ میں آ گئے ان کے حق میں خدا فرماتا ہے کہ ان لوگوں نے اپنی جان کو رضا الٰہی کیلئے فروخت کر دیا ہے یہ اسکے انعام و فضل کے مستحق ہیں الغرض بدوں اور نیکوں کی مختصر تصویر کھینچ دی ہے

[1] منافق

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَاۗفَّةً ۠ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْۢ

مسلمانو! اسلام میں پورے پورے آ جاؤ اور شیطان کے قدم بقدم نہ چلو کیونکہ وہ تمہارا صریح دشمن ہے پھر اگر تم کھلی کھلی

بَعْدِ مَا جَاۗءَتْكُمُ الْبَيِّنٰتُ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلٰۗىِٕكَةُ وَقُضِيَ

نشانیاں آ جانے کے بعد بھی پھسل گئے تو جان رکھو کہ اللہ زبردست حکمت والا ہے کیا یہ لوگ اسی کے منتظر ہیں کہ ان کے سامنے خدا بادلوں کے سائبانوں میں آ موجود ہو اور فرشتے بھی اور کام ہی پورا

الْاَمْرُ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ سَلْ بَنِىْٓ اِسْرَاۗءِ يْلَ كَمْ اٰتَيْنٰھُمْ مِّنْ اٰيَةٍۢ بَيِّنَةٍ ۭ وَمَنْ يُّبَدِّلْ نِعْمَةَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَتْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ

ہو جائے یعنی کیا قیامت برپا ہو جائے کیونکہ سب کام اللہ ہی کی طرف رجوع ہوتے ہیں بنی اسرائیل سے پوچھو ہم نے ان کو کیسی کھلی نشانیاں دیں اور جو شخص اللہ کی نعمت پانے کے بعد بدل ڈالے تو اللہ بھی سخت

الْعِقَابِ زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَيَسْخَرُوْنَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۘ وَالَّذِيْنَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاۗءُ

عذاب دینے والا ہے کافروں کو دنیا کی زندگی زینت دے دی گئی ہے اور وہ ایمان والوں پر ہنستے ہیں حالانکہ قیامت کے دن پرہیزگار ان سے بالا تر ہوں گے اور اللہ جس کو چاہتا ہے بے حساب روزی

بِغَيْرِ حِسَابٍ كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۣ فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۠ وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ

دیتا ہے ابتدا میں سب لوگ ایک ہی گروہ کے تھے پھر جب اختلاف ہوا تو خدا نے نبی بھیجے جو خوشخبری دیتے اور ڈراتے تھے اور انکے ساتھ کتاب برحق نازل کی تاکہ اختلافی امور

النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۭ وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۚ فَهَدَى اللّٰهُ

میں لوگوں کے لئے فیصلہ کر دیا کرے اور جن کو کتاب ملی تھی وہی اپنے پاس کھلے کھلے احکام آنے کے بعد آپس کی ضد سے اس میں اختلاف کرنے لگے پھر دین حق

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ ۭ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ

کی جس میں وہ اختلاف کر چکے تھے خدا نے اپنی عنایت سے مسلمانوں کو راستہ دکھا دیا اور اللہ جس کو چاہتا ہے سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔

ترکیب کافۃ میں الف کانہم کفوا ان یخرج منہم احد باجتماعہم حال فاعل ادخلوا فی السلم سے ای فی السلم من جمیع وجوہہ فان زللتم شرط فاعلموا الخ جملہ جواب فی ظلل جمع ظلۃ یہ ظرف ہے اور ممکن ہے کہ حال ہو من الغمام صفت ہے ظلل کی سل فعل انت اس کا فاعل بنی اسرائیل مفعول اول کم استفہامیہ آتینا فعل با فاعل ہم مفعول اول اور کم من آیۃ بینۃ اسکی تمیز مجموعہ مفعول ثانی ہے پھر یہ تمام جملہ مفعول ثانی ہے سل کا اصلاً یہ جملہ منصوب ہے اور یہ سوال بطور تہدید کے ہے یہ خطاب حضرت کو نہیں ہر مخاطب

تفسیر اگلی آیت میں ذکر تھا کہ بعض لوگ ایسے ہیں کہ جن کا ظاہر حال اچھا معلوم ہوتا ہے مگر در پردہ بُرے ہیں اب اس آیت میں خدا تعالیٰ خطاب فرماتا ہے مومنوں سے کہ اے مسلمانو تم سب کو سزاوار ہے کہ یہ دو رنگی کچھ نہیں ہماری اطاعت میں پورے پورے آ جاؤ ظاہرًا و باطنًا کی فرمانبرداری اختیار کرو یہ نہیں کہ جس کو دل نے چاہا مانا اور نہیں کیونکہ یہ شیطان کی پیروی ہے تم اس دشمن کی پیروی نہ کرو اسکے بعد الزام حق پر ثابت رہنے کی تاکید فرماتا ہے کہ ہماری آیات عقلیہ و معجزات نبویہ اور دیگر آثار قدرت کو دیکھنے اور غور کرنے کے بعد بھی اگر تم پھسل گئے تو ہمارا کچھ نقصان نہ کرو گے ہم کو تمہارے افعال کی سزا دے سکتے ہیں زبردست ہیں اور اگر عذاب میں دیر ہو تو دلیر مت ہو اس میں کوئی حکمت ہوتی ہے کیونکہ ہم حکیم ہیں پھر فرماتا ہے کہ ان کفار و اہل شرکین و سخت دل یہود و نصاریٰ با وجود یکہ تم سب کچھ آیات دیکھ چکے ہو اور پھر ہماری طرف رجوع کرنے میں حیلہ و بہانہ کرتے ہو سو اب اور کیا باقی ہے مگر یہ کہ خدا اور اسکے فرشتے تمہارے اعتقاد کے موافق تمہارے روبرو آویں تب مانو جیسا کہ کوہ طور پر موسیٰ کے عہد میں بادلوں میں سے دھواں اور گرج کا شعلہ معلوم ہوا اور خدا کا جلوہ دکھائی دیا سو تم اسی بات کے منتظر ہو ہم قادر مطلق ہیں بنی اسرائیل کے علماء سے پوچھو کہ ہم نے کیا کچھ نشانیاں دکھائی ہیں مگر انہوں نے انکے بعد اس نعمت الٰہی کی ناشکری کی ہے جس پر ہم نے انکو ہلاک کیا اور جو ہماری نعمتوں کی قدر دانی نہیں کرتا ہم اس کو سخت عذاب دیتے ہیں۔

ترکیب زین فعل مجہول الذین کفروا متعلق ہے زین کے الحیوۃ الدنیا صفت و موصوف مفعول مالم یسم فاعلہ اور زین کو ما زینت نہ کہ کسے کہ زین اور الحیوۃ الخ میں فاصلہ ہو گیا دوم یہ کہ مونث حقیقی نہیں ہے ویسخرون معطوف ہے زین پر والذین اتقوا مبتدا فوقہم خبر القیامۃ ظرف ہے مبشرین و منذرین حال ہے النبیین سے وانزل معطوف ہے حال میں ہے کتاب سے بالحق حال ہے ای مشتملاً علی الحق لیحکم ای الکتاب اور لام متعلق ہے انزل سے فیہ ای الحق اوتوہ ای الکتاب من بعد الخ جملہ متعلق اختلف سے بغیا مفعول لہ ہے اختلف کا من الحق حال ہے ضمیر فیہ یا ما سے باذنہ حال ہے الذین امنوا سے ای ماذونا لہم

(۱) نعمت سے مراد توریت اور صحف انبیاء علیہم السلام ہیں کہ اہل کتاب نے انکو جا بجا کہیں کہیں سے بدل ڈالا یہ ایک نعمت الٰہیہ پر ناشکری ہے اسی قدر نہیں کرتے اور اسکو

أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُمْ مَثَلُ الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَأْسَاءُ وَالضَّرَّاءُ وَ

مسلمانو کیا تم نے خیال کر رکھا ہے کہ مفت بہشت میں چلے جاؤ گے حالانکہ ابھی تک تم پر ان لوگوں کی سی حالت نہیں پہنچی جو کہ تم سے پہلے ہو گزرے ہیں ان پر ایسی سختیاں اور مصیبت پڑی

زُلْزِلُوا حَتَّى يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ مَتَى نَصْرُ اللَّهِ ۗ أَلَا إِنَّ نَصْرَ اللَّهِ قَرِيبٌ ۝

اور ہلا دیے گئے یہاں تک کہ خود رسول اور جو اسکے ساتھ ایمان لائے تھے کہہ اٹھے کہ خدا کی مدد کب ہوگی اس وقت ہم نے انکو تسلی دی کہ (سنو) خدا کی مدد بہت ہی قریب ہے

تفسیر پہلی آیت میں اشارہ تھا کہ کفار دلائل و معجزات پر بھی ایمان نہیں لاتے بلکہ عیاناً خدا اور فرشتوں کو دیکھنا چاہتے ہیں پھر اسکے بعد اسکے سبب کی طرف اشارہ تھا کہ یہ ساری باتیں دنیا اور دیگر نعماء کے نشے کی وجہ سے ہیں انہوں نے نعمتوں کو بدلا شکر کی بجائے کفر کیا اب یہاں دنیا اور اسکی نعمتوں کی بیوقعتی اہل ایمان کے سامنے دکھاتا ہے کہ دنیا اور اس کی نعمتیں بے ثبات ہیں پھر کافر ہی ایسے ہیں اور انہیں کی آزمائش کیلئے خدا نے بیکار سامان دیئے ہیں کہ جن کا عالم آخرت پر یقین نہیں اور دنیا کو مدنظر رکھتے ہیں اسلئے وہ ایمان والوں پر کہ وہ عالم آخرت کیوجہ سے دنیا پوری پوری حاصل نہیں کرتے اور یاد الٰہی میں رہتے ہیں انکو بیوقوف اور مفلس سمجھ کر ٹھٹھے مارتے ہیں حالانکہ یہ اہل اللہ قیامت کے روز انسے بالاتر ہونگے اور اس فراغدستی پران کا غرور بیجا ہے خدا اپنی حکمت سے جس کو چاہتا ہے بیشمار رزق و روزی عطا کرتا ہے اس میں کافر و مومن ہونے کو کچھ دخل نہیں پھر دنیا کی افزودگی سے یہ سمجھنا کہ ہم خدا کے نزدیک پسندیدہ اور محبوب ہیں محض غلط ہے اور یہ کفر جو دنیا کیوجہ سے انسان کیلئے ایک عارضی بات ہے کس لئے کہ یہ سب لوگ بدء الخلقۃ میں فطری طور پر خدا کے وجود اور اسکے لاشریک ہونے کے قائل تھے پھر جب لوگ نفسانی پہیلی اور ان پر طبیعت و لذات کے حجاب پڑتے گئے حقیقی نور گم ہوتا گیا اس لئے گمراہی کے رستوں پر بھی چلنے لگے تو گردش خیال نے انکی کمزور عقل کو ڈگمگانا شروع کر دیا اوہام پرستی و شہوت رانی شروع ہو گئی تو اس رحیم و کریم نے انبیاء بھیجنے شروع کر دیئے وہ حقائق الاشیاء کے واقف تھے ہر ایک نیک و بد کے نتیجہ کی خوشخبری اور ڈر لوگوں کو سنایا کرتے اور انکے ساتھ کتاب بھی اتاری کہ ہر اختلافی بات میں وہ کتاب آسمانی فیصلہ کر دیا کرے لیکن جن پر گمراہی اور نفسانیت کا رنگ غالب تھا وہ اس کتاب میں بھی آیات و بینات دیکھنے کے بعد بھی مخالف رہے اور اختلاف کرتے رہے مگر اس نے اپنے فضل و کرم سے ایمانداروں کو اختلافی باتوں میں امر حق کی ہدایت کر دی اور وہ مختار ہے جس کو چاہے ہدایت کرے اس سے کوئی پوچھ نہیں سکتا پس کفار یہ سمجھ کر خوش نہ ہوں کہ ہمارا طریق قدیم ہے اور پیغمبروں کی باتیں باہم مختلف اور نئی ہیں۔

ترکیب ام بمنزلہ بل اور ہمزہ استفہام یعنی منقطعہ حسبتم فعل با فاعل ان تدخلوا الجنۃ سارا جملہ قائم مقام دو مفعولوں کے ولما یاتکم جملہ مستانفہ ہے شرح احوال کے لئے اور ممکن ہے کہ قد مضمر مانکر حال قرار دیا جاوے الرسول فاعل یقول ہے الذین آمنوا اس پر معطوف معہ متعلق ہے یقول کے اور ممکن ہے کہ آمنوا کے ہو متی نصر اللہ جملہ مقولہ

تفسیر پہلی آیت میں اس بات کا ذکر تھا کہ دنیا اور اس کی زینت کفار کو دی گئی ہے اور وہ مسلمانوں سے ہنسی اور تمسخر کرتے ہیں یہاں مسلمانوں کو صبر اور توکل اور ثابت قدمی کی ترغیب دیتا ہے تاکہ اسلام میں جسقدر مصیبتیں اور تکالیف اور تنگدستی اور ناامیدی اور دنیا کی ناکامی اور دشمنوں سے ہر قسم کی تکلیفیں پیش آویں ان پر ثابت قدم رہیں کس لئے کہ امر حق اور طلب مولیٰ اور تعلق دار آخرت بغیر برداشت کرنے شدائد کے نصیب نہیں ہوتا اور بالخصوص صحابہ کو ہمت بندھاتا ہے جبکہ وہ گھر بار چھوڑ کر مدینہ آ رہے اور ان پر طرح طرح کی مشکلیں پیش آئیں خصوصاً جنگ احد میں کہ جس کی نسبت فرماتا ہے وبلغت القلوب الحناجر کہ اے مسلمانوں صرف ایمان لانا ہی بس نہیں کرتا بلکہ تم کو ہر قسم کی مصیبتوں کی برداشت کرنا چاہیئے اور تم سے پہلے انبیاء اور ان کے مطیع ایماندار کیا کچھ مصیبتیں نہ اٹھا چکے ہیں آروں سے چیرے گئے جلتی آگ میں ڈالے گئے انکے گھر بار لوٹ لئے گئے ہیں مگر تب بھی وہ دین حق پر ثابت قدم رہے ہیں بلکہ انپر یہاں تک مصیبت پڑی ہے کہ رسول اور مومنوں کو

يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ۵ قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى

آپ سے پوچھتے ہیں کہ (اللہ کے لئے) کیا دیا کریں۔ کہدو کہ جو کچھ بہتر چیز خرچ کرو تو ماں باپ اور قرابت داروں اور یتیموں

وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ؕ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ۵

اور فقیروں اور مسافروں کو دیا کرو اور جو کچھ نیکی کروگے سو وہ اللہ کو معلوم ہے

باوجودیکہ مدد غیبی کے آنے کا یقین کامل تھا مگر بے قرار ہو کر پکار اٹھے کہ وہ کب آئے گی جس پر غیب سے اُن کو مژدہ دیا گیا کہ مدد الٰہی عنقریب آتی ہے۔ انسان کا مقتضائے طبعی ہے کہ وہ نہایت سختی کے وقت بیقرار ہو جاتا ہے اور باوجودیکہ اس کو یقین ہوتا ہے کہ مشکل کشائی ہوگی مگر پھر بھی ایک قسم کی مایوسی طاری ہو جاتی ہے کما قال اللہ تعالیٰ حتی اذا استیأس الرسل وظنوا انہم قد کذبوا جاءہم نصرنا الآیۃ مگر اس سے یہ سمجھنا کہ رسول کو وعدہ الٰہی میں شک ہو گیا غلطی ہے کیونکہ اگر یہ ہوتا تو مدد الٰہی کا وقت دریافت نہ کرتے بلکہ یوں کہتے کہ آیا مدد آوے گی یا نہیں؟

ترکیب یسئلون فعل با فاعل کاف مفعول ینفقون فعل با فاعل ما۔ اذا اس کا مفعول اور ممکن ہے کہ ما استفہام کیلئے ہو۔ یعنی ای شیٔ اور ذا بمعنی الذی اور ینفقون اس کا صلہ اور عائد محذوف پس ما مبتدا اور ذا مع صلہ کے اس کی خبر پھر یہ تمام جملہ مفعول ثانی ہوگا یسئلون کا و قیل تفسیرہ ما شرطیہ انفقتم الخ شرط فللوالدین الخ جواب شرط پھر یہ تمام جملہ محلاً منصوب ہے قل کا مفعول ہو کر اور ممکن ہے ما بمعنی الذی ہو اور مبتدا قرار دیا جاوے اور من خیر حال ہو محذوف سے فللوالدین خبر۔

تفسیر جبکہ خدا تعالیٰ مومنوں کو دنیا کی بے ثباتی بتا چکا اور دار آخرت کیلئے صبر اور استقلال کی تاکید فرما چکا کہ اس کے لئے جان و مال سے بھی دریغ نہ کرنا چاہیئے پھر اس کے بعد چند احکام بیان فرماتا ہے اس آیت سے لے کر الم تر الی الذین خرجوا من دیارہم تک کس لئے کہ قرآن مجید کی عادت ہے کہ وہ توحید کے ساتھ پند و نصائح اور احکام ملا کر بیان فرماتا ہے تاکہ مخاطب کے دل پر ملال نہ آوے اور ایک کو دوسرے سے تقویت ہو جاوے لیکن ان احکام میں بھی باہم ایک عجیب ربط ہے۔

پہلا حکم اس آیت میں ہے ابن عباسؓ فرماتے ہیں اس کا شان نزول یہ ہے کہ عمرو بن جموح کہ جو اُحد کی لڑائی میں مقتول ہوا ایک نہایت عمر رسیدہ اور بڑا مالدار شخص تھا اُس نے آکر آنحضرت علیہ السلام سے پوچھا کہ یا حضرت ہم اپنا مال کس کو للہ دیں؟ تب یہ آیت نازل ہوئی کہ سب سے اول ماں باپ کا حق ہے پھر اور اقارب پھر یتیم اور فقیر اور مسافر کو للہ دینا اور ان کے ساتھ سلوک کرنا چاہیئے ماذا ینفقون کے معنی بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ کونسا مال خرچ کریں یہ سوال تھا خدا پاک نے اس کا جواب ضمناً من خیر کے ساتھ دے دیا کہ فائدہ کی چیز ہو خواہ کپڑا ہو خواہ اناج ہو خواہ نقد ہو اور اس کے ساتھ مال کے مصارف (یعنی وہ لوگ کہ جن کو دینا چاہیئے) اور جن کا پوچھنا سائل کو ضروری تھا بیان کر دیئے اور اخیر میں عموماً ہر کسی کے ساتھ بھلائی کرنے کے لئے ایک جملہ وما تفعلوا من خیر فان اللہ بہ علیم ایسا کہہ دیا کہ جو سب کو شامل ہے بعض علماء کہتے ہیں کہ اس آیت کا حکم آیت میراث سے کہ جو آگے آئی ہے منسوخ یعنی یہ حکم والدین اور اقارب کے دینے کا جب تک تھا کہ جب تک اُن کے حصے اور میراث قائم نہ ہوئے تھے جمہور محققین فرماتے ہیں یہ قول غلط ہے کس لئے کہ یہ حکم اپنی زندگی میں بطور خیرات کے دینے کے ہے اس کو میراث سے کیا علاقہ ہے اور نیز جس طرح مسافروں اور یتیموں کو تبرعاً اب دینے کا حکم ہے اسی طرح اپنی زندگی میں ماں باپ اور اقارب کے ساتھ ہر ایک قسم کے سلوک کرنے کا حکم بھی منقول باقی ہے

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۖ وَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۖ وَعَسَىٰ أَن تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَ

مسلمانو تم پر جہاد فرض کیا گیا ... اور تم کو برا معلوم ہوتا ہے اور عجب نہیں کہ تم کسی چیز کو بری سمجھو اور وہ تمہارے حق میں بہتر ہو اور عجب نہیں کہ کسی چیز کو پسند کرو اور وہ تمہارے حق میں بری ہو اور اللہ جانتا ہے اور

أَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۝ يَسْأَلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيهِ ۖ قُلْ قِتَالٌ فِيهِ كَبِيرٌ ۖ وَصَدٌّ عَن سَبِيلِ اللَّهِ وَكُفْرٌ بِهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَ

تم نہیں جانتے (اے نبی) آپ سے حرمت کے مہینے میں لڑائی کرنے کی بابت پوچھتے ہیں کہدو کہ اس میں لڑائی کرنا بڑا (گناہ) ہے اور خدا کی راہ سے روکنا اور اس کا انکار کرنا اور مسجد حرام سے باز رکھنا اور

إِخْرَاجُ أَهْلِهِ مِنْهُ أَكْبَرُ عِندَ اللَّهِ ۚ وَالْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ۗ وَلَا يَزَالُونَ يُقَاتِلُونَكُمْ حَتَّىٰ يَرُدُّوكُمْ عَن دِينِكُمْ إِنِ اسْتَطَاعُوا ۚ وَمَن

وہاں کے لوگوں کو وہاں سے نکال دینا خدا کے نزدیک اس سے بھی بڑھ کر ہے اور فتنہ برپا کرنا تو قتل سے بھی بڑھ کر ہے اور یہ کفار تو تم سے برابر لڑتے ہی رہیں گے تاکہ اگر ان کا بس چلے تو تم کو تمہارے دین سے پھیر دیں اور جو کوئی

يَرْتَدِدْ مِنكُمْ عَن دِينِهِ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۖ وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا

تم میں سے اپنے دین سے برگشتہ ہوگا اور وہ کفر ہی کی حالت میں مر جائیگا تو ان کے اعمال دنیا اور آخرت میں اکارت جاوینگے اور وہ دوزخی ہونگے اس میں سدا

خَالِدُونَ ۝ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ يَرْجُونَ رَحْمَتَ اللَّهِ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝

رہا کرینگے البتہ جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت بھی کر گئے اور اللہ کی راہ میں لڑے بھی ایسے ہی لوگ اللہ کی رحمت کے امیدوار ہیں اور اللہ غفور رحیم ہے

ترکیب کتب فعل مجہول القتال ذی الحال وہو کرہ لکم جملہ مجموعہ مفعول مالم یسم فاعلہ عسیٰ فعل ان تکرہوا جملہ بتاویل مصدر اس کا فاعل وہو خیر لکم صفت شیئاً اور ممکن ہے کہ حال ہو قتال فیہ بدل ہے الشہر سے بدل الاشتمال ان القتال یقع فیہ اور فیہ قتال کے متعلق ہو اور جائز ہے کہ اس کی صفت ہو قتال فیہ مبتدا کبیر خبر صد مبتدا عن سبیل اللہ اس کے متعلق یا صفت وکفر بہ صد پر معطوف والمسجد الحرام مجرور معطوف ہے سبیل اللہ پر مدخول ہے عن کا ای صد عن المسجد الحرام واخراج اہلہ منہ معطوف ہے صد پر ان تینوں کی خبر اکبر عند اللہ ان استطاعوا شرط ولا یزالون دال بر جزاء ومن یرتدد شرط منکم موضع حال میں ہے من سے فیمت معطوف ہے یرتدد پر فاولئک جزا

تفسیر خرچ کرنیکا حکم تھا مگر مال کے خرچ کرنے سے اللہ کی راہ میں جان خرچ کرنیکا بڑا درجہ ہے اور نیز قوام ملت وقوم کیلئے ان دونوں عزیز چیزوں کا خرچ کرنا اصل الاصول ہے اسلئے موجب رضا الٰہی بھی ہے اسلئے اس کا بھی حکم دیا گیا آنحضرت علیہ السلام کو مکہ میں صرف صبر و برداشت کا حکم تھا پھر جب کفار کے ظلم سے مدینہ میں تشریف لائے تو اجازت ہوئی کہ جو تم سے لڑے اور تم پر ظلم کرے تو تم اس کو بدلا دو پھر اسپر بھی جب مخالفین جور و ظلم سے باز نہ آئے اور ایمان والوں کو ہر جگہ ستانا شروع کیا تو بموجب انہیں بشارات کتب مقدسہ کے ان فتنہ و فساد اور شر و الحاد کے دفع کرنیکو عموماً جنگ کی اجازت دی بلکہ حکم دیا کہ یہ تم پر فرض ہوگیا اور چونکہ اپنی جان کو ہاتھ پر رکھنا اور اپنے بیگانہ کا کچھ لحاظ نہ رکھنا البتہ انسان کی طبیعت کو ناگوار اور شاق معلوم ہوتا ہے اسلئے فرمایا کہ اس کی مصلحتیں تم نہیں جانتے خدا ہی جانتا ہے تم بعض باتوں کو شاق اور مکروہ جانتے ہو مگر اسکے نتائج اچھے ہوتے ہیں اس میں کوئی شبہ نہیں کہ کج طبع شریر لوگوں کو کتنا ہی وعظ و پند کرو کتنی ہی خرق عادات و معجزات دکھاؤ مگر وہ کبھی فساد اور فتنہ سے باز نہیں آتے جب تک کہ سیاست سے کام نہ لیا جاوے دنیاوی سلطنتوں کی بھی یہی سیاست باعث رونق ہے ہر چند آدمیوں کو گھر میں بیٹھا رہنا عورتوں سے مخالطت کرنا قسم کا عیش کرنا سفر اور جنگ کی مصیبتوں سے بچنا بھلا معلوم ہوتا ہے مگر اسکے نتائج بربادی ملک و دولت دشمنوں کا غالب آکر مقہور کرنا دین و ملت کو خراب کرنا وغیرہ برے نتائج پیدا ہوتے ہیں اور اسی طرح جفاکشی اور مخالفوں کی مصائب برداشت کرنے کے بھی نتائج بہت عمدہ تجربہ میں آئے ہیں جسکے بعد پھر ہر ایک قسم کی راحت و عزت نصیب ہوتی ہے آج کل جاہل اسلام کا تنزل اور یورپ کے لوگوں کا عروج دنیاوی ہے تو اسی وجہ سے ہے باقی علم و ہنر سب اقبال کے تابع ہیں۔ صحابہ کی بے نظیر فتوحات کا یہی سبب تھا۔ عرب کا قدیم دستور تھا کہ وہ رجب اور ذی قعدہ اور ذی الحجہ اور محرم میں باہم جنگ و جدال نہ کرتے تھے اور ان میں کوئی کسی پر چڑھائی نہ کرتا تھا بلکہ اس کو بہت معیوب سمجھتے تھے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عہد سے یہ دستور چلا آتا تھا۔ اسلئے لوگوں نے آنحضرت صلعم سے پوچھا کہ کیا ان مہینوں میں بھی قتال و جہاد جائز ہے؟ جواب آیا کہ ہر چند ان مہینوں میں لڑائی سخت اور بری بات ہے مگر ان مہینوں میں لوگوں کو خدا کی راہ سے روکنا جیسا کہ کفار کرتے

ف شراب اور جوئے کی ممانعت ۲ سنہ ۵ اس لئے ان کو شہر حرام کہتے تھے ۱۲ منہ

يَسْئَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ؕ قُلْ فِيهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا ؕ وَيَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا

(اے پیغمبر) آپ سے شراب اور جوئے کا حکم پوچھتے ہیں کہدو اس میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لئے کچھ فائدہ بھی ہے اور ان کا گناہ ان کے فائدہ سے بڑھ کر ہے اور آپ سے یہ پوچھتے ہیں کہ خدا

يُنْفِقُوْنَ ۬ؕ قُلِ الْعَفْوَ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ۙ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ؕ

کی راہ میں کسقدر دیا کریں کہدو جو تمہاری ضرورت سے زیادہ ہو خدا اپنے احکام تمہارے لئے کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم دنیا اور آخرت کے معاملات میں غور (و فکر) کرو۔

ہیں اور خدا سے انکار کرنا اور مسجد حرام سے روکنا اور وہاں کے باشندوں کو ناحق نکال دینا جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کو نکال دیا تھا اس سے بھی بڑھ کر گناہ ہے اور ان کا فتنہ کہ وہ ہر جگہ ایمان والوں کو ستاتے پھرتے ہیں قتل سے بھی بڑھ کر ہے پس جب انہوں نے ان مہینوں کی رعایت نہ کی تو تم پر بدلہ لینے میں کیا گناہ ہے؟ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت علیہ السلام نے جنگ بدر سے دو مہینے پہلے عبداللہ بن جحشؓ کو چند آدمیوں کے ساتھ بمقام بطن نخل کہ جو طائف کے قریب ہے کفار قریش کے قافلہ پر حملہ کرنے کے لئے بھیجا سو انہوں نے جا کر ان کو گرفتار کر لیا لیکن اسی روز جمادی الثانی کی تیسویں تاریخ تھی مگر انتیسویں کا چاند ہوگیا تھا پر صحابہ کو معلوم نہ تھا اس پر کفار نے آنحضرت اور صحابہ کو طعنہ دینا شروع کیا کہ یہ لوگ شہر حرام میں بھی لڑتے ہیں اس کا جواب بھی اس آیت میں دیا گیا (کبیر) بعض علماء کہتے ہیں کہ شہر حرام کا حکم اس آیت فاقتلوہم حیث ثقفتموہم سے منسوخ ہوگیا اسلام نے ہر زمانہ میں دفع فساد کیلئے کفار سے جنگ کی اجازت دیدی بعض کہتے ہیں ابتدا نہ کرے اور جو کفار چڑھ کر آویں تو مدافعت ضرور ہے کس لئے کہ ظلم ہر مہینے میں ممنوع ہے اور بدلہ لینا ہر وقت درست ہے خواہ شہر حرام میں خواہ مسجد الحرام کے پاس یہ دوسرا سوال اور دوسرا حکم تھا۔

ترکیب یسئلون فعل با فاعل کاف مفعول عن الخمر والمیسر متعلق فعل سے اثم کبیر مبتدا فیہما خبر ومنافع للناس معطوف اثم پر ای فیہما منافع للناس العفو منصوب ہے فعل مضمر تقدیرہ انفقوا العفو کذلک موضع نصب میں ہے نعت ہے مصدر محذوف کی ای یبین مثل ہذا التبیین۔

تفسیر قوام ملت وقومیت بیان فرما کر قوم و مذہب کو برباد کرنیوالے کام بھی جواب سوال کے پیرایہ میں بیان کئے جاتے ہیں کہ تاکہ نوع سعادت کی تکمیل ہو جائے از انجملہ جوا اور شراب ہے عرب میں شراب نوشی کا مدت سے دستور تھا جس چیز کو شریعت نے منع نہ کیا تھا صحابہ اسکو اپنے قدیم دستور کے موافق استعمال میں لاتے تھے چنانچہ مکہ میں اس کا استعمال ہوتا رہا جب آنحضرتؐ مدینہ میں تشریف لائے تو بتدریج شراب اور قمار کو حرام کر دیا بلکہ ایک مدت تک شراب کے برتنوں کا بھی استعمال منع رہا۔ الخمر یعنی شراب اس کی ماہیت میں علماء کا اختلاف ہے امام شافعیؒ کہتے ہیں جو چیز نشہ پیدا کرے وہ خمر ہے مسکر اور خمر دونوں لفظ ایک ہی معنی کیلئے ہیں امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں زبان عرب میں خمر اس شراب کو کہتے ہیں کہ جو انگور سے بنتی تھی یعنی انگور کا شیرہ جب گاڑھا ہو جاوے اور اس میں جھاگ اٹھنے لگیں دلائل دونوں کے انکی کتابوں میں مندرج ہیں اس اختلاف کا یہ ثمرہ ہوگا کہ امام شافعیؒ کے نزدیک ہر ایک مسکر کو قطعی حرام کیا جاویگا اور اسکے تھوڑی بہت کا استعمال کرنا ممنوع ہوگا امام اعظم کے نزدیک وہ خاص شراب تو قطعی حرام ہوگی اور اس کا ایک قطرہ بھی۔ مگر اور مسکرات کو جو حرام کہا جائیگا تو اس پر قیاس کر کے اور ان مسکرات کا اس حد میں استعمال منع ہوگا کہ جسقدر سے نشہ پیدا ہو المیسر یعنی قمار یا جوا یہ یسر کا مصدر ہے جیسا کہ موعد اور مرجع اور اس کا ماخذ یسر ہے یعنی جوئے میں چونکہ آسانی سے مال حاصل ہوتا ہے اسلئے اسکو میسر کہنے لگے (کبیر) بعض کہتے ہیں حصہ مقرر کرنے کے معنے اس میں ملحوظ ہیں ایام جاہلیت میں دستور تھا کسی جانور کو بالاشتراک لیکر ذبح کرتے اور اس کا گوشت یوں تقسیم کرتے تھے۔ دس تیر لے رکھے تھے اور ان کے نام مقرر کر رکھے تھے ان کو ازلام اور اقلام بھی کہتے تھے مثلاً فذ توام رقیب حلس نافس مسبل معلی منیح سفیح وغد ہر ایک کے متفاوت حصے لگے ہوئے تھے بعض میں خالی لکھا ہوتا تھا سب کو جمع کر کے ایک تھیلی میں بند کر دیتے اور ہاتھ ڈالکر نکالتے جس کے نام سے جو نکل آتا اور جو جیت جاتا تو وہ گوشت فقیر کو دیتا اور بڑا خوش ہوتا تھا۔ شراب اور جوئے کا نفع تو یہی ہے کہ مفت مال ہاتھ آتا ہے اور بدن فربہ ہوتا ہے مگر نقصان عقل جو جوہر لطیف ہے اور باہمی عداوت زیادہ تر ہے اس لئے ان کو منع کیا۔

وَيَسْئَلُونَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ؕ وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ

اور (پیغمبر) آپ سے یتیموں کی بابت سوال کرتے ہیں کہدو کہ جسمیں انکی بھلائی ہو وہ بہتر ہے اور اگر انکو اپنے شریک رکھو تو وہ تمہارے بھائی ہیں اور اللہ تو مفسد کو مصلح سے الگ جانتا ہے

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ؕ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ

اور اگر اللہ چاہتا تو تم کو سختی میں ڈالدیتا اللہ غالب تدبیر والا ہے۔ اور مشرک عورتوں سے نکاح نکرو جبتک ایمان نہ لائیں اور مشرک عورتوں سے تو ایماندار لونڈی بہتر ہے

مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ ۚ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا ؕ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ ؕ

گو تم کو بھلی معلوم ہوا کرے اور مشرک مردوں کے نکاح میں (مسلمان) عورتیں نہ دو جبتک کہ وہ ایمان نہ لائیں اور ایماندار غلام بہتر ہے مشرک سے اگرچہ وہ تم کو بھلا ہی معلوم ہو

اُولٰٓئِكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۖۚ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ ۚ وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ

یہ مشرک تو تم کو جہنم کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ اپنی عنایت سے تم کو بہشت اور مغفرت کی طرف بلاتا ہے اور اپنے حکم لوگوں کو کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ وہ یاد رکھیں۔

اور پھر مال خرچ کرنے کا لوگوں نے سوال کیا کہ کس قدر دیں فرمایا جو حاجت سے زیادہ ہو وہ اس سے صدقہ نافلہ مراد ہے۔

ترکیب اصلاح مبتدا لہم اس کی صفت خیر خبر وان تخالطوہم شرط فہم اخوانکم جزا ولو شرط شا فعل اللہ فاعل مفعول اعنتکم محذوف واعنتکم جواب شرط ولو بمعنی ان

تفسیر از انجملہ یتیموں کی حق تلفی ہے اسکے متعلق اول آیت میں بیان ہے از انجملہ مشرکوں سے مناکحت ہے کیونکہ اس سے زہر آلود اختلاط ہوتا ہے مشرکوں کی عادت اور خصائل رواج پاکر توحید باقی رہتی ہے نہ دین خالص جس کی نظیر ہندوستان کے مسلمان ہیں دوسری آیت میں اس کی ممانعت کی گئی جب خدا نے یتیموں کے حق میں یہ آیت نازل فرمائی وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ تو لوگوں نے احتیاطاً یتیموں کا کھانا پانی گھروں میں الگ رکھنا شروع کیا اور ان کے مال کو تجارت وغیرہ منافع میں بھی لگانے سے دست کشی کی یہانتک کہ جو کھانا یتیم کا بچ رہتا تو وہ سڑ گل کر خراب جاتا اس میں یتیموں کا حرج تھا اور یتیموں کی پرورش کرنے والوں کو بھی دقت تھی اس لئے یہ آیت نازل فرمائی اور چند کلمات جامع کہکر تمام باتیں ختم کردیں فرمایا کہ یتیموں کی اصلاح خواہ مال کے معاملہ میں خواہ ان کی تعلیم و تربیت کے معاملہ میں بہتر ہے ان کے لئے بھی اور دنیا و آخرت میں تمہارے لئے بھی۔ پھر فرمایا اگر ان کو ملالو خواہ ان کا کھانا پینا خواہ تجارت میں خواہ ان سے نکاح بیاہ کرکے تو وہ تمہارے بھائی واجب الرحم ہیں۔ اس کے بعد ظاہراً و باطناً خدا ترسی اور دلی نیک نیتی کی طرف اشارہ کیا کہ خدا کو بھلائی چاہنے والا اور برائی کرنیوالا معلوم ہے۔ پھر نعمت جتلاتا ہے کہ اگر ہم چاہتے تو سخت احکام کی مشقت میں تم کو ڈالدیتے مگر نہ ڈالا اور آسانی ملحوظ رکھی یتیموں کی پرورش اور اصلاح اور خدا ترسی زیادہ گھر کی بیویوں سے متعلق ہے کیونکہ مرد اپنے کاروبار میں اندر باہر آتا جاتا رہتا ہے اور نیز جزئیات امور پر اس کی نظر بھی نہیں رہتی اس لئے خانہ داری کی اصلاح بھی ضرور ہوئی پس فرمایا کہ مشرک عورتوں سے نکاح نکرو کس لئے کہ اس میں دیانت نہیں پھر خدا ترسی اور حقوق پر نظر کجا؟ اور نیز تمہاری معاش و معاد میں بھی خلل پڑیگا۔ زن و شوہر کا ایک نازک معاملہ ہے جو باہمی محبت پر مبنی ہے اگر اختلاف مذہب کیوجہ سے محبت نہ ہوئی تو روز کے جھگڑے پیدا ہوئے اور جو محبت ہوئی تو اس کی رسوم شرک و کفر پر چشم پوشی کرنی پڑی جس سے دین برباد ہوا اور اسی طرح سے مسلمان عورتوں کے مشرک مردوں سے نکاح کی ممانعت کردی اور فرمایا کہ مشرک سے غلام بہتر ہے اور مشرکہ سے لونڈی افضل ہے نکاح سے یہاں مراد عقد ہے مگر اس لفظ کے معنی میں اختلاف ہے امام اعظمؒ کہتے ہیں کہ اس کے اصلی معنی وطی[1] کے ہیں اور مجازاً عقد پر اطلاق ہوتا ہے امام شافعیؒ اسکے برعکس کہتے ہیں المشرکات سے سوا اہل کتاب کے اور بت پرست عورتیں ہیں جو خدا کی ذات و صفات میں کسی اور کو حصہ دار سمجھتی ہیں اور اہل کتاب کی عورت سے نکاح بحکم آیت سورہ مائدہ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حلال ہے مگر المشرکین سے بالاجماع اہل کتاب غیرہ سب مراد ہیں پس مسلمان عورتوں کا کسی کافر سے نکاح درست نہیں اس آیت سے پہلے مسلمانوں اور کافروں میں بیاہ شادی کا عام دستور تھا اسکے بعد ممانعت ہوگئی

لہ اولٰئک یدعون الی النار سے اسی طرف اشارہ ہے ۱۲ منہ [1] جماع یعنی صحبت کرنا ۱۲ منہ

وَيَسْـَٔلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ قُلْ هُوَ أَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتَّىٰ يَطْهُرْنَ فَإِذَا تَطَهَّرْنَ

اور (اے رسول) وہ آپ سے حیض کی بابت سوال کرتے ہیں کہہ دو وہ نجاست ہے پس تم عورتوں سے حیض میں الگ رہو اور ان کے پاس نہ جاؤ جب تک وہ پاک نہ ہو جائیں پھر جب خوب پاک

فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَكُمْ فَأْتُوا

ہو جائیں تو ان کے پاس اسی جگہ سے جاؤ جہاں سے خدا نے تم کو حکم دیا ہے خدا توبہ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے اور پاک رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے تمہاری بیویاں تمہاری کھیتی ہیں پھر اپنی کھیتی

حَرْثَكُمْ أَنَّىٰ شِئْتُمْ وَقَدِّمُوا لِأَنْفُسِكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ مُلَاقُوهُ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ ۝

میں جس طرح چاہو آؤ اور اپنے لئے آئندہ کے واسطے بھلائی آگے بھیجو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ تم کو اس کے پاس حاضر ہونا ہے اور (اے رسول) ایمان والوں کو خوشخبری سنا دو

ترکیب المحیض مصدر بمعنی حیض و یحتمل ان یکون نفس الحیض والتقدیر یسئلونک عن الوطی فی زمن الحیض من حیث امرکم من اس جگہ ابتداء غایہ کیلئے ہے اور ممکن ہے کہ بمعنی فی ہو۔ پس یسئلون فعل ہم ضمیر فاعل کاف مفعول عن المحیض فعل کے متعلق ہو کر جملہ خبریہ ہوا ہو مبتدا اذی خبر جملہ مقولہ ہوا قل کا فاعتزلوا امر حاضر معروف فی اتم اس کا فاعل النساء مفعول بہ فی المحیض متعلق ہو فعل سے جملہ انشائیہ ہوا معطوف علیہ ولا تقربوا الخ اس پر معطوف فاذا حرف شرط تطہرن مخفف اور مثقل ہر دو نوں طرح پڑھا ہے اصل میں تتطہرن تھا تا کو ساکن کر کے طا سے بدلا اور دوسری طا میں ادغام کر دیا یہ جملہ شرط فاتوہن جواب شرط من حیث متعلق ہے فاتوہن سے نساءکم مبتدا حرث لکم خبر انی شئتم ای کیف شئتم

تفسیر اذا انجملہ معاشرت کے طریقوں میں خرابی ہر امر میں اپنی عورتوں سے خلاف فطرت پیش آنا یعنی حیض میں صحبت کرنا جو طرفین کی تندرستی کو بھی مضر ہو اور انسانی پاکیزگی کے بھی ان آیات میں اس مسئلہ کا بیان ہے اس مسئلہ میں بعض اقوام افراط بعض تفریط کرتی ہیں اسلام نے درمیانی طریقہ ارشاد فرمایا یہود کا یہ دستور تھا کہ وہ حیض والی عورت کو جدا مکان میں رکھتے تھے نہ اسکے ہاتھ کا پکا کھاتے تھے نہ کسی چیز کو ہاتھ لگانے دیتے تھے۔ بر خلاف اسکے عیسائیوں میں کوئی بھی قید نہ تھی جماعت سے بھی پرہیز نہ کرتے تھے مدینہ میں ہر ایک قوم کے لوگ آنحضرت علیہ السلام کے پاس مجتمع تھے وہ اپنی اپنی عادات کے موافق کیا کرتے تھے اس لئے اس مسئلہ میں لوگوں کو خلجان پیدا ہوا تو آنحضرت سے سوال کیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ فرمایا حیض ایک ناپاکی ہے اس لئے عورتوں کے پاس نہ جاؤ یعنی ان سے جماع نہ کرو جب تک کہ وہ خوب پاک نہ ہو جاویں انسے صحبت نہ کرو پاک ہو جانیکے بعد تمہیں طرح سے فائدہ حاصل کرنیکا اختیار ہے لیکن اسکے ساتھ یہ بھی بتلا دیا کہ لذتوں ہی میں مستغرق نہ ہو جاؤ آگے کی بھی فکر کرو کیونکہ تمکو خدا سے ملنا ہے سو تقوی یا پرہیزگاری کرو خدا سے ڈرو۔ حیض کے لغوی معنی سیلان کے ہیں اور حیض میں چونکہ پانی ادھر ادھر سے بہکر آتا ہے اسلئے اسکو حوض کہتے ہیں اور وادی۔ یا اور ایک بیری کی جگہ کلام عرب میں آیا کرتا ہے لفظ محیض مصدر بھی ہے علاوہ اس کے ظرف بھی مراد ہو سکتا ہے یعنی حیض کی جگہ حیض عورتوں کے رحم سے ہر مہینے میں خون فاسد برآمد ہونیکو کہتے ہیں اسکی رنگت سیاہی مائل ہوتی ہے اور بدبودار گاڑھا ہوتا ہے خلاصہ یہ حیض میں عورتوں کے پاس نجانیکی علت ناپاکی بیان کی ہے سو یہ اس خون میں نہیں پائی جاتی جو بیماری سے عورتوں کو آیا کرتا ہے جسکو استحاضہ کہتے ہیں اسلئے اس میں جماع منع نہیں قرآن میں حیض کی کوئی مدت بیان نہیں کی کہ کب سے کب تک رہتا ہے عرف عام پر چھوڑ دیا لیکن علماء نے احادیث و اقوال صحابہ اور دیگر دلائل اور قرائن سے مدت مقرر کی ہے سو وہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک کم از کم تین دن اور زیادہ سے زیادہ دس روز ہیں اور امام شافعی کے نزدیک کم ایک رات دن زیادہ پندرہ روز ہیں امام مالک کہتے ہیں کوئی حد مقرر نہیں ہے قرآن المجید میں حیض کے ایام میں صرف جماع کی ممانعت ہی آتی ہے اور احکام کہ حیض میں نماز نہ پڑھے روزہ نہ رکھے مسجد میں نہ جاوے قرآن مجید کو نہ چھوئے طواف نہ کرے اور نیز نفاس کے احکام اور اس کی مدت اور یہ کہ نماز کی قضا لازم نہیں روزہ کی ہے احادیث سے ثابت ہیں تطہرن کو جو تخفیف سے پڑھا جاوے تو اس کے معنی نہا کر پاک ہونا اور جو بغیر تشدید کے پڑھا جاوے تو صرف حیض سے پاک ہونا اس پر امام ابو حنیفہ نے یہ حکم دیا کہ اگر دس روز سے پہلے حیض منقطع ہوا ہے جب تک وہ غسل نہ کر لے یا اتنا عرصہ نہ گذر جاوے کہ جس میں غسل کر سکے اس سے صحبت نہ کرے اور جو بعد دس روز کے خون بند ہوا ہے تو اسی وقت جائز ہے امام شافعی اور اوزاعی اور مالک اور ثوری کہتے ہیں کہ ہر حال میں بغیر غسل کئے صحبت درست نہیں بلحاظ قرات تشدید اسکے بعد خدا نے عورت کے پاس جانیکی اجازت دی اور عورت کو کھیتی کیساتھ تشبیہ دی کہ جس طرح زمین میں تخم ڈالتے ہیں اور اس سے کوئی چیز اگتی ہے اسی طرح عورت کا رحم بمنزلہ زمین کے اور منی بمنزلہ تخم کے ہے اور اولاد بمنزلہ کھیتی اس بلیغ تمثیل کے ساتھ اس طرف اشارہ کر دیا کہ سوائے رحم کے جماع نہ کرو اور من حیث

وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَتُصْلِحُوْا بَيْنَ النَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ لَا يُؤَاخِذُكُمُ

اور اللہ کے نام کو اپنی قسموں میں آڑ مت بناؤ کہ اللہ کے نام کی قسم کا بہانہ کر کے نیکی اور پرہیزگاری اور لوگوں میں اصلاح نہ کرو اور اللہ خوب سنتا جانتا ہے۔ اللہ تم کو تمہاری

اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْۤ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ۝ لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ

قسموں میں بیہودہ گوئی پر نہیں پکڑتا ہے لیکن تم سے ان قسموں پر مواخذہ کرتا ہے جو تمہارے دلوں نے سمجھ بوجھ کر کھائی ہیں اور اللہ بخشنے والا بردبار ہے جو لوگ اپنی بیبیوں کے

تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ ۚ فَاِنْ فَآءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝

ان کے لئے چار مہینے کی مہلت ہے (اسی عرصہ میں) اگر وہ رجوع کر لیں تو اللہ غفور رحیم ہے اور اگر طلاق کا ارادہ کر لیا ہے تو بیشک خدا (خوب) سنتا جانتا ہے۔

اکرم اللہ کہا اور رجب التوابین اور رجب المتطہرین فرمایا بعض شیعہ کہتے ہیں کہ درست ہے کیونکہ عام اجازت ہے

ترکیب ان تبروا موضع نصب میں ہے ای مخافۃ ان تبروا اور اہل کوفہ کہتے ہیں لئلا تبروا تقدیر ہے فی ایمانکم متعلق ہے باللغو سے اور جائز ہے کہ حال ہو اس سے تقدیرہ باللغو کائنا فی ایمانکم ماکسبت ما مصدریہ ہے للذین صلہ و موصول ثابت کے متعلق ہو کر خبر ہے تربص الخ فان فاءوا اے رجعوا شرط فان اللہ الخ جواب وقس علیہ

تفسیر ان الجملہ بے موقع قسم کھانا ہے اور قسم کو نیکی سے باز رہنے کیلئے آڑ بنایا اور بیوی جیسی جلیس سے جس پر معاشرت و تمدن مربوط ہو کسی بات پر خفا ہو کر اسکے پاس جانیکی قسم کھا بیٹھنا بہت مروج ہے اسلئے اس مسئلہ کو بھی مسئلہ نکاح کے بعد طے کر دیا لوگوں میں یہ بات مشہور تھی کہ جیسی بات پر خدا کی قسم کھائی جائے خواہ وہ اچھی ہو یا بری یا کسی چیز کے ترک پر خواہ اچھی ہو یا بری تو ضرور اسپر قائم رہنا چاہئے چنانچہ صدیق اکبرؓ ایک قسم کھا بیٹھے تھے کہ میں اپنے بھانجے مسطح کو کچھ نہ دیا کرونگا اس نے عائشہ پر بہتان باندھا اور اسیطرح اور لوگ بھی قسم کھا بیٹھے تھے کہیں اپنے باپ یا ماں سے نہ ملونگا یا فلاں شخص سے صلاح نکرونگا اسبات سے خدا تعالیٰ نے منع فرمایا کہ میرے نام کو کیوں آڑ بناتے ہو؟ اسکے ساتھ سمیع فرمایا یعنی اگر قسم کھاؤ گے تو وہ سنتا ہے اور جو اس کے نام کی عزت کر کے ترک کرو گے تو وہ علیم یعنی جانتا ہے اسکے بعد قسم کا مسئلہ بیان فرمایا کہ تم سے لغو قسموں پر کچھ مواخذہ نہ کریگا عرضہ بروزن فعلۃ بمعنی المفعول کالقبضۃ والغرفۃ پس یہ اس چیز کا اسم ہے کہ جو روکنے والی ہو جس کو ہندی میں آڑ اور اڑانا کہتے ہیں ایمان یمین کی جمع ہے جسکے معنی قوت اور مضبوطی کے ہیں اور عرف شرع میں اس قسم کو کہتے ہیں کہ جو اللہ کے نام سے یا اسکی کسی صفت سے کھائی جاوے جیسا کہ واللہ باللہ تاللہ عربی میں اور اللہ کی قسم یا خدا اردو میں اور اسی کو حلف کہتے ہیں چونکہ خدا کے نام سے قسم میں قوت اور تاکید ہو جاتی ہے اسلئے اسکو یمین کہتے ہیں یمین تین طرح پر ہوتی ہے ایک غموس یہ وہ کسی گذری ہوئی بات پر جھوٹی قسم کھائی جائے جیسا کہ واللہ فلاں شخص آیا تھا اور جانتا ہے کہ وہ نہیں آیا اس میں بڑا گناہ ہے اسپر حکم ولکن یواخذکم بما کسبت قلوبکم آخرت کا مواخذہ ہے دنیا میں اس کا علاج توبہ یا استغفار ہے یہی قول امام ابو حنیفہ کا بھی ہے مگر امام شافعی کہتے ہیں کہ یہ بما کسبت قلوبکم میں داخل ہے اور یہ سورہ مائدہ میں بما عقدتم الایمان سے تعبیر کیا ہے اور وہاں اس مواخذہ کی تشریح ہے کہ کفارہ دینا ہوگا دوسری منعقدہ وہ یہ کہ آئندہ کسی کام کے کرنے یا نکرنے پر خدا کی قسم کھائے کہ واللہ میں فلاں کام کرونگا یا خدا کی قسم تیرے گھر نہ جاؤنگا پس جو کسی گناہ کی بات پر قسم کھا بیٹھے کہ واللہ میں نماز نہ پڑھونگا یا فلاں شخص کو قتل کر دونگا یا اللہ نہ دونگا یا اپنے باپ سے کلام نہ کرونگا تو اسکو لازم ہے کہ قسم کو توڑ دے اور کفارہ دیدے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من حلف علی یمین فرای غیرھا خیرا منھا فلیات بالذی ھو خیر ثم لیکفر عن یمینہ رواہ البخاری کہ جو کسی بات پر قسم کھا بیٹھے اور اسکے خلاف کرنے میں بہتری جانے تو اس کام کو کرے اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کرے اور اس آیت میں بھی اسی قسم کا ذکر ہے کہ تم خدا کے نام کو نیکی سے باز رہنے میں آڑ نہ بناؤ اور جو ایسی باتوں پر قسم کھائے تو اسکو پورا کرنا چاہئے اور اگر خلاف کریگا پھر عام ہے کہ اچھی بات پر قسم تھی یا بری بات پر تو اسکو بالاتفاق کفارہ دینا ہوگا جس کا اشارہ یواخذکم بما کسبت قلوبکم میں ہے اور تشریح سورہ مائدہ میں ہے ولکن یواخذکم بما عقدتم الایمان فکفارتہ اطعام عشرۃ مساکین من اوسط ما تطعمون اھلیکم او کسوتھم او تحریر رقبۃ فمن لم یجد فصیام ثلثۃ ایام الآیۃ کہ خدا تم سے ان قسموں پر کہ جن کو تم نے منعقد کیا ہے مواخذہ کرتا ہے سو اس کا کفارہ دس مسکینوں کو اوسط درجہ کا کھانا کھلانا یا کپڑا پہنانا

لے غموس کہتے ہیں ڈوبنے کو چونکہ ایسی قسم کھانیوالا گناہ میں ڈوبتا ہے اسلئے اسکو غموس کہتے ہیں ۱۲ منہ ہر مسکین کو نصف صاع گیہوں دے اور ایک

وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ۭ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ

اور جن عورتوں کو طلاق دی گئی ہو وہ اپنے نفس کو تین حیض تک روکے رکھیں اور انکو حلال نہیں کہ جو کچھ خدا نے انکے پیٹ میں پیدا کر رکھا ہو (حمل) اسکو چھپائیں اگر

اَرْحَامِهِنَّ اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا

وہ اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان بھی رکھتی ہوں اور انکے خاوند اگر اچھی طرح رکھنا چاہیں تو وہ اس عرصہ میں انکو پھیر لینے کے زیادہ مستحق ہیں اور

اِصْلَاحًا ۭ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۠ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ ع ۲۸/۷ ۱۲

عورتوں کے بھی ویسے ہی حقوق ہیں جیسا کہ دستور کے موافق مردوں کے حق انپر ہیں اور مردوں کو عورتوں پر فوقیت بھی ہے اور اللہ زبردست حکمت والا ہے

یا غلام آزاد کرنا ہے اور اگر مقدور نہ ہو تو تین روزے رکھنا۔ یمین لغو اس کی تفسیر میں ائمہ کا اختلاف ہے ابن عباس اور حسن بصری اور مجاہد اور نخعی اور زہری اور سلیمان بن یسار اور قتادہ اور سدی اور مکحول اور امام ابو حنیفہ کہتے ہیں یمین لغو یہ ہے کہ کسی گذشتہ بات پر یہ جان کر کہ یہ یوں ہی قسم کھا دے اور در اصل وہ یوں نہ ہو جیسا کوئی کہے واللہ پرسوں بارش ہوئی تھی اور اس کو گمان غالب ہے کہ ہوئی تھی اور در اصل نہ ہوئی تھی یا کہے کہ واللہ یہ فلاں چیز ہے اور در اصل اس کا خیال غلط ہو چونکہ اس نے عمداً جھوٹ نہیں بولا یہ معاف ہے جیسا کہ اس آیت میں فرمایا لایؤاخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم اور عائشہ صدیقہ اور شعبی اور عکرمہ اور امام شافعی کہتے ہیں یہ یمین لغو نہیں کیونکہ اس میں قصد پایا گیا اس پر کفارہ لازم ہوگا بلکہ لغو یہ ہے کہ بلا قصد یوں ہی بات بات پر واللہ باللہ کا استعمال کیا جاوے چونکہ اس میں قصد نہیں یہ لغویت معاف ہے خدا دل کو دیکھتا ہے عرب میں یہ بھی دستور تھا کہ بیوی سے خفا ہو کر قسم کھا بیٹھتے تھے کہ اب تیرے پاس نہ آؤں گا سو وہ قسم کے سبب اسکے پاس نہ آتے تھے نہ طلاق دیتے تھے اس میں عورت کو بڑی دقت پیش آتی تھی اس قسم کی قسم کو شرع میں ایلاء کہتے ہیں خدا تعالیٰ نے ایلاء کے ۹ ایلاء کا مسئلہ لئے مدت چار مہینے مقرر کر دی پس اگر چار مہینے کے اندر اندر پھر ملاپ ہو گیا تو صرف اس قسم کا کفارہ دینا ہوگا مگر بعض علماء کہتے ہیں کہ کفارہ بھی دینا پڑیگا کس لئے کہ اللہ غفور رحیم آیا ہے مگر یہ قول ٹھیک نہیں کیونکہ ہر قسم میں جو اللہ کے نام کی کھائی جائے حانث ہونے پر یعنی پورا نہ کرنے پر کفارہ لازم ہوتا ہے اور یہ بھی ایک قسم ہے دوم غفور رحیم باعتبار عذاب آخرت کے ہے اور جو چار مہینے گذر گئے اور باہم ملاپ نہ ہوا تو ایک طلاق بائن پڑجاویگی۔ امام شافعی فرماتے ہیں خود بخود طلاق مدت گزرنے پر نہ ہوگی بلکہ عورت کو مجاز ہوگا کہ حاکم کی طرف رجوع کرے اور حاکم یا ملاپ کرا دے یا طلاق دلا دے محققین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ایلاء جب پایا جاوے گا کہ جب شوہر چار مہینے یا زیادہ مدت لگا کر قسم کھاویگا یا مطلق کہے گا یا ہمیشہ کا لفظ بولے گا مگر چار مہینے سے کم کی مدت پر قسم کھانے میں ایلاء نہ ہوگا۔

ترکیب والمطلقات مبتدا یتربصن خبر معنیً امر ہے ثلثۃ قروء ظرف ہے یتربصن کا لایحل فعل لہن اسکے متعلق ان یکتمن جملہ بتاویل مصدر فاعل ان کن شرط جملہ لایحل دال بر جزا بعولتہن مبتدا احق الخ خبر بردہن متعلق ہے احق کے فی ذلک اے وقت التربص

تفسیر چونکہ ایلاء کا حکم آچکا تھا جو ایک قسم کی طلاق یا طلاق کے مبادی میں سے ہے اور معاملات کے مسائل کا بیان فرمانا سعادت انسانی کی تکمیل ہے اسلئے طلاق کا مسئلہ ان آیات میں بیان فرمایا ایام جاہلیت میں عدۃ کے بارہ میں بھی بڑا جھمیلا تھا کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ کوئی شخص طلاق دیکر برس چھ مہینے کے بعد بھی پھر اُس عورت کا دعویدار ہو جاتا تھا اسلئے اس سے اور شخص نکاح نہ کرتا تھا نہ وہ خود اس کے نان و نفقہ کی خبر گیری کرتا تھا اس میں عورت پر بڑا ظلم ہوتا تھا اسلئے خدا تعالیٰ نے طلاق کی عدت بیان کی اور اس عدت میں مرد کو پھر اس سے ملاپ کرنیکی اجازت دی بشرطیکہ نیت اصلاح ہو اور عورتوں کو بھی تاکید کر دی کہ عدت میں کمی زیادتی کرنے کی غرض سے یا اول خاوند سے ناراض ہو کر اپنا حمل یا حیض نہ چھپائیں کیونکہ اس میں بڑی خرابی ہے اور ایک کی اولاد دوسرے کے پاس جاتی اور نسب میں فرق پڑتا ہے اور یہ بھی جتلا دیا کہ عورت و مرد کو ایک دوسرے پر حقوق مساوی ہیں البتہ مردوں کو عورتوں پر فضیلت اور بزرگی ہے۔

ف یعنی تین حیض تک مدت طلاق ہے اگر کسی سے نکاح کریں تو اسکے بعد کریں ۱۲ ؎ روزہ امام اعظم کے نزدیک بے در بے رکھے اور ائمہ کے نزدیک یہ قید نہیں ہے ۱۲ منہ

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْئًا

وہ طلاق (کہ جسکے بعد رجوع کر سکتے ہو) دو ہی ہیں (اس کے بعد) یا تو دستور کیموافق زوجیت میں رکھو یا اچھی طرح سے چھوڑ دو اور جو کچھ ان کو دے چکے ہو اس میں سے کچھ بھی واپس لینا تم

اِلَّآ اَنْ يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ تِلْكَ

کو حلال نہیں جب تک ڈر نہ ہو کہ ہم احکام الٰہی پر قائم نہ رہ سکیں گے سو اگر تم کو (اے حکام) یہ خوف ہو کہ وہ دونوں خدا کے حکموں پر قائم نہ رہیں گے تو اسبات میں ان پر کچھ گناہ نہیں کہ عورت بدلہ

حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝

کر کچھ واپس دیکر پیچھا چھڑا لے یہ خدا کی مقرر کی ہوئی حدیں ہیں سو ان سے تجاوز نہ کرو اور جو خدا کی حدوں سے آگے بڑھتے ہیں سو وہی ظالم ہیں

تحقیقات المطلقہ عرف شرع میں اس عورت کو کہتے ہیں جو کسی کے نکاح میں ہو اور پھر اسکو طلاق دیگئی ہو۔ اگر یہ عورت ایسی ہو کہ صرف نکاح ہوا ہی مگر اس سے صحبت کا اتفاق نہیں ہوا تو اسکے لئے عدت نہیں کما قال اللہ تعالیٰ اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا۔ الآیۃ اور اگر اس سے صحبت ہو چکی ہے تو وہ یا حاملہ ہے یا غیر حاملہ اگر اسکو حمل ہے تو اسکی عدت وضع حمل ہے یعنی جب تک حمل ہے عدت باقی ہے اور شخص اس سے نکاح نہیں کر سکتا وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ الآیۃ اور اگر حمل نہیں اور صغر سنی کیوجہ سے اسکو حیض نہیں آتا ہے تو اس کی عدت صرف تین مہینے ہیں وَالّٰٓـئِيْ يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ الآیۃ اور جو اس کو حیض بھی آتا ہے لیکن وہ لونڈی ہے تو اس کی عدت دو حیض ہیں احادیث صحیحہ و آثار قویہ سے اور جو لونڈی نہیں تو اسکی عدت اس آیت میں ہے یعنی تین حیض یا تین طہر (۳) قروء قرء کی جمع ہے جسکے معنی حیض او طہر دونوں کے ہیں امام ابوحنیفہ تحیض لیتے ہیں امام شافعیؒ طہر۔

ترکیب الطلاق ای عدد الطلاق (الذی یجوز معہ الرجعۃ) مبتدا مرتان خبر امساک موصوف بمعروف صفت دونوں مبتدا و علیکم اس کی خبر محذوف او تسریح معطوف ہے امساک پر لا یحل فعل ان تاخذوا بتاویل مفرد فاعل شیئا مفعول مما اسکی صفت مقدم من تبعیض کیلئے اور ما بمعنی الذی آتیتموھن فعل ھن مفعول اول اباہ مفعول ثانی محذوف الا ان یخافا ان او فعل دونوں موضع نصب میں ہیں حال ہونیکی وجہ سے والتقدیر الا خائفین الا یقیما موضع نصب میں ہے یخافا سے۔

تفسیر پہلی آیت میں رجوع کرنیکا ذکر تھا اس آیت میں اس کو کھول دیا کہ کب تک خاوند کو رجوع پہنچتا ہے فرمایا دو[۱] طلاق تک پھر تیسری طلاق کے بعد بالکل علاقہ منقطع ہو جاتا ہے مگر جاہلیت میں مرد کے رجوع کی کوئی حد مقرر نہ تھی تین بلکہ دس بیس طلاق دینے کے بعد بھی ایک عرصہ دراز تک مرد کا عورت پر دعویٰ رہتا تھا اس میں عورت کو بڑی دقت پیش آتی تھی چنانچہ ایک عورت نے آکر حضرت عائشہ صدیقہؓ سے یہی شکایت کی تب یہ آیت نازل ہوئی جس کا مطلب یہ ہے کہ دو طلاق تک رجوع کرنیکا اختیار ہے پھر اس کے بعد یا تو رجوع کر لے اور حسن معاشرت سے میاں بیوی ملکر رہیں یا نہ اچھی طرح سے چھوڑ دے یعنی پھر رجوع نہ کرے عدت گذر جانیکے بعد عورت جس سے چاہے نکاح کر سکتی ہے یا تیسری طلاق دیکر منقطع ہی کر دے جو کچھ ہو خوش معاملگی سے ہو عورت کو دق نکرے نہ اسکے عیوب بیان کرتا پھرے نہ جو کچھ مہر اور زیور اور کپڑا وغیرہ اسکو بخشا یا ہے اسکو واپس لے مگر ایک صورت میں اور وہ خلع ہے یعنی جب یہ معلوم ہو کہ اب میاں بیوی کی ہرگز نہ بنے گی اور بیوی اپنے آپ کو اس کے نکاح میں رکھنا نہیں چاہتی تو بیوی مہر یا جو کچھ لیا ہے اس کو سب یا قدرے دیکر طلاق لے لے تو کچھ مضائقہ نہیں کیونکہ ان کے باہم ساتھ رہنے میں روز مرہ کی تکا فضیحتی اور خدا رسول کی نافرمانی ہے

فوائد اہل مدینہ میں ایک عورت جمیلہ بنت عبداللہ بن ابی شکلیہ تھی اور اس کا خاوند ثابت بن قیس بن شماس بد شکل تھا جس قدر یہ اس کو چاہتا تھا اسی قدر اس عورت کو اس سے نفرت تھی اس لئے ہر روز باہم بد مزگی اور رنجش رہتی تھی آخر الامر جمیلہ نے

[۱] دو طلاق تک مرد کو زوجیت میں رکھنے کا اختیار رہتا ہے تیسری طلاق کے بعد اختیار نہیں اس کا حکم بعد میں بیان ہوتا ہے ۱۲ [۲] یعنی مہر میں یا جہیز وغیرہ میں جو کچھ مرد نے دیا ہے وہ عورت کا مال ہو چکا طلاق کے سبب مرد کو جائز نہیں کہ اس میں سے کچھ واپس لے۔ صرف خلع کی صورت میں جائز ہے وہ یہ کہ قرائن سے معلوم ہو جائے کہ اب ان دونوں میں سلوک سے نہ گذرے گی مرد کو طلاق کے بعد بھی زوجیت میں رکھنے کا اختیار ہے بشرطیکہ عدت نگذر گئی ہو ایسی حالت میں اگر عورت اس کے علیہ میں سے کل یا جزو واپس دیکر بھی پیچھا چھڑا لے تو مضائقہ نہیں اس کو شرع میں خلع کہتے ہیں ۱۲ منہ

آنحضرت علیہ السلام سے عرض کیا کہ یا حضرت میرا دل اُس سے از حد نفرت کرتا ہے اور خوف ہے کہ حقوق شوہر میں کمی کرنے سے مجھ سے مواخذہ ہو اس لئے آپ مجھ کو اُس سے جدا کر دیجئے آپ نے کچھ فہمائش کی مگر جب دیکھا کہ ان کا باہم اتفاق مشکل ہے ثابت سے کہا کہ تو کیا چاہتا ہے اُس نے عرض کیا کہ بہتر مگر میں نے اس کو باغ دیا ہے یہ اس کو واپس کر دے جمیلہ نے کہا کہ باغ کیساتھ کچھ اور بھی لیکر مجھے چھوڑ دیجئے حضرت نے فرمایا نہیں صرف باغ لیکر چھوڑ دے سو اُس نے باغ واپس کر کے اُس کو چھوڑ دیا یہ اوّل خلع ہے جو اسلام میں واقع ہوا سنن ابو داؤد سے ثابت ہے کہ اس عورت کا نام حفصہ بنت سہل تھا (۲) ظاہر آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ خلع جب درست ہے کہ جو مرد و عورت کو خوف ہو کہ ہم سے حقوق زوجیت ادا نہ ہو سکیں گے چنانچہ زہری اور نخعی اور داؤد ظاہری کا یہی مذہب ہے ۔ مگر جمہور مجتہدین حالت خوف اور غیر خوف دونوں میں درست کہتے ہیں بدلیل قولہ تعالیٰ فان طبن لکم عن شیء منہ نفسا فکلوہ ہنیئا مریئا کہ جو کچھ اپنی خوشی سے مہر میں سے وہ عورتیں تم کو دیدیں تو تم کو درست ہے پس جب بلا معاوضہ دینا درست تھا تو خلع کی صورت میں کہ اُسکے بدلہ میں آزادی حاصل ہوتی ہے بدرجہ اولیٰ جائز ہے اور الا ان یخافا میں استثناء متصل نہیں بلکہ منقطع ہے جیسا کہ اس آیت میں وما کان لمومن ان یقتل مومنا الا خطاء ای لکن ان کان خطاء فدیۃ ف) خوف اگر عورت کی جانب سے ہو کہ وہ سرکشی اور نافرمانی کرتی ہے تو اس صورت میں بالاتفاق مال لیکر چھوڑ دینا درست ہے اور اگر صرف خاوند کی طرف سے ہو کہ وہ عورت کو مارتا پیٹتا بُری طرح سے پیش آتا ہے اور تنگ کر کے اس بات پر مجبور کرتا ہے کہ وہ اس سے طلاق لے اور مہر جو کچھ دیا ہے واپس دے سو یہ بالاتفاق حرام ہے جیسا کہ سورۂ نساء میں فرماتا ہے ولا تعضلوھن لتذھبوا ببعض ما آتیتموھن اور اگر دونوں جانب سے خوف ہے تو بھی عند اللہ مرد کو یہ مال لینا درست نہیں گو بظاہر عدالت شریعت دلوا دے اور اگر دونوں جانب سے نہیں تو یہ وہی صورت اختلافی ہے کہ جس میں زہری وغیرہ ایک طرف اور اکثر مجتہدین ایک طرف ہیں (۳) فامساک بمعروف او تسریح باحسان کے صاف معنی یہ ہیں کہ یہ دو طلاق کے بعد رجوع کر لے یا رجوع نہ کرے عدت گذر جانے دے اور یہی تسریح باحسان ہے یعنی اچھی طرح سے چھوڑ دینا بعض کہتے ہیں کہ تسریح سے مراد تیسری طلاق ہے کہ پھر بالکل ہی جھگڑا پاک ہو جاوے چنانچہ اگلی آیت فان طلقھا میں اس کا بیان ہے ۔

(۴) مرتان دو دفعہ کر کے طلاق دینا ہے اثنان میں یہ بات نہیں بلکہ صرف دو طلاق عام ہے کہ ایک بار دی گئیں یا دو بار بطریق اولیٰ مرتان کا اس میں یہ بتلانا مقصود ہے کہ حالت مجبوری میں طلاق بغیر چارہ نہیں مگر جہاں تک ہو سکے اس رشتہ کو قائم رکھے اس لئے ایک بار دو طلاق دینا شارع علیہ السلام نے مذموم قرار دیا ہے یہ اس لئے کہ ایک طلاق کے بعد شاید مرد کا غصہ یا رنج جو باعث طلاق ہو جاتا ہے اور مہر و محبت اور خانہ داری کی مصلحت معلوم ہو جائے تو پھر مل سکتے ہیں داؤد اور ابن حزم وغیرہ ظاہری تو یہاں تک کہتے ہیں کہ اگر دو یا تین طلاق ایک بار دیگا تو ایک ہی واقع ہوگی کیونکہ اس سے شارع نے منع کیا ہے اور ممنوع کا وجود شرعاً معتبر نہیں مگر ائمہ اربعہ و جمہور اہل سنت و جماعت اس کے برخلاف ہیں وہ کہتے ہیں ممنوع فعل کے وجود کا انکار کرنا محسوس کا انکار کرنا ہے زنا چوری ہر چند ممنوع مگر جو ان کو عمل میں لائیگا اس پر زنا اور چوری کی ضرور سزا شرعاً واقع ہوگی احادیث صحیحہ سے بھی پایا گیا ہے کہ تین طلاق ایک بار دینے سے وہ تین ہی سمجھی گئیں اور حلالہ بغیر چارہ نہوا اور لفظ فان طلقھا مرتان کے بعد اسی پر دلالت کر رہا ہے

(۵) خلع یعنی مال لیکر طلاق دینا کیا ہے؟ حضرت علی و عثمان و ابن مسعود و حسن بصری و شعبی و نخعی و عطاء و ابن مسیب و شریح و مجاہد و مکحول و زہری و سفیان ثوری و امام ابو حنیفہ اور ایک قول امام شافعی کا بھی یہی ہے کہ یہ طلاق بائن ہے اور اسی کو طلاق علی المال کہیں گے اس میں پوری عدت لازم ہوگی مگر ابن عباس اور طاؤس اور عکرمہ اور امام شافعی کا دوسرا قول یہ ہے کہ خلع فسخ ہے یعنی نکاح کو ادھیڑ دینا اس میں ایک حیض تک عورت کو روکنا لازم ہے تاکہ حمل کا حال معلوم ہو جاوے پھر نکاح کرنیکا اختیار ہے

فَإِن طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِن بَعْدُ حَتَّىٰ تَنكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ ۗ فَإِن طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَن يَتَرَاجَعَا إِن ظَنَّا أَن

پھر اگر اُس نے اسکو (تیسری) طلاق بھی دیدی تو اب وہ عورت اسکو حلال نہ ہوگی جبتک یہ کسی اور سے نکاح نکر لیگی پھر اگر وہ (دوسرا خاوند) اسکو طلاق دیدے تو پہلے خاوند اور اس عورت پر پاپ کہ پھر مل

يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ ۗ وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ۝ وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُو

اگر وہ (یہ) جانیں کہ ہم حقوق زوجیت ادا کر سکینگے اور یہ خدا کے احکام ہیں جو انکو سمجھنے والوں کیلئے بیان کرتا ہے اور جب تم عورتوں کو طلاق دیدو اور وہ اپنی عدت پوری کر نیکو ہوں

هُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ سَرِّحُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ ۚ وَلَا تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوا ۚ وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ ۚ

تو ان کو یا تو دستور کے موافق رکھ لو یا اچھی طرح چھوڑ دو اور انکو ضرر پہنچانے کیلئے نہ روک رکھو کہ انپر زیادتی کرے اور جس نے ایسا کیا تو اس نے اپنی جان پر ظلم کیا

وَلَا تَتَّخِذُوا آيَاتِ اللَّهِ هُزُوًا ۚ وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَمَا أَنزَلَ عَلَيْكُم مِّنَ الْكِتَابِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُم بِهِ ۚ

اور خدا کے احکام سے تمسخر نہ کرو اور اللہ کی ان نعمتوں کو یاد کرو جو تم پر ہیں اور یہ احسان بھی (یاد کرو) کہ اس نے تم پر کتاب اور حکمت نازل کی کہ جس سے تم کو سمجھایا

وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝ وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ

جاتا ہے اور اللہ سے ڈرو اور جان رکھو کہ اللہ ہر چیز سے واقف ہے اور جب تم عورتوں کو طلاق دیچکو (اور) وہ اپنی عدت کو تمام کر چکیں تو اب انکو اپنے

أَن يَنكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ إِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُم بِالْمَعْرُوفِ ۗ ذَٰلِكَ يُوعَظُ بِهِ مَن كَانَ مِنكُمْ

(پہلے) خاوندوں سے نکاح کرنے سے نہ روکو جبکہ وہ باہم دستور کے موافق راضی ہو جاویں تم میں سے یہ نصیحت اس کو کی جاتی ہے۔

يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۗ ذَٰلِكُمْ أَزْكَىٰ لَكُمْ وَأَطْهَرُ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۝

کہ جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے یہ تمہارے لئے بڑی پاکیزگی اور بڑی صفائی کی بات ہے اور اسکی مصلحت اللہ ہی جانتا ہے تم نہیں جانتے۔

ترکیب) فان طلقہا شرط فلا تحل فعل ضمیر ہی راجع عورت کیطرف فاعل لہ متعلق لاتحل من بعد متعلق فعل مذکور حتی غایۃ لاتحل تنکح فعل ضمیر ہی۔ فاعل زوجا مفعول موصوف غیرہ صفت یہ تمام جملہ جواب شرط فان طلقہا ای الزوج الثانی جملہ شرط فلاجناح علیہما ای بالمراۃ والزوج الاول ان یتراجعا فی محذوف جملہ جواب شرط ان شرطیہ ظنا فعل الزوجان فاعل ان یقیما الخ جملہ مفعول پھر یہ سب شرط اور فلاجناح دال بر جزا۔ تلک مبتدا حدود اللہ خبر موصوف یبینہا الخ جملہ صفت واذا طلقتم النساء شرط فامسکوہن الخ جواب ضرارا مفعول لہ تمسکوہن وما معطوف ہے نعمت اللہ پر ان ینکحن۔ ای من ان ینکحن

تفسیر اس آیت میں طلاق کے متعلق پانچواں حکم بیان فرماتا ہے وہ یہ کہ اگر اُس نے تیسری طلاق بھی دیدی تو اب رجوع کرنیکا حق اول خاوند کو باقی نہ رہا بالکل اُسکے اختیار سے باہر ہو گئی اب جو یہ شخص اُس عورت سے ملاپ کرنا چاہے تو اُسکو یہ عورت اُس وقت حلال ہو گی کہ جب کہ دوسرا شخص سے نکاح کریگی اور وہ اس سے صحبت کر کے (جیسا کہ صحیحین میں حدیث[۱] زن رفاعہ سے ثابت ہے) طلاق دیدے سو اب اگر ان کو یہ گمان ہو کہ ہم باہم سلوک و محبت سے گزران کرینگے اور حقوق زوجیت پر قائم رہیں گے تب رجوع کرنا یعنی بعد عدت کے پھر نکاح کرنا درست ہے۔ مگر یہ شخص جس سے کہ حلالہ کیلئے نکاح ہوا ہے شرط نہ کرے کیونکہ حضرت نے ایسی صورت میں دونوں پر لعنت کی ہے بلکہ اُسی شخص کو اختیار ہے چاہے طلاق دے یا نہ دے اسمیں سر یہ ہے کہ خاوند اول تین طلاق دینے کی پوری سزا پاکر پھر کبھی ایسی لغو حرکت کا قصد نکرے واضح ہو کہ دو طلاق دینے کے بعد عورت کے تین حال ہیں (۱) یہ کہ مرد اس سے رجوع کرلے یعنی عدت کے اندر ملاپ کر لے سو اُسکو فامساک بمعروف میں بیان فرمایا (۲) یہ کہ رجوع نہ کرے یہانتک کہ عدت تمام ہو جاوے اور بالکل جدائی ہو جاوے اسکو تسریح باحسان میں ظاہر فرمایا (۳) یہ کہ تیسری اور طلاق دیکر بالکل انقطاع کر دے جیسا کہ اس آیت میں فرمایا فان طلقہا الخ الطلاق مرتان کے بعد فان طلقہا متصل ہے اور ان دونوں آیتوں کے بیچ میں ولا یحل لکم الخ آیت خلع بطور جملہ معترضہ آگئی ہے اسکی شان نزول میں یوں منقول ہے کہ معقل بن یسار کی بہن کو اُسکے خاوند جمیل بن عبداللہ بن عاصم نے طلاق دی اور عدت

[۱] بخاری اور مسلم کی روایت ہے کہ آنحضرت کے پاس رفاعہ کی بیوی نے آکر عرض کیا کہ یا حضرت مجھکو رفاعہ نے طلاق دیدی تھی پھر میں نے عبدالرحمن بن زبیر سے نکاح کرلیا

وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ۭ وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ

اور ماؤں کو چاہیے کہ اپنی اولاد کو کامل دو برس تک دودھ پلائیں (اور اس شخص کی اولاد کیلئے جو تین طلاق سے کا جلدی) اس عورت سے پوری مدت تک دودھ پلوانا چاہے اور باپ پر دودھ پلانے

بِالْمَعْرُوْفِ ۭ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا ۚ لَا تُضَاۗرَّ وَالِدَةٌۢ بِوَلَدِھَا وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ ۤ وَعَلَي الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ ۚ

دستور کے موافق لازم ہے کسیکو تکلیف نہ دیجائے مگر اسیقدر کہ اسکی گنجائش ہو نہ تو ماں ہی کو اسکے بچہ کے سبب ضرر دیا جائے اور نہ باپ ہی کو اسکی اولاد کے سبب اور اسیقدر اسکے وارث پر بھی ہے

فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا ۭ وَاِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْٓا

پھر اگر دونوں اپنی رضامندی اور مشورہ سے (اس مدت سے پہلے) دودھ چھڑانا چاہیں تو ان پر کچھ بھی گناہ نہیں اور اگر تم دوسروں سے اپنی اولاد کو دودھ پلوانا چاہو تو اس میں بھی تم پر کچھ گناہ

اَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّآ اٰتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ

نہیں بشرطیکہ جو کچھ تم نے دینا کیا ہے اسکو دستور کے موافق دیدیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ جو کچھ تم کرتے ہو خدا اس کو (خوب) دیکھ رہا ہے

کے بعد پھر پشیمان ہو کر اس سے نکاح کی درخواست کی عورت نے منظور کر لیا مگر معقل بن یسار نے خفا ہو کر رد کر دیا اسپر یہ آیت نازل ہوئی تب معقل نے کہا کہ میں خدا کے حکم پر راضی ہوں (رواہ الحاکم) اسمیں کوئی شک نہیں کہ جب عورت ایک مدت تک ایک مرد کیساتھ بسر کر چکی ہو گی کسی سبب سے باہم طلاق کی نوبت پہنچ گئی ہو مگر تاہم ایک تعلق باقی رہتا ہے اسلئے اول خاوند ہی کیساتھ نکاح کرنیکا اشارہ ہوا اور اسکی حکمت کو اشارتاً ذٰلکم ازکیٰ لکم واطہر میں بیان فرمایا پھر واللہ یعلم وانتم لا تعلمون میں اور بھی توضیح کر دی۔ مخالفین اسلام طلاق کی بابت میں بھی اعتراض کیا کرتے ہیں کہ شریعت نے ایسے مکروہ مسئلہ کو جائز رکھا کہ جو باہمی محبت اور تمدن کیخلاف ہے اسکا جواب یہ ہے کہ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ طلاق مکروہ چیز ہے اور اسی لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا کے نزدیک نہایت ناپسند ہے اور جو عورت بغیر کسی علاج ضرورت کے طلاق لیگی اسپر جنت کی بو بھی حرام ہو گی مگر اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ میاں بیوی کو تمام عمر ملکر گذارنی پڑتی ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ خود خصلت کا موافق آنا ضروری بات نہیں علاوہ اسکے سینکڑوں ایسی ضرورتیں در پیش ہو جاتی ہیں کہ جن کا علاج بجز طلاق کے اور کچھ نہیں ہوتا اسلئے اس شریعت نے نہ یہود کی طرح افراط کو دخل دیا کہ خواہ مخواہ بھی ذرا سی بات پر طلاق دینے کی اجازت ہو بلکہ اول یوں فرمایا کہ عورتوں کی کج خلقی پر صبر کیا کرو اُن کے ساتھ نہایت سلوک و احسان کے ساتھ پیش آیا کرو اور عورتوں کو سمجھایا کہ تم پر مردوں کی اطاعت اور حفظ ناموس اور خیر خواہی ضرور ہے اسکے بعد اشد ضرورت کیلئے طلاق کی اجازت دی مگر اس کے ساتھ بھی یہ باتیں ملحوظ رکھیں تاکہ پھر ملاپ ہو جاوے اول یہ کہ طہر میں طلاق دے شاید حیض کے وقت کسی بات سے دل پر نفرت آگئی ہو دوم ایکدم تین طلاق نہ دے شاید پھر بیچ میں ملاپ ہو جاوے اور غصہ فرو ہو کر سمجھ آجاوے سوم عدت کے بعد بھی ملاپ کا رستہ رکھا اور نہ عیسائیوں کیطرح تفریط کو کام فرمایا کہ عورت کیا ہوئی بلائے جان ہو گئی کچھ ہی کیوں نہ کرے بغیر زنا کے اور کسی سبب سے طلاق ہی نہ دے سکے جسکے برے نتائج مشاہدہ میں رات دن۔

ترکیب والوالدات مبتدا یرضعن الخ خبر اولادہن مفعول یرضعن حولین موصوف کاملین صفت یہ ظرف لمن اراد الخ ثابت کے متعلق ہو کر خبر ہے مبتدا محذوف کی ای ذلک لمن اراد رزقہن معطوف علیہ وکسوتہن معطوف دونوں ذی الحال بالمعروف حال اور عامل اس میں معنی استقرار ہیں یہ سب مبتدا علی المولود لہ موصول وصلہ خبر پھر یہ جملہ معطوف ہے اول جملہ اسمیہ پر لا تکلف فعل مجہول نفس مفعول مالم یسم فاعلہ الا وسعہا مفعول ثانی لا تضار فعل مجہول اصل میں لا تضارر صیغہ نہی اور راء کو متحرک التقاء ساکنین کیوجہ سے کیا اور فتح مجانست الف کیوجہ سے دیا اور بعض نے (را) کو مرفوع بھی پڑھا ہے والدۃ مفعول مالم یسم فاعلہ بولدہا ای بسبب ولدہا ولا مولود لہ معطوف ہے والدہ پر ای لا یضار

تفسیر یہ دسواں حکم رضاعت کا ہے۔ طلاق کے بعد میاں بیوی میں ایک قسم کی دشمنی اور نفرت پیدا ہو جایا کرتی ہے اور ایسی حالت میں بالخصوص جبکہ عورت کو کسی اور سے نکاح کرنا مد نظر ہوتا ہے تو وہ خواہ مخواہ بچے سے بے التفاتی کرتی ہے اور اس کے دودھ پلانے میں بھی تکرار کرتی ہے خصوصاً اس لئے بھی کہ پہلے شوہر کو بچے کی پرورش میں دشواری ہو اور کبھی مرد یہ چاہا کرتا ہے۔

لہ اسی بات کو حضرت مسیح علیہ السلام نے بھی فرمایا ہے ۱۲ منہ

کہ اس سے اپنا بچہ چھین کر کسی اور سے دودھ پلوائے اور اس بیچاری کو اُسکے فراق سے تڑپائے اسلئے اُس کے بعد اس امر میں بھی بچے پر رحم کھا کر فیصلہ کر دیا کہ بچے کی مائیں کامل دو برس تک اپنے بچے کو دودھ پلائیں اور ان کا باپ اس کے معاوضہ میں دستور کے موافق اُن کو روٹی کپڑا یا نقد تنخواہ دے حسب مقدور نہ ماں کو کسی نوع کے بچے کی وجہ سے تکلیف دیجائے کہ اس کو بچہ چھین لیا جاوے یا دستور سے کم اُس کو نان و نفقہ دیا جاوے اور نہ باپ کو تکلیف دی جائے کہ اُس کے مقدور سے زیادہ اُس سے طلب کیا جاوے اور بچے کو اُس کے پاس پھینک کر چلی جاوے اور جو باپ نہو تو اُسکے بعد اسکے وارثوں پر بھی نان و نفقہ اسی طرح لازم ہے۔ اور جو باہمی مشورہ کر کے اور مصلحت سمجھکر دو برس سے پیشتر دودھ چھڑانا چاہیں تو کچھ مضائقہ نہیں اور جو کسی مصلحت سے یہ منظور ہوا کہ عورت سے بچے کو دودھ پلوائیں تو اس میں بھی کچھ حرج نہیں مگر جو کچھ تنخواہ مقرر ہو جاوے تو اُسکو دیدینا چاہیے

فوائد (۱) بظاہر یہ حکم طلاق دی ہوئی عورت کے لئے ہے کہ اس قدر مدت دودھ پلائے اور اسکو روٹی کپڑا دیا جاوے الخ مگر حکم عام ہے بیوی کو بھی یہی حکم ہے اور اگر دودھ پلانے کی وجہ سے اسکو کچھ دیا جاوے تو اُس کو حق زوجیت مانع نہیں حولین کاملین یعنی پورے دو برس کی مدت تک دودھ پلانا کوئی ضروری بات نہیں بلکہ اگر ضرورت پیش آوے تو اس سے پہلے بھی فطام ہو سکتا ہے یعنی دودھ بڑھ سکتا ہے جسکو فصال کیساتھ تعبیر کیا ہے اور دو برس کی مدت اس لئے مقرر ہوئی ہے کہ اگر اس سے باہمی مشورہ کے بغیر مرد یا عورت دودھ بڑھائے تو نہ بڑھا سکے اور یہ بھی ہے کہ جو احکام رضاعت کے متعلق ہیں کہ دودھ سے بھائی بہن ہو جاتے ہیں وہ اسی مدت کے اندر معتبر ہیں اس کے باہر نہیں پس ظاہر آیت سے امام شافعیؒ اور علقمہ اور شعبی اور زہری نے دو برس رضاعت کی مدت قرار دی ہے اور یہی رائے حضرت علیؓ اور ابن مسعود اور ابن عباس رضوان اللہ علیہم کی ہے اور صاحبین کا یہی مذہب ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کہتے ہیں کہ ڈھائی برس کی مدت ہے اُن کی دلیل یہ آیت ہے وحملہ وفصالہ ثلثون شہرا کہ حمل اور فصال کی مدت ڈھائی سال ہے اور اس آیت میں جو دو برس کامل مذکور ہیں تو صرف اجرت رضاعت کے لئے۔ اور ائمہ اس آیت کا یہ جواب دیتے ہیں کہ اس میں ہر ایک کی مستقل مدت نہیں بیان کی بلکہ دونوں کی مجموعی مدت جس سے حمل کی ادنیٰ مدت چھ مہینے اور رضاعت کی دو برس کی (۳) عورت پر بچے کا دودھ پلانا عموماً واجب نہیں بلکہ مستحب ہے اور یرضعن سے بھی یہی مراد ہے اور اسلئے دوسری جگہ اسکی تصریح آگئی فان ارضعن لکم فاتوھن اجورھن یعنی اگر وہ تمہاری اولاد کو دودھ پلاویں تو تم انکو اجرت دو وان تعاسرتم فسترضع لہ اخری اور جو تنگدستی ہو تو اور سے دودھ پلوالو مگر بچے کے حق میں بہتر یہی ہے کہ وہ اپنی ماں کا دودھ پیوے کس لئے کہ جو شفقت اس کو ہوگی وہ اور کو کب ہو سکتی ہے اور نیز اس کا دودھ زیادہ تر موافق پڑتا ہے اور اسی لئے ماں کو بچے پر رحم دلانے کیلئے اولادھن فرمایا کہ اپنی بچوں کو دودھ پلائیں اور باپ کو شفقت دلانیکو مولود لہ کہا اور جب بچہ سوائے ماں کے اور کا دودھ نہیں پیتا یا والد کو اور سے دودھ پلوانیکی بالکل طاقت نہیں تب ماں کو بھی پلانا واجب ہے (۴) اذا سلمتم ما اتیتم پلائی کی اجرت اُسی وقت سپرد کرنی واجب نہیں بلکہ جو قرار داد ہو جاوے اور جس طرح سے ہو جاوے مدت تمام ہونے کے بعد دی جاوے لیکن اس وقت دینے سے دل خوش ہو جاتا ہے اس لئے یہ لفظ آیا اسکے بعد خدا نے ان حقوق کی رعایت رکھنے کے لئے ایک ایسا کلمہ ذکر کیا کہ جس سے ہر ایماندار کے دل پر ایک چوٹ سی لگتی ہے وہ یہ کہ اوّل فرمایا واتقوا اللہ اور اس کے بعد یہ فرمایا واعلموا ان اللہ بما تعملون

ف یعنی طلاق کے بعد اگر کوئی مطلقہ کہ بچے کو اسی سے پوری مدت تک دودھ پلوانا چاہو تو عورت کو انکار نہ کرنا چاہئے کس لئے کہ بہ نسبت اور عورت کے اسکو بچے پر جو اسکے پیٹ کا ہے نہایت شفقت ہوتی ہے مگر بچے کے باپ پر دستور کے موافق نہ بہت زیادہ نہ بہت کم دودھ پلانیوالی کا خواہ یہ مطلقہ ہو یا کوئی اور روٹی کپڑا یا اس کے اندازہ سے کوئی تنخواہ دینی ضرور ہے اور اگر باہمی مصلحت سے دو برس سے پہلے ہی دودھ بڑھا دینا چاہیں تو اس میں بھی کوئی مضائقہ نہیں اور اگر بچے کا باپ مر جائے تو اسکے وارثوں پر یہ تنخواہ لازم ہوگی ۱۲ منہ ع۵ دودھ بڑھانا بچہ کا دودھ چھڑانا ۱۲ منہ ۱؎ حمل سے مراد امام ابو حنیفہ کے نزدیک حمل ہی نہیں بلکہ رضاعت کے ایام ہیں بچے کا گود میں اٹھانا لہٰذا کبھی الگ کر دینا گویا کمال فصال رضاعت ہے اگر حمل سے مراد حمل شکمی ہو اور شکمی اور فصال سے مراد دودھ بڑھانا لیا جائے تو ہر واحد کی خبر ثلاثون شہرا یعنی اڑھائی برس ہے منشا رمدت حمل کی ہے اور اڑھائی برس منشار رضاعت کی ہے یہ نہیں کہ دونوں کی مدت اڑھائی برس ہے کلام کی صاف دلالت اسی معنے پر ہے ۱۲

وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا فَإِذَا بَلَغْنَ

اور جو تم میں سے مر جاویں اور رہ بیویاں چھوڑ مریں تو اُن بیویوں کو چار مہینے دس روز تک (اپنے نفس کو روکنا چاہیے) پھر جب وہ اپنی عدت

أَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا فَعَلْنَ فِي أَنفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا

پوری کر چکیں تو (اے وارثوں) تم پر اس کام میں جو وہ اپنے لئے دستور کے موافق کر لیں کچھ برائی نہیں (یعنی نکاح کر لیں) اور اللہ جو کچھ تم کر رہے ہو اس کی خبر دار ہے اور نہ تم پر

عَرَّضْتُم بِهِ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاءِ أَوْ أَكْنَنتُمْ فِي أَنفُسِكُمْ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ سَتَذْكُرُونَهُنَّ وَلَٰكِن لَّا تُوَاعِدُوهُنَّ

میں کچھ گناہ ہے کہ تم ان عورتوں کو اشارتاً نکاح کا پیغام بھیجو یا اسکو دل میں پوشیدہ رکھو خدا جانتا ہے کہ تم کو اُن عورتوں کا خیال پیدا ہوگا (سو اسکا مضائقہ نہیں)

سِرًّا إِلَّا أَن تَقُولُوا قَوْلًا مَّعْرُوفًا وَلَا تَعْزِمُوا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتَّىٰ يَبْلُغَ الْكِتَابُ أَجَلَهُ وَاعْلَمُوا

لیکن مخفی طور پر ان سے نکاح کا وعدہ نہ کرو۔ ہاں اگر کوئی دستور کے موافق بات کہو تو (حرج نہیں) اور جب تک کہ (خدا کی طرف سے) میعاد نوشتہ (یعنی عدت) پوری ہو جائے

أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي أَنفُسِكُمْ فَاحْذَرُوهُ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ

تک نکاح کا قصد بھی نہ کرو اور یہ بھی جان رکھو کہ خدا تمہارے دلوں کی باتوں کو بھی جانتا ہے سو اس سے ڈرتے رہو اور جان لو کہ اللہ بخشنے والا بردبار بھی ہے

بصیر حقیقت میں ان باہمی حقوق کی رعایت بغیر خدا ترسی کے ممکن نہیں عدالت دنیاوی اور احکام کہاں تک بندوبست کر سکتے ہیں اور اسی لئے جب تک دنیا میں خدا ترسی اور انبیاء اور اُن کے جانشینوں کے ذریعہ سے تنفیذ احکام ہوتی ہیں انتظام عالم بھی صداقت سے ہوتا رہا مگر جب صرف قانون حکومت رہ گیا تو بدمعاشی اور حیل سازی نے ظہور پکڑا۔

ترکیب والذین الخ مبتدا یتربصن خبر من خطبۃ النساء یہ جار مجرور موضع حال میں ہے بہ سے سراً مفعول بہ ہے کیونکہ یہ بمعنی نکاح ہے اے لاتواعدوھن نکاحا اور ممکن ہے کہ مفعول مطلق ہو۔ ای مواعدۃ سرا وقیل تقدیرہ فی سر سو یہ ظرف ہے الا ان تقولوا استثنا مفرغ ہے مدلول نہی سے اے لاتواعدوھن مواعدۃ ما الا مواعدۃ معروفۃ

تفسیر پہلی آیتوں میں عدت طلاق مذکور تھی اس لئے عدت وفات کا بھی حکم بیان کر دیا یہ گیارھواں حکم ہے فرماتا ہے جو لوگ بیویاں چھوڑ مریں تو ان کی بیویوں کو چار مہینے دس روز تک چاہئے کہ نکاح نہ کریں نہ جو چیزیں نکاح کے اسباب ہیں ان کو عمل میں لاویں زیب و زینت سرمہ و کاجل وغیرہ اور نہ بغیر ضرورت اُس گھر سے باہر جاویں یہ سب باتیں تربصن سے سمجھی جاتی ہیں اور خود نبی علیہ السلام نے تشریح کر دی ہے۔ اگر بیوہ کو حمل ہے تو اس صورت میں جب تک حمل ہے عدت ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن اور عدت کے بعد جو کچھ وہ دستور کے موافق کریں خواہ نکاح ثانی کریں یا زیب و زینت تو انکو منع نہ کرو اس میں تم پر کچھ گناہ نہیں عورتوں کو نکاح اور اس کی دواعی سے روکا تو مردوں کو بھی منع کیا کہ عدت سے پہلے تم ان کو صراحتاً نکاح کا پیغام دو اور نہ خفیہ نکاح کا وعدہ کرو کیونکہ اس قسم کی تحریک اور لگاوٹ سے عورت کے دل میں ہیجان پیدا ہو جاتا ہے جس سے عدت میں فرق پڑ جانیکا قوی اندیشہ ہے اور قیام عدت نکاح سابق کی عزت و حرمت کا ملحوظ رکھنا عورت کو بیوفائی اور بیگانوں کی آشنائی سے محفوظ رکھنا ہے جو تمدن کیلئے بہ ضرور ہے اس کا مضائقہ نہیں کہ اشارتاً اپنا ارادۂ نکاح ظاہر کر دیا جاوے کہ میرا ارادہ نکاح کرنیکا ہے ان سب باتوں کے بعد فرمایا کہ وہ تمہارے دلوں کی باتیں جانتا ہے اس سے ڈرتے رہا کرو۔ خطبہ بالکسر منگنی اور پیغام نکاح کو کہتے ہیں اور بالضم خطبہ پڑھنا یعنی کوئی ترغیب و ترہیب کا مضمون بیان کرنا جیسا کہ جمعہ اور عیدین اور دیگر اوقات میں ہوتا ہے آگے ایک آیت ہے کہ جس میں عدت وفات برس روز کی ہے اُس کا حکم اس آیت سے منسوخ ہوگیا۔ عدت عظمت نکاح اول کیلئے اور نیز حمل اور نسب کی تمیز کے لئے مقرر ہوئی ہے۔

فائدہ عدت وفات چار مہینے دس روز تک ہے خاوند کے مر جانیکے بعد اتنے عرصے تک عورت عورت نکاح نہ کرے اگر اسکے بعد دستور کے موافق کرے کچھ گناہ نہیں وارثوں کو اس سے انکو منع نہ کرنا چاہئے اور ایام عدت میں کسی سے نکاح کا پیام دینا یا وعدہ کرنا کہ ہم تم سے بعد عدت نکاح کرینگے ممنوع ہے کس لئے کہ عدت حرمت و عزت نکاح کے لئے قائم ہوئی ہے پیغام دینا یا خفی طور سے کچھ کر لینے میں اس احترام نکاح میں فرق آتا ہے گویا یہ عورت بے وفا اس کا مرنا ہی چاہتی تھی

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ مَا لَمْ تَمَسُّوهُنَّ أَوْ تَفْرِضُوا لَهُنَّ فَرِيضَةً ۚ وَمَتِّعُوهُنَّ عَلَى الْمُوسِعِ

تمپر اس بات میں بھی کوئی گناہ نہیں کہ تم عورتوں کو ہاتھ لگانے یا اُن کیلئے مہر مقرر کرنے سے پہلے طلاق دیدو ہاں اس صورت میں ان کو کچھ سامان دینا چاہئے مقدور والا اپنی

قَدَرُهُ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهُ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوفِ ۖ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِينَ ﴿٢٣٦﴾ وَإِنْ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمَسُّوهُنَّ

حیثیت کے موافق اور تنگدست اپنے مقدور کے موافق دے (جو کچھ بھی ہو) دستور کے موافق سامان دینا نیک لوگوں پر (ایک لازمی) حق ہے اور اگر تم نے انکو ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دی ہے

وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ إِلَّا أَنْ يَعْفُونَ أَوْ يَعْفُوَ الَّذِي بِيَدِهِ عُقْدَةُ النِّكَاحِ

اور ان کیلئے مہر بھی مقرر کر چکے تھے تو تم پر آدھا مہر معین دینا لازم ہے مگر اس صورت میں کہ خود وہ عورتیں معاف کر دیں یا وہ شخص معاف کر دے

وَأَنْ تَعْفُوا أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ ۚ وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿٢٣٧﴾

کہ جس کے اختیار میں نکاح باندھنا تھا۔ اور تمہارا معاف کر دینا پرہیزگاری سے زیادہ قریب ہے (یعنی بہتر ہے) اور آپس کی بڑائی کو مت بھولو کیونکہ جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ اسکو دیکھ رہا ہے

ترکیب ما لم تمسوھن، ما مصدریہ اور زمان اس کے ساتھ محذوف ہے تقدیرہٗ فی زمن ترک مسھن اور بعض کہتے ہیں ما شرطیہ ہے ای ان لم تمسوھن فریضۃ فعیلۃ بمعنی مفعولہ مفعول بہ ہے و متعوھن معطوف ہے محذوف پر تقدیرہٗ فطلقوھن و متعوھن علی الموسع خبر ہے مبتدا محذوف کی تمتعہ علی الموسع پھر یہ جملہ موضع حال میں ہے فاعل سے اور ممکن ہے کہ متاعا مفعول ہو متاعا اسم مصدر ہے اور مصدر تمتیع ہے حقا مفعول مطلق ای حق ذلک حقا و قد فرضتم موضع حال میں ہے الا ان یعفون ان اور فعل موضع نصب میں ہے والتقدیر فعلیکم نصف ما فرضتم الا فی حال العفو

تفسیر یہ تیرھواں حکم ہے واضح ہو کہ جن عورتوں کو طلاق دیجاتی ہے اُنکی چار قسمیں ہیں قسم اوّل یہ کہ ان کا مہر بھی معین ہو اور پھر انکو خلوت کر کے طلاق دیگئی ہو اُن کا حکم پہلی آیتوں میں بیان ہو چکا کہ ان کو پورا مہر دینا چاہئے اور تنگ کر کے اُن سے کچھ واپس لینا نہ چاہئے اور اُن کی عدت تین حیض ہے قسم دوم وہ کہ اُن کے لئے مہر معین نہ ہوا اور نہ ہنوز اُن سے خلوت ہوئی ہو بلکہ صرف نکاح کر کے طلاق دیدی ہو اُن کا حکم اس آیت میں لا جناح سے لیکر حقا علی المحسنین تک بیان ہے وہ یہ کہ اُنکے لئے مہر نہیں بلکہ دستور کے موافق متعہ یعنی خرچ دینا چاہئے کم سے کم کپڑوں کا ایک جوڑا اور زیادہ سے زیادہ نصف مہر قسم سوم وہ عورتیں ہیں کہ جن کا مہر تو معین ہو مگر خلوت نہیں ہوئی ہو اور طلاق دی گئی ہو اُنکا حکم اس آیت میں ہے وان طلقتموھن من قبل ان تمسوھن الآیۃ وہ یہ کہ اُنکو آدھا مہر دیں اور دونوں قسموں میں عورت پر عدت لازم نہیں آتی جیسا کہ سورۂ احزاب میں فرماتا ہے اذا نکحتم المؤمنات ثم طلقتموھن من قبل ان تمسوھن فما لکم علیھن من عدۃ تعتدونھا فمتعوھن چوتھی قسم یہ کہ عورت سے نکاح کر کے صحبت بھی کی ہو لیکن اسکا مہر معین نہ کیا ہو پھر اسکو طلاق دیدی تو اس کا حکم اس آیت میں ہے فما استمتعتم بہ منھن فاتوھن اجورھن کہ اُن کو مہر مثل دینا چاہئے یعنی جو مہر کہ اس عورت کے کنبہ کی عورتوں کا ہے وہ ملیگا متعہ اور متاع لغت میں اس چیز کو کہتے ہیں کہ جس سے فائدہ حاصل ہو اور اسی لئے دنیا کو متاع کہتے ہیں اس سے مراد یہاں خرچ ہے جس کی تعداد یہاں کچھ نہیں ادنیٰ مرتبہ عورت کے کپڑے اور زیادہ مقدار نصف مہر اور یہ واجب ہے الذی بیدہ عقدۃ النکاح سے مراد حضرت علی اور سعید بن المسیب اور بہت سے تابعین اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک عورت کا میاں ہے کہ اس کے ہاتھ میں نکاح ہے پس اگر یہ معاف کرے یعنی آدھا اور بھی دیدے تو پورا ہو سکتا ہے اور امام شافعی اور حسن اور مجاہد اور علقمہ کہتے ہیں اس سے مراد ولی ہے یعنی عورت کا سرپرست کس لئے کہ نکاح کرنا اُس کی ہاتھ میں تھا۔ پس یا عورت معاف کر دے یا اُس کی اجازت سے ولی معاف کر دے نصف بھی ساقط ہے۔

ف ان آیات میں دو قسم کی طلاق کا حکم بیان فرمایا ہے کیونکہ عورت کو ہاتھ لگانے یعنی خلوت کرنے سے پہلے طلاق دیجائے تو پھر اسکی دو صورتیں ہیں یا تو اُن کیلئے کچھ بھی مہر معین نہ ہوا تھا ایسی صورت میں متعہ دینا یعنی ضروری سامان حسب مقدور مرد پر لازم ہے جس کی کوئی تعداد بیان نہیں ہوئی مگر کم سے کم ایک جوڑا کپڑوں کا اور زیادہ سے زیادہ نصف مہر اگر مہر مثل یعنی مہر معین ہو چکا تھا تو نصف لازم ہے ہاں اگر عورت کم سن ہے تو اسکے ولی معاف کر دیں لیکن معاف کر دینا بہتر ہے کیونکہ اس میں طرفین سے کوئی متمتع نہیں ہوا ہے آپس کی فضیلت عورت کے ولی کا اختیار قائم رکھتا ہے کہ جو کچھ اس نے کر لیا ہے عورت تنظر کرے سرکشی نہ کرے ان دونوں صورتوں میں عدت پر عورت بھی لازم نہیں ہاتھ لگانے کے بعد طلاق دینے کا مسئلہ پہلی آیتوں میں بیان ہو چکا ہے کہ اگر مہر معین تھا تو کل اور اگر معین نہ ہوا تھا تو مہر مثل لازم ہے اور اس صورت کو عدت لازم ہے اور اس کیلئے ایک ہے اگر تین طلاق دیجا سکتی ہیں ۱۲ منہ

حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ۝ فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا ۝ فَاِذَآ اَمِنْتُمْ

نمازوں کی محافظت کیا کرو (اور خاصکر) بیچ کی نماز کی اور اللہ کے سامنے نیاز مندی سے کھڑے ہوا کرو پھر اگر تم کو (دشمن کا) ڈر ہو تو پیادہ پڑھ لیا کرو یا سوار ہو کر (جسطرح ہو سکے نماز ادا کر لیا کرو) پھر جب تم

فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا ۚ وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ

امن پاؤ تو اللہ کو اسطرح یاد کیا کرو جسطرح اس نے تم کو وہ (طریقہ) بتایا کہ جسکو تم نہیں جانتے تھے اور جو لوگ تم میں سے فوت ہوں اور بیویاں بھی چھوڑ مریں تو انکو اپنی بیویوں کیلئے سال بھر (گزارہ

مَّتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ ۚ فَاِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْ مَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَّعْرُوْفٍ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ وَ

کیلئے) وصیت کر جانا چاہئے گھر سے باہر کئے بغیر پھر اگر وہ نکل کر کھڑی ہوں تو تم پر اس بات میں کہ جو وہ اپنے دستور کے موافق کریں کچھ بھی گناہ نہیں اور اللہ زبردست حکمت والا ہے اور

لِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ۝ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ ع

طلاق دی ہوئی عورتوں کیلئے خرچ دینا دستور کے موافق پرہیزگاروں پر لازم ہے اللہ تمہارے لئے اپنے احکام یوں صاف صاف بیان کرتا ہے تاکہ تم سمجھو۔

ترکیب رجالا حال ہے محذوف سے تقدیرہ فصلوا رجالا جمع راجل کما علمکم کاف موضع نصب میں ہے ای اذکروا مثل ما علمکم والذین یتوفون مبتدا خبر محذوف ای یوصون متاعا مصدر اس لئے کہ یوصون بمعنی یمتعون ای یمتعون متاعا غیر اخراج حال ہے وللمطلقات خبر متاع مبتدا حقا مفعول مطلق۔

تفسیر پہلی آیات میں خدا تعالیٰ نے تقوی اور احسان کا ذکر کیا تھا اور یہ بھی فرمایا تھا کہ آپس کی بزرگی کا لحاظ رکھو اس موقع پر بطور جملہ معترضہ خدا تعالیٰ اپنی بندگی ملحوظ رکھنے کا حکم دیتا ہے کیونکہ وہ سب سے بڑا ہے خدا کی بزرگی ملحوظ رکھنا نماز پر مداومت کرنا ہے اسلئے نمازوں کی محافظت کا ذکر کر کے اسکے ضمن میں حالت خوف میں نماز ادا کرنیکا مسئلہ بھی ذکر فرمادیا کہ نمازوں کی محافظت کرو یعنی نہایت خشوع و خضوع اور حضور قلب سے ادا کرو بالخصوص بیچکی نماز کی محافظت کرو اور خدا کے روبرو ادب سے کھڑے ہوا کرو نماز میں باہم اشارہ اور کلام نہ کرو۔ اس آیت سے پہلے اہل کتاب کیطرح مسلمان بھی نماز میں اشارہ یا بات کر لیتے تھے اسکے بعد ممانعت ہوگئی (وہ جو بعض احادیث میں ہے کہ نماز میں صحابہ یا خود حضرت نے کوئی اشارہ کیا یا بات کی یا چلے سو یہ سب اس آیت سے پہلے کی باتیں ہیں) پھر فرماتا ہے کہ اگر تم کو دشمن کے مقابلہ میں خوف ہو کہ اگر ہم نماز پڑھیں تو ہم پر حملہ کریگا تو تم سوار یا پیدل جس حال میں ہو بلا لحاظ رکوع و سجود کے و بلا لحاظ جہت کعبہ کیطرف منہ کیوں نہ ہو نماز پڑھو اس کو نہ چھوڑو پھر جب امن ہو تو جسطرح تمکو خدا نے نماز کی تعلیم کی ہے اس طرح پڑھو امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ ایسے وقت نماز کی تاخیر کر کے دوسرے وقت میں ادا کرے جیسا کہ صحابہ اور حضرت نے جنگ احزاب میں کیا تھا الصلوۃ الوسطیٰ کی تعیین میں مختلف اقوال ہیں بعض ظہر بعض نماز صبح کہتے ہیں مگر احادیث قویہ سے عصر کی نماز معلوم ہوتی ہے جیسا کہ صحیحین میں آیا ہے کہ مشرکوں نے ہمکو صلوۃ وسطیٰ سے روک دیا خدا انکی قبر آگ سے بھرے اور یہ واقعہ جنگ احزاب میں نماز عصر کا ہے صلوۃ خوف کہ جس کا ذکر سورہ نساء میں ہے واذا کنت فیہم الآیۃ وہ اس فرجالا او رکبانا سے غیر ہے اسکے بعد پھر احکام عدت اور طلاق کو ذکر فرماتا ہے والذین یتوفون منکم سے جمہور مفسرین نے یہ کہا ہے کہ ابتدائے اسلام میں بیوہ عورت کی عدت ایک برس تک تھی اور جب تک اسکے لئے میراث بھی نہ تھی تو خاوند کو حکم تھا کہ مرض الموت میں برس بھر کے خرچ اور مکان کی وصیت کر جائے پھر یہ حکم اس آیت سے جو پہلے آئی ہے اربعۃ اشہر وعشرا منسوخ ہو گیا دو باتیں تھیں ایک خرچ سال بھر کا دوسری مکان سال بھر رہنے کیلئے سو آیت میراث نے جبکہ وہ بیوہ کا حق آٹھواں یا چوتھا حصہ مقرر کر دیا وصیت کرنا بھی جاتا رہا اور اسیطرح مکان دینا بھی امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ضرور نہ رہا امام شافعیؒ کے نزدیک مکان دینا چاہئے ابی مسلم اصفہانی اور مجاہد وغیرہما کہتے ہیں کہ یہ آیت منسوخ نہیں بلکہ اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ جو شخص مرض الموت میں اپنی بیوی کیلئے برس بھر کے خرچ اور مکان میں رہنے کی وصیت کر مرے اور عورت برس سے پہلے نکلکر دوسرے شوہر سے (بشرطیکہ چار مہینے دس دن کی عدت پوری کر چکی ہو) برخلاف وصیت شوہر دستور کے موافق نکاح کرلے تو اس پر کچھ گناہ نہیں یعنی یہ وصیت لازم نہیں جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں لازم تھی۔

ؐ سال بھر خاوند کے گھر میں رہے اور کسی سے نکاح نہ کرے مگر اسکو اختیار تھا چاہے خاوند کے گھر عدت گزارے خواہ نکل کر اور جگہ لیکن جب وہ گھر سے نکلتی تھی تو اسکو خرچ نہ ملتا تھا ۱۲ منہ
مطلقہ کیلئے عدت میں خواہ طلاق بائن ہو یا رجعی نفقہ اور مکان ملنا چاہئے جیسا کہ اس آیت سے ثابت ہے وللمطلقات متاع بالمعروف اگر مطلقہ حاملہ ہے تو وضع حمل تک ورنہ
تو تین حیض تک امام شافعی کہتے ہیں طلاق بائن میں نفقہ نہیں بدلیل حدیث فاطمہ بنت قیس قالت طلقنی زوجی ثلثا فلم یفرض لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سکنی ولا نفقۃ اخرجہ الجماعۃ الا البخاری ۱۲

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ خَرَجُوا مِن دِيَارِهِمْ وَهُمْ أُلُوفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ

(اے نبی) کیا آپ نے ان کو نہیں دیکھا کہ جو موت سے ڈر کر باوجودیکہ وہ ہزاروں تھے اپنے گھروں سے نکل کھڑے ہوئے۔ پھر خدا نے ان سے کہ

لَهُمُ اللَّهُ مُوتُوا ثُمَّ أَحْيَاهُمْ إِنَّ اللَّهَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ

کہ مر جاؤ پھر انکو زندہ کر دیا بیشک خدا تو لوگوں پر بڑا فضل کرتا ہے لیکن بہت سے لوگ (اس کا) شکر نہیں کرتے۔

ترکیب الم استفہام تقریری کے لئے تر فعل اصل میں ترئی مثل ترعی کے تھا مگر عرب مستقبل میں ہمزہ حذف کر دیتے ہیں جب ہمزہ حذف ہوئی تو الف منقلبہ اخیر باقی رہ گیا جو جزم کے وقت حذف ہو گیا ضمیر انت اس کا فاعل الذین متعلق ہے فعل ہے وہم الوف جملہ حال ہے فاعل خرجوا سے حذر الموت مفعول لہ خرجوا سے۔

تفسیر پیشتر خدا تعالیٰ نے جہاد کا حکم دیا تھا اور یہ ظاہر ہے کہ مخالفوں سے خدا تعالیٰ کی جماعت بنکر جہاد کرنا باہمی اتفاق پر مبنی ہے اور زیادہ تر اتفاق میں خلل ڈالنے والی باتیں جو روزمرہ پیش آتی ہیں میاں بیوی کا جھگڑا اور میراث وصیت کے متعلق امور ہیں اسلئے بیچ میں چند احکام ان جھگڑوں کے دفع کرنیوالے ذکر فرما کر پھر جہاد کی ترغیب دلاتا ہے اور اس سے پیشتر بنی اسرائیل کے ایک واقعہ عبرت خیز کو یاد دلاتا ہے وہ یہ کہ ایک نبی کے عہد میں مخالفوں سے ڈر کر سینکڑوں ہزاروں بنی اسرائیل ملک چھوڑ کر بھاگ نکلے اور نبی کے برخلاف ہو گئے جنگ میں ثابت قدم نہ رہے آخر انپر دشمن غالب آئے جس سے وہ سب مارے گئے پھر نبی کی دعا سے زندہ ہوئے جس سے یہ معلوم کراتا ہے کہ موت کا وقت مقرر ہے کوئی حیلہ کرو وہ ٹلتی نہیں پھر نامردی اور بزدلی کرنا عبث ہے دوم بزدلی اور بھی جان کو ہلاکت میں ڈالتی ہے آدمی جانتا ہے کہ میں بزدلی سے بچ جاؤں گا مگر اس سے دشمن کو اور بھی قتل کرنے میں جرأت ہوتی ہے۔ سوم اس سے خدا تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا اظہار مقصود ہے کہ وہ قادر مردہ کو زندہ کر سکتا ہے حشر اجساد بھی اس کے نزدیک کوئی بات نہیں پھر جب مرکر وہاں جانا ہے تو کیوں خدا پر توکل کر کے ظالموں سے جنگ نہیں کرتے اسباب ظاہرہ پر کیوں سہارا کرتے ہو۔

متعلقات (۱) قرآن مجید سے یہ نہیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ کس زمانہ میں اور کس نبی کے عہد میں گذرا ہے اور گھر سے موت سے ڈر کر دشمن کی وجہ سے نکلے تھے یا وبا کی وجہ سے، علماء مفسرین کے اسمیں مختلف اقوال ہیں مگر صحیح اور قابل اعتماد یہ ہے کہ یہ واقعہ حضرت حزقیل علیہ السلام کے عہد میں بنی اسرائیل پر گذرا ہے اور حضرت ابن عباسؓ کا بھی یہی قول ہے اور کتاب حزقیل کی سینتیسویں فصل سے بھی ثابت ہوتا ہے تفصیل اس کی یہ ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ سے پہلے بنی اسرائیل پر فلسطین کے لوگ غالب آگئے تھے اور کچھ عجب نہیں کہ ایسے موقع میں کسی نبی نے اُن کو جنگ کرنے پر آمادہ کیا ہو اور وہ ڈر کر گھر بار چھوڑ کر بھاگ نکلے پھر قتل کئے گئے ہوں جسکو فقال لہم اللہ موتوا سے تعبیر کیا ہے اور پھر وہ حضرت حزقیل علیہ السلام کی دعا سے زندہ ہو گئے ہوں جس کو ثم احیاہم سے تعبیر کیا ہے اور اس بات کا ذکر کتاب حزقیل کے فصل مذکور میں صاف صاف مذکور ہے چنانچہ اسکے بعض فقرات یہ ہیں اور اس وادی میں جو ہڈیوں سے بھرپور رکھے

مجھے اُتار دیا اور مجھے اُنکے آس پاس چوگرد پھرایا اور دیکھ وادی کے میدان میں بہت تھیں (وہم الوف) اور نہایت سوکھی تھیں اور اس نے مجھے کہا اے آدمی زاد کیا یہ ہڈیاں جی سکتی ہیں؟ میں نے جواب میں کہا کہ اے خداوند یہوواہ تو ہی جانتا ہے پھر اس نے مجھے کہا تو ان ہڈیوں کے اوپر نبوت کر اور کہہ اے سوکھی ہڈیو تم خداوند کا کلام سنو خداوند یہوواہ ان ہڈیوں کو یوں فرماتا ہے کہ دیکھو میں تمہارے اندر روح داخل کروں گا اور تم جی جاؤ گے الخ سو میں نے حکم کے بموجب نبوت کی اور جب میں نبوت کرتا تھا تو ایک شور ہوا الخ اور ان مقتولوں پر پھونک کہ جی اُٹھیں سو میں نے حکم کے بموجب نبوت کی اور ان میں روح آئی اور وہ جی اٹھے اور اپنے پاؤں پر کھڑے ہوئے ایک نہایت بڑا لشکر (۲) مخالفین اس مقام پر دو اعتراض کیا کرتے ہیں پہلا یہ کہ الم تر الی الذین خرجوا من دیارہم استفہام تقریری ہے جس سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ آنحضرت علیہ السلام نے ان لوگوں کو دیکھا ہے حالانکہ یہ غلط ہے کیونکہ اُن میں اور آنحضرت میں سینکڑوں برس کا زمانہ فاصل ہے اس کا جواب یہ ہے کہ ترئی کیساتھ جب الیٰ ملا دیتے ہیں تو اس سے اکثر رویت

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللّٰهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝ مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا

اور اللہ کی راہ میں لڑتے رہو اور جان رکھو کہ اللہ سنتا جانتا ہے کون ہے کہ جو اللہ کو خوشدلی سے قرض دے تاکہ خدا

فَيُضٰعِفَهُ لَهُ أَضْعَافًا كَثِيرَةً ۚ وَاللّٰهُ يَقْبِضُ وَيَبْسُطُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ۝

کئی گنا کر کے بہت بڑھا کر اسکو دوا پس دے اور خدا ہی تنگی اور فراخی دیتا ہے اور تم اسی کی طرف چلے جا رہے ہو۔

قلبی مراد لیا کرتے ہیں یعنی علم سو آپ کو اس واقعہ کا علم یقینی تھا دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ واقعہ یہود میں آنحضرت صلعم کے عہد تک ایسا مشہور تھا کہ گویا آنکھوں کے سامنے تھا اور فصیح بلیغ ایسے واقعات کو بمنزلہ محسوسات کے قرار دیکر کلام کیا کرتے ہیں سو آنحضرت کیا بلکہ اس زمانہ کے سب لوگ اس واقعہ کو اور ان لوگوں کو دیکھ رہے تھے اور اسی لئے عبرت کیلئے اس واقعہ کا بیان کرنا مناسب حال ہوا۔ دوسرا یہ کہ مُردہ کا زندہ کر دینا ناممکن بات ہے یہ باتیں بعید از قیاس ہیں الہامی کتابوں میں ایسی باتوں کا ہونا تعجب کی بات ہے اس کا جواب بہت سے مقامات میں ہم دے آئے ہیں اور دہریوں اور ملحدوں کو ساکت کر آئے ہیں کہ یہ چیزیں محال عقلی نہیں اور جو دعویٰ کرے تو دلیل پیش کرے اور جب ممکن ہیں تو ان کے وقوع میں بطور خرق عادت کیا تعجب ہے؟ بالخصوص مخبر صادق نے خبر دی تو پھر کیا تردد ہے؟ رہا خلاف عادت ہونا سو اس کو ہم بھی تسلیم کرتے ہیں اور اسی لئے اس کو معجزہ کہتے ہیں معتزلہ اور ان کے بھائی نیچریہ جواب دیتے ہیں کہ موت سے نامردی اور بزدلاپن مراد ہے اور احیاء کے لفظ سے ان کے دل میں قوت آنا اور لڑنے پر آمادہ ہو جانا مراد ہے چونکہ مدیانیوں کے ہاتھ سے بنی اسرائیل نے سخت شکست پائی تھی اور اپنا گھر بار چھوڑ کر پہاڑوں اور جنگلوں میں بھاگ گئے تھے آخر جدعون نے ان کو جنگ پر آمادہ کیا اور اس ذلت سے رہائی دی اس خدا مسلمانوں کو بتلاتا ہے کہ جو لوگ لڑائی میں موت کے ڈر سے بھاگ گئے تھے وہ ایسی بدتر حالت میں پہنچ گئے تھے جو موت کے برابر تھی پھر اللہ نے ان کو ہمت و جرأت سے زندہ کیا اسی طرح مسلمانوں کو بھی موت کے ڈر سے بھاگ گئے تھے وہ ایسی بدتر حالت میں پہنچ گئے تھے جو موت کے برابر تھی پھر اللہ نے انکو ہمت و جرأت سے زندہ کیا اسی طرح مسلمانوں کو بھی موت کے ڈر سے بزدلی اور نامردی جو موت کے برابر ہے نکرنی چاہئے اور قصہ حزقیل فرضی اور غلط ہے ہمارے مفسروں نے غلطی سے آیت کو اس پر

ترکیب وقاتلوا معطوف ہے محذوف فقیلوا پر من استفہامیہ موضع رفع میں ہے بسبب مبتدا ہونیکے اور ذا اسکی خبر ہے اور الذی اس کی نعت یا بدل ہے یقرض جملہ الذی کا صلہ قرضا مفعول مطلق حسنا یہ اسم مصدر ہے اور وہ اقراض ہے فیضاعفہ معطوف ہے یقرض پر یا جملہ مستانفہ ہے اضعافا جمع ضعف او ضعف بضم عین مصدر نہیں کیونکہ مصدر اضعاف ہے یا مضاعفة اس تقدیر پر یضاعفہ کی ہا سے حال ہو سکتا ہے اور معنی مفعول ثانی بھی ہو سکتا ہے۔

تفسیر ان تمام مسائل کے بعد پھر خدا کی راہ میں جان دینے اور مال دینے کی تاکید شروع ہوتی ہے کیونکہ دنیا میں کوئی قوم قوم نہیں رہ سکتی تاوقتیکہ اس قوم میں اپنے ناموس اور مذہب محفوظ رکھنے کی قدرت نہو خاص وہ مذہب کہ جو تمام دنیا پر پھیلنے والا ہو جسکی توحید اور روشن احکام دنیا بھر کی شریروں کے خلاف ہوں جس سے نہ صرف احتمال بلکہ یقین ہو کہ اس مذہب کیلئے اس کے گھر اور ملک میں بھی سخت سخت رکاوٹیں پیش آنی شروع ہونگی بلکہ ہوئیں پھر آگے چل کر تو کیا کچھ نہوگا اسلئے حکم دیا گیا کہ اللہ کی راہ میں لڑو جو رکاوٹ پیش آئے اسکو تلوار کی دھاروں سے مٹادو مگر نیت نیک اور دلی اخلاص بھی محفوظ رکھو صرف خونریزی اور بنی نوع کا قتل کرنا ہی مقصود نہیں بلکہ یہ جہاد ایسا ہے جیسا کہ مریض کے لئے فصد و فاسد مادہ کا اخراج و قطع برید ایسے مقامات میں دلی اخلاص و نیک نیتی ضرور ہے اسلئے فرمایا کہ اللہ سنتا جانتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ دشمنوں سے لڑائی اور ان پر چڑھائی بے ساز و سامان کے علاوہ مشکل ہے اسلئے روپیہ پیسہ بھی ضرور ہے اسلئے اپنے بندوں کو خدا کی راہ میں مال صرف کرنیکی بھی کس عمدہ طور سے ترغیب دی تاکہ کوئی ہے جو اللہ کو قرض دے تاکہ اس کے بالعوض دنیا و آخرت میں خدا اس کو کئی گنا نہیں بلکہ بیشمار عنایت فرماوے، اللہ تعالیٰ قرض مانگنے سے پاک ہے اس کو کوئی حاجت اور ضرورت نہیں وہ غنی اور حمید ہے اور اسی کے قبضہ میں آسمان اور زمین کے خزانے ہیں وہی بندوں کو فراخ دستی اور تنگدستی دیا کرتا ہے مگر اللہ کی راہ میں صرف کرنے کو

لہ یعنی اللہ کی راہ میں دینا خدا کو دینا ہے خدا قرض لینے سے پاک اور غنی ہے مگر دینے والے کی ترغیب اور اسکے اطمینان کیلئے کہ اس کا اجر کئی گنا ضرور دیگا اس دینے کو اللہ کے قرض دینے سے بطور استعارہ کے تعبیر کیا کیونکہ جو کوئی غنی اور صادق الوعد کو دیتا ہے [illegible]

أَلَمْ تَرَ إِلَى الْمَلَإِ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ مِنْ بَعْدِ مُوسَىٰ إِذْ قَالُوا لِنَبِيٍّ لَهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ

(اے نبی) کیا آپ نے بنی اسرائیل کے سرداروں کی طرف غور نہیں کیا کہ موسیٰ کے بعد جب کہ انہوں نے اپنے نبی (سموئیل) سے کہا کہ ہمارے لئے کوئی بادشاہ مقرر کر دیجئے کہ ہم (اسکے زیر حکم) اللہ

اللَّهِ ۖ قَالَ هَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ أَلَّا تُقَاتِلُوا ۖ قَالُوا وَمَا لَنَا أَلَّا نُقَاتِلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَقَدْ أُخْرِجْنَا

کہا اگر تم پر جہاد فرض کیا جائے تو تم سے کچھ بھی بعید نہیں کہ تم نہ لڑو وہ کہنے لگے کہ ہم سے یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ ہم اللہ کی راہ میں نہ لڑیں حالانکہ اپنے

مِنْ دِيَارِنَا وَأَبْنَائِنَا ۖ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا إِلَّا قَلِيلًا مِنْهُمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ ۝ وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ

وطن اور بال بچوں سے بھی دور کئے گئے ہیں پھر جب انکو لڑائی کا حکم ہوا تو سوائے چند آدمیوں کے سب کے سب پھر گئے اور اللہ ظالموں کو (خوب) جانتا ہے اور انسے انکے نبی

إِنَّ اللَّهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوتَ مَلِكًا ۚ قَالُوا أَنَّىٰ يَكُونُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ أَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِنَ

نے کہا واقعی اللہ نے تمہارے لئے طالوت کو بادشاہ مقرر کر دیا ہے کہنے لگے اسکے لئے ہم پر کیونکر بادشاہی ہو سکتی ہے حالانکہ ہم خود اس سے زیادہ بادشاہی کے مستحق ہیں اور اسکو تو کچھ مال میں بھی فراخی نہیں دی گئی

الْمَالِ ۚ قَالَ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ۖ وَاللَّهُ يُؤْتِي مُلْكَهُ مَنْ يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ۝

ہے نبی نے کہا بیشک اللہ ہی نے اسی کو تم پر سرداری کیلئے منتخب کیا ہے اور علم اور صورت میں بھی اسکو فوقیت دی گئی ہے اور اللہ اپنا ملک جسکو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ وسعت دینے والا جاننے والا ہے

بطور استعارہ کے قرض دینے سے تعبیر کیا اس بات کے جتلانے کے لئے کہ جس طرح غنی اور خوش معاملہ کو قرض دینا موجب اطمینان اور نتائج ومنافع کا باعث ہے اسی طرح اللہ کی راہ میں دیا رائیگاں نہیں جاتا وہ مع نفع چند در چند ملتا ہے ہم اسکے ضامن ہیں گویا وہ ہمکو دیتا ہے اور اسکے بعد یہ بھی سنا دیا کہ تنگدستی و فراخ دستی سب ہمارے قبضہ میں ہے جو ہماری راہ میں صرف نہیں کرتے وہ اس بات پر گھمنڈ نہ کریں کہ ہماری دولت باقی رہیگی خدا ہزاروں مصیبتیں بھیجکر تنگدست کر سکتا ہے منجلہ اُن کے ایک بلا نازل ہوگی کہ مخالفین غالب آکر تمام ملک و دولت چھین لیں گے اور جو صرف کرتا ہے وہ تنگدستی سے نڈر کہ دنیا میں غنائم اور فتوحات ملک اُن کے حصہ میں آویں گے آخرت میں کہ جو سامنے کھڑی ہے جسکو الیہ ترجعون سے تعبیر کیا بیشمار نعمتیں ملیں گی جیساکہ صحابہ کو ملیں۔

ترکیب من بنی اسرائیل محذوف سے متعلق ہو کرسکے کہ یہ حال ہوا کائنات من بنی اسرائیل من بعد متعلق ہے ثابت کے اذ بدل ہے من بعد سے کسلئے کہ دونوں زمانے کیلئے ہیں نقاتل جمہور اس کو جزم سے پڑھتے ہیں جواب امر وارد دیگر عسیتم فعل الا تقاتلوا اسکی خبر ان کتب الخ شرط جملہ معترضہ درمیان میں آگیا استفہام کیلئے محل رفع میں ہے مبتدا ہونیکی وجہ سے لنا اسکی خبر اور ربط ماقبل کیلئے آیا ہے وقد اخرجنا جملہ موضع حال میں اور عامل اس میں نقاتل ہے وابنائنا معطوف ہے دیارنا پر تقدیرہ ومن بین ابنائنا

تفسیر ان آیات میں خدا تعالیٰ بنی اسرائیل کا دوسرا قصہ سناتا ہے کہ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تخمیناً گیارہ سو برس پہلے گذرا ہے اس قصہ میں خدا تعالیٰ مسلمانوں کو جہاد میں ثابت قدمی اور استقلال اور مصائب پر برداشت کرنیکی رغبت دلاتا ہے اور خالص ایمانداروں کا گو کل بھی اسیر آنکی امداد غیبی کرنا سناتا ہے اس قصہ میں چھ باتیں بیان ہوئی ہیں (١) بنی اسرائیل کا اپنے نبی سے بادشاہ مقرر کرنیکی درخواست کرنا اور پھر اس پر سموئیل علیہ السلام کا بنی اسرائیل پر ساول کو کہ جسکو طالوت کہتے ہیں بادشاہ مقرر کرنا (٢) بعض لوگوں کا طالوت کے افلاس ظاہری حال سے انکار کرنا کہ یہ بادشاہی کا مستحق نہیں اور پھر نبی علیہ السلام کا اُس کی بادشاہی کی علامت صندوق شہادت کا کہ جسکو تابوت سکینہ کہتے ہیں دشمنوں کے ہاں سے خود بخود آجانا معین کرنا (٣) طالوت کا لشکر عظیم لیکر فلسطینیوں کے مقابلہ میں نکلنا اور آگے چل کر راہ میں ہر دریا شوریق پر بہادروں اور غیر بہادروں کا امتحان کرنا جو اس کا پانی نہ پئے وہ میرے ساتھ آئے اور جو سوائے چلو کے پئے وہ حملہ دشمن کی برداشت نہیں کرے گا میرے ساتھ نہ آئے پھر پیاس کے غلبہ میں بجز تخمیناً تین سو آدمیوں کے ہزاروں بنی اسرائیل کا پانی پینا (٤) طالوت کے لشکر کا جالوت کے مقابلہ میں جاکر خدا سے دعا کرنا (٥) لشکر طالوت کا

ل سعتہ کی اصل وسعۃ بفتح واو ہے اور حق اس کا کسرہ ہے لیکن چونکہ مستقبل میں حذف کیا گیا مصدر میں بھی حذف ہوا اور مستقبل میں اصل کسرہ تھا لیکن حرف حلق کی رعایت سے فتح دیا گیا ورنہ وعد یعد عدۃ کے طور پر کسرہ تھا ١٢ منہ ٢ طالوت اس کا لقب تھا ١٢ منہ

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَن يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَىٰ وَآلُ هَارُونَ تَحْمِلُهُ

اور انکے نبی نے انسے کہا کہ طالوت کی بادشاہی کی یہ نشانی ہے کہ تمہارے پاس وہ صندوق آجاویگا کہ جسمیں تمہارے رب کی طرف سے تسکین اور کچھ بچی ہوئی چیزیں ہیں کہ جنکو موسیٰ اور ہارون چھوڑ گئے

ع ٧ ٣٢ ١٤ الْمَلَائِكَةُ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لَّكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴿٢٤٨﴾ فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوتُ بِالْجُنُودِ قَالَ إِنَّ اللَّهَ مُبْتَلِيكُم بِنَهَرٍ

اسکو فرشتے اٹھا لائینگے بیشک اسمیں تو تمہارے واسطے پوری نشانی ہے اگر تم یقین رکھتے ہو پھر جب طالوت لشکر لیکر جنگ کیلئے باہر نکلا تو کہہ دیا کہ بیشک اللہ ایک نہر سے تمہاری

فَمَن شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّي وَمَن لَّمْ يَطْعَمْهُ فَإِنَّهُ مِنِّي إِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةً بِيَدِهِ ۚ فَشَرِبُوا مِنْهُ إِلَّا قَلِيلًا مِّنْهُمْ ۚ

آزمائش کیا چاہتا ہے پھر جس نے اس نہر کا پانی پی لیا تو وہ میرا نہیں اور جو کوئی اسکو نہ چکھے تو وہ میرا ہے مگر کسی نے اپنے ہاتھ سے ایک چلو بھر لیا تو کچھ مضائقہ نہیں سو ان میں سے

فَلَمَّا جَاوَزَهُ هُوَ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ قَالُوا لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ ۚ قَالَ الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُم مُّلَاقُو

پھر طالوت اور جو اسکے ساتھ ایمان والے تھے جب نہر کے پار ہوئے تو لوگوں نے کہا کہ آج ہمکو جالوت اور اسکے لشکر سے مقابلہ کی طاقت نہیں لیکن جنکو یقین تھا کہ ضرور ہمکو اللہ سے ملنا ہے وہ

اللَّهِ كَم مِّن فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ ﴿٢٤٩﴾ وَلَمَّا بَرَزُوا لِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ

بولے کہ ایسا بہت دفعہ ہوا ہے کہ تھوڑے سے لوگ بڑی جماعت پر حکم اللہ سے غالب آگئے ہیں اور اللہ تو صبر کرنیوالوں کا ساتھی ہے اور جب وہ جالوت اور اسکے لشکر کے مقابل میں

قَالُوا رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ﴿٢٥٠﴾ فَهَزَمُوهُم بِإِذْنِ اللَّهِ

آئے تو دعا کرنے لگے کہ اے رب ہمکو استقلال عطا کر اور ہمارے پاؤں جما دے اور ہمکو کافروں کی قوم پر غالب کر پھر انہوں نے انکو دشمنوں کو اللہ کے حکم سے شکست دی اور داؤد نے

وَقَتَلَ دَاوُودُ جَالُوتَ وَآتَاهُ اللَّهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهُ مِمَّا يَشَاءُ ۗ وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُم

جالوت کو مار ڈالا۔ اور اللہ نے داؤد کو بادشاہی اور حکمت عطا کی اور جو کچھ چاہتا تھا اسکو سکھایا اور اگر اللہ بعض لوگوں کے توسل سے بعض کو پست

بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْأَرْضُ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْعَالَمِينَ ﴿٢٥١﴾

نہ کرتا رہے تو ملک کا انتظام بگڑ جائے لیکن اللہ تو مخلوق پر فضل کرنے والا ہے

ترکیب ان یاتیکم خبر ان۔ التابوت اصل وزن اس کا فاعول ہے فیہ سکینہ جملہ موضع حال میں ہے اور اسیطرح تحملہ الملائکۃ من ربکم صفت ہے سکینہ کی وبقیہ اصل اسکی بقیۃ ہے لام کلمہ ی ہے الا من اغترف استثنا ہے جنس سے اور ممکن ہے کہ تعلق من سے ہو اور یہ محل نصب میں ہے غرفۃ غین کے فتح اور ضمہ دونوں سے جائز ہے بمعنی مصدر ہے اور بعض کہتے ہیں بالفتح کے معنی ایک بار چلو بھرنا اور بالضم کے معنی چلو الا قلیلا منصوب ہے کیونکہ استثنا ہے موجب سے لا کا اسم طاقۃ اس کا عین کلمہ واو ہے لانہ من الطوق وہو القدرہ لنا اسکی خبر الیوم اور بجالوت میں عامل معنی استقرار ہے کم من فئۃ کم اسجگہ خبریہ ہے اور موضع اس کا رفع ہے بسبب مبتدا ہونے کے اور غلبت اس کی خبر اور من زائدہ ہے باذن اللہ موضع حال میں ہے تقدیر باذن اللہ لہم ولولا دفع اللہ الناس دفع مصدر مبنی للفاعل مضاف ہے فاعل کی طرف اور الناس مفعول اور بعضہم بدل ہے الناس سے بدل البعض ببعض مفعول ثانی ہے اس کی طرف فعل بواسطہ حرف جر متعدی ہوا ہے۔

تفسیر لشکر جالوت پر فتح پانا اور حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھ جالوت فلسطینی کا قتل ہونا (٦) داؤد کو بادشاہی اور علم و حکمت عطا کرنا یہ باتیں توراۃ کی اول کتاب سموئیل میں نہایت شرح کے ساتھ مذکور ہیں لیکن مجملاً بیان اس کا یہ ہے حضرت سموئیل علیہ السلام سے پہلے

ف طالوت کیساتھ بنی اسرائیل کی ایک بہت بھیڑ بھاڑ تو دشمن کے مقابلہ کیلئے نکلی طالوت نے آگے پانی کا نالہ آنیوالا تھا اس سے انکے صبر و برداشت کی آزمائش کرنی چاہی کہ جو اس پیاس کی تاب نہ لائیگا وہ آب شمشیر کی کیونکر تاب لائیگا اسپر بھی ہاتھ سے چلو میں لیکر پینے کی اجازت دیدی تھی مگر جب وہ بھیڑ بھاڑ اس نہر پر پہنچی تو بجز چند لوگوں کے سب نے پانی پی لیا پھر جب یہ بھیڑ آئی اور انبوہ جالوت فلسطین کے بڑے قدآور بادشاہ اور اسکے لشکر کے مقابلہ میں آئے تو ڈر گئے اور کہنے لگے کہ ہم میں ان سے مقابلہ کی کیا طاقت ہے لیکن ان چند صبر کرنیوالوں نے ڈھارس بندھائی کہ خدا کے ہاتھ فتح و شکست ہے قلت و کثرت پر موقوف نہیں بارہا خدا کے حکم سے چند لوگوں نے بڑے بڑے لشکروں کو شکست دیدی ہے پھر یہی جماعت مقابلہ میں سامنے آئی اور خدا سے صبر و استقلال اور نصرت کی دعا کی اور ان سپاہیوں میں داؤد علیہ السلام بھی تھے ان کے ہاتھ سے جالوت مارا گیا اور بنی اسرائیل میں انکی شہرت ہوگئی اور طالوت نے انسے اپنی بیٹی بیاہ دی اور طالوت کے بعد یہی بنی اسرائیل کے بادشاہ ہوئے اور خدا نے انکو الہام اور نبوت عطا کی حکمت کے اسرار تعلیم فرمائے۔ یہ تمام قصہ بنی اسرائیل کا مسلمانوں کو جہاد پر قائم رہنے کیلئے سنا کر جہاد کی حکمت بھی ظاہر فرماتا

ہے کہ انتظام عالم ہی خدا نے اسپر مربوط کیا ہے کہ وہ بعض کی شوکت بعض سے برباد کرا دیتا ہے ظالم قوموں کو دوسری قوموں سے غارت نہ کرے تو انتظام عالم درہم برہم ہو جائے ۱۲ منہ

بنی اسرائیل میں کوئی بادشاہ نہ ہوتا تھا بلکہ کاہن یعنی امام یا اُسکے نائب قاضیوں کے طور پر فیصلہ کیا کرتے تھے اور انبیاء علیہم السلام جو وقتاً فوقتاً ان میں پیدا ہوتے تھے وہ شریعت موسٰی اور توریت کے موافق فتوی دیا کرتے تھے بنی اسرائیل آس پاس کے مشرک قوموں کی طرح جب بت پرستی اور زناکاری کرنی شروع کرتے تھے تو ان پر قہر خدا نازل ہوتا تھا جس سے وہ ان قوموں سے شکست کھا کر انکی رعیت ہو جاتے اور طرح طرح کی ذلت و پریشانی اُٹھاتے تھے پھر جب توبہ کرتے تو خدا انپر فضل کرتا تھا چنانچہ جب عبدون سردار اسرائیلی تین سو ستر سال حضرت موسٰی کے بعد مر گیا تو بنی اسرائیل نے پھر بت پرستی اور بے دینی اختیار کی جس سے انپر فلسطین[1] کے لوگ غالب آگئے اور چالیس برس تک انکی حکومت رہی پھر شمسون کے عہد میں خلاصی ملی شمسون بیس برس تک سلطنت کرتا رہا آخر اُس پر پھر اہل فلسطین غالب آگئے اور اسکو پکڑ کر لے گئے اور بنی اسرائیل کا بڑا ابتر حال ہو گیا پھر تخمیناً چار سو بیالیس برس بعد حضرت موسٰی کے بنی اسرائیل میں ایک شخص عیلی نام کاہن ہوا اُسکے عہد میں کوہستان افرایم میں الفانہ ایک شخص ہر سال سیلا میں قربانی اور سجدہ کرنے آتا تھا اُسکی دو بیویاں تھیں ایک کا نام فننہ دوسری کا نام حنّنہ مگر حنّنہ کی اولاد نہ ہوتی تھی اسلئے وہ غمگین رہتی تھی ایک بار اُس نے جب وہ ہیکل میں قربانی کرنے آئی تھی تو رو کر خدا سے دعا مانگی کہ تو مجھکو فرزند عطا کرے تو میں اسکو تیرے لئے نذر گزرانوں گی سو خدا نے اس کی مراد دی اسکے پیٹ سے ایک لڑکا پیدا ہوا اس کا نام سموئیل رکھا جسکے معنی عبرانی میں خدا سے مانگا ہوا یا اللہ دیا ہوتے ہیں جب سموئیل کا دودھ بڑھ چکا تو اُس کی ماں اور باپ اسکو انپر شہر رامہ سے سیلا میں خداوند کے گھر لائے اور وہ لڑکا بہت ہی چھوٹا تھا تب انہوں نے ایک جوان بیل کو ذبح کیا اور لڑکے کو عیلی پاس لائے اور وہ عیلی کاہن کے آگے خداوند کی خدمت کرتا رہا۔ عیلی کے بیٹے بدچلن تھے جس سے عموماً بنی اسرائیل ناراض تھے اور سموئیل خداوند اور آدمیوں کے مقبول ہوتا چلا اس عرصہ میں سموئیل نے عیلی کے بیٹوں کی بابت رات کو خواب میں دیکھا کہ جس میں خدا نے عیلی کے خاندان برباد کرنے کی خبر سموئیل کو دی صبح کو یہ خبر عیلی اور بنی اسرائیل نے سنی اور سموئیل کی تمام بنی اسرائیل میں نبوت اور بزرگی تسلیم ہونے لگی پھر بنی اسرائیل فلسطینیوں سے لڑنے نکلے اور ابن عزر کے پاس خیمہ لگائے اور فلسطینیوں نے افیق میں اپنے خیمے قائم کئے اور باہم صف بندیاں ہو کر مقابلہ شروع ہوا تو بنی اسرائیل نے شکست کھائی اور قریب چار ہزار آدمی کے مارے گئے۔ پھر لشکر گاہ میں بنی اسرائیل نے آکر یہ تجویز کی کہ آؤ ہم خدا کے عہد کا صندوق سیلا سے اپنے پاس لاویں کہ اُسکی برکت سے فتح پاویں اور جب وہ صندوق لشکر گاہ میں آپہنچا اور اُسکے ساتھ عیلی کے دونوں بیٹے فینحاس اور حفنی بھی آئے تو بنی اسرائیل نے اس زور سے للکارا کہ زمین لرز گئی جب فلسطینیوں کو حال معلوم ہوا تو آپس میں عہد کیا کہ مردانگی اور مضبوطی سے جنگ کرینگے سو فلسطی لڑے اور بنی اسرائیل نے شکست کھائی اور تیس ہزار بنی اسرائیل مارے گئے اور خداوند کے صندوق کو لوٹ لے گئے اور عیلی کے دونوں بیٹے بھی مارے گئے۔ تب بنی بنیامین میں کا ایک شخص کپڑے پھاڑ کر سر پر خاک ڈالتا ہوا اُسی روز سیلا میں پہنچا اور عیلی کرسی پر بیٹھا ہوا انتظار کر رہا تھا اور اس کا دل صندوق شہادت کیلئے کانپ رہا تھا اور جونہی اُس شخص نے شہر میں خبر دی تو سارا شہر چلایا اور عیلی نے جو شور کی آواز سنی تو کہا یہ کیا شور ہے؟ سو اس شخص نے عیلی سے سب ماجرا کہا اور جونہی اس نے یہ خبر سنی کرسی پر سے پچھاڑ کھا کر گر گیا اور اسکی گردن ٹوٹ گئی اور وہ مر گیا کہ وہ بوڑھا تھا یہ چالیس برس بنی اسرائیل کا قاضی رہا (اول کتاب سموئیل باب ۴) یہ وہ واقعہ ہے کہ جسمیں تابوت سکینہ بنی اسرائیل کے ہاتھ سے جاتا رہا اور فلسطی لوگ اسکو اپنے ملک میں لے گئے۔ اسوقت بنی اسرائیل میں سموئیل علیہ السلام بزرگ مانے جاتے تھے انکی نصیحت سے بنی اسرائیل نے بت پرستی اور بدفعلی ترک کی اور اس حادثہ کے تخمیناً بائیس برس بعد بمقام مصفاہ سموئیل نے بنی اسرائیل کو جمع کر کے فلسطینیوں کے مقابلہ پر آمادہ کیا آخر الامر بنی اسرائیل نے فتح پائی اور عقرون سے لیکر جات تک جسقدر بستیاں اُنکے قبضہ میں آگئی تھیں پھر بنی اسرائیل کے قبضہ میں آئیں (باب ۷) پھر جب سموئیل بوڑھے ہو گئے تو لوگوں نے رامہ میں جمع ہو کر سموئیل سے کہا دیکھ تو بوڑھا ہوا اور تیرے بیٹے یوایل اور ابیاہ تیری راہ پر نہیں چلتے بلکہ نفع کی پیروی کرتے اور رشوت لیتے ہیں اور عدالت میں طرفداری کرتے ہیں اب تو کسی کو ہمارا بادشاہ مقرر کر جو ہم پر حکومت کیا کرے اور ہمارے آگے آگے چلا اور ہمارے لئے لڑائی کرے (۸ باب) تب سموئیل نے مصفاہ میں خداوند کے حضور میں لوگوں کو بلایا اور کہا خداوند بنی اسرائیل کا خدا ایسا فرماتا

[1] فلسطین ملک شام کا وہ ٹکڑا ہے جو کہ مغرب اور جنوب کیطرف بحر روم سے ملا ہوا ہے جیسا کہ ہم نے نقشہ میں دکھایا ہے یہاں کے لوگ مشرک اور بت پرست تھے یہ لوگ ہمیشہ بنی اسرائیل سے جنگ وجدال کیا کرتے تھے کبھی غالب کبھی مغلوب ہو جایا کرتے تھے آخر حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کے عہد میں بالکل مغلوب ہو گئے تھے ۱۲ منہ

ہے کہ میں بنی اسرائیل کو مصر سے نکال لایا اب تم نے بادشاہ کی درخواست کی سو ایک ایک فرقہ کر کے ہزار ہزار سب کے سب خداوند کے آگے حاضر ہو جاؤ اور جب حاضر ہوئے تو قرعہ بنیامین کے فرقے کے نام پر پڑا پھر انمیں سے مطری کے گھرانے کا نام نکلا اور قیس کے بیٹے ساؤل کا نام نکلا جو خوب جوان تھا اور بنی اسرائیل میں اس سے خوبصورت کوئی شخص نہ تھا ساری قوم میں کاندھے سے لیکر اوپر تک ہر ایک سے اونچا اور شہر جبعہ کا رہنے والا تھا اگر بنی بلعال نے اسکی تحقیر کی کہ یہ کس طرح ہمکو بچائیگا سموئیل نے کہا کہ اسکی سلطنت کی علامت یہ ہے کہ تمہارے پاس صندوق شہادت آجاویگا پس ساؤل کی بادشاہت قائم ہوگئی اور سموئیل کی صلاح سے فلسطینیوں سے لڑائیاں ہوتی رہیں اور فلسطی روز بروز دبتے چلے گئے اور وہ صندوق جو لوٹ کر لیگئے تھے جہاں اسکو رکھا وہیں انپر بیماری وغیرہ سخت بلائیں نازل ہوئیں اور یہ بھی سمجھے کہ بنی اسرائیل کی لڑائی ہمسے جبتک کہ یہ صندوق ہمارے ہاں رہیگا موقوف نہوگی اسلئے انہوں نے اسکو ایک گاڑی میں رکھا اور اسکے ساتھ ایک صندوقچہ میں کچھ سونیکی تصویریں بھی بنا کے رکھدیں اور اس گاڑی کو بیت شمس کیطرف جو کہ بنی اسرائیل کا شہر انکی حد سے ملتا تھا چھوڑ دیا اس گاڑی کو فرشتے ہانک کر بیت شمس میں ایک شخص یشوع کے کھیت میں لے آئے ان لوگوں نے بڑی خوشی کی اور صندوق کو گاڑی سے اتار لیا اور پھر قریہ یعاریم کے لوگوں کو کہلا بھیجا وہ آکر اسکو اپنے ہاں لیگئے اسکے واپس آنیسے بنی اسرائیل میں نہایت خوشی پیدا ہوئی۔ اس عرصہ میں کئی باتوں میں ساؤل یعنی طالوت نے سموئیل علیہ السلام کی نافرمانی کی جس سے وہ ناخوش ہوئے جبپر خدا نے سموئیل کو کہا کہ کبتک ساؤل کی بابت غم کھاتا رہیگا تو بیت لحم میں جا اور یسی کے بیٹوں کو بلا ان میں سے جسکو میں بتلاؤں اسکو منتخب کر چنانچہ سموئیل وہاں گئے اور یسی کے بیٹوں کو بلایا کسی کو بھی پسند نکیا پھر پوچھا کہ تیرے یہی لڑکے ہیں اس نے کہا سب سے چھوٹا ایک اور ہے وہ بھیڑ بکریاں چراتا ہے سموئیل نے کہا اسے بلا بھیج سو اس نے بلایا وہ سرخ رنگ اور خوش چشم اور دیکھنے میں اچھا تھا تب سموئیل نے تیل لیکر داؤد پر ملا اور پھر سموئیل رامہ چلے گئے اسکے بعد فلسطینیوں نے جنگ کے ارادہ سے اپنی فوجیں جمع کیں اور یہوداہ کے شہر شوکہ میں فراہم ہوئے اور شوکہ اور عزیقہ کے درمیان افسدمیم میں خیمہ زن ہوئے ان کے مقابلہ میں طالوت نے بنی اسرائیل کو جمع کرکے ایلہ کے ترائی کے قریب خیمے لگائے (یہ وہ لڑائی ہے کہ جو قرآن مجید کی ان آیات میں بیان ہوئی ہے) ان دونوں لشکروں کے درمیان ایک نالہ بطور حد واقع تھا فلسطی اس کے جنوبی طرف پہاڑ پر تھے اور بنی اسرائیل شمالی طرف میں چونکہ متواتر فتوحات سے بنی اسرائیل کا حوصلہ بڑھ گیا تھا اس لئے بنی اسرائیل کے عام وخاص بہادر وغیر بہادر سب نکل کھڑے ہوئے تھے اور تجربہ کاروں کے نزدیک عام بھیڑ بھاڑ لڑائی میں اکثر شکست کا باعث ہو جایا کرتی ہے اس خیال سے طالوت نے دریا پر پہنچکر جبکہ لشکر میں گرمی اور تشنگی تھی انتخاب کرنا چاہا اور اس سے پیشتر مدیانیوں کے مقابلہ میں جدعون اسی طرح کا انتخاب کر چکا تھا اور حکم دیا کہ جو اس کا پانی پی لے میرے ساتھ نہ آوے مگر چلو بھر کے زبان تر کر لینے کا کچھ مضائقہ نہیں سو اس عام بھیڑ میں سے انہیں دل چلوں اور بہادروں نے نہ پیا کہ جو اپنے جوش اور حمیت سے جنگ میں شریک ہوئے تھے ورنہ سب نے پی لیا۔ پھر جب ان بہادروں کا فلسطینیوں سے آمنا سامنا ہوا تو ان میں سے ایک شخص جالوت نام جو بڑا قد آور تھا اور پیتل کی زرہ پہنے ہوئے اور سر پر پیتل کا بڑا بھاری خود دھرے ہوئے تھا سب سے پہلے صف میں سے نکل کر اپنا مقابل مانگنے لگا بنی اسرائیل میں سے کسی کی جرأت اس کے مقابلہ کیلئے نہ ہوئی داؤد سے بادشاہ نے بڑے انعام واکرام کا وعدہ کیا تو داؤد علیہ السلام اسکے مقابلہ کو چلے اور اپنا لٹھ ہاتھ میں لیا اور پانچ پتھر پھینکنے چکنے انکے واسطے چن لئے اور جھولے میں ڈالے اور فلاخن لیکے اس کی طرف قدم بڑھائے جالوت نے داؤد کو حقیر جانکر کہا کیا میں کتا ہوں جو تو لٹھ لیکر مجھ پر آیا داؤد نے کہا تو تلوار ڈھال برچھا لیکے میرے پاس آیا ہے میں رب الافواج کے نام سے تیری طرف آیا ہوں جالوت نے حملہ کیا داؤد نے پھرتی کرکے ایک پتھر فلاخن میں دھر کر جالوت کے ماتھے پر ایسا مارا کہ وہ منہ کے بل زمین پر گر پڑا اور اسی کی تلوار سے اس کا سر کاٹ لیا یہ حال دیکھکر فلسطینی بھاگ نکلے اور ہزاروں مارے گئے تب داؤد علیہ السلام اس کا سر لیکر یروشلم میں آئے جس سے بنی اسرائیل میں ان کی دھوم ہوگئی اور طالوت نے اپنی چھوٹی بیٹی میکل کا داؤد سے بیاہ کر دیا مگر دل میں رشک اور حسد پیدا ہو گیا داؤد کے قتل کی بہت سی تدبیریں کیں مگر کوئی پیش نہ چلی آخرالامر طالوت اور اس کے بیٹے ایک عرصہ کے بعد فلسطینیوں کی لڑائی میں مارے گئے اور بنی اسرائیل کی تمام سلطنت داؤد علیہ السلام کو ملی۔

تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۭ وَاِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ

(داؤدہی) یہ اللہ کی آیتیں ہیں جو ہم آپکو ٹھیک ٹھیک پڑھکر سناتے ہیں اور بیشک آپ بھی رسولوں میں سے ہیں۔ ان رسولوں میں جن ہم نے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے

عَلٰي بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ۭ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ

اور انہیں کو بعض ایسے بھی ہیں کہ جنسے خدا نے کلام کیا اور بعض کے درجے بلند کئے اور مریم کے بیٹے عیسیٰ ابن مریم نے کھلے بڑے معجزات عطا کئے اور

الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۭ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ

روح القدس سے ان کی مدد بھی کی اور اگر اللہ چاہتا تو ان (انبیاء) کو بعد والے اپنے پاس کیلئے کیلئے احکام اس کے پیچھے

مَا جَاۗءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ وَمِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ ۭ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا ۣ وَلٰكِنَّ

آپس میں نہ لڑتے۔ لیکن آپس میں اختلاف کر بیٹھے پھر بعض تو ان میں سے ایمان لے آئے اور بعض منکر ہو گئے اور اگر خدا چاہتا تو وہ نہ لڑتے لیکن

اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ۝ۧ

اللہ جو چاہتا ہے (سو) کرتا ہے

(کتاب اول سموئیل عیسائی مورخ ان آیات پر دو اعتراض کیا کرتے ہیں (۱) یہ کہ تابوت سکینہ طالوت کے بادشاہ مقرر ہونے سے پہلے آگیا تھا جیسا کہ کتاب سموئیل کے باب ۶ سے ہے اس کا جواب یہ کہ کتاب سموئیل میں خود تعارض ہے۔ اسکے ۱۵ باب ۲۹ درس میں ہے یعنی خداوند انسان نہیں ہے کہ پچھتاوے"۔ پھر اسی باب کے ۳۵ درس میں ہے "اور خداوند پچھتایا کہ اس نے ساؤل کو بنی اسرائیل کا بادشاہ کیا"، پھر اسی کتاب کے ۱۶ باب درس ۲۱ میں ہے کہ داؤد کو ساؤل نے اپنے پاس بلایا اور وہ آیا اس نے پیار کیا اور اپنا سلح بردار کیا جس سے معلوم ہوا کہ ساؤل داؤد اور اُن کے باپ سے خوب واقف تھا پھر ۱۷ باب ۱۲ درس سے ۵۹ تک یہ ثابت ہے کہ ساؤل داؤد سے واقف نہ تھا اسی وجہ سے خود عیسائی مورخ یہ کہتے ہیں کہ قصہ الٹ پلٹ ہو گیا بلکہ بعض اس باب کو الحاقی کہتے ہیں علاوہ اسکے یہ بھی تحقیق نہیں کہ کتاب کس کی تصنیف ہے کوئی خود سموئیل کی کتاب ہے کوئی ناتن نبی کی کوئی یرمیاہ کی پھر جب اسکے لکھنے والے مختلف لوگ ہوں تو الٹ پلٹ ہونا کچھ تعجب کی بات نہیں جس سے یہ یقین ہو سکتا ہے کہ جس طرح قرآن میں بیان ہے وہی صحیح ہے۔ دوسرا اعتراض یہ کرتے ہیں کہ کتاب سموئیل میں لشکر کا پانی سے آزمانا نہیں پایا جاتا اور نہ بوقت مقابلہ دعا کرنا اس کا جواب یہ ہے کہ کتاب سموئیل میں نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ باتیں واقع نہیں ہوئیں کوئی عیسائی کہہ سکتا ہے کہ تمام باتیں کتاب سموئیل میں مندرج ہو گئی ہیں (۱) تابوت سکینہ کہ جسکو خداوند کا صندوق کہتے ہیں اس میں کچھ من اور وہ لوحیں کہ جو موسیٰؑ کو کوہ طور پر ملی تھیں اور ہارون اور موسیٰؑ کے بعض کپڑے اور عصا

ترکیب۔ تلک آیات اللہ مبتدا نتلوہا علیک خبر اور نتلو حال ہے تلک مبتدا الرسل خبر اور ممکن ہے تلک الرسل مبتدا فضلنا خبر ہو من کلم اللہ بدل ہے محل فضلنا کی درجات حال ہے بعضہم سے اور ممکن ہے کہ فی مقدر ہو من بعد الخ بدل ہے من بعدہم سے مع اعادہ حرف جر کے لیکن اسند راکہ ہے مضمون ماقبل سے

تفسیر۔ اس سے پہلے خدا تعالیٰ نے طالوت و جالوت اور ان کے باہم مقابلہ اور ایمانداروں کے استقلال کا ذکر کر کے جہاد کے مشروع ہونے کی وجہ بیان فرمائی تھی کہ اس سے خدا مفسدوں کے شر کو دفع کرتا ہے اگر یہ نہ ہو تو مفسد لوگ ملک کو ویران کر دیا کریں اور انبیاء اولوالعزم کا قدیم سے معمول ہے پھر آپ پر اعتراض بیجا ہے کہ نبیوں کا کام لڑائی نہیں بلکہ آپ بھی انہیں رسولوں میں سے ہیں جو ایسا کام کرتے آئے ہیں اور اسلئے طالوت و جالوت کا قصہ بیان کیا گیا اب یہاں یہ بات جتلاتا ہے کہ شر کے دفع کرنیوالے انبیاء علیہم السلام بھی جو درجات میں مختلف ہیں جیسا کہ بنی اسرائیل میں اول سرگروہ موسیٰ علیہ السلام تھے جنکی طرف منہم من کلم اللہ کیساتھ اشارہ کیا اور آخر بنی اسرائیل میں بڑے اولوالعزم حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں جنکے فضائل واٰتینا عیسی ابن مریم البینات وایدناہ بروح القدس کے ساتھ بیان ہوئے اور ان کے درمیان حضرت سموئیل اور داؤد اور الیاس اور یسعیاہ اور یرمیاہ اور دانیال وغیرہم علیہم السلام موسیٰؑ کی شریعت کی اصلاح کرنے والے گزرے ہیں اور آخر محمد آپ بھی رسول برحق ہیں اس بات کی طرف تلک آیات اللہ الخ میں اشارہ کیا یعنی باوجودیکہ

ف روح القدس سے بعضے کہتے ہیں جبرئیل علیہ السلام مراد ہیں بعض کہتے ہیں کہ یہ روح جو حضرت عیسیٰ اور حواریوں پر نازل ہوتی تھی جسکی وجہ سے معجزات و کرامات دکھلاتے تھے اور یہی انکی موید تھی ف کوئی یہ شبہ نہ کرے کہ یہاں تو خدا تعالیٰ کلم اللہ فرماتا ہے کہ خدا نے کلام رسولوں سے کیا اور سورہ شوریٰ میں یہ فرمایا وما کان لبشر ان یکلمہ اللہ الا وحیا او من وراء حجاب او یرسل رسولا الآیہ کہ کسی بشر کی یہ شان نہیں کہ خدا اس سے کلام کرے مگر بذریعہ وحی کے یا حجاب سے یا فرشتے کے ذریعہ سے پس تعارض پایا گیا کس لئے کہ یہاں جو کلام کرنا فرمایا ہے اس سے مراد اسی طرح کا کلام کرنا ہے جو سورہ شوریٰ میں بیان ہوا یعنی بذریعہ وحی یا حجاب یا فرشتے کے ذریعہ سے کس لئے کہ روبرو بالمشافہ جیسا کہ انسان باہم کلام کرتے ہیں اس طرح اس سے کوئی نہیں کر سکتا پس تعارض نہ رہا ۱۲ منہ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ۭ وَالْكٰفِرُوْنَ

ایمان والوں اس دن کے آنے سے پہلے کہ جس میں نہ کچھ خرید و فروخت ہوگی نہ یاری اور نہ سفارش (کام آئے گی) ہمارے دیئے میں سے خرچ کر لو اور کافر ہی

هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ڬ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ۭ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ مَنْ

ظالم ہیں۔ اللہ کے سوا کوئی بھی معبود نہیں وہ (ہمیشہ) زندہ قائم ہے نہ اسکو اونگھ آتی ہے نہ نیند اسی کا ہے جو کچھ کہ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ کہ زمین میں ہے

ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۭ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَاۗءَ ۚ

کون ہے جو اس کی اجازت بغیر اس کے حضور میں (کسی کی) سفارش کر سکے اگلے اور پچھلے سب حالات کو وہی جانتا ہے اور اسکے علم کا کوئی بھی احاطہ نہیں کر سکتا

وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا يَـــــُٔـــوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ۝

مگر جسقدر کہ (اس نے) چاہا اس کی کرسی (حکومت) نے آسمانوں اور زمین کو گھیر لیا ہے اور وہ ان کی حفاظت کرنے سے نہیں تھکتا اور وہ عالی شان بڑی عظمت والا ہے

آپ نبی امی ہیں نہ توریت کو دیکھا نہ انجیل کو پھر بنی اسرائیل کے صحیح صحیح اور جزئیات احوال کا اس طرح بیان کرنا کہ جو مطابق واقع ہوں حالانکہ بائبل کے علماء بھی اس طرح بیان نہیں کر سکتے خود بائبل میں تعارض اور غلطیاں ہیں) آپ کا کام نہیں بلکہ ہم تم کو یہ باتیں ٹھیک ٹھیک جبرئیل کی معرفت سناتے ہیں اس میں آنحضرت کو تسلی بھی دی گئی کہ پہلے زمانوں میں بھی اور ان کے متبعین کو بنی اسرائیل کے سرکشوں نے نہ مانا اور پھر حضرت کے معجزات دیکھکر انکار کیا اگر آپ کا انکار اور آپکے حکم کی نافرمانی کرتے ہیں تو کچھ نئی اور تعجب کی بات نہیں نہ یہ رسالت کا قصور ہے اسکے بعد مفسدوں اور سرکشوں کیطرف اشارہ فرمایا ہے ولو شاء اللّٰہ آیہ کہ یہ ان کا راہ حق میں اختلاف اور قتال کہ کوئی ایمان لایا کوئی کافر ہو گیا سب تقدیر الٰہی کیوجہ سے ہے اس میں ان نادانوں کے اعتراض کا بھی جواب ہے جو کہتے ہیں خدا کیوں لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا اور کیوں انبیاء بھیجکر ہدایت پر مجبور کرتا ہے؟ کہ جو کچھ ہوتا ہے ہماری تقدیر سے ہوتا ہے لیکن ہم ہر حال میں اتمام حجت کرنے کے لئے اسباب ہدایت دکھاتے ہیں ولکن اللّٰہ یفعل ما یرید

ترکیب انفقوا اس کا مفعول شیئا محذوف ہے مما میں ما بمعنی الذی اور عائد محذوف ہے ای رزقنا کہ وہ لا بیع فیہ جملہ صفت یوم ولا خلۃ ولا شفاعۃ معطوف ہیں بیع پر اللّٰہ مبتداء لا الٰہ الا ہو جملہ خبر الحی القیوم خبر ثانی لا تاخذہ الخ جملہ مستانفہ اور ممکن ہے کہ خبر ہو حی کی سنۃ اصل میں وسنۃ مثل وعد عدۃ

تفسیر پہلے خدا تعالیٰ نے جہاد کا حکم دیا تھا اور قاتلوا فی سبیل اللّٰہ فرمایا تھا جسطرح اسکی تائید اور فوائد ظاہر کرنیکے لئے طالوت کا قصہ سنایا تاکہ تمنی ہو اور یہ دل پر جم جاوے اسکے بعد اللّٰہ کی راہ میں صرف کرنے کی تاکید کی تھی کہ من ذا الذی یقرض اللّٰہ قرضا حسنا اسیطرح اس حکم کی تائید کیلئے پھر یہ آیت انفقوا الخ نازل فرمائی کیونکہ جان و مال کا صرف کرنا نفس پر گراں گذرتا ہے اور یہ بات بتلا دی کہ آج جو کچھ نیکی کرنی ہو سو کر لو کل یعنی بعد مرگ نہ کوئی عمل مول مل سکتا ہے نہ وہاں کسی دوستی کام آسکتی ہے نہ سفارش پھر جو کچھ کافروں پر عذاب اور سختی ہوگی وہ انہیں کے ہاتھوں ہی ہوگی کہ انہوں نے دنیا میں سعادت حاصل نہ کی سو یہ ظلم ان کے نفسوں پر انہیں کیطرف سے ہے۔ اسکے بعد خدا تعالیٰ اپنی صفات کے متعلق مسائل بیان فرماتا ہے کس لئے کہ قرآن مجید کی عادت ہے کہ وہ علم توحید اور علم احکام اور علم قصص کو بڑی خوبی سے ملا کر بیان کرتا ہے ہر ایک قصہ یا واقعہ کو ایسے موقع پر لا کر بیان کرتا ہے کہ جس سے اسکی توحید و صفات کاملہ کا ثبوت ہوتا ہے یا احکام پر نفس کو رغبت ہوتی ہے اور یہ بیان کا نہایت عمدہ طریق ہے تاکہ طبیعت سامع کو ملال نہ ہو اور جب وہ ایک بیان سے دوسرے کیطرف متوجہ ہوتا ہے تو گویا ایک باغ کی سیر کر کے دوسرے کی سیر کرتا ہے جس سے دل پر فرحت پیدا ہوتی ہے سو اس میں یہ آیت اللّٰہ لا الٰہ الا ہو کہ جسکو آیۃ الکرسی کہتے ہیں نازل فرمائی اس میں ان جملہ عیوب و اعتراضات کی کہ جو جہاد کے بارے میں جاہل لوگ خدا پر کرتے ہیں نفی کر دی گئی اس آیت کے مضامین کی خوبی بیان سے باہر ہے تمام کتب الٰہیہ میں اسقدر مطالب اسکی ذات و صفات کے متعلق نہیں ہیں جسقدر اس آیت میں ہیں اسی لئے احادیث صحیحہ میں اس کے فضائل بیشمار آئے ہیں جن کے بیان کی یہاں گنجائش نہیں جو چاہے مشکوۃ المصابیح وغیرہ کتابوں میں دیکھ لے۔

متعلقات (۱) اللّٰہ لا الٰہ الا ہو منصب نبوت کا پہلا کام یہ ہے کہ اسکی ذات کا ثبوت کرے جسقدر ہو توموں نے اسکے ساتھ شریک بنا رکھے ہیں انکی نفی کر کے اس کی

ہ صفات کاملہ کا ثبوت کرے اور جو کچھ قوت متوہمہ نے مخلوقات و محسوسات پر قیاس کر کے اس بیچون و بیچگون میں عیب ثابت کر رکھے ہیں ان کو

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ

دین میں (کوئی) زبردستی نہیں گمراہی سے ہدایت خود ممیز ہو چکی ہے پھر جس نے جھوٹے معبودوں کا انکار کر دیا اور اللہ کو مان لیا تو اس نے ایسا مضبوط سہارا پکڑ لیا

بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ

کہ جو ٹوٹنے والا نہیں اور اللہ سنتا جانتا ہے اللہ ایمانداروں کا مددگار ہے انکو تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لا رہا ہے

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓـئُهُمُ الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝

اور جو منکر ہیں ان کے دوست شیاطین ہیں (وہ) انکو نور سے نکال کر اندھیروں میں لا رہے ہیں یہی دوزخی بھی ہیں وہ دوزخ میں سدا رہینگے۔

مٹادے اس لئے سب سے پہلے مقدم لفظ اللہ کو ذکر کیا کہ جو ایسی ذات کا نام ہے کہ جسمیں تمام خوبیاں ہوں اور وہ کسی کا کسی بات میں محتاج نہ ہو اور پھر سب نقصان کی باتوں سے پاک ہو سو جب عاقل اس مضمون کو خیال کر کے تمام کائنات کی طرف دیکھے گا تو سب حادث اور فانی اور مستعار الوجود جانکر ضرور یقین کریگا کہ اس عالم حسی کے پردہ میں ضرور کوئی ایسا شخص ہے کہ جسکی طرف سب کے وجود کے سلسلے منتہی ہوتے ہیں اور جسکے ہاتھ میں سب کی ڈوریاں ہیں یا جسکے لو کی سب شعاعیں ہیں اسکے بعد لا الٰہ الا ھو سے اسکی وحدانیت ثابت کی اور عالم وجود میں اسکے وجود کے آگے سب کو پست کر دیا اسکے بعد الحی القیوم کہکر اس کی حیات حقیقی اور اس کا واجب الوجود ہونا ثابت کر دیا القیوم بروزن فیعول من قام یقیوم پھر جب واؤ اور یا جمع ہوئیں اور اول ساکن تھا تو واؤ کو یے کرکے یے میں ادغام کر دیا مجاہد کہتے ہیں اسکے معنی ہر چیز پر قائم کے ہیں یعنی ہر شخص کے رزق و روزی وغیرہ امور کی تدبیر کرنیوالا ضحاک کہتے ہیں دائم الوجود لغوی یہ ہی کہ اسکے معنے واجب الوجود کے ہیں۔ سو یہ لفظ تمام صفات کمالیہ کا سرچشمہ ہوا اور یہ تمام عیوب و نقائص سے پاک ہونے کا منبع۔ اسکے بعد پھر کسی صفت کی تشریح اجمال کی تفصیل ہے اسکے بعد لا تاخذہ سنۃ ولا نوم سے یہ بات ثابت کر دی کہ وہ جمیع خصائص ممکنات سے بری ہی پھر جب ایسا ہی تو لہ ما فی السموات وما فی الارض کہ تمام زمین و آسمان اسی کے ہیں اسکے آگے اور کون ہی کہ جو ہمسری کا دعویٰ کرے یا اپنی وجاہت اور دھمکی ہی کسی کی سفارش کر سکے من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ جب تمام ممکنات اسکی معلول اور وہ اسکی علت ہی تو ہر چیز کا علم اسکو حاضر ہی یعلم ما بین ایدیھم وما خلفھم بخلاف اور ممکنات کے کہ ان کو دوسری ممکنات سے یہ علاقہ نہیں پھر کون ہی کہ جن چیزوں کو وہ جانتا ہے وہ بھی جانلے ولا یحیطون بشیء من علمہ ہاں جسقدر چیزیں اس نے اپنے بندوں کو خواہ بذریعہ حواس خواہ بذریعہ الہام وحی بتلائی ہیں اسی قدر بندے جان سکتے ہیں الا بما شاء (۲) وسع کرسیہ کرسی کے لغوی معنی ایک چیز کا دوسرے سے ملنا و الکرس بالوال الدواب وابعادھا یتلبد بعضھا فوق بعض ومنہ الکراسۃ لترکب بعض اوراقھا علی بعض تفسیر کبیر اور کرسی کو بھی اسی لئے کرسی کہتے ہیں کہ اسکی لکڑیاں باہم ملی ہوئی ہوتی ہیں علماء محققین کہتے ہیں وہ کرسی اور تخت پر بیٹھنے سے پاک ہی یہ الفاظ بطور استعارات اسکی ذات مقدسہ کیلئے قرآن میں مستعمل ہوئے ہیں اسجگہ اسکے معنی سلطنت اور قدرت کے ہیں کہ جو ہر چیز کی ایجاد کیلئے اصل ہی والعرب یسمون اصل کل شیء الکرسی اس تقدیر پر اسکے یہ معنی ہیں کہ اسکی قدرت آسمانوں اور زمین کو گھیرے ہوئے ہے کوئی چیز اس سے باہر نہیں اور یہ قرین قیاس ہی کیونکہ خدا تعالیٰ بندوں سے انکی عادات و عرف کیموافق کلام کرتا ہی سو جس طرح بندے بادشاہ کیلئے تخت اور کرسی تصور کرتے ہیں اسیطرح یہ الفاظ اپنی ذات کیلئے بولے ہیں مگر ظاہری معنی مراد نہیں اہل حدیث یہ کہتے ہیں کہ ان الفاظ کے جو معنی ہیں اسکی ذات کیلئے ثابت ہیں مگر ہم اسکی حقیقت و کیفیت نہیں جانتے اور ظاہریہ اور ان کے مقلد نہایت غلو کر کے اسکیلئے عرش پر بیٹھنا اور دیگر خواص جسمانیہ صرف خبر آحاد اور ظاہر الفاظ کے زور پر ثابت کرتے ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ قرآن میں جس طرح حقیقت کا استعمال ہوا ہی اسیطرح مجازاً اور کنایۃ اور استعارۃ اور تشبیہاً بھی ہے (۳) من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ اس سے معتزلہ نے شفاعت کا انکار کیا ہے مگر یہ ان کی غلط فہمی ہی اس سے تو شفاعت کا ثبوت ہوتا ہی غایۃ الامر یہ کہ شفاعت اسکے اذن پر موقوف ہے سو اس نے اپنے حبیب کو اذن دیدیا ہی اور پھر قیامت کو اسکو تازہ کریگا اسلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

ع ۳۴ / ۲

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِىْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِىْ رَبِّهٖۤ اَنْ اٰتٰٮهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ ۘ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّىَ الَّذِىْ يُحْىٖ وَيُمِيْتُۙ قَالَ اَنَا اُحْىٖ وَاُمِيْتُ

(اے نبی) کیا آپ نے اسکو بھی دیکھا کہ جس نے ابراہیم سے اسکے رب کے معاملہ میں حجت کی تھی (اس غرور پر) کہ اسکو خدا نے سلطنت دی تھی جب ابراہیم نے کہا کہ میرا رب وہ ہے جو جلاتا اور مارتا ہے

قَالَ اِبْرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ يَاْتِىْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِىْ كَفَرَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ

ابراہیم نے کہا اچھا اللہ تو آفتاب کو مشرق سے نکالا کرتا ہے سو تو اسکو مغرب کیطرف سے نکالدے تب تو کافر حیران رہ گیا اور خدا ناانصاف لوگوں کو ہدایت نہیں کیا کرتا

اسکی اصل طغیوت ہے کیونکہ یہ طغیت تطغی کا مصدر ہے کاہی مثل ملکوت لوٹ سے طوت کے یہ مذکر مونث دونوں طرح مستعمل ہوتا ہے فقد استمسک الخ بیزا اوثقی ہمنیث ہے اوثق کا مثل اوسط وسطیٰ لا انفصام لہا جملہ حال ہے ضمیر وثقی سے یا عروہ سے اللہ مبتدا اولی الذین الخ خبر یخرجہم جملہ حال ہے اللہ سے وقس علیہ الباقی۔

تفسیر اگرچہ پہلی آیات میں خدا تعالیٰ جہاد کی علت بیان فرما چکا تھا سو لولا دفع اللہ الناس الآیہ اور معترضوں کو جواب شافی دے چکا تھا مگر وہ جواب اشارۃً تھا اسلئے اسکی تشریح اور تفسیر کردی کہ جہاد سے یہ غرض نہیں کہ کسی کو زبردستی مسلمان کیا جاوے اور بزور شمشیر اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا جاوے جیسا کہ مخالفین اسلام کج فہمی سے یہ تصور کرکے اسلام پر اعتراض کیا کرتے ہیں اور اسلئے کہ خدا نے اپنی ہر بنی پر حق کی معرفت وہ معجزات وآیات بینات ظاہر کئے کہ جس سے حق وباطل میں رات دن کی طرح امتیاز ہوگیا پھر اب جو کوئی غیر اللہ کی عبادت وشان الوہیت کا انکار کرکے خدائے واحد پر ایمان لاتا ہے تو وہ ایک ایسے قوی وسیلہ کو پکڑتا ہے کہ جو کبھی نہیں ٹوٹے گا اور اللہ خلوص دل اور زبانی باتیں سب کو سنتا اور جانتا ہے۔ ایمان ایسی عمدہ چیز ہے کہ جس کی وجہ سے اللہ بندہ سے محبت کرتا ہے اور اس کو کفر اور طبیعت اور رسوم کی اندھیریوں سے نکال کر نور میں داخل کرتا ہے اور جو اسپر ایمان نہیں رکھتے اُن کے محب اور مددگار شیاطین ہیں کہ جو انکو نور فطرت سلیم نکال کر کفر اور اخلاق رذیلہ اور شہوات وحب جاہ ومال کی اندھیریوں میں ڈالتے ہیں جو موت کے بعد جہنم کی صورت میں ظاہر ہونگی اور جس طرح ان اندھیریوں سے انکو عمر بھر رستگاری نہوئی وہاں بھی نہوگی اسلئے وہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے پس جہاد سے یہ غرض نہیں جو مخالفین سمجھتے ہیں بلکہ دنیا سے شر وفساد کا دفع کرنا اور قبیحات کا مٹانا اور دنیا کے ناپاک کرنیوالوں کی شوکت کا توڑنا سو یہ عین مقتضی رسالت اور نتیجہ سلطنت آسمانی ہے جسکے ظہور کی حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ اور حضرت موسیٰ علیہم السلام خبر دیتے آئے ہیں اس پر اعتراض کرنا عقل سلیم پر پتھر پھینکنا ہے طاغوت سے مراد سرکش ہیں جن کا مصداق بعض نے شیاطین جن وانس قرار دیا ہے یعنی انکے گروہ اور سرگروہ جو کفریات کی تعلیم کرتے تھے بعض نے بت مراد رکھے ہیں واللہ اعلم عروہ اسکی جمع عرا آتی ہے اسکے معنی دستہ وغیرہ کے ہوتے ہیں جیسا کہ لوٹے اور پیالی سے لگا ہوا ہوتا ہے یہ ایک طرح کا استعارہ ہے کہ جو امر معقول کو محسوسات کے پیرایہ میں بیان کیا کرتے ہیں جو شخص دین الٰہی قبول کرتا ہے گویا ایک نہایت مضبوط دستہ غیبی کو پکڑتا ہے۔

ترکیب ان اتاہ اللہ یہ جملہ موضع نصب میں ہے سیبویہ کے نزدیک اور خلیل کے نزدیک موضع جر میں ہے تقدیرہ لان اتاہ اللہ من المشرق اور من المغرب فعل سے متعلق ہیں

تفسیر جبکہ خدا تعالیٰ نے اپنی ذات وصفات کا ذکر آیۃ الکرسی میں کیا اور علم التوحید کی بحث شروع فرمائی تو اسکے بعد تین قصے اسکے مناسب اور مؤید ذکر کئے جنکو فی الجملہ جہاد اور قتال فی سبیل اللہ سے بھی ایک لطیف مناسبت ہے (۱) قصہ ان آیات میں حضرت ابراہیم اور نمرود کا ہے جو خدا تعالیٰ کے وجود کے اثبات کیلئے برہان قاطع ہے (۲) او کالذی مر علی قریۃ سے شروع ہوتا ہے (۳) واذ قال ابراہیم کیف تحی الموتی سے شروع ہوتا ہے یہ دونوں قصے اثبات حشر کیلئے ذکر ہوئے ہیں تاکہ مبدء ومعاد کا کامل یقین ہوجائے حضرت ابراہیم علیہ السلام شہر بابل کے قریب پیدا ہوئے تھے جب وہاں انکی خدا پرستی کا شہرہ ہوا اور بت پرستی کی مذمت لوگوں میں مشہور ہوئی تو وہاں کے بادشاہ نمرود بن کوش نے جو جبار اور سخت بیدین اور ملحد تھا حضرت ابراہیم کو بلا کر پوچھا کہ رب کون ہے اور کہاں ہے اگر ہے تو مجھکو دکھا بلکہ دنیا میں ہر ایک چیز اپنے اسباب کے پیدا ہونے سے پیدا ہوجاتی ہے پھر آپ ہی فنا ہوجاتی ہے اور یہ سب میں اسکی بادشاہی اور دولت کے نشہ سے تھیں حضرت ابراہیم نے خدا تعالیٰ کے موجود ہونے پر دلیل بیان کی کہ ہم دنیا میں ایک ایسا فعل پاتے ہیں کہ جو کسی کے قبضہ قدرت میں نہیں جس سے معلوم ہوا کہ اس فعل کا فاعل کوئی

۱ یعنی اسکے معاملہ کو بھی دیکھا ہے ۱۲ منہ ۲ بعض کہتے ہیں کہ دنیا کی طرف سے حاکم تھا ۱۲ منہ ۳ جیسا کہ تورات کتاب پیدائش کے باب ۱۰ میں مذکور ہے ۱۲ منہ

اَوْ كَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰى قَرْیَةٍ وَّ هِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا ۚ قَالَ اَنّٰى یُحْیٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ

یا جیسا کہ وہ شخص جو ایک ایسے شہر پر سے گذرا جو چھتوں سمیت ڈھا پڑا تھا اس نے دیکھکر کہا کہ اسکی ویرانی کے بعد اسکو خدا کیونکر آباد کریگا تب اسکو خدا نے سو برس تک مردہ پڑا رہنے دیا پھر

بَعَثَهٗ ؕ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ؕ قَالَ لَبِثْتُ یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ ؕ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَ شَرَابِكَ لَمْ یَتَسَنَّهْ ۚ

اسکو اٹھا کر پوچھا کہ کب تک پڑا رہا اس نے کہا ایک دن یا اس سے بھی کم پڑا رہا ہوں گا خدا نے کہا نہیں بلکہ تو سو برس پڑا رہا پھر تو اپنے کھانے اور پانی کو دیکھ کہ ابتک

وَ انْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ وَ لِنَجْعَلَكَ اٰیَةً لِّلنَّاسِ وَ انْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَیْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا ؕ فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَهٗ ۙ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ

تک بو نہیں آئی اور اپنے گدھے کو دیکھ (جو بلکہ گل کر بالکل گل گیا) اور ہم تجھکو لوگوں کیلئے قدرت کا نمونہ کیا چاہتے ہیں اور تو گدھے کی ہڈیوں کو دیکھ کہ کس طرح سے ہم انکو...

اور قوی قادر ہے جو اپنی لطافت کیوجہ سے محسوس نہیں ہوتا اور وہ فعل مارنا اور جلانا ہے جس طرح کوئی شخص کسی تخت یا صندوقچہ سے اس کاریگر کا وجود کہ جو اب ہم کو دکھائی نہیں دیتا یوں ثابت کرے کہ آخر کوئی ہے کہ جس نے ان لکڑیوں میں تصرف کیا اور چھیل تراش کر ایک طور پر جمع کر دیا اسیطرح مارنا جلانا تمام مخلوقات میں ایک قوی تصرف ہے جو کسی کے قبضہ میں نہیں کوئی از خود زندہ ہو سکتا ہے نہ کسی کو زندہ کر سکتا ہے نہ مار سکتا ہے اسکے جواب میں نمرود نے کہا اگر یہ فعل بلا توسط اسباب ہے تو میں اس کا قائل نہیں اور اگر اسباب کے ذریعہ سے ہے تو میں بھی بذریعہ اسباب مار سکتا ہوں اور جلا سکتا ہوں ہم جماع کرتے ہیں اس نطفہ کے سبب سے آدمی بنجاتا ہے زہر کھلانے تلوار مارنے سے مر جاتا ہے انا احیی و امیت اسکی طرف اشارہ ہے حضرت ابراہیم نے جواب دیا کہ گو دنیا میں سب کاروبار علی الظاہر اسباب پر مبنی ہیں مگر وہ اسباب کس کے قبضہ میں ہیں منجملہ اسباب عالم کے گردش افلاک اور آفتاب کا تیرے خاص طور پر طلوع و غروب کرنا ہے اچھا آپ اسمیں تو کوئی تصرف کر دیجئے آفتاب کو مغرب کی طرف سے نکالکر دکھائیے۔ یہ سنکر وہ حیران ہو بھیچکا ہو گیا مگر ایسے بے انصاف راہ پر نہیں آتے بلکہ شرمندہ ہو کر حضرت ابراہیم کو آگ میں ڈلوا دیا جس میں خدا نے ابراہیم کو سلامت رکھا اور پھر ابراہیم وہاں سے ہجرت کر کے ملک شام میں آ گئے پادری اور ان کے مقلد اعتراض کیا کرتے ہیں کہ یہ قصہ توریت میں نہیں اس لئے غلط ہے اُنسے کوئی پوچھے کہ کیا توریت کے دس بارہ ورق میں حضرت ابراہیم کے تمام وقائع عمر مندرج ہیں کہ ہزاروں باتیں نہیں پھر کیا وہ سب غلط ہیں اور خدا کا بیان فرمانا اسکی صداقت کیلئے کیا کافی نہیں۔

ترکیب او تفصیل کیلئے کالذی میں کاف زائد ہے جیسا کہ کمثلہ میں بعض نے کہا ہے اگر زائد نہیں تب اس کا موضع نصب ہے بالتقدیر ارایت مثل الذی وہی خاویۃ یہ جملہ موضع جر میں ہے صفت قریہ کی علیٰ عروشہا متعلق ہے خاویۃ سے انّٰی بمعنی کیف یا بمعنی متی موضع نصب میں ہے یحیی سے مائۃ عام ظرف ہے اماتہ کا کم لبثت ظرف ہے لبثت کا لم یتسنہ اس میں ہا زائدہ ہے وقف میں اصل تسنن جیسا کہ تمار مسنون آیا ہے چونکہ تین نون جمع ہو گئے تھے اخیر کو یا سے بدلا پھر یا کو الف سے اور الف جزم کی وجہ سے حذف ہو گیا بعض ہا کو اصل کہتے ہیں ولنجعلک محذوف پر معطوف ہے تقدیرہ ارینا ک ذلک لتعلم قدرتنا ولنجعلک میں بعض کہتے ہیں واو زائد ہے

تفسیر یہ دوسرا قصہ ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تخمیناً چھ سو برس پیشتر ملک شام میں بمقام ایلیا گزرا ہے تفصیل اسکی یہ ہے کہ پچھلے جلد میں بابل کے بادشاہ بخت نصر نے ہزاروں بنی اسرائیل کو قتل کیا اور شہر یروشلم کو جلا کر برباد کر دیا بیت المقدس کو ڈھا کر اور جلا کر خاک سیاہ کر دیا اور ستر ہزار کو گرفتار کر کے ساتھ لیگیا اور ستر برس تک بنی اسرائیل وہاں اس کی قید میں رہے مگر حضرت یرمیا علیہ السلام یہیں رہے تھے ایک بار وہ اس شہر کے پاس سے گذرے اس کی یہ حالت اور ملک اور قوم کی بربادی دیکھکر دل بھر آیا حسرت کے طور پر کہنے لگے کہ اب اس شہر کو خدا کیونکر آباد کریگا خدا نے انکو اپنی قدرت کاملہ کا تماشہ دکھایا وہ یہ کہ حضرت یرمیا نے اپنی سواری کا گدھا زیتون کے درخت سے باندھ دیا اور انگور کے شیرہ کا برتن اور روٹیوں کا تھیلا درخت سے لٹکا کر سو رہے خدا نے انکی روح قبض کر لی یہانتک کہ سو برس کا عرصہ انپر گذر گیا گدھے کی ہڈیاں بھی خشک ہو گئیں اس عرصہ میں بخت نصر مر گیا اور ایران کے بادشاہوں کا دور دورہ ہو گیا تخت نشانی نے بنی اسرائیل کو حکم دیا کہ اپنے ملک میں واپس جاویں اور پھر بیت المقدس اور شہر کو آباد کریں سو تخمیناً

ف دیکھئے ہوا باوجودیکہ جسم ہے مگر لطافت کیوجہ سے نظر نہیں آتی اور جو جسم کی کثافت سے بھی بری ہے تو وہ کیونکر محسوس ہو سکے منہ

ہر ہر ظاہری امر کو کسی نہ کسی پوشیدہ مؤثر کا محتاج ہونا فطرت کا مسلم ہے (قدرت) یعنی ظاہر و باطن علوم و آثار کو [illegible] خدا ہی بخشتا ہے

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِیْ كَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰى ؕ قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ ؕ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّیَطْمَىٕنَّ قَلْبِیْ ؕ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً

اور (اے نبی اس واقعہ کو بھی یاد کرو کہ) جب ابراہیم نے کہا کہ اے رب مجھے بھی تو دکھا کہ مردہ کو کیونکر زندہ کریگا خدا نے فرمایا کیا تجھ کو یقین نہیں ہے (ابراہیم نے) کہا کیوں نہیں لیکن دل کا اطمینان

مِّنَ الطَّیْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَیْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ یَاْتِیْنَكَ سَعْیًا ؕ وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ

پرندوں کو اپنے ساتھ ہلا لو پھر ان میں سے ہر ایک کا ایک ٹکڑا ہر پہاڑی پر رکھ دو پھر انکو بلاؤ تو وہ تمہارے پاس دوڑے چلے آئیں گے اور جان لو کہ بیشک اللہ زبردست حکمت والا ہے

ع ۳۵ ۳

بیالیس ہزار بنی اسرائیل کہ جن میں حضرت عزیر علیہ السلام اور یرمیا علیہ السلام بھی تھے ملک شام میں آئے اور بیت المقدس اور شہر کو از سر نو تعمیر کرنا شروع کیا پھر کسی نے بادشاہ کو بہکایا اور لوگ بھی مانع آئے آخر دارا بادشاہ کے عہد میں بنی اسرائیل کی واپسی کے بیس برس بعد یروشلم اور بیت المقدس پھر از سر نو تعمیر ہوا جیسا کہ وہ کتاب تاریخ اور کتاب عزرا اور کتاب نحمیا سے ثابت ہے اس عرصہ میں خدا نے حضرت یرمیا کو زندہ کیا اور اُنسے بطور الہام پوچھا کہ تم کتنی دیر پڑے رہے چونکہ وہ صبح کو سوئے تھے عصر کے وقت زندہ ہو کر یہ کہا کہ ایک دن یا کم پڑا رہا ہوں وہاں سے جواب آیا کہ تو سو برس تک پڑا رہا ہے گدھے کو دیکھ دیکھا تو اسکی ہڈیاں سفید پڑی چمک رہی تھیں اور کھانے پینے کو دیکھا تو ویسا ہی تھا پھر خدا نے روبرو گدھے کو زندہ کیا اور شہر میں آکر سب شہر اور بیت المقدس کو آباد دیکھکر کہا مجھے یقین ہے کہ خدا ہر چیز پر قادر ہے مُردے کو بھی زندہ کر سکتا ہے سو حشر اور بعد مردن تمام خلق کو زندہ کر کے حساب لینا بھی اس کی قدرت میں ہے۔

ترکیب اذ کا عامل محذوف ہے تقدیرہ اذکر پس یہ مفعول بہ ہے نہ مفعول فیہ قال فعل ابراہیم فاعل رب ارنی الخ جملہ مقولہ کیف تحی الموتی جملہ مفعول ہے ارنی کا لہ کیفیت احیاء الموتی لیطمئن کلام محذوف سے متعلق ہے تقدیرہ سئلتک لیطمئن من الطیر صفہ ہے اربعۃ کی منہن حال ہے جزء سے سعیا مصدر موضع حال میں اور مفعول مطلق بھی ہو سکتا ہے۔

تفسیر یہ تیسرا واقعہ ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ملک بابل سے ہجرت کر کے شام میں آنیکے بعد گزرا حضرت ابراہیم کو ہر چند خدا کے فرمانیکی وجہ سے یقین تھا کہ آدمی مر کر گو اسکے اجزا مخلوط ہو جائیں ہوا میں ہوا اور خاک میں خاک اور پانی میں پانی آگ میں آگ ملجائے مگر خدا اس کو زندہ کریگا اور اسکے اجزا کو جمع کریگا لیکن بمقتضائے بشریت یہ بات گونہ عجیب معلوم ہوتی تھی اسلئے خدا سے سوال کیا کہ مجھکو دکھا تو کس طرح سے مُردوں کو زندہ کر دیگا خدا نے فرمایا کیا تجھکو یقین نہیں عرض کیا یقین تو ہے لیکن اطمینان قلبی کیلئے سوال کرتا ہوں کہ اس امر کا مشاہدہ بھی کر لوں تاکہ عین الیقین کا مرتبہ حاصل ہو جائے خدا نے فرمایا تو چار پرند لیکر چند روز اپنے پاس رکھکر پھر سب کا قیمہ کر کے تھوڑا تھوڑا بہاڑ کی مختلف ٹیلوں پر رکھ دے اور پھر ہر ایک کو بلا تیرے پاس ہر ایک جانور دوڑ کر چلا آویگا چنانچہ حضرت ابراہیمؑ نے مور اور کبوتر اور مرغ اور کوا لیا اور اسی طرح کیا پھر جسکو پکارا اور اُسکے اجزا مجتمع ہو کر زندہ ہوا اور ابراہیم کے پاس دوڑتا ہوا چلا آیا اس امر کے مشاہدہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یقین کامل ہو گیا اگرچہ ان چار پرندوں کیلئے کی وجہ اور انکے نام کسی صحیح حدیث سے معلوم نہیں ہوئے مگر علما کے اقوال سے یہ نام جو اوپر مذکور ہوئے ثابت ہوتے ہیں اور چار پرندوں کے لینے کی اور انکے بلانے کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ بشیر انسان کے جسم کیلئے چار عنصر آگ پانی ہوا مٹی جزو غالب ہیں اور دنیا میں یہ چاروں پرند کہ جو ہر ایک دوڑ کر اپنی جنس اصلی کیطرف اُڑ جانا چاہتا ہے آپس میں ملے رہتے ہیں بعد ایک مدت پھر یہ جدا ہو جاویں گے اور قیامت کو اس قادر مطلق کے حکم سے پھر ملیں گے۔ ہر ایک دوڑتا چلا آویگا اس امر کے مشاہدہ کیلئے انکا نمونہ اور انکے مناسب چار پرند جانور مختلف الطبائع لینے کو کہا اور ان کو بلانیکو فرمایا تاکہ پہچان رہے اور یہ شبہ نہ ہو کہ یہ اور جانور ہیں ف اوّل قصہ میں چونکہ حضرت یرمیا نے ادب ملحوظ نہ رکھا اور انی یحیی ہذہ اللہ بعد موتہا کہا تو خدا نے قرآن میں ان کا نام نہ لیا اور خود انہیں پر امتحان ہوا برخلاف اس کے حضرت ابراہیمؑ نے پہلے رب ارنی کہا اور کیفیت احیاء موتی پوچھی ان کا ذکر آیا ف۲ نیچر مفسر نے ان دونوں قصوں کا انکار کیا ہے اور اپنی عادت قدیمہ کے موافق مفسرین پر اعتراض بیہودہ کر کے ایک لغو توجیہ کی ہے کہ کالذی سے مراد کانہ مر علی قریۃ یعنی خواب میں یہ واقعہ گزرا ہے اور اسیطرح ابراہیم کا واقعہ بھی خواب کا ہے چونکہ بجز تقلید ملحدین اور کوئی دلیل عقلی یا نقلی اس شخص نے اپنے دعوی پر قائم نہیں کی اور توجیہ کو کوئی نحوی تسلیم

ف۱ حضرت عیسے سے تخمیناً پانسو برس پہلے ۱۲ منہ

مَثَلُ الَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِي كُلِّ سُنبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ وَاللَّهُ

مثال انکی جو اپنے مال خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اُس دانے کی سی ہے کہ جو سات بالیں نکالے (اور) ہر بال میں سو دانے ہوں اور اللہ جسکیلئے چاہتا ہے

يُضَاعِفُ لِمَن يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ الَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُونَ مَا أَنفَقُوا مَنًّا وَلَا أَذًى لَّهُمْ

دوچند کر دیتا ہے اور اللہ وسعت والا خبردار ہے جو لوگ اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں پھر خرچ کر کے نہ احسان جتلاتے ہیں اور نہ ستاتے ہیں انہی کیلئے ان کا بدلہ

أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ قَوْلٌ مَّعْرُوفٌ وَمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّن صَدَقَةٍ يَتْبَعُهَا أَذًى وَاللَّهُ غَنِيٌّ حَلِيمٌ

خدا کے پاس ملیگا اور نہ کوئی انکو خوف ہوگا اور نہ وہ کبھی بیدل ہونگے اچھی بات کہنا اور درگذر کرنا ایسی خیرات سے بہتر ہے کہ جسکے بعد سائل کو ایذا پہنچے اور اللہ بے پروا بردبار ہے

تسلیم نہیں کرتا اور نیز اُن کے کلام میں باہم تعارض بھی ہے اس لئے میں لفظ بلفظ جواب دینا مناسب نہیں جانتا

بعض عیسائیوں کا یہ اعتراض کہ مُردے دنیا میں زندہ نہیں ہوتے خود بائبل کے برخلاف ہے دیکھو کتاب حزقیل میں سیکڑوں مُردوں کا زندہ ہونا مذکور ہے اور ۲ کتاب تاریخ کے تیرھویں باب ۲۱ درس میں ہے کہ الیسع نبی کی قبر میں لوگوں نے ایک مُردہ کو ڈالدیا اور جب وہ شخص گر گیا اور الیسع کی ہڈیوں سے لگا تو وہ جی اٹھا اور پاؤں پر کھڑا ہوا انکی دراصل ایسی باتیں ملحد بنایا کرتے ہیں جو کہ سوا محسوسات کے معقولات کے منکر ہیں خدا تعالیٰ اور اس کی قدرت اور اُس کے افعال خوارق عادت سب کے منکر ہیں اُن کی نظر بہائم کی مانند ہے جو محسوسات سے تجاوز کر کے معقولات تک نہیں پہنچتی اور یہ کہنا کہ یہ قصہ توریت میں کیوں نہیں یا اُلٹ پلٹ کر وہاں سے نقل کئے گئے ہیں خیال خام ہے اس کا جواب بارہا ہم دے چکے ہیں۔

ترکیب۔ مثل الذین الخ جملہ مبتدا اور اے مثل انفاق الذین الخ کمثل حبۃ الخ خبر۔ انبتت سبع الخ جملہ موضع جر میں صفت ہے حبۃ کی مائۃ حبۃ مبتدا فی کل سنبلۃ خبر یہ جملہ صفت ہے سنابل کی الذین ینفقون جملہ موصول مبتدا لہم اجرہم الخ خبر قول معروف موصوف وصفت مبتدا خیر الخ یتبعہا اذی جملہ صفت ہے صدقہ کی۔

تفسیر۔ جبکہ خدا تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ اور عالم آخرت کا ثبوت قطعی کر چکا تو اب عالم آخرت کیلئے ساز و سامان کی ترغیب دیتا ہے کہ وہاں کے لئے کچھ دیا کرو وہ ضائع نہیں جاتا وہ خدا کہ قادر ہے کہ جو مُردہ زندہ کرتا ہے اور جسکے اوصاف مذکور ہوئے اس خیرات کے اجر کو عالم مثالی میں قائم کرتا ہے جس طرح کوئی یہاں ایک دانہ زمین میں ڈالے اور اس سے گیہوں یا باجرہ وغیرہ کا کوئی پیڑ اُگے اور اس میں سات خوشہ پیدا ہوویں اور ہر خوشہ میں سو دانہ ہوں تو ایک دانہ کے ساتھ سو دانہ زمین میں مخفی کرنے سے حاصل ہوتے ہیں بشرطیکہ اس کو پانی دیا جاوے اور آفات سے محفوظ رکھا جاوے اسی طرح جو کوئی خدا کی راہ میں صرف کرتا ہے تو اس کو عالم مثالی کی زمین میں مخفی کرتا ہے اس کا وہاں ایسا درخت اُگتا ہے اور ایسے ثمرات پیدا ہوتے ہیں بشرطیکہ ایمان اور خلوص کا پانی دیا جائے اور احسان جتانے اور سائل کو ایذا دینے کی بلاؤں سے بچایا جاوے ورنہ سائل کو زبان سے نیک بات کہنی اور اُسکے الحاح پر درگذر کرنا یا مہاجر شخص سے نیک بات کہنی اور درگذر کرنا ایسی خیرات سے بہتر ہے ف ۱ یہ مثال ایک ذہنی الوجود چیز کے ساتھ ہے اس کیلئے یہ کچھ ضرور نہیں کہ خارج میں کوئی ایسا پیڑ بھی پایا جاوے کہ جس کے سات خوشے ہوں اور ہر خوشہ میں سو دانہ ہوں ف ۲ لا خوف علیہم میں تعمیم ہے نہ دنیا میں ایسے لوگوں کو افلاس کا خوف و غم ہوگا نہ آخرت میں ف ۳ مال انسان کو بہت عزیز ہے اُسکے صرف کر نیوالوں کے لئے واسع علیم فرمایا کہ ہم وسعت اور فراخی عطا کرتے ہیں اور خلوص دل سے آگاہ ہیں اور موذی

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُبْطِلُوا صَدَقَاتِكُم بِالْمَنِّ وَالْأَذَىٰ كَالَّذِي يُنفِقُ مَالَهُ رِئَاءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ

ایمان والو اپنی خیرات کو احسان جتلا کر اور ایذا دیکر اس شخص کی طرح برباد مت کرو کہ جو اپنا مال لوگوں کے دکھانیکو خرچ کرتا ہے اور نہ وہ اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور نہ قیامت

الْآخِرِ ۖ فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَأَصَابَهُ وَابِلٌ فَتَرَكَهُ صَلْدًا ۖ لَّا يَقْدِرُونَ عَلَىٰ شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوا ۗ وَاللَّهُ

کے دن پر سو اسکی مثال ایسے چکنے پتھر کی سی ہے جس پر کچھ مٹی پڑی ہو پھر اس پر زور کا مینہ پڑ جائے اور اسکو صاف کر جائے جو کچھ انہوں نے کمایا تھا سب گیا گذرا ہوا اور اللہ

لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ﴿﴾ وَمَثَلُ الَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ وَتَثْبِيتًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ

کافروں کو ہدایت نہیں کیا کرتا اور ان لوگوں کی جو اپنے مال اللہ کی رضامندی حاصل کرنے کیلئے اور اپنے دلی اعتقاد سے خرچ کرتے ہیں ایک ایسے باغ کی سی

كَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ أَصَابَهَا وَابِلٌ فَآتَتْ أُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ فَإِن لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ

ہے جو نرم زمین پر ہو اس پر زور کا مینہ برسے تو دو چند پھل لائے پھر اگر اس پر مینہ نہ پڑے تو شبنم ہی کافی ہو جائے اور جو کچھ تم کر رہے ہو خدا خوب دیکھ رہا ہے

ریاکاروں کے لئے غنی حلیم فرمایا کہ ہم کو کچھ پروا نہیں اور سزا دینے میں جلدی نہیں کرتے۔

ترکیب کالذی کاف موضع نصب میں ہے نعت ہے مصدر محذوف کی تقدیرہ ابطالا کابطال الذی ینفق رئاء الناس مفعول لہ ہے ینفق کا۔ رئاء کی پہلی ہمزہ نفس کلمہ ہے کہ یہ رأی سے ہے اور اخیر بدل ہے یا سے صفوان جنس ہے وقیل جمع صفوانۃ علیہ تراب جملہ موضع جر میں صفت ہے صفوان کی ابتغاء مفعول لہ ہے ینفقون کا اور تثبیتا اسپر معطوف ہے اور یہ مصدر ہے فعل متعدی کا اے یثبتون اعمالہم باخلاص النیۃ اور ممکن ہے کہ بمعنی تثبت ہو ربوۃ بضم الراء و فتحہا بلندی یا پھولی ہوئی نرم زمین اصابہا وابل جملہ صفت ہے جنۃ کی وابل وبل سے مشتق ہے یقال اوبل فہو موبل اکل سکون کاف اور ضمہ دونوں طرح جائز ہے یہ جمع ہے واحد اس کا اکلۃ ہے بمعنی ماکول ضعفین حال ہے اے مضاعفا فطل خبر ہے مبتدار محذوف کی اس کے معنی شبنم ہیں اور خبر بھی محذوف کی کہہ سکتے ہیں۔

تفسیر پہلی آیات میں خیرات دیکر احسان جتلانے اور فقیر کو بدزبانی یا طعن و تشنیع سے ایذا دینے سے منع فرمایا تھا یہاں اسکے اجر ضائع ہوتے میں منافقوں سے مثال دیتا ہے کہ جو اللہ اور قیامت پر ایمان نہیں رکھتے نہ اُن کو اجر آخرت کا یقین ہے بلکہ محض نام آوری کے لئے مال خرچ کرتے ہیں یعنی منافق سو تم ایسا نہ کرو ان کو کچھ بھی اجر نہیں۔ اسی طرح تم کو بھی نہ ملے گا کس لئے کہ عالم مثال میں جس طرح شجر خیرات کو احسان جتلانا اور ایذا دینا برباد کرتا ہے اسی طرح ایمان نہ لانا اور ریاکاری کرنا بھی برباد کرتا ہے یہاں منافقوں کے حال ظاہر کرنیکیلئے مثال دیتا ہے کہ ایمان اور خلوص نیت بمنزلہ ربوہ یعنی نرم اور ریلی زمین کی ہے جو اپنے پیڑوں اور درختوں اور جڑی بوٹیوں کی وجہ سے بلند معلوم ہوتی ہے اعنی عمدہ زمین اور کفر اور ریاکاری بمنزلہ سخت پتھر کے ہے کہ جسپر کوئی چیز نہیں اُگتی اور اسپر کسی قدر مٹی پڑی ہو یعنی ظاہری اسلام پس جو منکر اور ریاکار خیرات کرتے ہیں تو گویا اس پتھر پر کسی قدر مٹی دیکھکر کچھ بونا چاہتے ہیں اور جب اس پر سخت بارش پڑ جاتی ہے تو سب کو بہا دیتی ہے کچھ بھی اُن کے قبضہ میں نہیں رہتا اسی طرح جب موت اور مرور دہر کا مینہ پڑے گا اُن کو آخرت میں کچھ نہ ملے گا وہ ظاہری نیکوکاری جو غبار تھی اُڑ جاوے گی اور جو مومن و مخلصین خدا کی خوشنودی اور خلوص دل سے حسنات و خیرات کرتے ہیں تو اس عمدہ زمین پر (عالم مثالی میں) باغ لگاتے ہیں جس پر زور کا مینہ برستا ہے تو دگنا پھل آتا ہے اور چونکہ زمین عمدہ ہے اگر زور کا مینہ نہیں برستا تو کسی قدر ترشح اور شبنم ہی کافی ہو جاتی ہے یعنی موت کے بعد تو بیشمار اجر حاصل ہوگا اور دنیا میں بھی اس کا کچھ پھل اسکو ملیگا

فائدہ ان دونوں مثالوں میں جو کچھ باریکیاں ہیں انکو میں اس مختصر میں بیان نہیں کر سکتا مفردات و ترکیب کے لحاظ سے ہر پہلو میں اعجاز ہے

أَيَوَدُّ أَحَدُكُمْ أَنْ تَكُونَ لَهُ جَنَّةٌ مِنْ نَخِيلٍ وَأَعْنَابٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ لَهُ فِيهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ

کیا تم میں سے کوئی یہ چاہتا ہے کہ اسکے لئے کوئی کھجوروں اور انگوروں کا ایسا باغ ہو کہ جس میں نہریں بہتی ہوں اس میں اس کے لئے ہر قسم کے میوے بھی ہوں۔

وَأَصَابَهُ الْكِبَرُ وَلَهُ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَاءُ فَأَصَابَهَا إِعْصَارٌ فِيهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ

اور اسپر بڑھاپا آگیا ہو اور اسکے بال بچے بھی ننھے ننھے ہوں پھر اس پر ایسا بگولا چل جائے کہ جس میں آگ ہو جس سے وہ جل جائے اللہ یوں ہی اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان کرتا ہے

الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُونَ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ

تاکہ تم غور کرو۔ ایمان والو اپنی کمائی میں سے پاک چیزیں اور نیز وہ چیزیں جو ہم نے تمہارے لئے زمین سے نکالی ہیں وہ دیا کرو اور

وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيثَ مِنْهُ تُنْفِقُونَ وَلَسْتُمْ بِآخِذِيهِ إِلَّا أَنْ تُغْمِضُوا فِيهِ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ حَمِيدٌ ۝

ایسی بھدی چیز کے دینے کا تو ارادہ بھی نہ کرنا کہ جس کو تم خود بھی بغیر چشم پوشی کے لئے نہیں سکتے اور جان رکھو کہ اللہ بے پرواہ ستودہ اوصاف ہے۔

ترکیب من نخیل صفت جنۃ کی جیسا کہ تجری اور لہ فیہا الخ واصابہ الکبر جملہ بحذف قد حال ہے احد سے ولہ ذریۃ حال ہے اصابہ کی ضمیر سے ولا تیمموا ای لا تقصدوا فعل الخبیث مفعول منہ جار مجرور متعلق تنفقون سے اور تقدیم تخصیص کے لئے پس یہ جملہ اعنی تنفقون منہ حال ہے ولستم باخذیہ الخ جملہ حال ہے فاعل تنفقون سے۔

تفسیر یہ ایک اور مثال اس شخص کے لئے بیان کی گئی کہ جو خیرات و صدقہ خلوص نیت سے نہیں دیتا یا دیکر احسان جتلاتا اور سائل کو طعن اور عار کی باتوں سے ایذا دیتا ہے وہ یہ کہ کسی کے پاس ایک عمدہ باغ ہو کہ جس میں اکثر کھجور اور انگور ہوں اور اس میں نہریں بھی ہوں یعنی آب رواں اور علاوہ اس کے اس میں ہر قسم کا میوہ ہو۔ اور مالک باغ کا بڈھا ہو کہ علاوہ اس عمدہ باغ کی آمدنی کے اور کوئی وجہ معاش نہ رکھتا ہو نہ اور فنون کسب معاش پر قادر ہو اور اس پر طرہ یہ کہ اس بیکسی کی حالت میں اس کے ضعیف ننھے ننھے بال بچے بھی ہوں کہ جن کا خرچ اور پرورش سب اس کے ذمہ ہو پھر اس حالت میں اس باغ پر کوئی آفت آسمانی ایسی پڑ جائے کہ جو اس کو جلا کر نیست و نابود کر دے پھر دیکھئے کہ اس شخص پر کس قدر صدمہ اور کیا بے کسی اور حیرت اور حسرت طاری ہوتی ہے اسیطرح انسان کا صدقہ و خیرات عالم غیب میں نہایت عمدہ باغ کی صورت میں کہ جس کے صفات مذکور ہوئے ظہور کرتا ہے اور عالم آخرت میں انسان بڈھے کی طرح حسنات اور اعمال صالحہ کرنے سے معذور و مجبور ہوتا ہے اور اس کو اپنی اس کمائی اور انہیں اعمال صالحہ کیطرف توقع کی نظر ہوتی ہے اور اس کا احسان جتلانا اور ایذا دینا اور خلوص نیت نہ ہونا بمنزلہ بگولے کے ہے جس میں لو اور آگ ہو کہ جو اس کے اس تر و تازہ باغ کو خاک سیاہ کر دیتی ہے * فرماتا ہے کہ آیا کوئی تم میں سے ایسا چاہتا ہے کہ ایسا باغ ایسی حالتمیں تباہ ہو جاوے یعنی کوئی نہیں چاہتا پھر تم کیوں اپنے اس تر و تازہ باغ کو تباہ کرتے ہو۔ اسکے بعد یہ بتلاتا ہے کہ کیسی چیزیں خیرات و صدقہ میں دینی چاہئیں آیا دل سے اتری ہوئی کہ جنکو با ہم بھی کوئی بجبر کراہت اور ناخوشی کے نہیں لیتا یا عمدہ اور مرغوب چیزیں حکم دیتا ہے کہ اپنی کمائی میں سے عمدہ چیزیں دو اور نیز طیبات ما کسبتم میں یہ بھی اشارہ ہے کہ جو چیز تم نے حلال اور جائز طور سے حاصل کی ہے اسکو دو اسی کو خدا قبول بھی کرتا ہے حرام اور ناجائز کمائی کی خیرات اسکے نزدیک قبول نہیں ہوتی اور جو چیزیں کہ اناج میوے وغیرہ زمین سے پیدا ہوتے ہیں ان میں سے بھی دو اور جن چیزوں کو تم خرچ کرتے ہو ان میں سے ان بری چیزوں کے دینے کا تو قصد بھی نہ کرنا کہ جن کو تم بھی خوشی سے نہیں لیتے کس لئے کہ خدا بے پرواہی بری بری نذریں قبول نہیں فرماتا تغمضوا اغماض آنکھ بند کرنا ہے اور اس کی اصل غموض یعنی چھپانا ہے اسی لئے کلام خفی کو غامض کہتے ہیں مگر یہاں مراد *

* مساہلت ہے کیونکہ آدمی جب کوئی ناپسند چیز دیکھتا ہے تو آنکھ کو بند کر لیتا ہے۔

اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَاۗءِ ۚ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝

شیطان تو تم کو محتاجی سے ڈراتا اور بری باتوں کا حکم دیتا ہے اور اللہ تم سے اپنی بخشش اور فراخی کا وعدہ کرتا ہے اور اللہ وسعت دینے والا خبردار ہے

يُّؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَاۗءُ ۚ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ۭ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ

جسکو چاہتا ہے دانائی عطا کرتا ہے اور جسکو دانائی دی گئی تو اس کو سب کچھ دیا گیا اور سمجھتے بھی وہی ہیں جو عقلمند ہیں اور جو کچھ بھی تم خیرات کرتے ہو

مِّنْ نَّفَقَةٍ اَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ نَّذْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُهٗ ۭ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۝ اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ ۚ وَاِنْ

یا کوئی نذر مانتے ہو تو بیشک اس کو اللہ جانتا ہے اور ظالموں کا تو کوئی بھی مددگار نہیں اگر خیرات ظاہر کر کے دو تو بھی اچھا ہے اور اگر

تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَاۗءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۭ وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ سَيِّاٰتِكُمْ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝

اس کو چھپا کر فقیروں کو دو تو یہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے اور یہ تمہارے گناہوں کو مٹا دیگا اور جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ سب سے واقف ہے

ترکیب الشیطان مبتدا، یعدکم الخ جملہ خبر۔ واللہ مبتدا، یعدکم خبر، منہ صفت ہے مغفرۃ کی جو مفعول ثانی ہے یعد کا۔ یؤتی الحکمۃ جملہ صفت ہے علیم کی۔ وما انفقتم الخ شرط، فان اللہ الخ جواب۔ ان تبدوا شرط، فنعما ہی جواب کیلئے نعما اصل میں نعم ماتھا باہم ادغام کر دیا ہے۔ مبتدا مؤخر، نعم فعل، ما نکرہ بمعنی شی اس کا فاعل جملہ خبر اور یوں بھی ہے کہ ہی مخصوص بالمدح خبر مبتدا محذوف کی ہو تقدیر الکلام نعم الشی شیئا ہی

تفسیر خیرات و صدقات سے اکثر خیالات فاسدہ منع کرتے ہیں کہ یہ مال جاکر پھر کہاں سے آئیگا یا تمہارے بال بچے ہیں آئندہ کیا کیا ضرورتیں پیش آتی ہیں جن کا منشا انسان کا طبعی بخل ہے شیطان ان خیالات فاسدہ کو دل میں ڈالتا ہے مگر ایمانداروں کے دلوں میں خدا کی طرف سے ایک روحانی سلسلہ الہام بھی قائم ہے اسکے ذریعہ سے خدا اس صدقہ و خیرات پر مغفرت اور فضل یعنی کشائش و فراخدستی و برکت کا وعدہ کرتا ہے کس لئے کہ واللہ واسع علیم خدا بڑی کشائش دینے والا اور خبردار ہے انسان اپنے ذرائع معاش اور کوشش کو وسعت کا سبب جانتا ہے حالانکہ یہ غلط ہے کس لئے کہ بارہا ایک دو نہیں تو سینکڑوں عاقلوں کی کوششیں اور باریک بینیاں بیکار ہو جاتی ہیں بجائے فائدہ اور دولت کے افلاس اور نقصان پیش آتا ہے یہ اسرار اور حکمت ہر ایک کو نصیب نہیں ہر ایک کا فہم یہاں تک نہیں پہنچتا مگر انہیں کے فہم کو رسائی ہوتی ہے کہ جن کو خدا نے حکمت یعنی دانائی دی ہے اور جس کو دانائی دی گئی اس کو سب کچھ دیا گیا کس لئے کہ انسانی سعادت خواہ دنیاوی ہو یا اخروی ہو سب علم و حکمت ہی پر مبنی ہے اس خزانہ غیبی کے آگے دولت و مال و اسباب کامرانی کیا چیز ہیں۔ ممکن ہے کہ خدا کا وعدہ مغفرت و کشائش اہیار کی معرفت ہوا ہو جو ہر ایک شریعت میں متوارث ہے شیطان صدقہ و خیرات کرنے پر تنگدستی ہی سے نہیں ڈراتا بلکہ فحش کا بھی حکم دیتا ہے سائلوں کو گالیاں دینا اور نیک کاموں کی مذمت کرنا شہوات و ملذات۔ اور نمود کے کاموں میں روپیہ اڑانا شراب خواری اور زناکاری قمار بازی اور سب بازیوں میں بیدریغ روپیہ اٹھانا شہرت کے لئے جامع کرنا رقص سرود کی مجلسیں بیاہ شادی میں کرنا بلا حاجت مکانات بنانا وغیرہ جملہ فحش شیطانی الہام ہے جس کا بدیہی نتیجہ افلاس اور رسوائی ہے عجب ہے کہ ان کاموں میں روپیہ خرچ کرنے سے تو افلاس سے ڈرتا ہے مگر شیطانی کاموں میں بیدریغ اڑانے سے افلاس سے نہیں ڈرتا حالانکہ رات دن دیکھا جاتا ہے کہ شیطانی کاموں میں صرف کرنے سے افلاس آتا ہے جس کی نظیر ہندوستان کے امرا زادے موجود ہیں اور نیک کاموں میں صرف کرنے سے اب تک کوئی بھی محتاج دیکھا نہیں گیا بلکہ برکت اور فراخدستی دیکھی جاتی ہے مگر شیطانی الہام نے کیسا برعکس معاملہ سمجھایا ہے اس کے بعد حکم دیتا ہے کہ جب تمہارے دل میں اخلاص ہے تو تم کو اختیار ہے مخفی طور سے دو یا ظاہر دو پھر خلوص نیت پر آمادہ رہنے کیلئے واللہ بما تعملون خبیر فرمایا۔

لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْنَ

(لے نبی) آپ کا ذمہ نہیں کہ انکو راہ پر لاویں لیکن اللہ جسکو چاہتا ہے راہ راست پر لاتا ہے اور تم جو کچھ مال خیرات کرتے ہو تو اپنے ہی لئے کرتے ہو

اِلَّا ابْتِغَاۗءَ وَجْهِ اللّٰهِ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ۝ لِلْفُقَرَاۗءِ

اور تم تو صرف اللہ کی رضامندی حاصل کرنے کیلئے خرچ کیا کرتے ہو اور جو کچھ تم خیرات کروگے تو پورا پورا تمکو مل جاوے گا اور تمہارا کوئی حق نہ مارا جائیگا

الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ ۡ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَاۗءَ مِنَ

(خیرات تو) ان فقیروں کا حق ہے جو اللہ کی راہ میں گھر گئے ہوں ملک میں کہیں جا نہیں سکتے ناواقف لوگ ان کو بے سوال کرنے کے سبب غنی سمجھتا ہے دکھائی

التَّعَفُّفِ ۚ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ۚ لَا يَسْـَٔــلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا ۭ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ۝

(لے مخاطب) ان کی صورت و شکل سے انکو خوب جان سکتا ہے وہ کسی سے چمٹ کر نہیں مانگتے اور تم جو کچھ بھی مال خیرات خرچ کرو گے سو اللہ اسکو جانتا ہے

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً فَلَھُمْ اَجْرُھُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ

جو لوگ رات اور دن چھپے اور کھلے اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کا اجر انکے رب کے پاس ہے اور نہ ان پر کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ کبھی رنجیدہ ہونگے

ترکیب للفقراء خبر ہے مبتدا محذوف کی اے الصدقات المذکورۃ للفقراء پھر فقراء کے احصروا الخ لایستطیعون ضربا یحسبہم الجاہل اغنیاء تعرفہم بسیماہم لایسئلون پانچ وصف بیان فرمائے اول بطور صفت اور باقی بطور حال وفیہ سر لایسعہ المقال الذین موصول وصلہ مبتدا فلہم اجرہم جملہ خبر اور فا اسلئے آئی کہ مبتدا میں معنی شرط تھی

تفسیر یہ خیرات کی بابت جو تھا حکم ہے جسطرح پہلی آیتوں میں خیرات میں دینے کے قابل چیزوں کا بیان تھا اسمیں ان لوگوں کا بیان ہے کہ جن کو خیرات دینی چاہئے صحابہ یا خود آنحضرت علیہ السلام مشرکین اور بت پرستوں کو دینے میں کوتاہی کیا کرتے تھے۔ ان کی بت پرستی سے نفرت کر کے۔ اس پر حکم آیا کہ تم ہر ایک محتاج کو دو خواہ مومن ہو خواہ کافر بدکار ہدایت پر لانا آپ کا ذمہ نہیں کہ آپ انکو ایسی باتوں سے مجبور کر کے مسلمان کریں ایمان اور ہدایت اسکے قبضہ میں ہے جس کو چاہتا ہے نصیب کرتا ہے تم شوق سے دو تم کو ان کی بت پرستی سے کیا تم خاص اللہ کی رضامندی کے لئے دیتے ہو۔ اب جو کچھ تم دوگے پاؤگے ان کو کیا دیتے ہو اپنے لئے جمع کرتے ہو یہ سب خدا تم کو واپس دیگا کچھ رکھ نہ لیگا۔

اسکے بعد جو لوگ خیرات کیلئے زیادہ مستحق ہیں ان کو بیان کرتا ہے کہ ان صدقات کے زیادہ مستحق وہ فقراء ہیں کہ جن میں یہ پانچ باتیں پائی جاتی ہیں (۱) یہ کہ وہ خدا کی راہ میں بند کئے گئے ہوں جیسا کہ آنحضرت صلعم سے تعلیم پانے اور شب و روز یاد الٰہی میں بہت سے صحابی گھر بار چھوڑ کر حضور میں حاضر رہتے تھے جن کے فیض نے آنحضرت صلعم کے بعد تمام عالم کو منور کیا سو ان کا دینا علاوہ عام ثواب کے تائید و تقویت اسلام بھی ہے اس لئے ہر زمانے میں طلباء و علماء و خادمان دین کی خدمت ضروری سمجھی گئی (۲) یہ کہ وہ ان وجوہ سے بالکل بستہ ہو کر بیٹھ گئے ہیں کہیں تجارت یا سوال کے لئے نہیں جا سکتے (۳) اس فقر و فاقہ پر بھی اس کشادہ پیشانی اور خرمی سے گزارتے ہیں کہ ناواقف ان کو اس بے اعتنائی اور بے سوالی سے غنی سمجھتا ہے (۴) جن سے انکے چہروں پر انوار تقدس ایسے چمکتے ہیں کہ جن کو ہر ایک صاحب بصیرت پہچان لیتا ہے کہ یہ خاصان خدا اور محبوبان کبریا ہیں (۵) ان میں صفت توکل غالب ہے عام سائلوں کی طرح سے دربدر بھیک مانگتے اور رستوں میں لوگوں سے لپٹتے نہیں (جیسا کہ آج کل چرس بھنگ پی کر گدائی کرنا ولایت اور کمال حمقوں میں سمجھا جاتا ہے) اسکے بعد زیادہ خیرات دینے کی ترغیب دیتا ہے کہ جو اپنا مال رات دن خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں نہ انکو اس مال کے خرچ کرنے سے رنج ہوگا نہ انکو آخرت میں کچھ خوف ہوگا

اَلَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ذٰلِكَ

جو لوگ سود کھاتے ہیں (قیامت میں) کھڑے نہ ہونگے مگر جس طرح کہ وہ شخص کھڑا ہوتا ہے کہ جس کو بھوت چمٹ کر دیوانہ کر دیتا ہے

بِاَنَّهُمْ قَالُوْۤا اِنَّمَا الْبَیْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا وَ اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰوا فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ

یہ اس لئے کہ انہوں نے کہا کہ سودا گری بھی تو سود ہی جیسا ہے حالانکہ خدا نے سودے کو تو حلال اور سود کو حرام کر دیا ہے پھر جس کے پاس

مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ وَ اَمْرُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ وَ مَنْ عَادَ فَاُولٰٓىٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ

اسکے رب کی طرف سے نصیحت پہنچ جاوے پھر وہ باز آجائے تو جو کچھ لے چکا وہ اس کا ہو گیا اور پھر اس کا معاملہ خدا کے حوالے اور جو پھر بھی سود لے تو یہ لوگ دوزخی ہیں ہمیشہ اسی میں رہیں گے

یَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَ یُرْبِی الصَّدَقٰتِ وَ اللّٰهُ لَا یُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِیْمٍ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ اَقَامُوا

خدا سود کو مٹاتا اور خیرات کو بڑھاتا ہے اور اسکو کوئی بھی ناشکر گناہگار پسند نہیں بیشک جو لوگ ایمان لائے اور (انہوں نے) اچھے کام کئے اور نماز پڑھے

الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ

اور زکوۃ دیتے رہے ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے اور نہ انکو کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ کبھی رنجیدہ ہوں گے۔

ترکیب الذین یاکلون الخ مبتداء لایقومون الخ جملہ خبر کما کاف موضع نصب میں ہے صفت ہے مصدر محذوف کی تقدیرہ الاقیاما مثل قیام الذی الخ ذلک مبتداء بانھم الخ خبر من المس متعلق ہے یتخبطہ سے فمن جاء شرط فلہ ماسلف جواب و امرہ معطوف جواب پر ومن عاد شرط فاولئک جواب الذین آمنوا اسم ان لھم اجر خبر

تفسیر۔ صدقہ و خیرات کے بعد سود کی برائیاں بیان کرنا اور اسکو حرام کر دینا گویا صدقہ و خیرات کو پورا کر دینا ہے کس لئے کہ جس طرح صدقہ و خیرات میں رحمدلی اور مسکینوں اور غریبوں کی دستگیری ہے اسی طرح سود میں سخت دلی اور حاجتمندوں پر سخت گیری ہے یہ اسکی پوری ضد ہے ہم پہلے الفاظ آیت کی تفسیر پھر مسئلہ ربا کی تشریح اور اسکے حرام ہونیکی وجہ بیان کرتے ہیں فرماتا ہے جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ قیامت میں اس فعل بد کی سزا میں عذاب الٰہی کی دہشت سے بدحواس ہونگے جیسا کہ کوئی مخبوط آسیب کے سبب بدحواس ہو جاتا ہے (چونکہ دنیا میں محتاجوں کو انکی سخت گیری سے دہشت اور حیرانی ہوتی تھی انکا یہ فعل اس عالم میں ان پر آسیب بنکر سوار ہوگا) اور یہ اسلئے ہوگا کہ ان سود خوروں نے یہ بات بنائی ہے کہ سود میں اور بیع میں کیا فرق ہے جسطرح ایک روپیہ کی چیز کو دس روپیہ میں بیچنا درست ہے اسیطرح بوقت حاجت کسی کو دس روپیہ دیکر پندرہ لینا انہی روپیہ کا نفع حاصل کرنا ہے کہ جس سے اتنی مدت میں ہم نفع حاصل کرتے اس کا جواب دیتا ہے یہ تمہارا قیاس غلط ہے کیونکہ بیع میں ایک چیز معاوضہ میں دیجاتی ہے اور سود میں اصل روپیہ لیکر اسپر زیادتی کونسی چیز کا معاوضہ ہے رہی یہ بات کہ اس سے ہم نفع حاصل کرتے تو یہ یقینی بات نہیں اس تقریر کی طرف اجمالاً احل اللہ البیع وحرم الربوا میں اشارہ کر دیا۔ اسکے بعد فرماتا ہے کہ اسکی ممانعت سے پہلے جو کچھ کسی نے لے لیا خیر وہ اس کا ہو گیا دنیا میں اسپر کچھ مطالبہ نہیں آخرت میں خدا چاہے تو معاف کرے چاہے حساب لے وامرہ الی اللہ لیکن باوجود حکم ممانعت آنیکے پھر جو کوئی سود لیگا اور خدا کے حکم کو حقیر جانیگا تو جہنمی ہوگا ہمیشہ اس میں رہیگا سود خور نازاں نہ ہوں کہ ہم نفع حاصل کر رہے ہیں بلکہ نقصان کر رہے ہیں کیونکہ خدا اسکے نزدیک یہ روپیہ نہایت مکروہ ہے اس عالم میں اس سے کچھ نفع نہ ہوگا کیونکہ اس عالم میں خدا اس کو مٹاتا ہے گو بظاہر زیادتی معلوم ہو مگر باطن میں بربادی ہے برخلاف صدقہ و خیرات کے ظاہر میں مال گھٹتا ہے لیکن باطن میں بڑھتا ہے اس لئے احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ جب کوئی خلوص نیت سے خدا کی راہ میں کوئی تھوڑی سی چیز بھی دیتا ہے تو خدا اس کو عالم بالا میں بڑھاتا ہے اور زیادہ کرتا ہے یہانتک کہ بعد مردن وہ تھوڑی سی چیز اس کو پہاڑ کے برابر معلوم ہوگی ویربی الصدقات چونکہ سود خور چند مدت کی مہلت کا معاوضہ لیتا ہے اور یہ خدا کی نعمت دولت کی ناشکری ہے سو اس کو کوئی ناشکر گنہگار نہیں بھاتا بلکہ وہ نفرت کرتا ہے

جس کی نفرت کا پر تو اس عالم میں یہ ہوتا ہے کہ سود خور کو لوگ بنظر حقارت دیکھتے اور مکروہ جانتے ہیں اور سخی کی عزت اور اس سے محبت کرتے ہیں۔ اس وعید کے بعد ایمانداروں کو (کہ جو خیرات و زکوٰۃ دیتے ہیں) خوشخبری سناتا ہے کہ یہ اُن کا مال برباد نہیں جاتا بلکہ اس کے پاس جمع ہوتا ہے اُس عالم میں سب کا اجر ملیگا کہ ان کو کوئی رنج وغم نہ ہوگا۔

عالم قدس میں شاداں رہیں گے کیونکہ انہوں نے میرے محتاج بیکسوں کے دل خوش کئے تھے۔ لاخوف علیہم ولاہم یحزنون

ربوا (یعنی سود بیاج) لغت میں زیادتی کا نام ہے کہتے ہیں ربی الشی یربو منہ قولہ تعالیٰ اہتزت وربت اے زادت ربوا کی دو قسم ہیں۔ بالنسیہ بالفضل اوّل قسم کا ربوا ایام جاہلیت میں جاری تھا اور وہ یہ تھا کہ کوئی شخص کسی کو کسی معیاد پر قرض دیا کرتا تھا اور اس پر کچھ ماہواری مقرر کر لیتا تھا پھر جب میعاد پر وہ روپیہ مدیون سے ادا نہ ہوتا تھا تو قرضخواہ اصل میں کچھ اور بڑھا کر مہلت دیتا تھا اور کبھی سود کو اصل میں جمع کر کے پھر اُس پر سود لگایا کرتا تھا جسکو اضعافاً مضاعفاً اور سود در سود کہتے ہیں سود خواروں کا عموماً دستور ہے قسم دوم یہ ہے کہ گیہوں یا جو وغیرہ کسی چیز کو اُسی کی جنس سے ڈیوڑھے یا دو گنے پر فروخت کیا جاوے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی اوّل میں یہ رائے تھی کہ اول قسم کا ربوا حرام ہے اور قسم ثانی درست ہے مگر پھر انہوں نے اس مذہب سے رجوع کیا۔ لیکن جمہور ائمہ دونوں قسم کے سود کو حرام کہتے ہیں اوّل کی حرمت قرآن کی انہیں آیات سے ثابت ہے اور قسم دوم کا حرام ہونا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے منجملہ اُن کے ایک حدیث صحیح ہے کہ جس کو عمر بن خطابؓ اور عبادہ بن صامت اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہم سے اصحاب الصحاح نے روایت کیا ہے قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الذہب بالذہب والفضۃ بالفضۃ والبر بالبر والشعیر بالشعیر والتمر بالتمر والملح بالملح مثلاً بمثل سواءً بسواءٍ یداً بید فاذا اختلف ہذہ الاصناف فبیعوا کیف شئتم اذا کان یداً بید رواہ مسلم

اس حدیث میں جناب نبی صلعم نے اُن چھ چیزوں میں برابر اور دست بدست فروخت کرنیکا حکم دیا اور وہ چھ چیزیں یہ ہیں سونا چاندی گیہوں۔ جو۔ چھوارے۔ نمک پس جب سونیکو سونے سے اور چاندی کو چاندی سے اور گیہوں کو گیہوں سے اور جو کو جو سے اور چھواروں کو چھواروں سے اور نمک کو نمک سے فروخت کریں تو کمی زیادتی نہ کریں اور اُسیوقت دلویں تھا اسی وقت لیویں اگر سیر دیکر دو سیر لیگا یا دوسرے وقت سیر بھر ہی لیگا تو یہ ربوا ہوگا۔ پھر علماء ظاہر یہ کہتے ہیں کہ صرف انہیں چھ چیزوں میں ربوا ہے باقی اور چیزوں میں نہیں سیر بھر باجرہ جوار دیکر دو سیر خواہ اُسی وقت لو خواہ پھر۔ مگر جمہور مجتہدین بالخصوص ائمہ اربعہ یہ کہتے ہیں کہ علاوہ اُن کے اور چیزوں میں بھی انہیں پر قیاس کر کے حکم جاری ہوگا مگر جب کسی چیز کو کسی چیز پر قیاس کرتے ہیں تو دونوں میں ایک وصف مشترک ضرور دیکھا جاتا ہے جس کو علم اُصول فقہ میں علت کہتے ہیں اس علت میں ائمہ کا اختلاف ہے امام ابو حنیفہ کے نزدیک قدر و جنس ہے یعنی تلنی اور بننے میں آتی ہوں تول اور ماپ کو قدر کہتے ہیں پس اگر یہ چیز بھی تل کر بکتی ہے اور دوسری بھی جیسا کہ چاندی سونا پھر اگر دونوں ایک جنس ہیں تو بیع میں کمی زیادتی بھی منع ہوگی اور اُدھار بیچنا بھی اور اگر صرف قدر میں شریک ہیں اور جنس غیر ہیں جیسا کہ گیہوں اور جو کہ دونوں نپ کر عرب میں بکتے ہیں مگر جنس الگ الگ ہیں۔ اس صورت میں زیادہ لینا درست ہوگا۔ مثلاً سیر گیہوں دیکر دو سیر جو خرید لے۔ مگر اُدھار کرنا درست نہ ہوگا۔ اسی طرح جنس ایک ہو مگر قدر میں شریک نہ ہوں جیسا کہ پشاور کی ایک لنگی کو دو کے ساتھ فروخت کرے تو وہاں بھی فضل جائز ہے نسیہ حرام خلاصہ یہ کہ اگر قدر و جنس دونوں متحد ہوں گے تو فضل اور نسیہ دونوں حرام ہوں گے اور ایک بات میں اتحاد ہوگا تو صرف نسیہ یعنی ادھار بیچنا حرام ہوگا

فضل یعنی زیادہ لینا درست ہوگا اور جو دونوں میں اتحاد نہیں تو فضل نسیئہ دونوں درست ہوں گے جیسا کہ روپئے سے غلہ خریدنا بیچنا۔ اب رہی یہ بات کہ امام صاحب نے ان دو نوں چیزوں کو علت کیوں قرار دیا؟ اس کے ادلہ کتب حنفیہ میں مذکور ہیں دوسرا قول امام شافعی کا ہے وہ یہ کہ چار چیزوں میں علت ربٰوا کے حرام ہونیکے لئے طعم ہو یعنے کھانے میں آتا اور چاندی سونے میں نقدیت اور دوسرا وصف جنس کا متحد ہونا۔ تیسرا قول امام مالک کا ہے وہ یہ کہ علت قوت ہو یعنی غذا ہونا یا جو اسکی اصلاح کرے جیسا کہ نمک چوتھا قول عبدالملک بن ماجشون کا ہے یعنی قابل نفع ہونا۔ انہیں باتوں پر نظر کر کے علماء نے فرمایا ہے کہ آیت ربٰوا مجمل ہے اور حضرت عمر نے بھی کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے اور ربٰوا کے مسائل ہنوز ہم نے حل نہیں کئے اس مجمل کی تفسیر ائمہ نے خوب کر دی ہے اب جو کوئی خواہ مخواہ اس آیت کی تخصیص کر کے کہ صرف غریبوں سے سود لینا حرام ہے اور دولتمندوں سے درست ہے اور گورنمنٹ کے پرامیسری نوٹ کی آمدنی بھی درست ہے" اور رفاہ عام کا سود لینا بھی درست ہے اور ریل وغیرہ امور تمدن میں بھی سود کے لئے روپیہ دینا درست ہے" اُس کا کیا اعتبار رہے؟ پھر اس پر دہلی کے علماء پر بہتان باندھنا کہ انہوں نے ایسا فتویٰ دیا تمام تر غلط ہے اور یہ کہنا کہ یہ مسئلہ تجارت اور ترقی ملک کے حق میں سدِ راہ ہے سخت بیوقوفی اور ابلہ فریبی ہے حق یہ ہے کہ سود کی تمام قسمیں حرام ہیں اور اس پر چار وعید نازل ہیں۔ اول تخبط اور اس کے بعد حرم الربوا دوم ومن عاد فاولئک اصحاب النار هم فیها خالدون کہ سود کو جائز کرنے والے ہمیشہ جہنم میں رہینگے سوم یمحق اللہ الربوا چہارم فاذنوا بحرب من اللہ ورسولہ کہ سود خواروں کو اللہ اور رسول سے لڑائی کرنے پر مطلع کر دو۔ اسیطرح احادیث صحیحہ میں اس کے لینے والے اور دینے والے اور کاتب اور شاہد سب پر لعنت آئی ہے اور سر اس کا یہ ہے (۱) ہر فعل کی روح پر ایک تاثیر پڑتی ہے اور جب اس فعل کی مداومت کرتا ہے تو یہ قوت راسخہ اور ملکہ اس کی روح پر رنگ کیطرح پیوست ہوجاتا ہے اور تجربہ سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ سود خوری سے دل پر سختی اور روپیہ کی محبت اور بزدلی اس درجہ کی طاری ہوتی ہے کہ جس کا کچھ بیان نہیں اور یہ تینوں اوصاف نہایت درجہ کے خراب ہیں۔ دیکھئے سود خور کیسے سخت دل ہوتے ہیں کہ کیسا ہی غریب و مفلس کیوں نہ ہو اُس کی خانہ بربادی کر کے اپنا بھلا کرنے میں دریغ نہیں کرتے اور بزدلی اُن کی مشہور ہے اور اسی لئے آپ تاریخوں کے ورق اُلٹ جائیے کبھی کسی سود خور قوم کو آپ نہ پاویں گے کہ اُس نے اولوالعزمی کی ہو یا وہ فاتح ملک کی ہوئی ہو بلکہ بیشتر یہ ناجائز روپیہ جمع کیا ہوا دلیروں کے ہاتھ لگا کرتا ہے یہ تاثیر دنیا میں ظاہر ہوتی ہے اور عالم باطن میں اس کے یہ اخلاق رذیلہ ہمیشہ اس کی روح کو صدمہ پہنچاتے ہیں جیسا کہ اُس نے لوگوں کے دلوں پر صدمہ پہنچایا (۲) سود خوری سے ملک کی ترقی اور علوم و فنون اور کارخانوں اور تجارت کی طرف کہ جو قوم اور ملک اور سلطنت کی رونق کا باعث ہیں، توجہ نہیں رہتی اور کاہلی اور بدہمتی آجاتی ہے آپ سود خوروں کے ملک کو کبھی ہرا بھرا نہیں دیکھینگے بلکہ صرف انہیں چند مردار خوروں کو (۳) صلہ رحمی اور ہمدردی انسانی اور مروت کا دروازہ اس سے بند ہوجاتا ہے اعاذنا اللہ منہ

۱ یعنی معاملات میں معاوضہ قیمت ان کا جاری ہونا دیکھو جو کچھ لین دین ہوتا ہے تو روپیہ اشرفی سے ہوتا ہے ۱۲ منہ
امام ابو حنیفہ کے نزدیک پھلوں وغیرہ ان چیزوں میں کہ جو وزن اور پیمانہ سے نہیں فروخت ہوتیں بڑھوتری میں ربٰوا کا حکم نہیں رکھتیں اسی طرح امام شافعی کے نزدیک جو چیزیں مبادلہ میں سوا چاندی سونے کے دی جاتی ہیں جیسا کہ لوہا تانبا پیتل اور کپڑا وغیرہ ان کی بڑھوتری میں ربٰوا نہیں اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک ہے اور امام مالک کے نزدیک سوا چاندی سونے کے اور جسقدر چیزیں کھانے میں نہیں آتیں ذخیرہ ہو سکتی ہیں جیسا کہ سبز ترکاری اور تانبا لوہا وغیرہ ان میں بھی ربٰوا نہیں اور اس مسئلہ کی تفریعات کتب فقہ میں نہایت تشریح کے ساتھ مذکور ہیں ۱۲ منہ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ فَاِنْ

ایمان والو اللہ سے ڈرو اور جو کچھ سود لینا باقی رہ گیا ہے اس کو چھوڑ دو اگر تم دل سے مومن ہو پھر اگر تم

لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ ۚ لَا تَظْلِمُوْنَ

ایسا نہیں کرتے تو اللہ اور اس کے رسول سے لڑنے کیلئے خبردار ہو جاؤ اور اگر توبہ کرتے ہو تو تمہاری اصل رقم تمہیں ملیگی نہ تم کسی پر ظلم کرو

وَلَا تُظْلَمُوْنَ ۝ وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ ۚ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝

اور نہ کوئی تم پر ظلم کرے اور اگر قرضدار تنگدست ہے تو اسکو فراخی تک مہلت دینی چاہئے اور اگر مناسب سمجھو تو معاف کر دینا تمہارے لئے بہتر ہے

٨/٦ وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ۗ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝

اور اس دن سے ڈرتے رہا کرو کہ جس دن تم خدا کی طرف لوٹائے جاؤ گے پھر ہر کسی نے جو کچھ کمایا تھا اسکو پورا پورا دیا جائیگا اور کسی کا کوئی حق دبا نہ رکھا جائیگا

ترکیب ان کنتم مومنین شرط جملہ مقدم دال بر جزا فان لم تفعلوا شرط فاذنوا الخ جواب وان شرطیہ کان تامہ ذو عسرۃ اسم اس کا فنظرۃ خبر ہے مبتدا محذوف کی لیے فالحکم نظرۃ الخ یہ تمام جملہ جواب شرط واتقوا فعل انتم فاعل یوما مفعول بہ ترجعون الخ جملہ اس کی صفت۔

تفسیر پہلے فرمایا تھا کہ سود سے باز آؤ اور جو کچھ ممانعت سے پیشتر لے چکے ہو وہ تمہارا ہے اس پر خیال پیدا ہوتا تھا کہ ممانعت سے پہلے کا جو سود قرضدار کے ذمہ پر چڑھا ہوا ہے وہ بھی ہمارا ہے اس کو لینا چاہئے اس خیال کو خدا نے رد کیا کہ جو کچھ سود قرضداروں کے ذمہ پر باقی رہ گیا ہے اس کو چھوڑ دو اگر سچا ایمان رکھتے ہو اور جو تم باز نہیں آتے تو تم کو خدا اور اس کے رسول کی طرف سے لڑائی کا اشتہار دیا جاتا ہے کس لئے کہ باوجود ممانعت شدید اور تاکید مزید کے پھر سود لینا اور غریبوں کا دل دکھانا خدا اور اس کے رسول سے جنگ کرنا ہے ہاں اگر تم اس فعل بد سے توبہ کرتے ہو تو تم کو تمہارا اصل مال پہنچتا ہے نہ سود لیکر تم کسی پر ظلم کرو نہ اصل مال میں کمی کر کے تم پر ظلم کیا جائے جبکہ سود کی سخت ممانعت ہو گئی اور ذمہ پر چڑھا ہوا سود لینا بھی حرام ہوا تو قرضخواہ کا قرضدار کو تنگ کر کے جلدی طلب کرنا بھی ایک طبعی بات ہے کس لئے کہ جو امید نفع کی تھی جس کی وجہ سے وہ مہلت دے رہا تھا وہ منقطع ہو گئی مگر جو قرضدار تنگدست ہیں ان کے لئے اسمیں بڑی دقت ہے وہ کہاں سے لا کر ان کو دیں ادھر قرضخواہ ہے کہ تقاضوں کے مارے اس کو پیسے ڈالتا ہے بے آبرو کر رہا ہے قید میں ڈلوانے کی فکر کر رہا ہے اسلئے خدا تعالیٰ نے ان بیکسوں کے حال زار پر رحم کر کے اسکے ساتھ ہی یہ حکم دیا کہ اگر قرضدار تنگدست ہے (یعنی سردی گرمی کے کپڑوں اور روزانہ کے کھانے اور خرچ عیال کے علاوہ نہ کوئی جائداد رکھتا ہے کہ اسکو فروخت کر کے قرض ادا کرے نہ نقد مال ہے کہ دیکر پیچھا چھڑا لے) تو اسکو مہلت دینی چاہئے یہانتک کہ اسکو قرض ادا کرنے کا مقدور حاصل ہو جائے اتنے عرصہ میں اسکو تنگ کرنا یا قید کرانا حرام ہے اسلام میں سراسر رحمدلی ہے اول ربوا الفضل کو بھی اسی لئے حرام کیا تھا کہ مثلاً اگر کسی غریب کو اچھے گیہوں کی ضرورت پڑے تو برابر سرابر کسی سے بدلہ لے اس تفاوت قلیل پر نظر کی جائے اسی طرح ربوا النسیہ کو حرام کیا باہم احسان اور صلہ رحمی کے طور پر دوسرے بھائی کی حاجت قرض دیکر روا کر دینا چاہئے پھر فرماتا ہے اگر تم بالکل معاف کر دو تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ یہ خزانہ الٰہی میں جمع ہو کر تمہیں آخرت میں نفع دیگا اسکے بعد اس صلہ رحمی اور رحمدلی اور اس سخت گیری کیلئے ایک کوڑا سا غافلوں کی پشت پر مار دیا کہ اس دن سے ڈرو کہ جس میں تم پھر خدا کے پاس لوٹ جاؤ گے اور ہر شخص اپنے اعمال کا نتیجہ پائیگا اس میں اشارہ ہے کہ تم بھی تو خدا تعالیٰ کے سینکڑوں مطالبات میں پھر جب تم سخت گیری کرتے ہو تو اپنے لئے اس سے رحم کی کس بھروسہ پر امید رکھتے ہو۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ ۭ وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ

ایمان والو جب تم ادھار پر کسی میعاد معین تک لین دین کیا کرو تو اس کو لکھ لیا کرو اور چاہئے کہ تم میں سے کوئی کاتب پورا پورا لکھے

وَلَا يَاْبَ كَاتِبٌ اَنْ يَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْيَكْتُبْ ۚ وَلْيُمْلِلِ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ

اور لکھنے والے کو جیساکہ اس کو خدا نے سکھایا ہے انکار نہ کرے لکھ دے پس اسکو لکھ دینا چاہیئے اور مضمون وہ بتائے کہ جس پر مطالبہ ہوا

وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْـــًٔا ۭ فَاِنْ كَانَ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيْهًا اَوْ ضَعِيْفًا اَوْ لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يُّمِلَّ هُوَ

اور اللہ سے ڈرے جو اسکا پروردگار ہے اور اس میں کوئی کسر نہ رکھ جائے پھر جس پر مطالبہ ہو اگر وہ بیوقوف یا معذور ہو یا وہ مضمون نہیں بتا سکتا۔ تب

فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهٗ بِالْعَدْلِ ۭ وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ

اسکے ولی کو چاہئے کہ انصاف سے مضمون بتائے اور اپنے لوگوں میں سے دو مرد گواہ کر لیا کرو اور اگر دو مرد نہ ملیں تو ایک مرد اور دو عورتیں کہ جنکو گواہوں میں

تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاۗءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى ۭ وَلَا يَاْبَ الشُّهَدَاۗءُ اِذَا مَا دُعُوْا 5

پسند کرتے ہو کیونکہ ان میں سے اگر ایک بھولے گی تو دوسری اسکو یاد دلا دیگی اور گواہوں کو انکار نہ کرنا چاہئے جب کہ وہ طلب کئے جائیں۔

وَلَا تَسْــَٔـمُوْٓا اَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِيْرًا اَوْ كَبِيْرًا اِلٰٓى اَجَلِهٖ ۭ ذٰلِكُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَاَدْنٰٓى

اور معاملہ میعادی لکھنے میں کاہلی نہ کرو خواہ معاملہ چھوٹا ہو یا بڑا یہ خدا کے نزدیک منصفانہ بات ہے اور گواہی کیلئے بھی مضبوط ہے اور زیادہ قرین عقل ہے کہ

اَلَّا تَرْتَابُوْٓا اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا ۭ وَاَشْهِدُوْٓا

تمکو شبہ نہ پڑے مگر جبکہ وہ معاملہ دست بدست تجارت کا ہو کہ اسکو باہم لیتے دیتے ہو تب تو اسکے نہ لکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں اور جب سودا کرو تو گواہ کر لیا کرو

اِذَا تَبَايَعْتُمْ ۠ وَلَا يُضَاۗرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيْدٌ ڛ وَاِنْ تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌۢ بِكُمْ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ

اور نہ کاتب کو ضرر پہنچایا جائے اور نہ گواہوں کو۔ اور جو ایسا کروگے تو یہ تمہاری بدکاری ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو اور خدا تمکو سکھاتا ہے

وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۚ وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰي سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِھٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ ۭ فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ

اور اللہ ہر چیز کو جانتا ہے اور اگر تم سفر میں ہو اور تمکو کوئی لکھنے والا نہ ملے تو قرض خواہ کے ہاتھ میں کوئی چیز گرو کر دو اور جو تم میں سے کوئی کسی پاس کچھ امانت رکھدے تو جسکو امانتدار

الَّذِي اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ ۭ وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ۭ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗٓ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ۲۹ ع ۲ ا ۷

کہ اسکی امانت واپس کر دے اور اللہ سے ڈرے جو اسکا پروردگار ہے اور گواہی کو چھپایا کرو اور جو اسکو چھپاتا ہے تو اسکا دل گنہگار ہے اور تم جو کچھ کرتے ہو خدا اسکو جانتا ہے

ترکیب یا حرف ندا ایہا الذین الخ صلہ و موصول منادی اذا کلمہ شرط تداینتم بدین الی اجل متعلق ہے فعل سے یہ جملہ شرط فاکتبوہ جواب بالعدل متعلق ہے ولیکتب سے کما علمہ اللہ کاف موضع نصب میں ہے صفت ہے مصدر محذوف کی ولیملل الذی کی ضمیر حال ہے من رجالکم صفت ہے شہیدین کی ممن ترضون موضع رفع میں صفت ہے رجل وامرتان کی من الشہداء بدل ہے من سے جو ممن میں ہے ان تضل ان مصدریہ ناصبہ فعل ہے اور یہ مفعول لہ ہے تقدیرہ لان تضل فتذکر منصوب ہے معطوف ہے تضل پر احدہما فاعل الاخری مفعول ان تکتبوہ بتاویل مصدر مفعول ہے تسأموا کا صغیرا او کبیرا دونوں حال ہیں تکتبوہ کی ہا سے عند اللہ ظرف ہے اقسط اور لام الشہادۃ میں اقوم سے متعلق ہے ان لا ترتابوا موضع نصب میں ہے وتقدیرہ لئلا ترتابوا تجارۃ موصوف حاضرۃ صفت مجموعہ خبر تکون اور اسم اس کا ضمیر ہے یکون میں جو المعاملہ کیطرف پھرتی ہے 15
تدیرونہا بینکم ای تقبضونہا جملہ صفت ثانیہ ہے تجارۃ کی رہان موصوف مقبوضۃ صفت مجموعہ خبر ہے مبتدا محذوف کی ای الوثیقہ رہان

تفسیر پہلی آیتوں میں صدقہ و خیرات کا حکم دیا اس کے بعد سود کو منع کیا جس سے بظاہر مال میں کمی ہوتی ہے اس کے بعد مال کی حفاظت اور ترقی کی تدبیر ان آیات میں بیان کی لکھنے اور بیع السلم کا حکم دیا یہ اس لئے کہ مال سے انسان بہت سے نیک کام کر سکتا ہے اور سوال اور ذلت سے بچتا ہے بفراغت دل عبادت کر سکتا ہے اور اسی لئے بیجا صرف کر کے مال برباد کرنے

سے بھی بڑی تاکید سے منع فرمایا دلا تسر فوا یا یوں کہو جبکہ خدا نے سود سے منع کیا تو اسکے بدلے میں ایک امر جائز آمدنی یعنی بیع السلم کو جائز کیا کیونکہ بعض مفسرین نے اذا تداینتم بدین الی اجل مسمی سے بیع السلم مراد لی ہے جیسا کہ ابھی بیان ہوتا ہے خلاصہ ہے کہ اے مسلمانو! جب تم باہم کچھ قرض کسی میعاد پر دو تو اسکو لکھ لیا کرو اور ہر کوئی لکھنے والا حق حق لکھے کمی زیادتی نہ کرے اور قرض لینے والا خود بتاتا جائے اور جو وہ کم سنی یا بیوقوفی وغیرہ کیوجہ سے خود نہیں لکھ سکتا یا مضمون تمسک نہیں بنا سکتا تو اسکے ولی وارث بتائیں اور لکھوائیں اور پھر وہ دو شخصوں کو کہ جو معتبر ہوں گواہ بنا لو اور جو دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد دو عورتیں گواہی میں کافی ہیں تاکہ ایک بھولے تو دوسری یاد دلا دے اور جب وقت پڑے تو گواہوں کو لازم ہے کہ پوری گواہی دیں اس کو ہرگز نہ چھپائیں ہاں اگر نقد بنقد تجارت ہو تو اس کا لکھنا کچھ ضرور نہیں اور جو باہم بیع کرو تو کسی کو اس پر گواہ بنا لیا کرو اور جو سفر کیوجہ سے لکھنے والا نہ ملے تو کوئی چیز رہن کر دینی چاہئے اور جو کوئی کسی کو امانت سپرد کر دے تو اس کو لازم ہے کہ پھر اس کی امانت واپس کر دے خدا سے ڈرے یہ آیت کا خلاصہ مطلب ہے سو اب ہم اس میں جسقدر احکام ہیں انکی تفصیل کرتے ہیں اور اس میں اقوال مفسرین بھی بیان کرتے ہیں تاکہ آیت کے مطالب پر بخوبی آگاہی ہو جائے (۱) اذا تداینتم بدین الی اجل مسمی فاکتبوہ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں جبکہ نبی صلعم مدینہ منورہ تشریف لائے تو لوگ چھواروں کی دو برس تین برس کے وعدہ پر بیع کیا کرتے تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی بیع سلم کرے تو وزن اور وقت اور پیمانہ معین کر لیا کرے اس پر خدا تعالیٰ نے اور بھی اس آیت میں اس بیع کی حفاظت کر دی کہ ان سب باتوں کو لکھ لیا کرو پس ابن عباس کے نزدیک اس آیت میں تداینتم بدین سے بیع سلم مراد ہے اور اسکے لکھنے سے یہ مراد ہے کہ وزن اور پیمانہ اور وقت لکھ لیا جاوے جمہور مفسرین کہتے ہیں کہ بیع چار طور سے ہو سکتی ہے اول نقد بنقد یعنی ابھی دام دینا اور ابھی چیز لینا جس کو تجارت حاضرہ سے تعبیر کیا ہے سو وہ اسجگہ مراد نہیں کیونکہ وہاں دین نہیں اور تداین تفاعل ہے دین سے اور تداینتم تبایعتم بدین دوم ادھار کو ادھار سے فروخت کرنا کہ ہم تمکو پرسوں اتنے روپیہ دیں گے تم ہمکو اسقدر چیز دینا سو یہ بیع باطل ہے یہ بھی اس آیت میں داخل نہیں تیسرے کسی چیز کو ادھار سے فروخت کرنا یعنی بیع العین بالدین جیسا کہ کوئی کہے ہمنے یہ شے اتنے روپیہ سے خریدی مگر روپیہ دو مہینے میں دونگا چوتھی بیع الدین بالعین یعنی روپیہ تو اسوقت دیدیا جاوے اور مال کیلئے کوئی مہلت مقرر ہو جائے مثلاً کوئی کہے کہ ہمنے تم سے سو من گیہوں اس نرخ سے خریدے اور فلاں مہینے میں ہم تم سے لینگے اسکو بیع سلم اور بیع السلف کہتے ہیں اس آیت میں تیسری اور چوتھی قسم مراد ہے اور یہی قوی ہے بعض کہتے ہیں اس سے قرض دینا مراد ہے کہ اگر کوئی کسی کو قرض دے تو اسکو لکھ لے لیکن اسمیں ضعف ہے کیونکہ لغت میں قرض اور چیز ہے دین اور چیز ہے قرض میں مدت مقرر کرنا درست نہیں دین میں ہے قرض روپیہ پیسہ وغیرہ کسی کو لبشرط واپسی دینا دین کسی حق کی بابت کوئی چیز اسپر لازم ہونا اور کبھی دونوں ایک معنی میں بھی مستعمل ہوتے ہیں پس اس آیت میں دین کا ذکر ہے نہ قرض کا (۲) فاکتبوہ جمہور محققین کے نزدیک یہ امر وجوب کیلئے نہیں بلکہ اباحت کیلئے یعنی لکھنا اس معاملہ کا فرض و واجب نہیں بلکہ بہتر ہے تاکہ باہم نزاع اور کسی شرط پر جھگڑا نہ ہو (۳) ولیکتب بینکم کاتب بالعدل کاتب پر بھی اس کا لکھنا بقول جمہور فرض واجب نہیں (۳) ولا یضار کاتب ولا شہید بلکہ اسی لئے متاخرین نے کاتب کیلئے اجرت کتابت لیکر لکھنا جائز قرار دیا ہے اور مستحب یہ ہے کہ کاتب بلا اجرت محض شکریہ میں کہ خدا نے اسکو لکھنا سکھایا ثواب جانکر لکھے جیسا کہ اہل اسلام کے اور سب کار اجر آخرت پر ہوتے ہیں والیہ یشیر بقولہ ولا یاب کاتب ان یکتب کما علمہ اللہ (۴) ولیملل الذی علیہ الحق املال اور املاء دونوں کے لغت میں بتلانے اور پڑھکر سنانیکے معنی ہیں قال اللہ تعالیٰ

ف بیع السلم جمہور ائمہ کے نزدیک جائز ہے جسکو ہمارے عرف میں بدنی کہتے ہیں مگر اس میں چند شرطیں ہیں مال جو لیا جاویگا اس کی ناپ تول مقرر ہونی چاہئے اور یہ کہ کب لیا جاویگا اور کہاں لیا جاویگا وغیرہ ذلک تاکہ کوئی جھگڑا پیدا نہ ہو خواہ وقت مقررہ پر وہ چیز ارزاں ہو خواہ گراں بایع کو دینی پڑے گی اور اس کا نفع

فھی تملی علیہ بکرۃ واصیلا یعنی جس پر دین ہے اور اُس نے اپنے ذمہ لے لیا ہے کہ میں فلاں مہینے میں اس شے کو کہ جس پر بیع واقع ہوئی دوں گا وہ اقرار کرے اور لکھوائے اور کچھ کم زیادہ نہ کرے اور جو یہ خود لکھوا نہیں سکتا یا خود لکھ نہیں سکتا تو اس کا ولی انصاف سے یہ کام کرے (۵) واستشھدوا شھیدین من رجالکم گواہ بنانا بھی مستحب ہے من رجالکم اور ممن ترضون من الشھداء سے شہادت کے متعلق چند مسائل مستفاد ہوتے ہیں اوّل یہ کہ سوائے شہادت زنا کے ہر امر کی شہادت کیلئے دو آدمی کافی ہیں لانہ قال شھیدین اور زنا کے معاملہ میں چار شخصوں کی گواہی معتبر ہے کما قال اللہ تعالیٰ واللاتی یاتین الفاحشۃ من نساءکم فاستشھدوا علیھن اربعۃ منکم وقال ثم لم یاتوا باربعۃ شھداء کیونکہ یہ کام مرد اور عورت دونوں سے متعلق ہے ہر ایک کے دو دو گواہ چاہئیں اور نیز پردہ پوشی بھی مطلوب ہے پھر سوائے زنا کے اگر حدود و قصاص کا معاملہ ہے تو اسمیں صرف دو مرد ہوں عورتیں نہ ہوں کیونکہ ابن ابی شیبہ نے مصنف میں زہری سے روایت کی ہے مضت السنۃ من لدن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والخلیفتین من بعدہ ان لا شھادۃ للنساء فی الحدود کہ حضرت کے عہد سے ابوبکرؓ و عمرؓ کے عہد تک حدود (و قصاص) میں عورتوں کی گواہی قبول نہ کی جاتی تھی۔ اسکے سوائے اور سب معاملات میں خواہ مالی ہوں خواہ غیر مالی دو مردوں کی گواہی اور جو دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد[1] اور دو عورتوں کی کافی ہے دو عورتیں ایک مرد کے قائم مقام کی گئی ہیں کیونکہ اُن کے مزاج میں برودت ہے جس سے نسیان پیدا ہوتا ہے دو میں اگر ایک بھولیگی تو دوسری یاد دلائیگی امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی مالی معاملات میں قبول ہوگی اور غیر مالی میں مرد کا ہونا ضروری بات ہے (دوم) ممن ترضون کہ یہ بات ثابت ہوئی کہ ہر شخص گواہی کے قابل نہیں بلکہ عمدہ آدمی ہو اب اس کی تعبیر با تفصیل علماء امت نے احادیث اور قیاس سے یوں کی ہے کہ گواہ میں دس شرطیں ہونی چاہئیں اوّل حر ہو یعنی کسی کا غلام نہ ہو دوم بالغ ہو کم سن نہ ہو سوم مسلمان ہو جیسا کہ من رجالکم سے سمجھا جاتا ہے کافر نہ ہو البتہ کافر مستامن کی گواہی دوسرے کافر مستامن پر درست ہو سکتی ہے نہ مسلمانوں پر واضح ہو کہ یہ شرطیں اُن باتوں کی گواہی میں معتبر ہیں جو دین سے متعلق ہیں اور معاملات میں تو صرف ہر اہل عقل و تمیز کا قول معتبر ہوگا خواہ حر ہو خواہ غلام خواہ مسلمان ہو خواہ کافر جوان ہو یا عقل و تمیز والا لڑکا کس لئے کہ معاملات کثیر الوقوع ہیں اگر انمیں قیدیں معتبر ہوں تو حرج ہوگا۔ چنانچہ ہدایہ کی کتاب الکراہیۃ میں لکھا ہے ویقبل فی المعاملات قول الفاسق ولا یقبل فی الدیانات الا قول العدل ووجہ الفرق ان المعاملات یکثر وجودھا فیما بین الناس فلو شرطنا شرطا زائدا یؤدی الی الحرج فیقبل قول الواحد فیھا عدلا کان او فاسقا کافرا کان او مسلما عبدا کان او حرا ذکرا کان او انثی دفعا للحرج معاملات کی مثال شراء اور اذن تجارت اور وکیل بنانا وغیرہ اور دیانات کی مثال نجاست آب کی خبر دینا یا اور کوئی حلت حرمت کے متعلق خبر دینا چہارم عادل ہو فاسق نہ ہو پنجم جس چیز کی گواہی دیتا ہو اسکو خوب جانتا ہو ششم اسکو اس گواہی سے اسکا کوئی نفع نہو ہفتم اس سے کوئی اسکی مضرت دفع نہو ہشتم غلط اور نسیان میں مشہور نہو نہم بے مروت لالچی نہو دہم جس پر گواہی دے رہا ہے اس میں اور اس میں کوئی عداوت نہو (سوم) ولا یاب الشھداء اذا ما دعوا ولا تکتموا الشھادۃ سے گواہوں پر فرض واجب ہوگیا کہ جب اُن کو عدالت میں طلب کیا جاوے تو ایمانداری سے سچی شہادت دیویں اور اسمیں سے ہرگز کوئی بات مخفی نکریں نہ اسکو بدل کر کہیں چاہے اپنا ہی نقصان کیوں نہ ہوتا ہو۔ اگر گواہ کا کوئی خرچ واسطے شہادت میں سفر کرنا پڑے تو جب درس و تدریس و عہدہ قضاء کے لئے اجرت لینا متاخرین نے جائز رکھا ہے تاکہ یہ دروازہ بند ہو جائے تو اسطرح گواہ کو خرچ و خوراک بھی دینا جائز ہو سکتا ہے جسکی طرف ولا یضار کاتب ولا شھید میں اشارہ ہے (چہارم) وان کنتم علی سفر ولم تجدوا کاتبا فرھان مقبوضۃ جمہور محققین کہتے ہیں کہ یہ قید (اگر تم سفر میں ہو اور کوئی کاتب نہ ملے تب کوئی چیز رہن کرو) ایک امر کثیر الوقوع کے بیان کے لئے ہے کیونکہ سفر میں ایسا ہوتا ہے۔

[1] یا وہ معاملات جن پر مرد مطلع نہیں ہوتے وہاں صرف ایک عورت کی بھی شہادت کافی ہے جیسا کہ بکارت و ولادت اور عورتوں کے خاص عیب ہدایہ ۱۲ منہ

لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ یُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ؕ فَیَغْفِرُ

جو کچھ کہ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب اللہ ہی کا ہے اور جو کچھ کہ تمہارے دلوں میں ہے خواہ تم اسکو ظاہر کرو یا چھپاؤ اللہ تم سے اس کا حساب لیگا پھر جسکو چاہے

لِمَنْ یَّشَآءُ وَیُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۲۸۴﴾ اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ

معاف کریگا اور جسکو چاہے عذاب دیگا اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ جو کچھ رسول پر اس کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اس پر رسول

وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۟ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۟ وَقَالُوْا سَمِعْنَا

اور ایمان والے یقین لے آئے ہر ایک اللہ اور اسکے فرشتوں اور اسکی کتابوں اور اسکے رسولوں پر ایمان لے آیا۔ کہ ہم کسی ایک رسول میں بھی فرق نہیں کرتے اور کہدیا کہ ہمنے

وَاَطَعْنَا ؗ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَیْكَ الْمَصِیْرُ ﴿۲۸۵﴾ لَا یُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ؕ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَیْهَا مَا

سن لیا اور مان لیا تیری مغفرت چاہتے ہیں اے ہمارے پروردگار اور تیری پاس پھر جانا ہے۔ اللہ بھی کسی کو اس کی گنجائش سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا جس نے جو کام کئے ہیں اسکے لئے

اكْتَسَبَتْ ؕ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِیْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَیْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ

اور جس نے برے کام کئے وہ اسکے لئے وبال بھی ہی ہے ہمارے رب اگر ہم بھول چوک جائیں تو ہمکو نہ پکڑنا اے ہمارے رب اور ہم پر ایسا بوجھ نہ ڈالدینا جیسا کہ ہم سے پہلوں پر ڈالدیا تھا

رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ عَنَّا ٝ وَاغْفِرْ لَنَا ٝ وَارْحَمْنَا ٝ اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۲۸۶﴾

اور اے ہمارے رب ہم پر ایسا بار گراں نہ رکھدینا کہ جسکی ہمکو طاقت نہ ہو اور ہمسے درگذر کر اور بخش دے اور ہم پر مہربانی کر تو ہمارا کارساز ہے پس ہم کو کافروں پر غلبہ بھی کر۔

مگر اس سے یہ غرض نہیں کہ وطن میں باوجود کاتب ہونے کے رہن نہ کرو۔ بلکہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے ایک یہودی کے پاس اپنی زرہ کو کسی قدر جو لیکر رہن کیا تھا جیسا کہ احادیث صحیحہ سے معلوم ہوتا ہے (پنجم) فان امن بعضکم بعضا الآیۃ چونکہ کبھی اس طرح سے بھی بیع ہوتی ہے کہ نہ مشتری سے نقد روپیہ لیا جاتا ہے نہ معتبر اور امین سمجھکر تمسک لکھوایا جاتا ہے نہ کوئی شے زرثمن کی عوض میں رہن کی جاتی ہے گویا اس مشتری کو امین تصور کیا جاتا ہے اس امر میں ارشاد ہوتا ہے کہ اگر کوئی کسی کو ایسا سمجھے تو اس کو لازم ہے کہ اس پر جو کچھ آتا ہے خدا سے ڈر کر حسب وعدہ دیدے انکار نہ کرے اور نیز اسمیں یہ بھی اشارہ ہے کہ جو چیز کسی کے پاس رہن کی گئی ہے وہ مرتہن کے پاس رہن رکھنے والے کی امانت ہے اس کو واپس دیدے جبکہ قرضہ ادا کر دیا جائے۔ اس سے بہت سے مسائل رہن کے ثابت ہوتے ہیں منجملہ اُن کے یہ کہ اس چیز پر جو کچھ صرف ہو اس کے مالک کے حساب میں لگے اور جو کچھ اُس کی آمدنی ہو وہ بھی مالک کی ہے۔ منجملہ اُن کے یہ کہ اگر امانت کسی آسمانی یا زمینی حادثہ سے تلف ہو جائے تو امانت ہے اس کا معاوضہ نہیں اور نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ یوں بھی کوئی کسی کو امانت سپرد کر دے تو اس کو واپس دینا لازم ہے یہ بھی حفظ مال کا ایک عمدہ ذریعہ ہے اور حفظ مال کیلئے یہ آیات بیان ہو رہی ہیں۔ ان آیات میں جسقدر احکام اشارتاً مذکور ہیں اور پھر جو کچھ الفاظ میں اسرار رکھے ہیں اور بلاغت مرعی ہے وہ ایک بحر زخار ہے۔ جس کے بیان کے لئے ایک دفتر چاہیئے +

ترکیب ما فی السموات الخ مبتدا، للہ خبر وان تبدوا شرط یحاسبکم جزا فیغفر مرفوع جملہ مستانفہ جو مجزوم پڑھا جاوے تو یحاسبکم پر معطوف ہے والمؤمنون معطوف ہے الرسول پر کل مبتدا، امن باللہ اس کی خبر بعض کہتے ہیں المؤمنون مبتدا اور یہ جملہ یعنی مبتدا خبر اسکی خبر غفرانک کی منصوب غفر تفسیر پہلے رکوع میں فرمایا تھا کہ "گواہی نہ چھپاؤ اور جو چھپائیگا تو اسکا دل گناہ گار ہوگا" اور نیز یہ بھی فرمایا تھا کہ "کسی کو مضرت نہ پہنچاؤ" اور یہ بھی کہ "امانت کو گو اس پر کوئی گواہ نہ ہو واپس دو" اور ایسا ہوتا ہے کہ بعض بظاہر تو گواہی دیتے ہیں مگر اس میں ایسی گول گول باتیں کہ جاتے ہیں کہ جن سے مضرت ہوتی ہے یا کوئی حیلہ کر کے اور شرع اور قانون کو آڑ بنا کے مضرت پہنچاتے ہیں یا بدنیتی سے کوئی ایسا کام کر گذرتے ہیں کہ جو بظاہر اچھا ہے مگر در پردہ اسمیں خیانت ہے جس پر حکام ظاہری کچھ مواخذہ نہیں کر سکتے ان سب باتوں کے لئے جب تک خوف خدا نہ ہو اور

اور یہ بات دلنشین ہوجائے کہ وہ ظاہر و باطن سب کچھ جانتا ہے ہر خطرہ قلبی بھی اُسکے سامنے موجود ہے وہ بدنیتی اور باطن کے فریبوں اور حیلوں پر عذاب دیگا وہ ہر چیز پر قادر ہے کوئی اور کوئی علاج نہیں اس لئے یہ آیت للہ ما فی السموات الخ نازل فرمائی تاکہ خدا کا علام الغیوب اور قادر مطلق ہونا دلپر نقش ہوجائے صفات کمالیہ میں سب سے بڑھ کر علم و قدرت ہے اس لئے للہ ما فی السموات و ما فی الارض میں تو اپنی قدرت کاملہ کو ظاہر کردیا اور وان تبدوا ما فی انفسکم الآیۃ سے کمال علم کو تعبیر کیا کہ اسکو ہر بات معلوم ہے اس سے فرمانبرداروں کو پوری تسلی ثواب اور جزاء خیر ملنے کیلئے ہے اور سرکشوں اور نافرمانوں کو پوری پوری تہدید اور تنبیہ ہے اور اسی لئے سورہ بقرہ میں نماز زکوۃ روزہ حج قصاص جہاد نکاح طلاق مہر ایلاء خلع رضاعت بیع ربوا رہن وغیرہ احکام متعلقہ بحقوق العباد اور حقوق اللہ کو بیان کرکے اس آیت پر کلام کو تمام کردیا۔ واضح ہو کہ انسان کے افعال کی دو قسم ہیں ایک وہ کہ جو خاص قلب سے متعلق ہیں جیساکہ محبت الٰہی یعنی اللہ اور اُس کے رسولوں پر اور قیامت اور فرشتوں پر ایمان لانا اور خدا کو حاضر و ناظر جانکر اُس سے ڈرنا اور معبود حقیقی اور مولائے حقیقی سمجھکر محبت رکھنا یا کینہ حسد بغض نفاق دل میں رکھنا اور اسکی ذات وصفات اور قیامت اور فرشتوں اور کتابوں اور رسولوں کا انکار کرنا۔ ان سب کو اعتقادیات اور نظریات کہتے ہیں دوسرے وہ کہ جن کا ظہور ہاتھ پاؤں زبان وغیرہ اعضاء سے متعلق ہے جیساکہ نماز زکوۃ صدقہ وخیرات وغیرہا یا زنا چوری اور جھوٹ بولنا گالی دینا وغیرہ ان کو عملیات کہتے ہیں اور یہ باتیں امور ظاہرہ میں شمار ہوتی ہیں قسم اوّل میں بھی نیک و بد باتیں ہیں اور قسم دوم میں بھی قسم دوم کو ان تبدوا ما فی انفسکم سے تعبیر کیا اور قسم اوّل کو او تخفوہ سے تعبیر کیا مگر نیک لوگوں سے بھی کبھی بھول چوک ہوجاتی ہے اور دل میں بھی کبھی بے اختیار خطرات بد پیدا ہوتے ہیں اگر گرفت ہو تو بڑی مشکل پیش آئے اسلئے فیغفر لمن یشاء بھی فرمایا مگر بُری باتوں کیلئے ویعذب من یشاء سے تہدید کردی اور جبکہ فیغفر لمن یشاء ویعذب من یشاء فرمادیا جس میں اشارہ تھا کہ انسان کی بعض باتیں مغفرت و رفعت درجات کا سبب اور بعض عذاب کا سبب ہیں عام ہے کہ دنیاوی ہو یا اُخروی یا دونوں ہوں اس لئے اس کے بعد موجبات رحمت و مغفرت کو بالخصوص انکو جو علم و معرفت سے متعلق ہیں کس لئے کہ انسان کی سعادت کا زیادہ تر مدار اعتقادیات و معارف ہی کی درستی ہے اسلئے فرمادیا آمن الرسول بما انزل الیہ الآیۃ اس میں یہ بھی بات ظاہر ہوگئی کہ اوّل سورہ میں جو ہدی للمتقین الآیۃ آیا اور متقین کا حال بیان فرمایا اس سے یہی لوگ مراد ہیں تاکہ ابتداء کلام اور انتہائے کلام میں وہ ربط ہوجاوے جو کہ دعویٰ اور دلیل کے نتیجہ میں ہوتا ہے یہ کمال بلاغت ہے اور نیز یہ بات بھی بتلادی کہ وصف تقویٰ امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہوگیا۔ یہ بات ہم مقدمہ کتاب میں ظاہر کرچکے ہیں کہ خدا اور بندوں میں بہت سے وسائط ہیں پاکباز بندوں یعنی رسولوں میں اور اللہ میں واسطہ فرشتہ ہے کہ تجرد زیادہ رکھتا ہے پھر اور آدمیوں کے لئے واسطہ رسول ہیں کس لئے کہ ملائکہ پر عالم ملکوت خود ظاہر ہے اُن کو بجز یقین کرنے کے چارہ نہیں ہاں انسانوں سے بچشم ظاہر مخفی ہے اس لئے ان کا ایمان لانا زیادہ تر ضروری ہے سب سے اور بیشتر اُن کے ہادی اور مرشد رسول کو اُس عالم کا یقین ہونا پر ضرور ہے تاکہ اُس کی صداقت اور ایمان کا پرتو امت کے دلوں پر پڑے اور اسی لئے جناب نبی علیہ السلام کو شب معراج میں مختلف اوقات میں اُس عالم کا مشاہدہ کرادیا اور سب کچھ دکھادیا اس لئے فرماتا ہے آمن الرسول بما انزل الیہ من ربہ اس کے بعد والمومنون ذکر کیا اور پھر سب کو جمع کرکے کل آمن باللہ وملائکتہ وکتبہ ورسلہ علی الترتیب ذکر فرمایا اور مومنوں کی طرف سے یہ بھی ظاہر کردیا کہ لا نفرق بین احد من رسلہ کہ ہم کو اُسکے کسی رسول کا بھی انکار نہیں حقیقت میں

سلہ اسی لئے مسلمان تمام انبیاء علیہم السلام کو برحق جانتے ہیں جن کا ذکر قرآن مجید میں ہے ان پر بالتفصیل ایمان رکھتے ہیں اور جن کا ذکر نہیں بموجب اس آیت کے وان من امۃ الا خلا فیہا نذیر ولکل قوم ہاد۔ انکو اجمالاً برحق جانتے ہیں۔ یہاں یہ بات بھی پیدا ہوتی کہ ہندوستان ایران چین وغیرہ بڑے آباد ملکوں میں ضرور خدا کے انبیاء اور ہادی آئے ہونگے بعد میں بمرور زمانہ اُن کے مذہب میں تحریف ہوکر صورت بگڑ گئی اسلئے ان کے مذاہب میں بعض بعض باتیں حقانی بھی ملتی ہیں لہٰذا اسلئے ان کے مشاہیر کی بابت سکوت بہتر ہے سوء ادبی کرنی نہیں چاہیے کیونکہ ممکن ہے کہ وہ رسول ہوں ان کے پیرؤں کی غلط تاریخ اور غلط کاری سے وہ ملزم نہیں ہوسکتے حقانی

خدا کی فرمانبرداری کے یہی معنی بھی ہیں کہ اُس کے کسی برگزیدہ یا رسول کا انکار نہ کیا جاوے سو یہ بات بھی خاص اہل اسلام کو حاصل ہے یہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا انکار کرتے ہیں عیسائی انہیں لچر وجوہ سے کہ جنسے یہودی حضرت عیسیٰ کی کسر شان پر استدلال کرتے ہیں جناب محمد علیہ السلام کا انکار کرتے ہیں جن کے انکار کی وجہ نہ توراۃ سے ثابت ہے نہ انجیل سے نہ وہ ان حضرات انبیاء کے برخلاف ہے بلکہ ان کی مصدق علاوہ اس کے صدہا معجزات اور سب سے بڑھ کر معجزہ عرب جیسے جاہل اور وحشی قوم کو خداپرست اور نیکوکار ہوتے اور کایا پلٹے بھی دیکھ چکے ہیں اور ان کی بشارت بھی کتب مقدسہ میں ہیں۔ اس کے بعد اہل ایمان کی سیرت اور رویہ کو بیان کرتا ہے وقالوا سمعنا واطعنا غفرانک ربنا والیک المصیر یہ آپ ابھی جان چکے ہیں کہ انسان کا کمال اس کی قوت نظریہ اور عملیہ کی تکمیل پر منحصر ہے قوت نظریہ کی تکمیل اعتقادیات کو درست کرنا اور اللہ اور اُس کے رسولوں پر اور قیامت اور فرشتوں پر ایمان لانا ہے سو اس کی طرف کل امن باللہ وملائکتہ الخ میں اشارہ تھا اور قوت عملیہ کی تکمیل اس کی اطاعت کرنا اور اُس کے احکام پر کان دھرنا ہے سو اس کو اس آیت قالوا سمعنا الخ میں واضح کیا۔ اور یہ بھی ہے کہ انسان کے تین حال ہیں اوّل وہ جو گزر گیا۔ گزشتہ اور پہلی باتوں کے علم کو علم المبدأ کہتے ہیں دوسرا حال موجود اس کے علم کو علم الحاضر کہتے ہیں کہ اس عالم میں انسان کو کیا کرنا چاہئے تیسرا حال آئندہ کے مرنے کے بعد اُس پر کیا گزرے گا اور کیا پیش آویگا۔ اسکو علم المعاد کہتے ہیں قرآن چونکہ کتاب الٰہی ہے اسمیں ان تینوں علموں کی طرف ضرور اشارہ ہوتا ہے اور انہیں کی تعلیم کیلئے انبیاء دنیا میں آئے اور کتابیں لائے ہیں اسلئے آخر سورہ بقرہ میں ان تینوں علوم کو بیان فرمادیا امن الرسول سے لیکر لانفرق بین احد من رسلہ تک علم المبدأ کی طرف اشارہ ہے کہ اوّل سب سے وہ ذات باری ہے اور پھر ملائکہ مخلوقات میں مظہر اوّل ہیں پھر آسمان و زمین جن و انس اُن کی ہدایت کیلئے کتابیں اور رسول آئے[1] اور علم الوسط کیطرف وقالوا سمعنا واطعنا میں اشارہ ہے کیونکہ بجز طاعت و فرمانبرداری کے دنیا میں انسان کیلئے فلاح و نجات کا اور کوئی ذریعہ ہو سکتا ہے اسکو دنیا میں ہی کرنا چاہیے غفرانک ربنا والیک المصیر میں علم المعاد کی طرف اشارہ ہے کہ مر کر عالم قدس میں جانا اور خدا کے پاس حاضر ہونا ہے جہاں بجز سوائے مغفرت کے اور کوئی کام کی چیز نہیں لایکلف اللہ نفسا الا وسعہا الخ یہ تتمہ کلام مومنین اور رسول کا اور قالوا کا مقولہ ہے یعنی مومنوں نے جبکہ یہ کہا سمعنا واطعنا تو اس کے ساتھ خدا کی طرح میں بھی کہا کہ ہم کیونکر اس کی اطاعت نہ کریں حالانکہ وہ کسی کو طاقت سے زیادہ کوئی حکم ہی نہیں دیتا۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ یہ جملہ خدا کیطرف سے اس بیان میں بطور جملہ معترضہ کے بیان ہوا ہے کہ وہ جو میری اطاعت کرتے ہیں بجا کرتے ہیں میں بھی ایسا نہیں ہوں کہ جو کسی کو کوئی حکم طاقت سے زیادہ دوں اور طاعت میں میرا کوئی فائدہ نہیں نافرمانی میں نقصان نہیں بلکہ بندوں کا ہی نفع اور نقصان ہے[2] ربنا لاتؤاخذنا ان نسینا او اخطانا یہ ایمانداروں کی طرف سے دعا ہے کہ الٰہی ہرچند ہم تیری طاعت میں سرگرم ہیں مگر جو کچھ تقاضائے بشریت سے بھول چوک ہو جائے تو معاف کیجیو یہ اس لئے ذکر کیا کہ عابدوں کو اپنی عبادت پر غرور نہ ہو جائے۔ ربنا ولاتحمل علینا اصرا الخ یہ دعا کی دوسری قسم ہے اصر لغت میں سختی اور بوجھ کو کہتے ہیں اس سے مراد احکام کی سختی اور بھاری پن ہے یعنی ہم پر وہ سخت احکام فرض نہ کرنا جو باعث دقت ہوں جیسا کہ بنی اسرائیل پر تھے جو کتاب احبار وغیرہ توراۃ کے حصوں میں اب تک موجود ہیں یا یہ مطلب کہ ہم پر دنیا میں سخت تکلیفیں اور غیر قوموں کی غلامی کا بوجھ نہ ڈالیو جیسا کہ بنی اسرائیل پر پڑا ولاتحملنا مالاطاقۃ لنا بہ حمل اور تحمیل میں فرق ہے حمل آپ اٹھانا تحمیل اٹھوانا۔ یہ تیسری قسم دعا کی ہے کہ ہم پر کوئی ایسی افتاد بھی نہ پڑے جس سے ہمکو وہ باتیں برداشت کرنی پڑیں جو ہماری طاقت سے

---

[1] اور اسکو علم الوسط بھی کہتے ہیں ۱۲ [2] بعض علماء نے اس سے یہ بات پیدا کی ہے کہ خدا کو اختیار ہے کہ بندہ کو اس کی طاقت سے زیادہ کسی کام کا حکم دے۔ اس پر بہت کچھ قیل و قال ہوئی ہے مگر جب طاقت و قدرت سے وہ مراد لی جائے کہ جس سے بآسانی و سہولت کام کر سکے تو جو کام مشکل اور دقت سے ہو سکے عرف عام میں اسکو طاقت و قدرت سے باہر کہتے ہیں کوئی فساد اشکال ہو سکتا ہے اس سے ناممکن کام کا حکم دینا ثابت کر کے پھر خدا کیطرف سے ارتکاب عبث و ظلم کا جواب دہ ہونا ایک فضول بات ہے ۱۲ حقانی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

الٓمّٓ ۝ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۝ نَزَّلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ وَاَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِیْلَ ۝

(اللہ) اس کے سوا (اور) کوئی معبود نہیں وہ زندہ (اور) عالم کا کارساز ہے (اے نبی) اس نے تم پر سچی کتاب نازل کی جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور اسی نے پہلے توراۃ اور انجیل (بھی) نازل کی

مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ۝ اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ ۝ وَاللّٰهُ عَزِیْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۝

لوگوں کی ہدایت کیلئے اور اس نے حق و باطل میں فیصلہ کرنیوالا (قرآن) بھی اتارا جو لوگ اللہ کی آیتوں کے منکر ہیں ان کیلئے (تو ظاہر) سخت عذاب ہے اور اللہ بڑا زبردست بدلا لینے (والا ہے)

باہر ہوں واعف عنا عذاب اور مکافات اعمال سیئہ سے درگذر کرنا۔ واغفر لنا پردہ پوشی بھی کر بلکہ اس سے بڑھکر وارحمنا اپنے کرم سے نعماء دنیا و آخرت نصیب کر اور وانصرنا علی القوم الکافرین اور ہمکو دشمنان دین پر فتحیاب بھی کر رکھیو یہ جو تم نے غلبہ مانگا تھا حقیقت میں غیر کی حکومت میں رہنا پوری غلامی ہے۔ مخالفوں پر فتحیابی بھی ایک عجیب نعمت ہے۔

ترکیب الٓمّٓ کی ترکیب بیان ہو چکی اللہ مبتداء لا الٰہ الا ہو جملہ اس کی خبر الحی القیوم موصوف و صفت خبر ثانی نزل علیک الخ جملہ یا خبر ثالث ہے یا مستانفہ ہے بالحق حال ہے مفعول سے یا فاعل سے ای نزلہ محقا فی تنزیلہ اور متلبسا بالحق مصدقا حال ہے کتاب سے لما بین یدیہ جملہ مفعول ہے مصدقا کا اور لام آلہ ہے تقویۃ عمل کیلئے ہدی للناس خبر نصب میں ہے مفعول لہ ہونے کی وجہ سے

تفسیر یہ سورہ مدنیہ ہے اس میں دو سو آیتیں اور بیس رکوع ہیں چونکہ آل عمران کا اس میں ذکر ہے اسلئے اس کا نام آل عمران ہوا اسکی شان نزول میں محمد بن اسحاق نے یوں روایت کی ہے اور دیگر روایات سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے گو وہ روایات بقول محدثین فرادی فرادی کم درجہ کی ہیں وہ یہ کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لائے اور دین حق کی روشنی کے چمکارے اطراف و جوانب میں پھیلے اور مدینہ کے آس پاس کے یہود حجت حق سے ملزم ٹھہر گئے تو نجران[1] کے عیسائیوں کی ایک جماعت مناظرہ کیلئے آئی جس میں تخمیناً ساٹھ آدمی تھے ان میں ان کا سردار عبد المسیح اور اس کا وزیر و مشیر ایہم اور ان کا بڑا پادری کہ جسکو وہ حبر اور اسقف کہتے تھے ابو حارثہ بن علقمہ قبیلہ بنی بکر بن وائل کا بھی موجود تھا۔ اس پادری کی روم کے بادشاہ اسکے علم و فضل کیوجہ سے بڑی تعظیم و توقیر کرتے تھے اور اسکو انعام و اکرام جاگیر بھی دے رکھی تھی اور کلیسیا عرب کا سردار بھی کر رکھا تھا جب یہ مدینہ کی طرف روانہ ہوئے تو راستے میں ابو حارثہ کے خچر نے جس پر وہ سوار تھا ٹھوکر کھائی تو اس کے بھائی کرز نے کہا جہاں کیلئے جارہے ہیں وہ بڑا کمبخت ہے ابو حارثہ نے کہا تو بڑا کمبخت ہے اس نے کہا بھائی صاحب یہ کیوں اس نے کہا واللہ وہ شخص کہ جسکے پاس ہم جارہے ہیں وہی ہے کہ جس کا حضرت مسیح اور یوحنا کے عہد سے ابتک انتظار تھا اور جس کی خبر موسیٰ نے توراۃ میں دی اور حضرت مسیح بھی مصلوبی کیوقت بشارت دے گئے ہیں کرز نے کہا جب آپ یہ جانتے ہیں تو پھر کیوں اسکے دین کو قبول نہیں کر لیتے ابو حارثہ نے کہا بھائی اگر میں ایسا کروں تو جو کچھ بادشاہوں نے ہمیں دے رکھا ہے سب واپس لے لیں عزت جاتی رہے دنیا بھی کھنی ضرور ہے یہ لوگ الوہیت مسیح کے قائل تھے اور انکو خدا کا بیٹا کہتے تھے اور تثلیث کے بھی قائل تھے آخر جب یہ مدینے آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مناظرہ شروع ہوا آنحضرت نے بڑی قوی دلائل سے حضرت مسیح کا بندہ ہونا ثابت کیا کہ خدا اس بات سے پاک ہے کہ وہ کسی عورت کے رحم میں نو مہینے پرورش پائے اور پھر باہر آکر اور بندوں کی طرح کھائے پیئے اور بقول انصاری صلیب پر کھینچا جائے تڑپ تڑپ کر جان دے اور بیٹا باپ کا مماثل و مشابہ ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ سے کوئی چیز مماثل اور مشابہ نہیں میدان وجود میں اسکے سوا کوئی معبود نہیں کہ مساوی ہوتا جب لاجواب ہوئے آپ نے فرمایا اچھا اگر اب بھی تمہارے دل میں کوئی کھٹکا ہے تو آؤ ہم تم اپنی اولاد کو لیکر باہر نکلیں اور خدا سے دعا کریں۔ کہ

[1] نجران مدینہ سے چند منزل کے فاصلہ پر ایک شہر عیسائیوں کا تھا ۱۲ منہ

جھوٹے پر لعنت خدا نازل ہو انہوں نے عرض کیا کہ اس کا مشورہ کر کے جواب دیں گے آپس میں گفتگو کرنے لگے کہ ارے بھی یہ شخص بلاشک خدا کا سچا رسول ہے اگر ہم اس کے مقابلہ میں یوں مباہلہ کریں گے تو ہم پر خدا کا غضب ٹوٹ پڑیگا اپنے گھر چلے چلو اس اثنا میں یہ سورہ نازل ہونے لگی سو وہ واپس نجران میں آئے۔ اس سورہ میں بیشتر نصاریٰ کے عقائد باطلہ کا رد ہے اور نہایت عمدہ دلائل سے اُن کی تسکین کی گئی ہے الٓمٓ اس کی تشریح سورہ بقرہ میں ہو چکی اللّٰہ لا الٰہ الا ہو الحی القیوم ان عیسائیوں کے مقابلہ میں ان کے تینوں عقیدوں کے بطلان کے لئے یہ ایک چھوٹا سا جملہ بیشمار دلائل اور براہین کا مجموعہ ہے اُن کے تین عقیدے یہ تھے اوّل تثلیث کہ خدا اور عیسیٰ و روح القدس تینوں ملکر ایک خدا بعض حضرت مریم کو تیسرا اقنوم قرار دیتے تھے۔ دوم حضرت عیسیٰ خدا ہے انسان کی شکل میں خدا نے ظہور کیا تھا۔ سوم حضرت عیسیٰ خدا کا بیٹا ہے آجکل کے عیسائی بھی بجز چند فرقوں کے یہی عقیدہ رکھتے ہیں اس آیت میں ان تینوں عقیدوں کو باطل کر دیا۔ اللّٰہ لا الٰہ الا ہو کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں صرف اس توحید حقیقی سے تینوں عقائد کا ابطال ہو گیا اوّل کا اس لئے کہ جب خدا تثلیث اور توحید حقیقی میں صریح تضاد ہو اگر ہر ہر جز کو خدا مستقل مانا جائے تو تین خدا ہوتے ہیں اگر تینوں سے مرکب کو خدا کہا جاوے تو وہ مرکب اعتباری ہوا جاتا ہے نہ حقیقی طور پر علاوہ اس کے وہ حادث بھی ہو گا پھر وہ قیوم نہیں ہو سکتا کیونکہ قیوم حقیقی وہی ہے جس نے سب کو قایم و موجود کیا ہو اس کو کسی نے موجود نہ کیا ہو اور حادث کے لئے محدث قیوم ہونا ہے دوسرے کا ابطال اس طور سے کہ اگر عیسٰے کو بھی خدا مانا جائے تو دو خدا ہو جاتے ہیں توحید نہیں رہتی اسی طرح سے تیسرے عقیدہ کا ابطال بھی ظاہر ہے کہ بیٹا قیوم نہیں ہو سکتا اسکے لئے باپ قیوم ہے رہی یہ بات کہ وہ ایک ہے اس کی دلیل کیا دلیل؟ اس کی دلیل یہ ہے الحی القیوم حی کے معنی زندہ کے ہیں جس کو واجب الوجود کہتے ہیں اور اسکے سوا جو کچھ ہے ممکن الوجود ہے اس کی ذات کے لحاظ سے وہ معدوم ہے نہ حی ہے نہ قیوم ہے اس جملہ میں اور جملہ مذاہب باطلہ کا بھی ابطال ہو گیا کس لئے کہ جسقدر مشرک گروہ ہیں وہ جو غیر اللّٰہ کو پوجتے ہیں ضرور ان کو حی و قیوم سمجھتے ہیں خدا کے کارخانہ میں نفع و نقصان کا مالک و مختار بھی جانتے ہیں عرب کے مشرک بتوں کو ارواح غیر مرئیہ کو جنوں کو ایرانی عناصر اور سیارات کو بعض فرشتوں اور خدا کے برگزیدہ بندوں کو پوجتے پکار کے ان کی نذر و نیاز کرتے ہیں اسی اعتقاد سے کہ وہ کارساز ہے جب آیت نے یہ ثابت کر دیا کہ وہی حی یعنی زندہ ہے تو یہ جملہ اشیاء مرتبہ ذات میں سرے سے موجود ہی نہیں معدوم ہیں پھر جب معدوم ہیں تو کیونکر قیوم یعنی کارساز ہیں۔ جب خدا تعالیٰ اُن کے عقائد مذکورہ کو باطل کر چکا اور توحید خوب ثابت ہو چکی تو اب آنحضرت علیہ السلام کی نبوت اور قرآن مجید کا کتاب الٰہی ہونا ثابت کرتا ہے نزل علیک الکتب بالحق مصدقا لما بین یدیہ یہاں کتاب یعنی قرآن مجید کی نسبت فرمایا ہم نے اس کو آپ پر اے نبی نازل کیا ہے یہ کتاب برحق ہے اور اگلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے یہ دو گواہ کتاب الٰہی ہونے کیلئے خدا نے بیان فرمائے جیسا کہ پہلے مطالب کے لئے دو گواہ الحی القیوم بیان کئے تھے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ایک شخص ایسے ملک کے باشندے سے کہ جس میں علوم و فنون کا مطلق چرچا نہ ہو اور خاص اُس شخص نے نہ کبھی کچھ لکھا پڑھا ہو نہ کسی اہل علم یہودی یا نصرانی یا مجوسی کی صحبت پائی ہو۔ نہ جہان کی سیر کی ہو بلکہ چالیس برس عمر کا وہ حصہ کہ جس میں اکتساب علوم کیا جاتا ہے ایک ریگستانی ملک کے دو خشک پہاڑوں میں گزارا ہو پھر اُس پر دنیا کی تنگدستی اور عزیز و اقارب کے روزمرہ کے جور و ظلم اور بھی مزید ہوں پھر اس سے ایک ایسی کتاب کا ظاہر ہونا کہ جس میں یہ دو وصف ہوں بلاشک معجزہ ہے وہ کتاب آسمانی اور وہ شخص نبی ہے صفت اوّل برحق ہونا اُس کی یہ صورت ہے کہ قرآن مجید کے مطالب عالیہ ذات و صفات مبدء و معاد انسان کی سعادت

علہ ف محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور قرآن کے کتاب الٰہی ہونے کا ثبوت ۱۲

ف تثلیث اور الوہیت مسیح کا رد ۱۲

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَخْفٰی عَلَیْہِ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ ؕ هُوَ الَّذِیْ یُصَوِّرُكُمْ فِی الْاَرْحَامِ كَیْفَ یَشَآءُ ؕ لَاۤ اِلٰهَ

اور اللہ سے تو کوئی چیز بھی پوشیدہ نہیں نہ زمین میں نہ آسمان میں وہی جس طرح چاہتا ہے (ماں کے) پیٹ میں تمہاری صورتیں بنایا کرتا ہے اور اسکے سوا کوئی معبود نہیں

اِلَّا هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۝ هُوَ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰیٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ

وہی زبردست داور حکمت والا ہے (وہی تو ہے) جس نے آپ پر کتاب نازل کی کہ جس میں سے کچھ آیتیں تو مستحکم ہیں کہ جو کتاب کے اصول ہیں اور

فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِیْلِهٖ ؔۚ وَمَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗۤ

کچھ دوسری (ایسی بھی) ہیں کہ جنکے کئی کئی معنے ہیں پھر جنکے دلوں میں کجی ہے وہ تو اس کتاب کی انہی آیات کے پیچھے پڑے رہتے ہیں کہ جنکے کئی کئی معنے ہیں تاکہ فتنہ برپا کریں اور انکی تاویل کریں

اِلَّا اللّٰهُ ؔۘ وَالرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَمَا یَذَّكَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝

حالانکہ انکی تاویل کوئی نہیں جانتا مگر اللہ ہی جانتا ہے اور وہ جو علم میں ثابت قدم ہیں (وہی) کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے کہ سب کچھ ہمارے رب کی طرف سے ہے

وقف النبی
وقف لازم
وقف منزل

وشقاوت قصص گذشتہ اخبار آئندہ قوانین ملت دستور العمل سیاست ملک میراث بیع وشراء حلت و حرمت طہارت ونجاست علم اخلاق رحم دلی راستبازی بردباری خداترسی دنیا سے دل برداشتگی وغیرہ وغیرہ کس عمدہ اور پاکیزہ عبارت میں مبالغہ شاعرانہ اور تخیلات جاہلانہ سے خالی ایسے ہیں کہ جن میں سے کوئی بھی عقل سلیم کے برخلاف نہیں۔ دوسرا وصف تصدیق کرنا کتب الٰہیہ کا سو یہ بھی ایک بڑی بھاری بات ہے قرآن میں اور کتب سابقہ تورات و انجیل و زبور کے مضامین مذکورہ بالا میں سر مو تفاوت نہیں اور جو امور جزئیات فرعیات میں کچھ فرق ہے تو وہ بلحاظ ملک و زمانہ ہے اسلئے کہ انبیاء ہر زمانہ میں لوگوں کے مناسب احکام میں کمی زیادتی کیا کرتے ہیں یہ بات بغیر اس کے کہ سب کا مبدء الہام ربانی و احد مانا جاوے ممکن نہیں بالخصوص اس شخص کے لئے کہ جس نے وہ کتابیں آنکھ سے بھی نہیں دیکھیں چہ جائیکہ ان کو یاد کیا ہو پس جب اس قرآن میں یہ دو وصف ہیں تو اس کے کتاب الٰہی ہونے میں کیا شبہ ہے اور جب یہ کتاب الٰہی ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبی برحق ہیں۔ وانزل التورٰة والانجیل من قبل الآیة یہ دوسری دلیل ہے اس دعوی کیلئے یعنی یہ بات تو تم بھی مانتے ہو کہ اس سے پیشتر خدا نے تورات و انجیل نازل کی تھی بابت بتلاؤ ان کے کتاب الٰہی ہونے کی کیا دلیل ہے؟ جو دلیل ان کیلئے ہو وہی قرآن کے لئے ہے مبدء فیاض نے اپنی اسی رحمت سے انزل الفرقان قرآن نازل فرمایا ہے۔ پھر باوجود ان آیات بینات کے ان الذین کفروا جو کوئی خدا کی آیات کا انکار کرے گا ان کو عذاب شدید ہے وہ خدائے رحیم جس نے اپنے فضل سے کتابیں نازل فرمائی ہیں عزیز زبردست بھی ہے وہ انتقام بدلہ لینے والا بھی ہے۔

ترکیب ہو مبتداء الذی الخ خبر فی الارحام متعلق ہے یصورکم سے کیف ظرف ہے یشاء کا یہ کل جملہ موضع حال میں ہے فاعل یشاء سے تقدیرہ یصورکم علی مشیئتہ ای مریدا منہ آیات محکمات جملہ موضع نصب میں ہے کیونکہ حال ہے کتاب سے ان جملہ میں آیات محکمات صفت و موصوف مبتداء اور منہ خبر ہن مبتداء ام الکتب خبر لفظ ام اگرچہ مفرد ہے لیکن معنی جنس کے دیتا ہے اس لئے جمع کی خبر ہو گیا و اخر جمع ہے اخری کی جو مونث ہے آخر افعل تفضیل کا معطوف ہے آیات پر متشابہات اسکی صفت ہے ما بمعنی الذی تشابہ منہ صلہ مجموعہ مفعول ہے یتبعون کا ابتغاء مفعول لہ یتبعون کا مضاف الفتنۃ مضاف الیہ اور اسی طرح ابتغاء تاویلہ والراسخون فی العلم مبتداء یقولون الخ خبر اور بعض کہتے ہیں والراسخون معطوف ہے لفظ اللہ پر اور یقولون حال ہے

تفسیر جو پہلے خدا تعالیٰ نے عقائد باطلہ کے ابطال میں اپنے وصف میں الحی القیوم کا ذکر فرمایا تھا اور حی قیوم وہ ہے کہ جو اپنی مخلوق کی حاجات پوری کرے اور ان کی ضروریات کا خبرگیراں رہ کر تدبیر و تصرف کرے اور یہ بات دو وصف چاہتی ہے ایک یہ کہ اس کو ہر ایک بات کا علم بھی ہو انجام آغاز پر نظر ہو بے سوال کئے بھی حاجت کو جانتا ہو دوسرے

ؔ۵ مستحکم یعنی صاف صاف اصول دین بیان کرتے ہیں ۱۲ منہ

یہ کہ ہر چیز پر قادر بھی ہو جو چاہتا ہو وہ کر سکتا ہو۔ اس لئے صفت علم کے اثبات کے لئے ان اللہ لا یخفیٰ علیہ شئی فی الارض ولا فی السماء فرمایا کہ اس کو ہر چیز معلوم ہے کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں دوسرے وصف کے ثابت کرنے کو ھو الذی یصورکم فی الارحام کیف یشاء فرمایا کہ اس کا تصرف اشرف المخلوقات انسان پر بھی ماں کے پیٹ میں اور اندھیری کوٹھڑی میں کس نظم و نسق کے ساتھ ہے کہ عقل حیران ہے جس کی کسی قدر کیفیت کتب طبیہ سے معلوم ہوتی ہے اور لطف یہ ہے کہ اوّل وصف ان اللہ الخ بھی گویا ایک دعویٰ تھا اس کے ثبوت کیلئے ھو الذی یصورکم دلیل قاطع ہے کیونکہ جو ارحام میں ایسی تصرفات کرتا ہے اس پر کوئی چیز کب مخفی رہ سکتی ہے؟ یا یوں کہو پہلی آیات میں نصاریٰ کے عقائد فاسدہ تثلیث اور الوہیت مسیح وغیرہ کا رد تھا اور بیشتر عیسائی ان خیالات باطلہ پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے علم و قدرت سے استدلال کیا کرتے تھے علم سے یوں کہ حضرت عیسیٰ غیب کی باتیں بتلاتے تھے اور جو کوئی گھر میں کچھ کھا کر آتا تھا اس کو بھی ظاہر کر دیتے تھے اس سے معلوم ہوا کہ وہ خدا تھے کہ خدا انسان کی صورت میں ظاہر ہوا تھا یا خدا کے بیٹے تھے کہ جو باپ کی طرح علم مغیبات رکھتے تھے قدرت سے اس طرح پر کہ حضرت عیسیٰ مُردوں کو زندہ کرتے تھے کوڑھیوں اندھوں کو تندرستی دیتے تھے ہوا کو ڈانٹتے اور جنوں کو نکالتے تھے یہ بھاری کام انسان کے نہیں اس سے بھی معلوم ہوا کہ وہ خدا یا اس کے بیٹے تھے گرچہ پہلی آیتوں میں الحی القیوم فرما کر ان شبہات کو رد کر دیا تھا لیکن یہاں تتمہ کے طور پر اور بھی ان شبہات کا دلائل قطعیہ سے رد کر دیا پہلے شبہ کا جواب ان اللہ لا یخفیٰ الخ میں دیا کہ خدا کی شان علام الغیوب ہونا ہے سو یہ بات سوا ذات باری اور کسی کو حاصل نہیں اور جو کسی نبی یا فرشتہ کو کوئی بات معلوم ہو تو وہ بھی اس کی طرف کا فیضان ہے اور جو عیسیٰ خدا ہوتے تو ضرور ان پر بھی کوئی بات مخفی نہ ہوتی حالانکہ ان پر بہت سی باتیں مخفی تھیں چنانچہ انجیل لوقا کے چوتھے باب میں لکھا ہے کہ یسوع روح القدس سے بھرا ہوا یردن سے پھرا اور روح کی رہنمائی سے بیابان میں گیا جب غیر کی رہنمائی ہوئی تو علام الغیوب کہاں رہا؟ علاوہ اس کے اسی کتاب کے آٹھویں باب میں ہے کہ ایک عورت نے کہ جس کا بارہ برس سے خون جاری تھا چپکے سے آ کے پیچھے سے مسیح کی پوشاک چھوئی جس سے اس کا خون بند ہو گیا مگر مسیح کو وہ نہ معلوم ہوئی لوگوں سے پوچھا آخر اس عورت نے اظہار کیا اور بہت سے مقامات سے یہی ثابت ہوتا ہے۔ دوسرے شبہ کا جواب ھو الذی یصورکم فی الارحام کیف یشاء میں دیا کہ خدا قادر مطلق ہے حضرت عیسیٰ کو یہ بات کب حاصل تھی وہ خدا سے دعا مانگتے تھے چنانچہ اسی انجیل کے چھٹے باب ۱۲ ورس میں ہے کہ (وہ مسیح) پہاڑ پر دعا مانگنے گیا اور خدا سے دعا مانگتے میں رات کاٹی اس کے علاوہ بقول نصاریٰ جب ان کو سولی دینے یہود لے چلے اور سولی پر چڑھا دیا تو انہوں نے خدا سے فریاد کرنی شروع کی کہ مجھے کہاں چھوڑ دیا اور بڑی سختی سے چیخ چیخ کر جان دی جیسا کہ انجیل متی کے ۲۷ باب میں مذکور ہے۔ اور نیز ھو الذی یصورکم الخ میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ اگر عیسیٰ خدا ہوتے تو وہ عورت کے رحم میں آ کر آدمی کی شکل کیوں قبول کرتے خدا تو اوروں کی شکلیں رحم میں بناتا ہے اس کے بعد پھر کلمہ توحید کا اعادہ کرتا ہے لا الٰہ الا ھو العزیز الحکیم اس میں بھی لفظ عزیز سے قدرت کاملہ کی طرف اور حکیم سے علم حقیقی کی طرف اشارہ ہے جب نصاریٰ کو دلائل عقلیہ سے عاجز کر دیا جاتا ہے تو وہ اس مسئلہ میں یوں کہنے لگتے ہیں کہ کتب سماویہ میں ان کو خدا کا بیٹا کہا گیا ہے اور خدائی کے الفاظ بھی ان کی نسبت بولے گئے ہیں اور قرآن میں بھی ان کو روح اللہ و کلمۃ اللہ کہا ہے تو ہم اس بات کو عقل و ادراک کے احاطہ سے باہر جان کر صرف کلام الٰہی کا اتباع کر کے خدا اور اس کا بیٹا کہتے ہیں چنانچہ آنحضرت علیہ السلام سے بھی عیسائیوں نے یہی تقریر کی تھی اور اب بھی عاجز آ کر یہی کہا کرتے ہیں اس کا جواب خدا تعالیٰ نے ان جملوں میں دیا ھو الذی انزل علیک الکتاب منہ آیات محکمات ہن ام الکتاب و اخر متشابہات کہ خدا کے کلام میں دو آیات

ذکر جن پر احکام شریعت اور امور اخلاقیہ اور تذکیر آخرت کا مدار ہوتا ہے جن کو ام الکتاب یعنی اس کی بنیاد کہتے ہیں اصریح اور کھلی کھلی ہوتی ہیں اور کہیں کسی رمز اور مصلحت سے ایسے جملے بھی ہوتے ہیں کہ جن کے کئی معنی اور پیچیدہ مطلب ہوتا ہے اور اس کلام کا دوسرا پہلو بھی ایک پہلو کا ہمسر ہوتا ہے جن عبارات سے ان کا استدلال ہے وہ از قسم متشابہات ہیں آبن کا لفظ حقیقی بیٹے پر بھی بولا جاتا ہے اور پیار میں نوکر اور غلام اور بندہ کو بھی کہدیتے ہیں اور اس کے برعکس لفظ خداوند ذات باری پر اور بادشاہ اور ذی مرتبہ لوگوں پر بھی اطلاق ہوتا ہے پس جو کجرو گمراہ لوگ ہوتے ہیں وہ اُن کی تاویل اپنی خواہش کے موافق کر کے ایک مطلب گھڑ لیتے ہیں جیسا کہ عیسائی اور جو اہل علم اور یا خدا ہیں وہ ان ظاہر الفساد معنی کو ترک کر کے اس کلام کی اصلی مراد کو خدا کے سپرد کر دیتے ہیں کہ اسکو وہی جانتا ہے اور یہ بات کتب سابقہ ہی پر منحصر نہیں بلکہ قرآن میں جو اس نبی آپ پر نازل ہوا ہے اس میں یہی بات ہے پھر ان عقائد فاسدہ کو ان متشابہات سے ثابت کرنا اور وہ معنی لینا کہ جو دیگر آیات کے برخلاف ہیں صریح گمراہی ہے یا یوں کہو کہ قیوم کے لئے دو باتیں ضرور ہیں اول مصالح جسمانیہ کا پورا کرنا شکل و صورت بنانا اسکو ھو الذی یصورکم میں بیان کیا دوم مصالح روحانیہ یعنی علم و الہام سے بہرہ ور کرنا اسکو ھو الذی انزل الخ میں بیان کیا فائدہ محکم اور متشابہ کے معنے لغت میں مضبوط اور ملتے جلتے کے ہیں عرب محکم مضبوط بنیاد کو کہتے ہیں جو چیزیں آپس میں ملتی جلتی ہوں انکو متشابہ کہتے ہیں اور اسی لئے قرآن کو کتابا متشابہا فرمایا کہ حسن و خوبی میں باہم ہر ایک آیت دوسری کے برابر ہے۔ ان معنی کے لحاظ سے تمام قرآن پر متشابہ کا اطلاق ہو سکتا ہے اور محکم کے معنی لغوی مضبوط اور حق کے بھی ہیں اس لحاظ سے تمام قرآن کو محکم بھی کہہ سکتے ہیں جیسا کہ فرماتا ہے الر کتاب احکمت آیاتہ یہ دونوں لغوی معنی باہم کچھ منافات نہیں رکھتے مگر بعض ناسمجھ پادری اس نکتہ کو نہ سمجھے انہوں نے ان میں تعارض ثابت کر کے قرآن پر اعتراض کر دیا البتہ اس آیت میں محکم اور متشابہ کے اصطلاحی معنی میں منافات ہے جو محکم ہے متشابہ نہیں اور جو متشابہ ہے اسکو محکم نہیں کہہ سکتے اور وہ معنی یہ ہیں محکم ممنوع کو کہتے ہیں کہ اس میں ایک احتمال کے سوا دوسرا احتمال منع کیا گیا ہے اس کا گذر نہیں اور اسی لئے حاکم کو حاکم کہتے ہیں کہ وہ ظالم کو منع کرتا ہے اور حکمت چونکہ لایعنی باتوں سے روکتی ہے اسلئے اسکو حکمت کہتے ہیں اور متشابہ وہ کلام کہ جس میں چند احتمالات متساوی ہوں اور اس معنی سے جو محکم ہے وہ متشابہ نہیں علمائے اصول نے کلام کی یوں تقسیم کی ہے کہ جو کلام کسی معنی کیلئے موضوع ہو اگر اس میں دوسرا احتمال نہیں تو اس کو نص کہتے ہیں اور جو ہو تو پھر اگر وہ دونوں احتمال برابر ہیں تو اس کو مشترک کہتے ہیں اور بالتعین ہر احتمال کے لئے مجمل کو رجا ایک احتمال قوی ہوا اور دوسرا ضعیف احتمال قوی کے لحاظ سے اسکو ظاہر کہتے ہیں اور ضعیف کے لحاظ سے ماؤل۔ ان میں سے نص اور ظاہر پر لفظ محکم بولا جاویگا اور مجمل اور ماول کو متشابہ کہیں گے بعض محققین کہتے ہیں کہ تقسیم یوں ہونی چاہیئے جو کلام کہ کسی معنی پر ظاہرا دلالت کرتا ہے اور اس میں دوسرے احتمال کی گنجائش بھی ہے پس اگر یہ معنی نفس الفاظ سے سمجھے جاتے ہیں تو اس کو ظاہر کہینگے اور جو سیاق بھی اسی کے لئے ہے تو اس کو نص کہینگے اور کبھی عموماً ہر آیت و حدیث کو نص کہدیتے ہیں اور جس میں دوسرے احتمال کی گنجائش نہیں اگر احتمال نسخ ہے تو اس کو مفسر کہتے ہیں اور اگر یہ بھی احتمال نہیں تو اس کو محکم کہتے ہیں اور جو ظاہرا دلالت نہیں کرتا اور اس میں پوشیدگی ہے اگر وہ پوشیدگی کسی عارضی وجہ سے ہے تو اس کو خفی کہتے ہیں اور اگر نفس الفاظ میں ہے پھر اگر وہ قرائن کی مدد سے دور ہو سکتی ہے تو اس کو مشکل کہتے ہیں۔ اور جو قرائن سے بھی دور نہیں ہوتی مگر متکلم سے انکشاف کی امید ہے تو اس کو مجمل کہتے ہیں اور اگر امید بھی نہیں تو اس کو متشابہ کہتے ہیں وہی اس آیت میں مراد لیا گیا ہے۔ لا یعلم تاویلہ الا اللہ ابن عباس اور عائشہ اور حسن اور مالک

ف انزل علیک الکتاب منہ آیات محکمات میں یہ بات بتلائی ہے کہ جس طرح قرآن میں یہ بات ہے اسی طرح پہلی کتابوں میں بھی تھی کس لئے کہ مبدء فیض ہر ایک کا واحد ہے اور زبان الہام میں ایسے اسرار ہوتے ہیں جو عقول عامہ پر مخفی ہوتے ہیں ۱۲ منہ

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ۝ رَبَّنَا اِنَّكَ

(اور وہ یہ دعا بھی کرتے رہتے ہیں) کہ اے ہمارے رب ہمارے دلوں کو ہدایت دینے کے بعد ٹیڑھا نہ کیجیو اور خاص اپنے پاس سے ہمارے لئے رحمت عطا فرما کیونکہ تو بڑا ہی دینے والا

جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ۚ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ

اے ہمارے رب بیشک تو ایک دن کہ جسکے آنے میں کوئی بھی شبہ نہیں سب کو جمع کریگا (کیونکہ) خدا کبھی وعدہ خلافی نہیں کیا کرتا۔ بیشک جن لوگوں نے انکار کر دیا ہے نہ تو انکے مال

وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْئًا ۖ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ وَقُوْدُ النَّارِ ۝ كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ

ہی اُنکے کچھ کام آئینگے اور نہ انکی اولاد ہی (کچھ کام آئیگی) اور یہی تو ہیں جو دوزخ کا ایندھن ہونگے ان کی بھی فرعون والوں اور ان سے پہلے لوگوں جیسی حالت ہے

كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ۗ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝

کہ انہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں جس پر خدا نے ان کو ان کے گناہوں کے سبب پکڑ لیا اور اللہ کی مار بڑی ہی سخت ہے

بن انس اور کسائی اور فراء اور امام ابوحنیفہ وغیرہم علماء یہ کہتے ہیں کہ الا اللہ پر کلام تمام ہوگیا اور یہاں وقف لازم ہے۔ اور والراسخون جدا کلام ہے و عطف کیلئے نہیں بلکہ ابتداء کلام کے لئے۔ اس تقدیر پر یہ معنی ہونگے کہ متشابہات سے جو کچھ مراد ہے اس کو بجز خدا کے اور کوئی نہیں جانتا اور یہی ٹھیک ہے کس لئے کہ اسرار غیب کو عقل جبتک جسم کے ساتھ مقید ہے اسکی تاریکی کی وجہ سے نہیں دریافت کر سکتی۔ اور مجاہد اور ربیع بن انس اور اکثر متکلمین اور جمہور معتزلہ یہ کہتے ہیں کہ والراسخون فی العلم کا اللہ پر عطف ہے یہاں وقف نہیں۔ اس تقدیر پر یہ معنی ہوں گے کہ علماء ربانی بھی متشابہات کو جانتے ہیں کیونکہ بندوں سے جب کلام کیا گیا ہے تو ایسا نہیں ہو سکتا کہ اس کو کوئی بھی نہ سمجھے ورنہ اُسکے نازل کرنے سے کیا فائدہ۔ والعلم عند اللہ تعالیٰ

ترکیب بعد ظرف ہے لا تزغ کا من لدنک صفت ہے رحمۃ کی یا حال لیوم لام بمعنی فی اے فی یوم لاریب فیہ جملہ موضع جر میں ہے صفت ہے یوم کی الذین موصول و صلہ اسم ان لن تغنی الخ اس کی خبر من اللہ موضع نصب میں ہے۔ تقدیرہ من عذاب اللہ اے لا یدفع اموالہم ولا اولادہم عذاب اللہ شیئاً مفعول بہ ہے لن تغنی کا اور حال بھی ہو سکتا ہے کداب کاف موضع نصب میں ہے لغت ہو کر مصدر محذوف کی اے کفروا کفراً کعادۃ آل فرعون اور ممکن ہے کہ خبر ہو مبتدا محذوف کی اے دابہم کداب آل فرعون۔

تفسیر یہ بھی راسخین فی العلم کا مقولہ ہے یعنی وہ متشابہات کو علم الٰہی کے حوالہ کر کے اور اس پر ایمان لا کر یہ دعا بھی کرتے ہیں کہ اے رب تو نے ہم کو ہدایت دی اور فہم سلیم عطا کیا ہے اب ایسا نہ ہو کہ ہمارے دل کجی کی طرف میلان کر جاویں کیونکہ استقامت تیرے ہی ہاتھ میں ہے (جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے (بنی آدم کے دل خدا کی دو انگلیوں میں ہیں جدھر چاہتا ہے پھرا دیتا ہے)[۱] داعیہ خیر اور داعیہ شر قلب میں اس کی طرف سے پیدا ہوتا ہے اور دلی استقامت کے بعد ہم کو اپنی رحمت خالصہ بھی عطا کر۔

فائدہ رحمت کی چند قسمیں ہیں اوّل یہ کہ دل میں نور ایمان و توحید حاصل ہو دوم یہ کہ اعضاء پر اطاعت اور خدمت کے انوار ظاہر ہوں سوم یہ کہ دنیا میں رزق اور اسباب معاش سہل ہو جاویں اور تندرستی اور امن و عافیت حاصل ہو چہارم یہ کہ شدت موت اور اس کے بعد قبر اور حشر میں رستگاری ہو پنجم یہ کہ عالم سرور میں اس کا دیدار اور نعماء بیشمار حاصل ہوں لفظ رحمت ان سب کو شامل ہے۔ اس کے بعد کافروں کا حال ذکر کرتا ہے کہ وہ جو دنیا میں اولاد و مال کے لئے خدا سے غافل ہیں یہ آخرت میں ان کے کچھ کام نہ آئیگا وہ دوزخ میں جلیں گے جس طرح کہ فرعون کے لوگ اور ان سے پہلے منکر لوگ اولاد و مال میں مستغرق ہو کر خدا کو بھول گئے اور اس کی آیات کو جھٹلانے لگے ہرچند انبیاء نے اُن کو سمجھایا لیکن نہ مانا

[۱] مشکوۃ شریف ۱۲ منہ

قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ ۭ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝ قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ

(اے نبی) کافروں سے کہدو کہ تم بہت جلد مغلوب کئے جاؤگے (اور مرنے کے بعد) جہنم کی طرف ہانکے جاؤگے اور وہ دوزخ بڑا ٹھکانا ہے تمہارے لئے

فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ۭ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْيَ

ان دو لشکروں میں جو (بدر کے دن) باہم مقابل ہوئے تھے قدرت کی بڑی نشانی تھی ایک لشکر تو خدا کی راہ میں لڑ رہا تھا اور دوسرا (کافروں کا گروہ) تھا جو مسلمانوں

الْعَيْنِ ۭ وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ۝

اپنی آنکھوں کے سامنے دوچند دیکھ رہا تھا اور اللہ جسکو چاہتا ہے اپنی مدد سے فتح دیتا ہے بیشک اس (واقعہ) میں ان کیلئے جو آنکھ رکھتے ہیں بڑی عبرت ہے۔

آخر الامر خدا نے اُن پر اُن کی بدکاری کی وجہ سے عذاب نازل کیا داب عادت اور خصلت کو کہتے ہیں وقود بالفتح ایندھن اور بالضم آگ جلانا۔

ترکیب آیۃ اسم کان لکم خبر فی فئتین موصوف التقتا صفت مجموعہ صفت ہے آیۃ کی اور ممکن ہے فی فئتین خبر ہو اور لکم کان سے متعلق ہو فئۃ موصوف تقاتل فی سبیل اللہ صفت مجموعہ خبر ہے مبتدار محذوف کی اے احدٰہما فئۃ الخ و اخریٰ نعت ہے مبتدار محذوف کی اے وفئۃ اخریٰ کافرۃ خبر یرونہم اس کا فاعل المسلمون وقیل الکفار مثلیہم لئے مثل مسلمین اور مثل عسکرہم مفعول ثانی رای العین مفعول مطلق یہ جملہ محل نصب میں ہے کیونکہ صفت ہے فئتین کی۔

تفسیر نیک اور بد بندوں کی سیرت بیان فرما کر اس مقام سے کچھ حال بدوں کا بیان فرماتا ہے جنہوں نے نہ صرف یہی ایک جرم کیا تھا کہ آیات اللہ کی تکذیب کی تھی بلکہ نیک بندوں کے ساتھ طرح طرح سے بدسلوکیاں بھی کی تھیں جس لئے اُنپر اُس عزیز ذو انتقام کا غصہ بھڑکا اور ان کو ذلت سے ہلاک کیا اسلئے ہلاک ہونے سے پہلے اپنے نبی کو حکم دیتا ہے کہ قل للذین کفروا الخ کہ اے رسول کافروں اور آیات اللہ کی تکذیب کرنیوالوں کو پہلے سے مطلع کردو کہ تم اپنے زور و کثرت پر گھمنڈ نہ کرو عنقریب دنیا میں مغلوب کئے جاؤگے اور مرنے کے بعد جہنم میں جمع کئے جاؤگے آنحضرت صلعم نے انکو پیغام الٰہی پہنچایا مگر وہ کب باور کرنے والے تھے تمسخر میں اُڑایا آخر اُنپر اس مغلوبی کا وہ وقت آیا جس کی اطلاع اس جملہ سے ہوتی ہے قد کان لکم آیۃ الخ جسکی تفصیل یہ ہے کہ جب مکہ سے ہجرت کر کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تو کفار مکہ جب بھی اہل اسلام کو امن و امان نہ دیتے تھے اس لئے خدا تعالیٰ نے جہاد کا حکم دیا ہجرت سے اگلی سال رمضان کے مہینے میں آنحضرت کو یہ خبر لگی کہ ابوسفیان ایک قافلہ لیکر شام سے مکہ کو آتا ہے جسمیں تجارت کا مال ہے آنحضرت نے اسی بشارت الٰہی کے اطمینان پر لوگوں کو آمادہ کیا گرچہ لوگوں کی یہ خوشی تھی کہ قافلہ کو لوٹ لیجئے کیونکہ اس میں نفع اور آسانی تھی مگر خدا کو یہ منظور نہ تھا کہ کفر کی شوکت توڑے اس لئے یہی بات پیش آئی کہ ابوسفیان کو بھی کہیں یہ خبر لگ گئی وہ قافلہ کو دوسرے راستہ سے لے کر مکہ کی طرف لے نکلا اور کہلا بھیجا کہ جلد میری مدد کو پہنچو ورنہ محمد علیہ السلام اور اُن کے اصحاب میرے تعاقب میں آرہے ہیں آنحضرت اُس کے تعاقب میں مکہ سے کئی منزل بدر کے قریب تک آپہنچے اور ایک میدان میں کہ جس کو بدر کہتے ہیں پانی دیکھ کر ڈیرا کر دیا حضرت کے ساتھ تقریباً تین سو تیرہ آدمی تھے جو محض بے سامان تھے جن میں صرف دو سوار تھے چند زرہ پوش تھے اور راستی کے پاس تلواریں تھیں باقی لٹھ پتھر لئے ہوئے تھے اُن کے مقابلے میں مکہ کے لوگ نکلے۔ ابوجہل اور ابوسفیان اور عتبہ اور عباس وغیرہ بڑے بڑے سردار تھے تعداد ہزار کے قریب تھی اُن کے پاس سازو سامان بھی خوب تھا سوار بھی بہت

تھے اُنھوں نے بھی میدان میں ایک طرف ڈیرا کر دیا اور پھر باہم صف بندی ہو کر مقابلہ شروع ہوا اب یہاں سے تائیدات غیبیہ کا ظہور ہونا شروع ہوا۔ اوّل یرونہم الخ کہ کفار کو مسلمان لشکر جو بہت قلیل تھا اپنے سے دو چند نظر آنے لگا جس سے اُن کے دلوں میں رُعب بیٹھ گیا۔ پھر کیا تھا جو کچھ ہے دل ہی تو ہے۔ اس بات کا ثبوت خود اس جماعت کے بہت سے لوگوں سے بھی ہوا جو بعد میں مسلمان ہو گئے تھے۔ یرونہم مثلیہم کے یہی معنی ہیں مگر بعض نے یرون کا فاعل مسلمانوں کو بتایا ہے کہ مسلمان اُن کو دو چند دیکھ رہے تھے اس پر خدا نے تائید غیبی کا اظہار کیا آخر کار کفار نے بڑی شکست کھائی وہ بشارت صادق ہوئی ابوجہل وغیرہ بڑے بڑے کفر کے سردار مارے گئے۔ ستّر گرفتار کئے گئے کچھ بھاگ گئے۔

واضح ہو کہ کفروا کا اطلاق مشرکین عرب پر بھی ہوتا ہے جن کے مغلوب ہونیکا حال معلوم ہو گیا اور یہود و نصاریٰ و مجوس وغیرہ فرقوں پر بھی اس لئے عموماً اس پیشین گوئی کا روئے سخن سب ہی کی طرف ہے جو اس زمانہ پر لحاظ کرنے والوں کے نزدیک ایک امر محال کی پیشین گوئی تھی کس لئے کہ مسلمانوں کی مدینہ میں بہت ہی تھوڑی جماعت تھی جس کا غلبہ قریش مکہ اور دیگر قبائل عرب پر بھی جو بڑے بہادر اور جنگ جو تھے بظاہر محال تھا اس کے سوا دو سلطنتیں ایسی زبردست زور آور تھیں کہ جنہوں نے دنیا پر احاطہ کر رکھا تھا ایک مجوسی سلطنت کسریٰ شاہان ایران کی جن کے ماتحت ہند و ترکستان وغیرہ ملک تھے۔ دوسرے عیسائی قیصروں کی سلطنت جس کا اقتدار تمام یورپ اور ایشیائے کوچک اور شام اور بعض ممالک افریقہ پر مسلم تھا مگر آسمانی تائید کے بھروسے پر سب میں باواز بلند پکار دیا گیا ستغلبون کہ تم جلد مغلوب کئے جاؤ گے کس لئے کہ عرب کی زبان میں سین زمانہ استقبال میں قریب کے لئے استعمال ہوتا ہے ایک صدی تمام نہ ہونے پائی تھی کہ یہ پیشین گوئی پوری ہو گئی اگر یہ منجانب اللہ کوئی علامت پیغمبر علیہ السلام کی صداقت اور اسلام کے برحق ہونے کی نہیں تھی اور کیا تھا؟

اس لئے خدا فرماتا ہے واللہ یؤید بنصرہ من یشاء کہ یہ تائید الٰہی ہے وہ جس کو چاہتا ہے اس سے فتحیاب کرے ظاہری سامان و اسباب اس کے مقابلہ میں کچھ بھی کام نہیں آتے جس کا اب بھی تجربہ و مشاہدہ ہوتا رہتا ہے یہ بات بڑے غور و فکر کے لائق ہے۔ ان فی ذلک لعبرۃ لاولی الابصار کہ اس میں چشم بصیرت والوں کے لئے خدا پر اور اس کی آیات پر ایمان لائے اور ایمان لا کر رسولوں کے رستے پر چلنے کے لئے ایک بڑی عبرت ہے اس لئے کہ یہ بات عالم اسباب کے مخالف ہے پھر اس کا ظہور اگر خاص خدا کی طرف سے نہیں تو اور کیا ہے۔

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَ
لوگوں کو مرغوب چیزوں کی خواہش بھلی معلوم ہوتی ہے عورتوں کی اور اولاد کی اور سونے چاندی کے چنے ہوئے ڈھیروں کی
الْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ؕ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ
اور پلے ہوئے گھوڑوں کی اور چارپایوں اور کھیتی کی یہ سب زندگی دنیا کا سامان ہے اور عمدہ ٹھکانا تو اللہ
حُسْنُ الْمَاٰبِ ۝ قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ
ہی کے یہاں ہے (اے نبی ان سے) کہدیجئے کہ کہو تو میں تم کو اس سے بھی بہتر چیز بتادوں (وہ یہ کہ) پرہیزگاروں کیلئے ان کے رب کے ہاں باغ ہیں کہ جنکے
مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ
نیچے نہریں بہ رہی ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہا کریں گے اور ان کے لئے پاکیزہ بیویاں ہیں اور نیز ان کیلئے خدا کی خوشنودی ہے اور اللہ اپنے بندوں کو
بِالْعِبَادِ ۝ اَلَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝
دیکھ رہا ہے (یہ انکے لئے ہے) جو کہ کہا کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم ایمان لائے سو ہمارے گناہ معاف کردے اور ہم کو عذاب دوزخ سے بچائیو۔
اَلصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْمُنْفِقِيْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ
وہ جو صبر کرتے اور سچ بولتے اور بندگی میں لگے رہتے اور خرچ کرتے رہتے ہیں اور صبح کے وقتوں میں استغفار کیا کرتے ہیں۔

ترکیب۔ زین فعل مجہول للناس اسکے ساتھ متعلق حب الشہوات مفعول مالم یسم فاعلہ من النساء الخ اس کا بیان ذلک مبتدا متاع الحیوۃ الدنیا خبر واللہ مبتدا عندہ الخ جملہ خبر قل فعل انت اس کا فاعل اؤنبئکم جملہ مقولہ بخیر موضع نصب میں ہے۔ اؤنبئکم سے من ذلکم موضع نصب میں ہے بسبب خبر کے تقدیر بالفعل ذلک جنت موصوف تجری الخ صفت مجموعہ مبتدا للذین اتقوا خبر خالدین فیہا حال ہے محذوف سے وازواج معطوف ہے جنات پر الذین یقولون موضع جر میں صفت ہے للذین کی الصابرین الخ موضع جر میں صفت ہے للذین کی۔

تفسیر پہلے فرمایا تھا ان فی ذلک لعبرۃ لاولی الابصار کہ ان عجائبات قدرت میں اہل بصیرت کو عبرت کا مقام ہے جس سے عاقل کے نزدیک یہ دنیا اور اس کے تنزہات ایک ناچیز اور فانی معلوم ہوتے ہیں اور عالم باقی کے آگے خواب سا معلوم ہوتا ہے مگر اس چشم حقیقت بین پر لذات دنیا اور اسکے سامان کی محبت کے پردے پڑے ہوئے ہیں جس سے وہ عالم آخرت پر دنیا کو ترجیح دے رہا ہے اور چند روزہ عیش کیلئے کفر والحاد میں آکر آخرت اور عالم باقی کی خوبیوں سے بے خبر ہے اس مضمون کو خدا تعالیٰ نے ان آیات میں کس خوبی کے ساتھ بیان فرمایا ہے کہ جس کا بیان نہیں یا یوں کہو کہ خدا تعالیٰ کی نازل کی ہوئی کتابوں کے منکروں کا دنیا و آخرت میں جو انجام ہوگا اُس کو بیان فرما کر اُن کی غفلت اور اندھے پن کا سبب ذکر کرتا ہے کہ وہ مال و زن و فرزند کی محبت اور فریفتگی ہے جو فانی ہیں اسکے بعد اسی سلسلہ سے دار آخرت کی نعمتیں جو نیکوں کو ملیں گی ان کا ذکر فرماتا ہے اور نیکی کے انواع بھی ذکر کرتا ہے۔ لذائذ دنیا کہ جن پر انسان تفاخر کرتا اور اُن کی رغبت کا دم بھرتا ہے سات چیزیں ہیں اوّل عورت اس سے جس قدر مرد کو لذت اور انس ہے وہ کس چیز سے ہے اسی محبت انسان کو ہلاکت تک پہنچادیتی ہے مرد میں اور اس میں ایک جذب مقناطیسی رکھا ہوا ہے جیسا کہ فرمایا خلق لکم من انفسکم ازواجا لتسکنوا الیہا وجعل بینکم مودۃ ورحمۃ اسکے بعد بیٹا ہے جسکو انسان اپنا نائب اور قائم مقام سمجھکر جو بات اپنے لئے چاہتا ہے اس سے بڑھکر اس کیلئے چاہتا ہے اور اسکا ہر وقت میں قوت بازو اور معین و مددگار بھی ہوتا ہے اور اس سے بھی انسان کو بڑا فخر اور نہایت خوشی ہوتی ہے اسکے بعد مال دولت روپیہ اشرفی بالخصوص توڑے چنے ہوئے یہ بھی ایک عجیب چیز ہے جمیع حاجات کا

ذریعہ خیال کیا گیا ہے اس کا غرور اور سرور بھی انسان کو اندھا کر دیتا ہے خدا اور رسول سے بغاوت پر آمادہ کرا دیتا ہے خدائی دعویٰ کرنے لگتا ہے پھر کوتل گھوڑے پھر گائے بیل اونٹ وغیرہ مواشی پھر باغ کھیتی ان چیزوں کے بعد خدا تعالیٰ یہ بات جتلاتا ہے کہ یہ چیزیں صرف زندگی دنیا کا سامان ہیں مگر خدا کے پاس اس سے زیادہ عمدہ لذائذ روحانیہ و جسمانیہ موجود ہیں مگر بتقاضی آب و گل انہیں محسوس اور فانی چیزوں پر فریفتہ ہے اور یہ اس کی جبلی بات ہے کیونکہ آدمی جب ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے تو اسی کو عمدہ عالم سمجھتا ہے یہانتک کہ جب باہر آتا ہے تو رو رو کر غل مچاتا ہے پھر جب آنکھ کھلتی ہے تو اس عالم حسی پر غش ہو جاتا ہے سدا یہیں رہنا پسند کرتا ہے یہیں کی ان چیزوں پر رم جاتا ہے آخر جب اس عالم باقی میں جاتا ہے تو اس عالم کو وہاں کے نعمار اور وسعت کے مقابلہ میں ایسا تنگ و تاریک و پر الم سمجھتا ہے کہ جس طرح دنیا میں ماں کے پیٹ کو اور وہاں کے رہنے اور واپس جانے کو یہ چیزیں دل لگانے کے قابل نہیں کیونکہ یہاں کا ہر عیش و ہر چیز فانی وہاں کی باقی اور جاودانی ہے یہاں ہر عیش تلخی پر مبنی ہے اور پھر ہر راحت کے بعد تلخی ہے جبتک کہ پیاس اور دھوپ کا رنج نہ اٹھاوے سایہ اور سرد پانی کا کبھی مزہ نہ آوے اس عالم باقی میں یہ باتیں نہیں اس لئے خدا نے مجملاً واللہ عندہ حسن المآب کا لفظ کہکر اس عالم کا شوق دلایا۔ اسکے بعد اور بھی کلام کو بلند کیا اور نبی سے فرماتا ہے کہ پرہیزگاروں کے لئے اس عالم میں (عند ربهم) باغ ہیں کہ جن میں نہریں بہتی ہیں (جہاں عالم جگہ خوشبودار رنگ برنگ کے پھول و پھل اور طائران خوش الحان اور نہایت تکلف کے مقامات ہیں) اُن میں بیویاں ہیں کہ صورت و سیرت کی تمام برائیوں سے مبرا حُسن و خوبی میں یکتا۔ اس پر دوام اور بقا یہانتک تو جنت جسمانیہ کی طرف اشارہ تھا اس کے بعد جنت روحانیہ کی طرف اشارہ فرماتا ہے ورضوان من اللہ یعنی خدا تعالیٰ کی رضامندی آنحضرت علیہ السلام نے گویا اصحاب کو اُس عالم کو دکھایا تھا جس سے اُن کی نظروں میں دنیا اور ترہات گرد ہو گئے تھے یہ کیا معجزہ ہے؛ اس کے بعد ان نعماء کے مستحق لوگوں کا بھی عجب لطف کے ساتھ ذکر فرمایا ہے للذین اتقوا یعنی پرہیزگاروں کے لئے یہ عام لفظ ہے پھر اس کے بعد اس کی اور بھی تشریح کی ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں کہ جن میں یہ چھ وصف پائے جاتے ہیں (۱) یقولون ربنا الخ کہ وہ خدا سے دعا کرتے رہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم تجھ پر ایمان لائے تو ہمارے گناہ معاف کر اور عذاب النار سے بچائیو (۲) صبر کرنے والے صبر کہتے ہیں محنت کا نفس پر برداشت کرنا خواہ عبادات قائم کرنے میں خواہ نفس کو اس کی خواہشوں سے روکنے میں (۳) صادقین سچ بولنے والے اور ہر بات کو سچ کر دکھانے والے (۴) خدا کی عبادت کرنے والے (۵) منفقین یعنے خدا کی راہ میں خرچ کرنے والے خواہ بذریعہ صدقہ نافلہ خواہ بذریعہ زکوٰۃ خواہ اپنوں کو دے خواہ بیگانوں کو (۶) سحر کے وقت خدا سے استغفار کرنے والے اس وقت شب کی ظلمت دور ہو کر نور پھیلتا ہے رات کا مردہ زندہ ہوتا ہے یہ وقت جود عام اور فیض تام کا وقت ہے اور کچھ عجب نہیں کہ عالم قدس کی صبح کا پر تو اس عالم کی صبح ہو دوم یہ خواب و غفلت کا وقت ہے ایسے وقت اس طرف متوجہ ہو کر استغفار کرنا اور اس مبدء فیاض سے اپنی مغفرت کا سوال کرنا بلاشک عالم سرور میں پہنچنے کا عمدہ ذریعہ ہے اسی لئے صحابہ اور صالحین امت بلکہ اگلے انبیاء اور ان کے تربیت یافتہ اس وقت عبادت و استغفار کرتے تھے اور اسی لئے اس وقت سونا نشہ میں پڑا رہنا نحوست اور بربادی کا باعث ہے

(النصف)

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ

اللہ اور فرشتے اور علم والے عدالت کے ساتھ گواہی دے چکے کہ اسکے سوا کوئی معبود نہیں کوئی بھی خدا نہیں مگر وہی (ایک) زبردست

الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ

حکمت والا۔ بیشک دین تو خدا کے نزدیک اسلام ہی ہے اور اہل کتاب نے جو اختلاف کیا ہے تو صرف یہ

اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًاۢ بَيْنَهُمْ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝

معلوم ہو جانے کے بعد آپس کی ضد سے اور جو کوئی اللہ کی آیتوں کا انکار کرتا ہے تو اللہ بھی بہت جلد حساب لینے والا ہے

ترکیب شہد فعل باللہ فاعل انہ یہ جملہ بیان شہادت والملائکہ واولوا العلم معطوف ہے لفظ اللہ پر قائماً بالقسط حال ہے فاعل شہد سے الدین اسم ان الاسلام خبر عند اللہ ظرف عامل اس میں الدین ہے ومن مبتدا یکفر خبر۔ اور ممکن ہے کہ من شرطیہ یکفر الخ شرط فان اللہ جزا

تفسیر اس بیان کو تمام کر کے پھر مسئلہ توحید کی طرف رجوع کیا جاتا ہے پہلے فرمایا تھا کہ دنیا اور اس کے نعماء فانی ہیں اور دار آخرت اور وہاں کی نعمتیں باقی ہیں اور وہ نعمتیں ان کے لئے ہیں کہ جو کہتے ہیں ربنا اننا آمنا الخ یعنی جن کی قوت نظریہ ایمان کامل توحید اور اس کی صفات پر یقین ہے اور قوۃ عملیہ بھی کامل ہے جیسا کہ الصابرین الخ میں اشارہ ہے اب یہاں اس بات کو ظاہر فرماتا ہے کہ خدا تعالیٰ اور اس کی توحید پر ایمان لانا جو نجات کا مدار ہے کوئی خلاف واقع اور بے اصل بات نہیں کہ جس سے عقل ڈرکے جیسا کہ بے عقل لوگ جو صرف محسوسات ہی کا وجود مانکر اور چیزوں کے وجود کا انکار کرتے ہیں بلکہ یہ بات بہت واضح اور کھلی ہے خدا نے خود آسمان و زمین اور ان کے اندر کی کائنات کو اپنے وجود اور توحید کے لئے شاہد بنا رکھا ہے جس طرح کوئی نقش پاؤں رکھنے والے کے وجود پر بغیر اس کے کہ کسی نے اس کو آنکھ سے دیکھا ہو بآواز بلند گواہی دے رہا ہے اسی طرح ہر چیز مخلوق الٰہی بزبان حال اس کے وجود اور وحدت کو بیان کر رہی ہے ؎ ففی کل شیٔ لہ شاہد ✦ یدل علی انہ واحد ✦ شہد اللہ الخ کے یہ معنی ہیں اس کے علاوہ یوں بھی خدا تعالیٰ کتب الہامیہ میں شہادت دے رہا ہے اور نیز وہ ملائکہ سے اور ملائکہ انبیاء سے کہتے ہیں وہ علماء سے فرماتے ہیں وہ عامہ خلائق کو سناتے ہیں والملائکہ واولوا العلم اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ جب عقل نور الہام کی روشنی سے آنکھ اٹھا کر عالم ہستی میں دیکھتی ہے تو اس مخلوقات کو اس کا مظہر اور ظل جانکر سوائے اس کے اور کوئی نظر نہیں پڑتا ع بخدا غیر خدا در دو جہاں چیزے نیست ✦ لا الہ الا ہو مگر بسبب لطافت کے وہ عزیز حکیم حس بصری سے محسوس نہیں ہو سکتا۔ اور جبکہ یہ عقائد اور یہ اعمال صالحہ وہ ہیں۔ کہ جن کا تسلیم کرنا عقل سلیم کے نزدیک ضرور ٹھہرا تو یہی مذہب حقانی اور مقبول عند اللہ ہوا اور مذہب اسلام اسی کا نام ہے تمام انبیاء اور رہبر بنی آدم کا فطرتی مذہب یہی ہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے مجدد ہیں نہ موجد اور اب جو یہود اور نصاریٰ اور دیگر مذاہب اختلاف کرتے ہیں تو یہ سب دلائل حقہ سے اعتراض کر کے محض ضد اور نفسانیت سے کرتے ہیں اس کے بعد مذہب اسلام کا عجب لطف سے برحق ہونا ثابت کر کے اہل کتاب سے مناظرہ شروع فرماتا ہے اور ان کو ان کے عقائد فاسدہ اور اعمال کاسدہ پر اذ عدوت من اہلک تک الزام دیتا ہے اسلام کے لغوی معنی فرمانبرداری کرنا اور شرع میں ایمان اور اسلام سے ایک معنی مراد ہیں ہاں کبھی لغوی معنی کے لحاظ سے دونوں میں فرق ہوتا ہے جیسا کہ قل لم تؤمنوا ولکن قولوا اسلمنا تب ایمان سے مراد تصدیق قلبی اور اسلام سے انقیاد ظاہری لی جاتی ہے

فَاِنْ حَآجُّوْكَ فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِیَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ ؕ وَقُلْ لِّلَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْاُمِّیّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ ؕ

(اے نبی) پس اگر وہ آپ سے حجت کریں تو کہہ دو کہ میں نے اور میری تابع داروں نے تو خدا کے آگے سر جھکا دیا اور آپ اہل کتاب و جاہلوں (ان پڑھوں) سے پوچھئے کہ کیا تم بھی سر جھکاتے ہو

فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَیْكَ الْبَلٰغُ ؕ وَاللّٰهُ بَصِیْرٌۢ بِالْعِبَادِ ۠ اِنَّ الَّذِیْنَ یَكْفُرُوْنَ

پھر اگر وہ بھی سر جھکائیں (مسلمان ہو جائیں) تو انہوں نے بھی ہدایت پائی اور اگر نہ مانیں تو آپ پر صرف حکم پہنچا دینا ہی ہے اور اللہ دیکھ رہا ہے اپنے بندوں کو بے شک جو لوگ منکر ہوتے ہیں

بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَیَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ بِغَیْرِ حَقٍّ ۙ وَّیَقْتُلُوْنَ الَّذِیْنَ یَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ

اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے اور نبیوں کو ناحق (عمداً) مار ڈالتے ہیں اور ان کو بھی قتل کرتے ہیں جو لوگوں کو انصاف کرنے کا حکم دیتے ہیں (گو وہ نبی نہ ہوں) ان کو

بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ ۫ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ ۝

عذاب الیم کا مژدہ سنا دو یہی وہ لوگ ہیں کہ جن کے عمل دنیا و آخرت میں اکارت گئے۔ اور ان کا کوئی بھی مددگار نہیں۔

ترکیب ومن اتبعن من موضع رفع میں ہے عطف ہے اسلمت کی تا پر واتبعن کی یا حذف ہوئی ہے رؤس الآیات کی مشابہت سے اور قائم بھی کی جاتی ہے کیونکہ اصل ہے الذین موصول بصلہ مع معطوف اسم ان فبشرہم اس کی خبر اور فا اس پر اس لئے داخل ہوئی کہ الذین کا صلہ فعل تھا تاکہ معلوم ہو کہ یہ بشارت جزائے کفر ہے اور ان اس کو مانع نہیں تفسیر۔ جبکہ بدلیل قوی ثابت کر دیا گیا کہ دین برحق عند اللہ اسلام ہے اور جو کچھ اختلاف لوگوں نے پیدا کئے ہیں وہ ضد اور تعصب سے ہیں اس پر بھی ناانصاف حجت کئے چلے جاتے ہیں تو اب ان کی تمام بیہودہ گفتگو اور کل شکوک و شبہات کا عجیب لطف کے ساتھ جواب اپنے نبی کو تعلیم فرماتا ہے کہ جس کے آگے منصف مزاج کو سوائے تسلیم کے اور کچھ بن ہی نہیں آتا۔ وہ یہ کہ دنیا میں دو قسم کے اہل مذہب ہیں ایک وہ کہ جو کتاب الہامی اور کسی نبی کی اتباع کا ادعا کرتے ہیں جیسا کہ یہود اور عیسائی وغیرہم دوم وہ کہ جو ایسے نہیں جن کو ان پڑھ اور بے علم کہا جاتا ہے جیسا کہ مشرکین عرب ان سب سے کہدو کہ حقانی اور آسمانی مذہب خدا تعالیٰ کی حقیقی فرمانبرداری ہے کہ جس کو تم بھی مانتے ہو سو میں نے اور میرے تمبع لوگوں نے تو فرمانبرداری کی بلکہ اس کے آگے گردن جھکا دی خواہ اعتقادیات لو خواہ عملیات سب میں تسلیم ہے خدا کو وحدہ لاشریک اور جمیع صفات حمیدہ سے متصف اور بری صفتوں سے پاک جاننا اور قیامت پر ایمان لانا اور اس کے تمام انبیاء کو بلا تفریق برحق سمجھنا ہمارا عقیدہ ہے پنجگانہ نماز میں طہارت ظاہری و باطنی حاصل کر کے اپنی روح اور جسم کو اس پر نثار کرنا کہ جس کو نماز کہتے ہیں اپنے مال میں سے علاوہ اور خیرات کے ایک حصہ معین دینا مخلوق الٰہی پر رحم کرنا بلا وجہ کسی کے ایذا سے باز رہنا اور اس کی عزت و توحید پھیلانے میں اپنی جان عزیز کو بھی قربان کر دینا شہوات و لذات بیجا کی پیروی نہ کرنا ہمارا شیوہ خاص ہے ؎ کار ما عشق است و بار ما عشق است۔ حاصل روزگار ما عشق است ۔ یہ باتیں تمام شریعتوں کا عطر اور عقل سلیم کا مسلم مسئلہ ہیں پس اگر تم بھی ایسا کرتے ہو تو تم نے بھی ہدایت پائی اور یہی اسلام ہے اور جو نہیں تو اب تمہارے گمراہ ہونے میں کیا کلام ہے اب نبی کا ذمہ خبر دیتا ہی اس کی سزا عالم آخرت میں خود پائیں گے اس کے بعد یہود و نصاریٰ کے وہ خصائل بد کہ جو ان میں پائے جاتے تھے مجملاً بیان کر کے عذاب آخرت سے ڈراتا ہے وہ خصائل بد یہ تھے عقائد میں آیات الٰہی کا انکار کرنا اعمال میں انبیاء کو اور دیگر کلمۃ الخیر کہنے والوں کو ناحق قتل کرنا۔ اس پر نجات کا امیدوار رہنا۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِّنَ الْكِتَابِ يُدْعَوْنَ إِلَىٰ كِتَابِ اللَّهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ يَتَوَلَّىٰ فَرِيقٌ مِّنْهُمْ وَهُم

(اے نبی) کیا آپنے ان لوگوں کو نہیں دیکھا کہ جنکو کتاب سے کچھ حصہ دیا گیا ہے وہ اللہ کیطرف اسلئے بلائے جاتے ہیں کہ وہ کتاب ان کا جھگڑا فیصل کردے (اس پر بھی) ان کا ایک فریق

مُّعْرِضُونَ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا لَن تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّا أَيَّامًا مَّعْدُودَاتٍ ۖ وَغَرَّهُمْ فِي دِينِهِم مَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ

منہ موڑ کر پھر جاتا ہے اسلئے کہ وہ کہہ چکے ہیں کہ ہم کو ہرگز دوزخ کی آگ چھوئے گی بھی نہیں مگر گنتی کے چند روز تک اور انکو ان کے مذہبی ڈھکوسلوں نے مغرور کر دیا ہے

فَكَيْفَ إِذَا جَمَعْنَاهُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيهِ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ

پھر اس دن کہ جسکے آنے میں کچھ بھی شبہ نہیں کیا حال ہوگا جبکہ ہم انکو جمع کریں گے (اور اس دن) جس نے جو کچھ کیا ہے اسکا اسکو پورا پورا بدلہ دیا جاویگا اور کسی پر کچھ ظلم نہ کیا جاویگا

ترکیب یدعون موضع حال میں ہے الذین سے اور ہم معرضون جملہ موضع رفع میں ہے صفت ہے فریق کی یا حال ہے ضمیر مجرور سے ذلک مبتدا ر بانہم خبر فکیف موضع نصب میں ہے اور عامل اس میں محذوف ہے تقدیرہ کیف یصنعون لا ریب فیہ جملہ صفت ہے ووفیت اس پر معطوف والعائد محذوف۔

تفسیر یہ ان اہل کتاب کی ایک خصلت بیان کی جاتی ہے اور اس کا سبب بھی بتایا جاتا ہے کہ مذہب انبیائی میں تحریف کر کے انہوں نے چند ڈھکوسلے بنا رکھے ہیں جن کے اعتماد پر وہ ایسا کرتے ہیں خصلت بد یہ تھی کہ جب اُن کو باہمی تنازعات کے فیصلہ کیلئے کتاب اللہ کی طرف بلایا جاتا کہ جو کتاب اللہ کہہ دے اسکو مانو تو وہ روٹھ کر چلے جاتے تھے چنانچہ ایک بار جیسا کہ کتب احادیث میں مذکور ہے یہ ہوا کہ یہود میں ایک مرد و عورت شریف اور دولتمند نے زنا کیا اور اُن کے علماء نے بلحاظ دولتمندی اصلی حکم جاری کرنے میں حیلہ بہانہ کیا اور باہم جھگڑا ہونے لگا تو وہ لوگ فیصلے کیلئے آنحضرت علیہ السلام کی خدمت شریف میں حاضر ہوئے اور عبداللہ بن صوریا یہودی عالم بھی آیا تو آنحضرت نے فرمایا کہ حکم الٰہی اُن سکے کے کتاب اللہ یعنی قرآن میں یہ ہے کہ انکو پتھروں سے مار ڈالا جاوے (جس کو رجم کہتے ہیں) اور یہی حکم توراۃ میں بھی ہے عبداللہ نے کہا نہیں ہے آپ نے فرمایا اچھا توراۃ لاؤ جب لائے اور اس مقام کو نکالا تو عبداللہ نے اسجگہ انگلی رکھکر چھپانا چاہا مگر عبداللہ بن سلام نے ہاتھ اس کا اُٹھا کر وہ آیت پڑھ دی تب آنحضرت نے رجم کا حکم دیا جس پر یہود اور اُن کے علماء آنحضرت سے اور بھی زیادہ ناراض ہو گئے اور منہ پھیر کر اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اسپر خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب اُن کا اس کتاب کی نسبت بھی کہ جس کو یہ برحق سمجھتے ہیں یہ حال ہے تو پھر قرآن کی نسبت کیا ٹھکانا ہے؟ اور اس بے دینی اور بیباکی کا سبب یہ ہے کہ اُن کے پیر و مرشدوں نے چند ڈھکوسلے اُن کے دل میں بٹھا دیئے تھے (۱) یہ کہ بجز چند روز کے یہود کو نسل ابراہیم ہونے کے سبب عذاب نہ ہوگا جس پر وہ مغرور تھے۔ فرماتا ہے کہ قیامت کے روز کہ جس میں کوئی شبہ بھی نہیں جب ہم ان کو جمع کریں گے اور ہر شخص کو اس کے اعمال کی پوری جزا و سزا ملے گی تو پھر ان کو ان خیالات خام کی حقیقت معلوم ہو جاوے گی۔ در اصل اب بھی بہتیرے لوگ فرقے مذہبی ڈھکوسلوں پر نازاں ہیں ہندوؤں کے پنڈتوں نے ہزاروں ایسے مسئلے بنا رکھے ہیں عیسائیوں نے یہ بات بنا رکھی ہے کہ مسیح جملہ گناہوں کا کفارہ ہیں فائدہ یدعون الی کتاب اللہ عبداللہ بن عباس کے نزدیک کتاب اللہ سے مراد قرآن مجید ہی اور یہی ٹھیک بھی ہے کیونکہ جب اُن پر حجت قائم ہو چکی تب کتاب کی طرف بالخصوص اس فیصلہ کے لئے بلانا کہ جسکو وہ بھی تسلیم کرتے تھے بہت ٹھیک تھا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ عموماً توراۃ و انجیل و دیگر صحف مراد ہوں کیونکہ اپنے زعم میں وہ سب کو کتاب اللہ کہا کرتے تھے پھر جب اُنکی بشارات کی طرف کہ جو آنحضرت صلعم کی شان میں تھیں

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ

(اے نبی) آپ (یہ) کہئے کہ اے ملک کے مالک تو جسکو چاہتا ہے بادشاہی دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے ملک چھین لیتا ہے اور جسکو چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جسکو چاہتا ہے ذلت دیتا ہے تیرے ہی ہاتھ میں

اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَ

بیشک تو ہی ہر چیز پر قادر ہے تو رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کر دیتا ہے اور تو مردوں سے زندہ اور زندہ سے مردہ پیدا کرتا ہے

تَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ

اور جسکو چاہتا ہے بے حساب روزی دیتا ہے ایمان والوں کو نہ چاہیے کہ ایمانداروں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بنائیں اور جو ایسا کرتا ہے تو وہ خدا کی

فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ۭ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ۝

طرف سے کسی حمایت میں ابھی نہیں ہاں اگر تم ان سے کوئی بچاؤ کرنا چاہتے ہو (تو کوئی مضائقہ نہیں) اور اللہ تم کو اپنی ذات سے ڈراتا ہے اور اللہ ہی کے پاس پھر کر جانا ہے

(اور کچھ اب ہیں) ہدایت کی جاتی تھی تو ہرگز نہیں مانتے تھے۔

ترکیب اللّٰھم میم مشددہ قائم مقام یا کے ہے مالک الملک ندا ثانی ہے ای مالک الملک تؤتی الملک اور اس کے بعد کے جملے جو اس پر معطوف ہیں خبر ہیں مبتدا محذوف کی اے انت بیدک الخیر جملہ مستانفہ ہے بعض کہتے ہیں اس کا حکم پہلے جملوں کا سا ہے بغیر حساب صفت ہے مصدر محذوف کی ای رزقا غیر قلیل لا یتخذ نفی ہے بمعنی نہی من دون اللہ موضع نصب میں ہے صفت ہے اولیاء کی لیس کا اسم ضمیر ہے فی شیٔ خبر من اللہ حال ہے فی شیٔ سے اے لیس فی ولایۃ اللہ فی شیٔ

تفسیر منجملہ اُن کے خصائل بد کے یہ بات بھی اُن میں تھی کہ وہ دنیا اور اس کے اسباب پر مغرور تھے آنحضرت اور صحابہ کو بسبب اُن کے فقر و افلاس کے بچشم حقارت دیکھتے تھے اور نیز یہود کو اپنے خاندان اسرائیلی پر بھی بڑا فخر تھا اور وہ یہ لکھے ہوئے تھے کہ نبی آخر الزمان جو مبعوث ہوگا تو اسی انبیائی خاندان میں سے ہوگا نہ عرب کے جاہلوں مشرکوں میں سے ان سب کا ابطال ان آیات میں کیا جاتا ہے اوّل کا اس آیت میں قل اللّٰھم مالک الملک الی قدیر کہ سلطنت و دولت عروج و نزول عزت و ذلت کسی کی موروثی نہیں جس کو چاہے خدا اسے قادر دے اور جس سے چاہے چھین لے اس میں اُن کے اُس طعن کا بھی جواب ہے جو وہ ستغلبون کی بشارت پر کیا کرتے تھے کہ بایں ذلت و خواری اہل کتاب پر غالب آنے کی امید رکھتے ہیں جن کے پاس یہ زور و سلطنت ہے اور نیز اس طرف بھی اشارہ ہے کہ یہ سلطنت و عزت عنقریب گروہ خدا پرست اسلام کو دیجاویگی اور ان سرکشوں سے لیجائیگی جس کا ظہور بہت جلد ہوا اور دوسری بات کا واضح ہو کہ کفار سے ایمانداروں کی محبت کے تین طریق ہیں (۱) یہ کہ اُنکے مذہب و ملت کی وجہ سے خوش ہو کر اُن سے محبت رکھے سو یہ حرام قطعی ہے بلکہ جو ایسا کریگا قطعی کافر ہوگا (۲) یہ کہ انکے ملت و مذہب کو تو بُرا جانتا ہے مگر معاملات دنیا میں خوش اسلوبی اور رحمدلی سے پیش آتا ہے سو یہ ممنوع نہیں (۳) ان دونوں کے درمیانی حالت وہ یہ کہ کفار کے ملت و مذہب کو تو بُرا جانتا ہے مگر بمقابلہ اہل اسلام قرابت محبت یا کسی دنیاوی نوکری وغیرہ کی غرض سے اُن کی مدد کرتا ہے یہ کفر نہیں لیکن سخت گناہ ہے انجام اسکا کفر ہو جاتا ہے قرآن کی اس آیت میں اور دیگر آیات لا تتخذوا عدوی و عدوکم اولیاء و لا تتخذوا الیہود والنصاری اولیاء میں اسی سے منع کیا گیا ہے چنانچہ اسکے شان نزول میں حاطب بن ابی بلتعہ صحابی کا قصہ کتب حدیث میں مذکور ہے کہ انہوں نے آنحضرت کے ارادہ کا حال کفار مکہ کو لکھکر بھیجا تھا جس پر اُن سے سخت باز پرس ہوئی الا ان تتقوا منہم تقٰۃ سے یہ مراد ہے کہ اگر کفار سے مضرت کا سخت اندیشہ ہو تو ایسی صورت میں ظاہرداری کا کچھ مضائقہ نہیں بشرطیکہ دین میں کوئی قباحت نہ آوے اسی کو تقیہ کہتے ہیں یہ بات کہ کفار سے دلی دوستی نکرو آسمانی قانون کا قدیم مسئلہ ہے تورات میں بھی جیسا کہ پہلے گذرا اس سے بھی بڑھکر ہے اور عقل سلیم بھی یہی فتویٰ دیتی ہے۔

فوائد دن گھٹتے بڑھتے ہیں جسقدر دن گھٹتا ہے وہ رات میں شامل ہو جاتا ہے اور جسقدر رات گھٹتی ہے وہ دن میں شامل ہو جاتی ہے کبھی وہ مردہ عورت میں زندہ بچہ

پیدا کرتا ہے اور کبھی زندہ عورت سے مردہ بچہ پیدا ہوتا ہے یا یہ مراد کہ لائقوں سے نالائق اور نالائقوں سے لائق پیدا کرتا ہے یہ سب اس قادر مختار کی قدرت عیاں ہونے میں ادنیٰ تعلق

قُلْ إِنْ تُخْفُوا مَا فِي صُدُورِكُمْ أَوْ تُبْدُوهُ يَعْلَمْهُ اللَّهُ وَيَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَاللَّهُ

اے نبی ان سے کہدیجئے کہ اگر تم اپنے دل کی کوئی بات چھپاؤ گے یا اسکو ظاہر کرو گے تو اللہ اسکو جان ہی لیگا اور (وہ) جو کچھ کہ آسمانوں اور زمین میں ہے سب کچھ جانتا ہے

عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُحْضَرًا وَمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوءٍ تَوَدُّ لَوْ

اور اللہ (تو) ہر چیز پر قادر ہے۔ اُس دن کو یاد کرو، کہ جس نے جو کچھ نیکی کی ہے اس دن اسکو موجود پائیگا اور (نیز) جو کچھ بُرائی کی ہے اس کو بھی پائیگا۔

أَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهُ أَمَدًا بَعِيدًا ۗ وَيُحَذِّرُكُمُ اللَّهُ نَفْسَهُ ۗ وَاللَّهُ رَءُوفٌ بِالْعِبَادِ ۝

ع ۳ / ۱۱

تو چاہیگا کہ کاش بُرائی میں اور اس میں بڑی دور کا فاصلہ ہو جائے اور اللہ تم کو اپنی ذات سے ڈراتا ہے اور اللہ اپنے بندوں پر بڑا (ہی) مہربان ہے۔

جواب اس جملہ میں دیا جاتا ہے تولج اللیل فی النہار الخ کہ تم رات دن اس کی قدرت کا کرشمہ دیکھ رہے ہو کہ دن میں رات داخل ہوتی ہے اور رات میں دن رات جو بڑھتی ہے وہ اس قدر وقت کو لے لیتی ہے جو گرمیوں میں دن کے لئے تھا اسی طرح گرمیوں میں دن جو بڑا ہوتا ہے تو رات میں داخل ہو جاتا ہے کہ جاڑے کی رات کا جو وقت تھا اب اس میں آگیا اور نیز رات آتی ہے دن کا وقت لے لیتی ہے اسی طرح رات کے بعد دن آتا ہے اسی طرح وہ مردہ سے زندہ پیدا کرتا ہے مرنے کے بعد جانداروں سے زندہ بچہ بھی پیدا ہو جاتا ہے منی جو ایک جرم مُردہ ہے اس سے زندہ حیوان پیدا ہو جاتا ہے مادہ بے جان سے صدہا زندہ حیوان پیدا ہوتے ہیں۔ اسی طرح زندہ حیوان سے مُردہ بچہ یا منی مردہ پیدا ہوتی ہے اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ خدا زندہ اور رانبیائی خاندانوں سے نالائق لوگ بھی پیدا کرتا ہے جو مُردوں سے بدتر ہیں اور جاہل خاندانوں سے جو بمنزلہ مُردہ ہیں ایسے روشن آفتاب پیدا کر دیتا ہے جو روشنی اور حیات ابدی کا باعث ہوتے ہیں جیسا کہ عرب بالخصوص خاندان قریش خصوصاً بنی ہاشم سے کیسے زندہ لوگ پیدا کئے کہ جنہوں نے ملک عرب بلکہ روئے زمین کو دوبارہ زندگی بخشی اور زندہ خاندانوں سے یہود اور نصاریٰ پیدا ہوئے جن میں حیات ابدی کا کچھ اثر نہیں وہ جس کو چاہتا ہے بیحساب روزی عطا کرتا ہے اور جبکہ یہ بات خدا نے ظاہر فرما دی کہ یہ سب باتیں ہمارے قبضہ قدرت میں ہیں۔ اور دنیا کی ظاہری طمطراق بے اصل و بے حقیقت ہے تو اب مسلمانوں کو تعلیم فرماتا ہے کہ اپنے لوگوں کو ترک کر کے خدا کے دشمنوں سے اُن کی شوکت ظاہری پر نظر کر کے دوستی اور محبت نہ کرنا چاہئے اور جو ایسا کرے گا تو وہ خدا کے طرفداروں اور دوستوں میں کچھ بھی شمار نہ ہو گا البتہ اگر کچھ خوف جان و مال ہو تو ظاہرداری کا کچھ مضائقہ نہیں

ترکیب ان تخفوا شرط یعلمہ اللہ جزا اور اس کا ترتب باعتبار علم تفصیلی کے ہے یوم ظرف منصوب اسکے ناصب میں مختلف اقوال ہیں ابن انباری کہتے ہیں المصیر سے متعلق ہے بعض کہتے ہیں اذکر محذوف ہے بعض کہتے ہیں تودّ سے ما عملت ما بمعنی الذی اور عملت اس کا صلہ اور یہ معطوف ہے ما اوّل پر تودّ لو ان الخ یہ جملہ ممکن ہے کہ تودّ کی صفت ہو تقدیرہ وما عملت من سوء الذی تودّ لو ان بینہا و بینہ امدا بعیدا کبیر، اور ممکن ہے کہ حال ہو امداً اسم ہے ان کا۔

تفسیر جبکہ مومنوں کو کفار سے محبت کرنے کی ممانعت کر دی اور بشرط ضرورت ظاہرداری کی اجازت دی تو ان آیات میں اس بات پر تنبیہ کر دی کہ دیکھو دل کا حال کوئی مخفی نہیں اس پر زمین و آسمان کا حال منکشف ہے پھر اگر کفر کی محبت کو دل میں جگہ دو گے تو وہ تم کو سزا دے گا وہ ہر چیز اور ہر قسم کی سزا پر قادر ہے۔ پھر روز حساب کا ذکر کر کے شامت اعمال کے نتیجہ سے ڈراتا ہے کہ اس روز جس نے جو کچھ کیا ہے اُس کو موجود پائیگا اور ہر بُرائی کو دیکھ کر آرزو کرے گا

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ

(اے نبی) کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو (تاکہ) خدا بھی تم سے محبت کرے اور تمہارے گناہ بھی معاف کردے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے

قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْكٰفِرِیْنَ ۝ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤی اٰدَمَ

(اے نبی) کہہ دیجئے کہ اللہ اور رسول کی فرمانبرداری کیا کرو پھر اگر وہ نہ مانیں تو خدا کو بھی منکروں سے کچھ محبت نہیں بیشک اللہ نے آدم اور نوح کو

وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِیْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ۝ ذُرِّیَّةًۢ بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍ ؕ وَاللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ۝

اور ابراہیم کو اور عمران کے خاندان کو تمام دنیا پر برگزیدہ کیا تھا۔ جو ایک دوسرے کی اولاد سے تھے اور اللہ سنتا جانتا ہے۔

کہ کاش وہ مجھسے بہت ہی دُور رہے پھر فرماتا ہے کہ خدا تم کو اپنے سے ڈراتا ہے کہ اس میں شان قہر بھی ہے باوجود اس کے وہ بندوں پر مہربان بھی ہے اور عواقب امور سے متنبہ کرنا بھی اس کی بڑی مہربانی ہے۔

ترکیب ان کنتم تحبون اللہ شرط فاتبعونی جواب شرط یحببکم اور یغفر لکم مجزوم ہیں اتبعوا امر کے جواب میں آکر ذریہ منصوب ہے یا اس وجہ سے کہ یہ بدل ہے نوحا و ما عطف علیہ سے اور ممکن ہے کہ ان اسماء سے حال بھی ہو اور عامل اس میں اصطفےٰ ہو بعضہا مبتدا من بعض خبر یہ جملہ موضع نصب میں ہے کیونکہ صفت ہے ذریۃ کی

تفسیر جب توحید ثابت کردی گئی تو مشرکین کے پاس بجز اس کے اور کوئی حیلہ نہیں رہا کہ ہم ان کو اللہ کے تقرب کا ذریعہ سمجھکر پوجتے ہیں مقصود خدا اور اس کی محبت ہے اس کے جواب میں فرماتا ہے کہ اگر تم کو اللہ سے محبت ہے تو اس کے رسول کے کہنے پر چلو اس نادیدہ خدا کی محبت کے وہی عمدہ طریق بتا سکتا ہے کہ جس سے وہ راضی اور تم سے محبت کرے اور تمہارے گناہ بھی بخشدے کیونکہ وہ غفور رحیم ہے تمہارے خیالات فاسدہ باعث محبت نہیں ہو سکتے خدا کی محبت اس کی اور اس کے رسول کی فرمانبرداری سے وابستہ ہے کیونکہ خدا کافروں سے جو خدا اور رسول کے نافرمان ہیں محبت نہیں کرتا رسول کی اطاعت پر محبت کے منحصر کرنے سے یہ خیال پیدا ہوتا تھا کہ بندے بندے سب برابر ہیں ان کی اطاعت کس لئے! اس کے جواب میں فرماتا ہے کہ خدا نے اپنے کو برگزیدہ کرلیا ہے جن میں سے اول برگزیدہ آدم ہیں پھر نوح پھر ابراہیم اور عمران کا خاندان موسیٰ و ہارون وغیرہ یہ خدا نہ تھے نہ فرشتے تھے آدمی تھے جو ایک دوسرے کی نسل سے تھا اور برگزیدگی اس کے علم و حکمت پر منحصر ہے کیونکہ وہ سمیع و علیم ہے اس میں قریش کے شبہ کا بھی جواب ہے وہ کہتے تھے محمد اپنی اطاعت کراتا ہے حالانکہ ہم ہی میں کا ایک شخص ہے جواب یہ ہوا کہ سلسلہ نبوت قدیم سے چلا آتا ہے اور نوح ابراہیم وغیرہ بھی اسیطرح برگزیدہ قابل اطاعت تھے یہ کوئی نئی بات نہیں اور یہ برگزیدگی خدا کے ساتھ ان کا ارتباط خاص تھا جس کے سبب وہ ان امور سے مطلع کئے جاتے تھے جنسے تم نہیں کئے جاتے اس لئے ان اسرار کی تعلیم کے

إِذْ قَالَتِ امْرَأَتُ عِمْرَانَ رَبِّ إِنِّي نَذَرْتُ لَكَ مَا فِي بَطْنِي مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّي إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ

جبکہ عمران کی بیوی نے (یہ) کہا کہ اے میرے رب میرے پیٹ میں جو کچھ آزاد ہے اس کو میں نے تیرے لئے نذر کیا سو تو مجھ سے قبول کر لے کیونکہ تو ہی سنتا جانتا ہے

فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ إِنِّي وَضَعْتُهَا أُنْثَىٰ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْأُنْثَىٰ

پھر جب اس نے لڑکی جنی اور اللہ ہی خوب جانتا تھا کہ اس نے کیا جنا تھا تو کہنے لگی کہ اے رب میرے تو یہ لڑکی جنی ہے اور لڑکا لڑکی جیسا کب ہو سکتا ہے

وَإِنِّي سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ وَإِنِّي أُعِيذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ

لگا اور میں نے اس کا نام مریم رکھا اور میں اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود کی تیری پناہ میں دیتی ہوں پھر تو اسکو اسکے رب نے اچھی طرح قبول کر لیا

حَسَنٍ وَأَنْبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا وَكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا

اور اس کو عمدہ اٹھان اٹھایا اور زکریا نے ان کی کفالت کی جب زکریا اس کے پاس حجرے میں جاتے تو اس کے پاس کچھ کھانا پاتے

قَالَ يَا مَرْيَمُ أَنَّىٰ لَكِ هَٰذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ

پھر مریم سے پوچھا کہ اے مریم یہ کھانا تیرے پاس کہاں سے آتا ہے مریم نے جواب میں کہا یہ خدا کے ہاں سے آتا ہے بیشک اللہ جسکو چاہتا ہے بے حساب روزی دیتا ہے

سبب وہ مقتدار قابل اطاعت تھے۔

ترکیب اذ کا عامل اذکر ہے محررا حال ہے ما سے جو بمعنی الذی ہے انثی حال ہے وضعتہا کی ہا سے یا بدل نباتا بمعنی انباتا مفعول مطلق ہے فعل مذکور سے کفل کا فاعل اللہ ہا مفعول اول زکریا مفعول ثانی کلما کلمہ شرط دخل علیہا اسکے متعلق زکریا فاعل المحراب مفعول فیہ دخل کا وحقہ ان یتعدی بفی او بالی ولکنہ اتسع فیہ فاوصل بنفسہ الی المفعول یہ جملہ شرط وجد کا فاعل زکریا۔ عندہا ظرف رزقا مفعول تمام جملہ جواب شرط قال یا مریم جملہ مستانفہ

تفسیر چونکہ ابھی خدا کی محبت اور اس کی طاعت کا ذکر تھا اس لئے مناسب ہوا کہ خدا کے محبوبوں اور حقیقی مطیعوں کے واقعات ترغیب کے لئے اجمالی طور پر بیان فرمائے جاویں جس سے روح کو اس کا ذوق اور ان پاکبازوں اور راست بازوں کے اتباع کا شوق دل میں پیدا ہو سب سے اول قصہ آل عمران کا عبرت انگیز حضرت مریم اور ان کے فرزند ارجمند حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہے پھر اس کے ضمن میں حضرت زکریا کی دعا اور التجا پر رحم فرما کر ان کے ہاں فرزند سعادت مند حضرت یحییٰ علیہ السلام کے تولد کا ہے کہ جن کو یوحنا بھی کہتے ہیں ان آیات میں خدا تعالیٰ مریم کی والدہ کا نذر کرنا اور پھر بجائے لڑکے کے مریم کا پیدا ہونا اور ان کا حضرت زکریا کے زیر حفاظت محراب یعنی مسجد کے حجرے میں پرورش پانا جس کو اہل کتاب ہیکل کہتے ہیں اور پھر بطور خرق عادت مریم کے پاس بے موسم کے میوے دیکھ کر حضرت زکریا کا متعجب ہو کر پوچھنا اور مریم کا جواب دینا بیان فرماتا ہے اگرچہ اناجیل اربعہ کے مصنفوں اور حواریوں کے خطوط مسلمہ نصاریٰ میں عمران اور اس کے باپ اور مریم کی ماں کا نام مع التفصیل مذکور نہیں مگر مورخین اسلام نے اپنی تحقیقات سے بیان کیا ہے یہ عمران وہ عمران نہیں کہ جو موسیٰ اور ہارون کے والد تھے بلکہ یہ ماتان کے بیٹے ہیں جو حضرت ہارون کی اولاد سے ہیں یہ حضرت زکریا بن اذن کے عہد میں تھے یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نانا ہیں بنی اسرائیل میں دستور تھا کہ وہ اپنے لڑکے کو خدا کی نذر مانا کرتے تھے جب اس کا دودھ بڑھ جاتا تو اس کو ہیکل یعنی اس مسجد میں کہ جس کو حضرت سلیمان علیہ السلام نے شہر یروشلم میں بنایا تھا جس کو اہل اسلام

قے محررا اس نذر کو یعنی لڑکے کو کہتے تھے جو دنیا کے کاروبار سے آزاد کر کے مسجد میں دینی خدمات کے لئے چھوڑ دیا جاتا تھا۔ لڑکی پیدا ہونے سے وہ امید جاتی رہی کس لئے کہ لڑکی لڑکوں کے برابر کیا خدمت کا سرانجام دے سکتی ہے یہ ان کی ماں کے حسرت کے کلمات ہیں جو جناب باری میں مریم کی ولادت کے وقت لڑکی کو ناچیز سمجھ کر کہے تھے خدا کو ان کا نیاز و خلوص پسند آیا اس کو قبول کیا اور لڑکوں سے عمدہ ثمرہ حضرت مسیح علیہ السلام ایسے ظہور پذیر ہوئے ۱۲ منہ

هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ۚ قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ ۞ فَنَادَتْهُ

اسوقت تو زکریا نے (بھی) اپنے رب سے دعا کی کہ اے میرے رب مجھکو بھی اپنی جناب سے پاک اولاد عطا کر بیشک تو دعا کا سننے والا ہے پھر اسکو فرشتے نے آواز دی

الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ ۙ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًا ۢ بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا

جبکہ وہ محراب میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے کہ اللہ تم کو خوشخبری دیتا ہے یحییٰ (کے پیدا ہونے کی) تصدیق کریگا خدا کے ایک کلمہ کی اور سردار ہوگا اور نہ اترا ہوگا

وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۞ قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّقَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ وَامْرَاَتِيْ عَاقِرٌ ۭ قَالَ كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ

اور نیک نبی ہوگا (زکریا نے) کہا اے رب میرے کہاں سے لڑکا ہوگا اور مجھ پر تو بڑھاپا آگیا اور میری بیوی (بھی) بانجھ ہے (فرشتے نے) کہا اسطرح اللہ جو چاہتا ہے ..

مَا يَشَآءُ ۞ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً ۭ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ۭ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ۞

(زکریا نے) کہا اے میرے رب میری کوئی نشانی معین کر دیجئے۔ کہا تیرے لئے یہ نشانی ہے کہ تو تین روز تک لوگوں سے بجز اشارہ کے بات نہ کر سکے گا اور اپنے رب ...

ترکیب ھنا دراصل ظرف مکان کیلئے ہے مگر یہاں ظرف زمان مراد ہے لک سے اس میں بعد ہوگیا یہ دعا سے متعلق ہے من لدنک ہب لی سے متعلق ہے پس من ابتداء غایۃ ہبہ کیلئے ہے نادتہ فعل الملٰئکۃ فاعل ہ ضمیر مفعول فی محل الحال وھو قائم جملہ حال یصلی ضمیر قائم سے حال ہے ان اللہ جملہ بیان ندا ہے مصدقا اور سیدا اور حصورا اور نبیا یحییٰ سے حال ہیں لی خبر یکون غلام اسم وانی بمعنی کیف کذٰلک مبتدا ان لا تکلم الخ جملہ خبر عشی مفرد ہے بعض کہتے ہیں عشیہ کی جمع اور ابکار بروزن افعال مصدر ہے بمعنی الابکار۔

تفسیر بیت المقدس کے خادموں کو کاہن کہتے ہیں یعنی امام کے پاس لاکر چھوڑ جاتے تھے اور وہ وہاں مسجد کی خدمت کیا کرتا تھا جیسا کہ سموئیل کو نذر مانا جاتا تھا۔ عمران جب مر گئے تو ان کی بیوی حنہ حمل سے تھیں اس نے خلوص سے بدستور بنی اسرائیل یہ نذر مانی کہ الٰہی جو کچھ میرے پیٹ میں ہے میں نے سب کاموں سے محرر یعنی آزاد کرکے تیرے لئے نذر مانا ہے سو جب جنی لڑکی پیدا ہوئی اور لڑکی ہیکل کی خدمت کی صلاحیت نہیں رکھتی تھی یہ سمجھ کر نہایت حسرت سے جناب باری میں عرض کی کہ الٰہی میں نے لڑکی جنی اور لڑکی لڑکے کے برابر نہیں ہوتی مطلب یہ کہ یہ تیری نذر کے قابل چیز پیدا نہیں ہوئی کیا کروں؟ چونکہ وہاں تو خلوص اور محبت پر نظر ہے وہاں لڑکی اور لڑکے کی کچھ پروا نہیں اسلئے خدا تعالیٰ نے بطور جملہ معترضہ کے یہ فرمایا کہ اللہ ہی خوب جانتا ہے جو کچھ اس نے جنا یعنی وہ لڑکی لڑکوں سے بھی بہتر ہے اور اسی لئے ایک جگہ کانت من القانتین فرمایا ہے اور اس تقدیر پر اگر ولیس الذکر کالانثیٰ کے خدا کی طرف کا جملہ ہو کر یہ معنی قرار دیئے جاویں کہ اس لڑکی کے برابر کوئی لڑکا نہیں تو ممکن ہے، حنہ نے اس کا نام مریم رکھا اور جب اس کا دودھ چھوٹ چکا تو بدستور بنی اسرائیل اس کو ہیکل میں کاہنوں کے پاس بھیجا ان میں حضرت زکریا بھی تھے جو رشتہ میں مریم کے خالو ہوتے تھے مریم کی خالہ الیشاع جس کو الیسبات بھی کہتے ہیں زکریا کی بیوی تھی کاہنوں میں باہم گفتگو ہوئی کہ اس لڑکی کو کون پرورش کرے زکریا نے فرمایا میں مستحق ہوں اس کی خالہ اس کے حال کی خوب نگران رہے گی اوروں نے نہ مانا اس پر قلم ڈالنے یعنی چٹھی لکھ کر ڈالنے کی قرعہ کے طور پر نوبت پہنچی اور قرعہ میں بھی زکریا کا نام نکلا تب زکریا کے مریم سپرد ہو گئیں اور انہوں نے ان کے لئے جداگانہ جگہ ہیکل کے متعلق تجویز کردی مریم کو خدا نے نذر میں خوش ہو کر قبول کر لیا تھا اور خدا غیب سے اس کے خورش کے سامان مہیا کرتا تھا۔ اس عرصہ میں مریم جوان ہو گئیں خدا کی قدرت حضرت زکریا کے ہاں اس بڑھاپے تک کوئی اولاد نہ تھی ہر چند دعا کرتے تھے رب لا تذرنی فردا وانت خیر الوارثین ان ایام

له خدا کا کلمہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں جو ان کے کلمہ کن کے کہنے سے بغیر باپ پیدا ہوئے حضرت یحییٰ کے پیدا ہونے کی جب خوشخبری فرشتے نے دی تو ان کے اوصاف بھی بیان کر دیئے کہ وہ عیسےٰ کلمۃ اللہ کی تصدیق کرینگے ہنوز عیسےٰ پیدا بھی نہیں ہوئے تھے) اور سردار ہوں گے معصوم و محفوظ ہونگے نبی ہونگے نیکوکار ہوں گے یعنی فرزند بھی دیتے ہیں تو ایسا نہ کہ نالائق و ناہنجار ۱۲ منہ

میں کئی بار مریم کے پاس جب اُن کے حجرے میں گئے تو بے موسم کے پھل اور میوے دھرے پائے جس سے متعجب ہو کر پوچھا کہ یہ تیرے پاس کہاں سے آئے؟ مریم نے کہا خدا کے یہاں سے وہ جس کو چاہتا ہے بغیر حساب روزی دیتا ہے یہ حال دیکھ کر زکریا کو تنبہ ہوا اور دل میں خیال گذرا کہ خدا تعالیٰ مجھکو بھی بے موسم پیری میں پھل دلیکتا ہے خدا سے نہایت عاجزی کیساتھ اولاد کی دعا کی وہ ہیکل میں کھڑے ہوئے عبادت میں مصروف تھے اور یہی ان کی نماز تھی کہ فرشتے نے انپر ظاہر ہو کر یہ بشارت دی کہ دیکھ خدا نے تیری دعا قبول کی وہ تجھکو ایک ایسا فرزند دیا چاہتا ہے کہ جس کا ہم نام تیرے خاندان میں کوئی نہیں وہ بنی اسرائیل کا سردار ہوگا اور اس قوم کی خراب حالت کی اصلاح کریگا اور حصور ہوگا یعنی خدا کی طرف سے نفسانی خواہشوں اور گناہوں سے روکا جاویگا۔ اس کو ان چیزوں کی طرف از خود رغبت نہ ہوگی اور نبی ہوگا اور پاکبازوں میں سے ہوگا اور وہ کلمۃ اللہ یعنی حضرت مسیح کی تصدیق کریگا۔ یہ خبر دہ سُن کر زکریا نے کہا الٰہی میں بوڑھا ہو گیا اور میری بیوی بانجھ ہے یہ کیونکہ ہوگا؟ فرشتے نے کہا خدا یوں ہی کر دیتا ہے اسپر کوئی بات مشکل نہیں بغیر اسباب ظاہرہ بھی وہ اپنے افعال ظاہر کر دیتا ہے زکریا نے عرض کیا کہ مجھکو کوئی علامت یا نشانی دینی چاہیئے جس سے مجھ کو یہ معلوم ہو فرشتے نے کہا تیرے لئے یہ علامت ہے کہ تو تین روز تک بغیر اشارے کے کسی سے کلام نکر سکیگا گویا یہ ایک روزہ تھا۔ بنی اسرائیل میں عبادت کی عبادت علامت کی علامت اسکے بعد زکریا اپنی بیوی کے پاس گئے وہ حاملہ ہو گئیں یہ وہ دوسرا قصہ ہے جو مریم کے قصے میں ضمناً مذکور ہوا پھر اگلی آیات میں مریم کے قصے کو تمام فرماتا ہے وہ یہ کہ حضرت یحیٰی پیٹ ہی میں تھے کہ حضرت مریم علیہا السلام کو جب کہ وہ اپنے حجرہ میں غسل حیض سے فارغ ہو کر بیٹھیں آدمی کی شکل میں جبریل دکھائی دیئے اور کہا خدا تجھکو ایک سعادتمند فرزند کی بشارت دیتا ہے مریم نے کہا نہ میں کسی مرد کے پاس گئی نہ میں بدکار ہوں پھر لڑکا کیونکر ہوگا؟ جبرئیل نے کہا خدا یوں ہی کر دیتا ہے پھر جبرئیل نے قریب آکر اُن کے کرتے کے گریبان میں پھونکدیا جس سے وہ حاملہ ہو گئیں اور کچھ عجب نہیں کہ ایسی حالت میں چرچا پھیلا ہو مریم اپنے چچازاد بھائی یوسف کیساتھ بیت المقدس ناصرہ کو چلی گئی ہوں اور پھر اسم نویسی کو ہیرودیس کے عہد میں یروشلم میں آئی ہوں اور بیت اللحم میں کسی گوشہ میں کہ جہاں کوئی کھجور کا درخت تھا حضرت عیسیٰ پیدا ہوئے ہوں اور اسی لئے حضرت زکریا پر یہود نے تہمت لگا کر کہ یہ حمل ان کا ہے، قتل کیا تھا جیسا کہ کتب تاریخ سے ثابت ہے اہل کتاب یوسف کو مریم کا شوہر کہتے ہیں کچھ عجب نہیں کہ حمل ظاہر ہونے کے بعد یا ولادت کے بعد اُن سے شادی ہوئی ہو یہ بات صرف جاہلوں کے طعن دور کرنے کو اس وقت مشہور کر دی ہو۔ قرآن میں اس کا کچھ ذکر نہیں والعلم عند اللہ الغرض جب حضرت عیسیٰ پیدا ہوئے اور ان کی برکت سے خشک کھجوریں چھوارے نمودار ہوئے[1] تو یہود گروہ کے گروہ مریم کو ملامت کرنے آئے تھے کہ تیرے ماں اور باپ تو ایسے پاک دامن تھے تو نے یہ کیا کیا؟ حضرت مریم نے کہا اسی لڑکے سے پوچھو لوگوں نے کہا شیرخوار لڑکا کیونکر بات کر سکتا ہے اتنے میں خود حضرت عیسٰے بول پڑے کہ میں خدا کا برگزیدہ نبی ہوں اور میری ماں پاک دامن ہے اس سے سب کو تعجب ہو گیا پھر اور بھی معجزات لڑکپن میں لوگوں نے دیکھے اس کے بعد حاکم وقت کے خوف سے کہ مبادا ان کو مار ڈالے یوسف اور مریم اور حضرت عیسیٰ کو ملک مصر لے گیا

[1] جیسا کہ گارے کے پرند جانور بنا کر اُن میں پھونک مارنا اور پھر اُن کا زندہ ہو کر اُڑ جانا ہے ۱۲ منہ

وَإِذْ قَالَتِ الْمَلَٰٓئِكَةُ يَٰمَرْيَمُ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفَىٰكِ عَلَىٰ نِسَآءِ الْعَٰلَمِينَ ۝ يَٰمَرْيَمُ اقْنُتِى

اور یاد کرو جبکہ فرشتوں نے کہا اے مریم تم کو خدا نے برگزیدہ کر لیا اور پاک کر دیا اور تم کو دنیا کی عورتوں پر فضیلت دی اے مریم اپنے رب کی

لِرَبِّكِ وَاسْجُدِى وَارْكَعِى مَعَ الرَّٰكِعِينَ ۝ ذَٰلِكَ مِنْ أَنۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوحِيهِ إِلَيْكَ ۚ وَمَا كُنتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يُلْقُونَ

عبادت کرتی رہو اور نمازیوں کے ساتھ سجدہ اور رکوع کیا کرو یہ غیب کی خبریں ہیں ہم انکو (اے نبی) آپکی طرف الہام کرتے ہیں اور آپ کچھ انکے پاس موجود نہ تھے جبکہ وہ

أَقْلَٰمَهُمْ أَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ وَمَا كُنتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يَخْتَصِمُونَ ۝ إِذْ قَالَتِ الْمَلَٰٓئِكَةُ يَٰمَرْيَمُ إِنَّ اللَّهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ

قرعہ ڈال رہے تھے کہ ان میں کون مریم کی پرورش کریگا اور نہ آپ اس وقت موجود تھے جبکہ وہ باہم جھگڑ رہے تھے جبکہ فرشتے نے کہا اے مریم اللہ تمکو ایک کلمہ کی بشارت دیتا ہے

مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيهًا فِى الدُّنْيَا وَالْءَاخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ ۝ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِى الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَ

جس کا نام مسیح عیسیٰ ابن مریم جو دنیا اور آخرت میں بڑا باوقار (یعنی صاحب مرتبہ) اور خدا کے مقرب لوگوں میں سے ہوگا اور لوگوں سے ماں کی گود میں اور ادھیڑ عمر میں

مِنَ الصَّٰلِحِينَ ۝ قَالَتْ رَبِّ أَنَّىٰ يَكُونُ لِى وَلَدٌ وَلَمْ يَمْسَسْنِى بَشَرٌ ۖ قَالَ كَذَٰلِكِ اللَّهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۚ إِذَا قَضَىٰٓ أَمْرًا

کلام کریگا اور وہ نیک لوگوں میں سے ہوگا مریم نے کہا اے رب میرے کیونکر لڑکا ہو سکتا ہے حالانکہ مجھکو کسی بشر نے ہاتھ بھی نہیں لگایا فرمایا یونہی اللہ جو چاہتا ہے پیدا کر دیتا ہے جب کوئی کام

فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُن فَيَكُونُ ۝ وَيُعَلِّمُهُ الْكِتَٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرَىٰةَ وَالْإِنجِيلَ ۝ وَرَسُولًا إِلَىٰ بَنِىٓ إِسْرَٰٓءِيلَ

کرنا چاہتا ہے تو بس اسکو یہی کہہ دیتا ہے کہ ہو جا سو وہ ہو جاتا ہے اور اللہ اسکو کتاب اور حکمت اور توریت اور انجیل سکھائیگا اور وہ بنی اسرائیل کی طرف رسول بنا کر بھیجے

أَنِّى قَدْ جِئْتُكُم بِـَٔايَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ ۖ أَنِّىٓ أَخْلُقُ لَكُم مِّنَ الطِّينِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ فَأَنفُخُ فِيهِ فَيَكُونُ طَيْرًۢا بِإِذْنِ اللَّهِ ۖ وَأُبْرِئُ

(وہ کہینگے) کہ میں تمہارے پاس تمہارے رب کیطرف سے نشانی لیکر آیا ہوں میں تمہارے لئے گارے کا پرندہ کی صورت بناکر اس میں پھونکتا ہوں وہ خدا کے حکم سے اڑنے لگتا ہے اور میں مادر زاد

الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ وَأُحْىِ الْمَوْتَىٰ بِإِذْنِ اللَّهِ ۖ وَأُنَبِّئُكُم بِمَا تَأْكُلُونَ وَمَا تَدَّخِرُونَ فِى بُيُوتِكُمْ ۚ إِنَّ فِى ذَٰلِكَ

اندھے اور کوڑھی کو اچھا چنگا کر دیتا ہوں اور میں خدا کے حکم سے مردوں کو بھی زندہ کر دیتا ہوں اور جو کچھ تم کھاتے اور جو کچھ اپنے گھروں میں رکھ آتے ہو سب کو بتا دیتا ہوں بیشک اس میں

لَءَايَةً لَّكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ۝ وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَىَّ مِنَ التَّوْرَىٰةِ وَلِأُحِلَّ لَكُم بَعْضَ الَّذِى حُرِّمَ عَلَيْكُمْ ۚ وَ

لئے بڑی نشانی ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو اور (میں) اپنے سے پہلی (کتاب) توریت کی تصدیق کرتا ہوا آیا ہوں اور میں اسلئے بھی آیا ہوں کہ جو چیزیں تم پر حرام کر دی گئی ہیں

جِئْتُكُم بِـَٔايَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ۝ إِنَّ اللَّهَ رَبِّى وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ ۗ هَٰذَا صِرَٰطٌ مُّسْتَقِيمٌ ۝

ان میں سے بعض کو تمہارے لئے حلال کر دوں اور میں تمہارے پاس تمہارے خدا کیطرف سے نشانی لیکر آیا ہوں سو تم اللہ سے ڈرو اور میرا کہنا مانو بیشک اللہ میرا اور تمہارا رب ہے سو تم اسکی عبادت

فَلَمَّآ أَحَسَّ عِيسَىٰ مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ أَنصَارِىٓ إِلَى اللَّهِ ۖ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنصَارُ اللَّهِ ءَامَنَّا بِاللَّهِ

پھر جب عیسیٰ نے انکی طرف سے انکار معلوم کر لیا تو کہا کہ کوئی ہے جو اللہ کیطرف ہو کر میری مدد کرے حواریوں نے کہا ہم ہیں خدا کی طرفدار ہم خدا پر ایمان لائے

وَاشْهَدْ بِأَنَّا مُسْلِمُونَ ۝ رَبَّنَآ ءَامَنَّا بِمَآ أَنزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُولَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّٰهِدِينَ ۝ وَمَكَرُوا وَمَكَرَ اللَّهُ ۖ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَٰكِرِينَ ۝

اور (آپ) اس پر گواہ رہیں کہ ہم نے اطاعت اختیار کر لی ہے ہمارے رب جو کچھ تو نے نازل کیا ہم اس پر ایمان لائے اور رسول کی پیروی اختیار کر لی سو ہم کو بھی گواہوں

ترکیب ذلک مبتدا من انباء الغیب خبر نوحیہ الیک خبر ثانی۔ اذ یلقون اذ ظرف ہے کان کا اور ممکن ہے کہ استقرار کا ظرف ہو کہ جس سے لدیہم متعلق ہے اقلام جمع قلم بمعنی معلوم ایہم مبتدا یکفل مریم خبر جملہ موضع نصب میں ہے ای یقترعون ایہم حال اسلئے وہ ہر جو یلقون سے سمجھا جاتا ہے اذ یختصمون کا حال اذ یلقون کا سا ہے اذ قالت بدل ہے اذ سابق سے منہ صفت ہے کلمہ کی اسمہ مبتدا المسیح خبر

۱؎ یہود میں قدیم دستور تھا کہ وہ جس کو سردار یا برگزیدہ کرتے تھے تو اس وقت کا نبی یا کاہن اس شخص پر زیتون کا تیل مسح کر دیتا یعنی مل دیتا تھا۔ اس لئے اس شخص کو مسیح کہتے تھے چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر بھی مقبولیت کا تیل مل گیا اور اسی قدیم عزت پر ان کا لقب مسیح مشہور ہوا اور یسوع عبرانی میں نام ہے جسکو عربی میں عیسیٰ کہتے ہیں چونکہ لقب زیادہ مشہور تھا اس لئے اسکو نام سے پہلے ذکر کیا ۱۲ منہ

عیسیٰ بدل یا عطف بیان ہے اس سے ابن مریم خبر ہے مبتدا محذوف کی ای ہو وجیہا اور من المقربین اور یکلم احوال مقدرہ ہیں یعنی کلمۃ سے یا یکون سے فی المہد حال ہے ضمیر یکلم کی رسولا کو صفت مانا جائے تو یہ بھی حال ہے پھر الی بنی اسرائیل سے متعلق ہے مصدقا حال ہے معطوف ہے بآیۃ پر الی جئتکم بآیۃ و مصدقا لما بین یدی من التوراۃ بیان ہے ما بین یدی کا و لاحل معطوف ہے محذوف پر ای لاخفف عنکم فلما کلمہ شرط احس کا فاعل عیسیٰ الکفر مفعول منہم متعلق ہے احس یا کفر کا حال قال من جواب انصاری انصار نصیر کی جمع ہے جیسا کہ شریف و اشراف الحواریون اس کا مفرد حواری ہے جو حور سے مشتق ہے جسکے معنی روشنی اور سفیدی یا رجوع کے ہیں چونکہ ایسے لوگ خدا کیطرف رجوع کرتے ہیں اور ان کے دل روشن ہوتے ہیں اسلئے حواری کہلاتے ہیں۔ اور وہی حضرت عیسیٰ ہوشیار ہوئے جوان ہو کر جب ہیرودیس بادشاہ نے یہودیہ کی موت کی خبر سنی) تو ملک شام میں آئے ادھر حضرت یحییٰ زکریا کے بیٹے جوان ہو گئے چھ مہینے پہلے پیدا ہو چکے تھے جوان ہو گئے تھے لوگوں کو تعلیم دیتے اور حضرت عیسیٰ کی تصدیق کرتے تھے آخر بادشاہ وقت نے حضرت یحییٰ کو قتل کر دیا اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ملک یہودیہ کے جلیل اور یروشلم وغیرہ شہروں میں وعظ فرماتے معجزات دکھاتے رہے لیکن یہود کو ہر روز ان سے عداوت بڑھتی گئی باوجودیکہ حضرت عیسیٰ نے توریت کی تصدیق کی اور شریعت موسوی کی بحسب وقت ترمیم کی کیونکہ موسیٰ اور عیسیٰ میں سینکڑوں برس کا فاصلہ ہے زمانہ کے مقتضیات کا ضرور اثر ظاہر ہوا جو ترمیم کی حاجت پڑی چنانچہ انہوں نے وہ جو سبت کے روز بیحد قیدیں تھیں کہ یوں نہ کرو اور یوں کرو ایسی ہی مسائل تھے ان میں حکم الٰہی تخفیف کر دی اور ان ممنوع حرام باتوں کو درست کر دیا جس کی پوری تفصیل کتاب اعمال اور اناجیل اربعہ کے ملاحظہ سے معلوم ہوتی ہے اور معجزات بھی دکھائے اور کچھ یہود کی بد اقبالیوں اور ناشائستگیوں کی اصلاح کرنی چاہی مگر اسمیں قوم کی حس باطنی جاتی رہی تھی یوں تو سیکڑوں کئی مُردہ زندہ کئے مگر یہود کا اقبال مردہ زندہ نہو سکا آخر جب انکی سرکشی دیکھی تو فرمایا کون خدا کی حمایت میں آتا ہے؟ بارہ شخص کہ جنکو حواری (یعنی خدا کیطرف رجوع کرنیوالے یا روشن دل) کہتے ہیں اور ان کے یہ نام ہیں حضرت کے صدق دل سے مرید اور شاگرد خاص ہو گئے شمعون[1] جسکو پطرس بھی کہتے ہیں اندریاس[2] شمعون کا بھائی یعقوب[3] بن زبدی یوحنا[4] ان کا بھائی فیلبوس[5] برتھولما[6] تھوما[7] متی[8] یعقوب[9] بن حلفائی[10] جسکو تہدی بھی کہتے تھے شمعون[11] کنعانی یہودا[12] اسکریوطی اب ایک دینداروں کی جماعت قائم ہو گئی آخر کار یہود نے حضرت عیسیٰ کی حکام سے شکایتیں کرکے پلاطوس حاکم کو ان کے قتل پر آمادہ کیا اور جاسوس دوڑ گئے حضرت کو ایک جگہ سے گرفتار کر کے لائے اور طرح طرح کی اذیتیں دینی شروع کیں اور بہت کچھ مکر و داؤں کے قتل کے لئے کیا مگر خدا کا داؤ سب پر غالب ہے اس نے یہ کیا کہ انہیں یہودیوں میں سے ایک کو حضرت مسیح کی صورت میں کر دیا اور مسیح علیہ السلام کو ملائکہ آسمان پر لے گئے یہود نے مسیح سمجھ کر اس شخص کو سولی دی اور بڑی اذیت سے مارا۔

فائدہ: فرشتوں نے مریم سے حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام کی بابت یہ تمام حال بیان کر دیا تھا کہ وہ ایسے ہوں (۱) ان کا نام عیسیٰ مسیح ابن مریم ہوگا (۲) وہ دنیا و آخرت میں معزز اور خدا کے مقربوں میں سے ہوں گے (۳) لڑکپن اور ادھیڑ عمر میں لوگوں سے کلام کریں گے برخلاف اور لوگوں کے کہ وہ شیر خوارگی میں کلام نہیں کرتے (۴) ان کو خدا کتاب اور حکمت توریت و انجیل سکھائیگا (۵) وہ لوگوں سے کہیں گے کہ میں خدا کی طرف سے معجزات لیکر آیا ہوں جن کا بعد میں بیان ہے (۶) میں توریت کو پورا کرتے آیا ہوں اس کا مصدق ہوں نہ مکذب (۷) میں تم پر سے سخت احکام کا بوجھ بھی ہلکا کرنے آیا ہوں جو چیزیں بنی اسرائیل پر ان کی سخت دلی سے حرام کر دی گئی تھیں بعض کو مباح کر دیتا ہوں ان سب باتوں کے بعد اصلی بات بھی کہی کہ خداوند خدا میرا اور تمہارا سب کا خدا ہے اس کی عبادت کرو نہ میری نہ کسی اور مخلوق کی یہ ہے راہ راست مگر بنی اسرائیل سخت دل کاہیکو ماننے والے تھے حضرت نے ان کے انکار و مخالفت کو معلوم کرکے کہا کوئی ہے کہ خدا کے لئے میرا مددگار بنے حواری بول اٹھے کہ ہم خدا کے دین کے مددگار اور ہم خدا پر ایمان لائے پھر دعا کی کہ الٰہی ہم کو گواہوں میں لکھ لے ہم رسول کے مطیع ہو گئے (اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مخاطبوں کو ترغیب دلائی جاتی ہے) پھر کس خوبی سے قصہ کو تمام کرتا ہے کہ یہود نے ان سے بڑی بدسلوکی کی جس پر خدا نے بھی ان سے بدسلوکی کی کہ رومی بادشاہ ان پر چڑھ آئے اور مار کر ستیاناس کر گئے ان کی بدسلوکی کو اور اس کے بدلہ کو بطور استعارہ مکر کہہ کے تعبیر کیا ۱۲ منہ

اب ہم یہاں چند ابحاث بیان کرتے ہیں تاکہ ان آیات کا مطلب ناظرین کے بخوبی سمجھ میں آجاوے اور پھر آئندہ سورہ مریم وغیرہ میں اعادہ کی کچھ حاجت نہ رہے واللہ ولی التوفیق (بحث اوّل) مفردات الفاظ کی تشریح المحراب یعنی اور عمدہ جگہ اصمعی کہتے ہیں بالاخانہ بعض کہتے ہیں اس جگہ مراد مسجد ہے اس لئے کہ یہ بسبب عبادت کے شیطان سے لڑائی کی جگہ ہے جو حرب سے مشتق ہے حصوراً حصر سے مشتق ہے جس کے معنی بند ہونے اور رکنے کے ہیں کہتے ہیں حصر الرجل اعتقل بطنہ یہ فعول بمعنی مفعول ہے یعنی شہوات سے روکا گیا جس کو محفوظ اور معصوم کہنا چاہئے عاقر عقر سے مشتق ہے جس کے معنی منقطع ہونے کے ہیں یعنی اولاد سے منقطع ہو گئی جس کو بانجھ کہتے ہیں رمز کے معنی حرکت کے ہیں چونکہ دریا میں تموج ہوتا ہے اس لئے اسکو عرب راموز کہتے ہیں یہاں مراد اشارہ ہے جو ہاتھ پاؤں یا آنکھ بھوؤں کی حرکت سے ہوتا ہے العشی دن ڈھلے سے غروب تک کا وقت والابکار بکر نئی اور اوّل چیز اور اسی لئے باکورہ نئے پھلوں کو کہتے ہیں اور نئی ناکتخدائی عورت کو بکر کہتے ہیں اس سے مراد طلوع آفتاب سے دوپہر تک کا وقت ہے بعض نے الابکار بالفتح پڑھا ہے سو یہ اشجار کی طرح جمع ہوگا۔ انبار نبار کی جمع ہے جسکے معنی خبر ہیں انصار اور حواری کے معنی ہم بیان کر چکے ہیں (بحث دوسری) اس مقام پر عیسائی نکتہ چین قرآن مجید پر یہ اعتراض کیا کرتے ہیں کہ حضرت مسیح اور مریم کے اور اسی طرح یوحنا یعنی یحیی کے قصے میں چند غلطیاں قرآن میں بیان ہوئیں جو تاریخی واقعات سے علاقہ رکھتی ہیں (۱) اوّل یہ کہ مریم کی ماں کا نذر ماننا اور پھر مریم کو ہیکل میں بھیجدینا اور وہاں کاہنوں میں باہم اُن کی پرورش کی بابت گفتگو ہو کر زکریا کے نام قرعہ نکلنا اور زکریا کا مریم کو بے موسم پھل کھاتے دیکھ کر اپنے لئے اولاد کے واسطے دعا کرنا انجیل سے ثابت نہیں اس لئے یہ باتیں غلط ہیں (۲) قرآن میں لکھا ہے کہ زکریا تین روز تک بغیر اشارہ کے کسی سے کلام نہ کرینگے حالانکہ انجیل لوقا کے اوّل باب ۲۰ درس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ زکریا کو یوں فرشتے نے کہا کہ تو جبتک یہ باتیں واقع نہ ہولیں گونگا ہو جاویگا کسی سے بول نہ سکیگا۔ اور اسی باب کے ۶۴ درس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب یحیی پیدا ہوئے اور آٹھویں دن ان کا ختنہ ہوا اور ان کا یحیی نام رکھا گیا تب ان کی زبان کھلی جس کی مدت تخمیناً دس مہینے ہوتے ہیں قرآن نے باوجود دعوی الہام اور تصدیق انجیل کے کتنی غلطی کی (۳) گہوارہ میں مسیح کا کلام کرنا اور پھر پرندوں کا معجزہ کہ مٹی کے جانور بنا کر ان میں پھونک مارنا اور ان کا زندہ ہو کر اڑ جانا کہیں سے ثابت نہیں قرآن نے اسکو کہاں سے لیا ان اعتراضات کا جواب یہ ہے اوّل سوال کا جواب یوں ہے۔ اگر تاریخی باتیں انجیل اربعہ کے مصنف نے اپنی مختصر تاریخوں میں نہ دیکھیں تو اس سے کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ امور غلط ہیں دیکھو زکریا کا فرشتہ سے بشارت پانا اور یحیی نام رکھنا وغیرہ باتیں صرف لوقا نے لکھیں ہیں اوروں نے نہیں پھر کیا اس وجہ سے یہ غلط ہو سکتیں ہیں؟ اسی طرح مسیح کے پیدا ہونیکے دنوں میں مجوسیوں کو ایک ستارہ دکھائی دینا اور اس کا ان کے آگے آگے چلنا سوائے متی کے اور کسی نے نہیں لکھا اسی طرح ان چاروں مورخوں کا باہم سینکڑوں باتوں میں تفاوت بیان پایا جاتا ہے یہی تیسرے اعتراض کا جواب بھی ہے اور تائید اسکی یہ ہے کہ یوحنا اپنی انجیل کے سب کے اخیر میں یہ لکھتا ہے کہ اور بھی بہت سے کام ہیں جو یسوع نے کئے اگر وہ جدا جدا لکھے جاتے تو میں گمان کرتا ہوں کہ کتابیں جو لکھی جاتیں دنیا میں نہ سماتیں پھر کیا مسیح نے یہی چند باتیں اور یہی چند کام کئے ہیں جو اناجیل اربعہ میں ہیں؟ ہرگز نہیں علاوہ اس کے یہودی مورخوں اور دیگر اناجیل سے بھی ان باتوں کا پتا لگتا ہے اور ان اناجیل کے زیادہ معتبر نہ ہونے کی وجہ سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کے سب تاریخی واقعات غلط ہوں دوسرے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ گو لوقا نے زکریا کو دیکھا نہ یحیی کو تو حضرت

عیسیٰ کو یہ مورخ سُنی ہوئی باتیں لکھتا ہے جس پر گمان ہو سکتا ہے کہ یا راوی نے غلطی کی یا خود لوقا سے سہو ہو گیا یا نسخہ میں اور غلطیوں کی طرح یہ بھی واقع ہوئی اور جو تطبیق کر دو تو یوں کہہ سکتے ہیں کہ عدد زبان عرب میں انحصار کے لئے نہیں ہوتا ہمارے عرف میں کہتے ہیں دو دن کی زندگی میں آدمی کیا کر تا ہے مراد تھوڑی زندگی ہے اسی طرح تین روز سے یہ قلیل مدت مراد ہے جو تخمیناً دس مہینے مورخ نے بیان کئے اور قرآن انجیل لوقا کی تصدیق کا مدعی نہیں (تیسری بحث) ان سے بڑھ کر دہریے اور ان کے مقلد نیچران آیات کے صاف اور سیدھے مطلب کو اسی قاعدہ فاسدہ پر کہ خرق عادت محال ہے، عجب عجب تاویلیں کر کے اُلٹ پلٹ کرتے ہیں چنانچہ نیچر مفسر نے اس مقام پر حضرت مریم کو غیب سے روزی پہنچنے کا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بے باپ کے پیدا ہونے کا انکار کیا اور یہ تاویل کی ہے کہ حضرت یوسف نجار سے پیدا ہوئے تھے۔ صرف یہ بات تھی کہ رخصت کر کے لیجانے سے پہلے یوسف مریم سے ہمبستر ہو گئے تھے چونکہ یہ بات یہود میں مذموم تھی جو دونوں کو شرم و حجاب کا موجب ہوا ہوا اور زکریا اور بی بی مریم نے جو فرشتوں سے باتیں کیں وہ ان کا خیال مجسم یا خواب تھا اور چونکہ اس مذہب کا یونانیوں میں رواج دینا منظور تھا۔ اور ان میں ایسی باتیں ہمیشہ سے باعث بزرگی سمجھی جایا کرتی تھیں چنانچہ حکیم افلاطون کا مثل بھی بے باپ کے ان میں مشہور تھا اس غرض سے عیسائی معلموں نے یہ بات مشہور کر دی اور اسی مشہور بات کو مفسروں نے قرآن کی تفاسیر میں لکھدیا اور اسی طرح لڑکپن میں مسیح کا کلام کرنا اور مٹی کے جانور بنا کر ان میں پھونک مار کر زندہ کر دینا اور مُردہ کو زندہ کر دینا ہے جس سے دل مُردہ کو زندہ کرنا مراد ہے اور چشم باطن کے اندھے کو ہدایت دینا اور بیماری قلب کو شفا دینا اندھے اور کوڑھی کے اچھا کرنے سے مراد ہے اور ایسے محاورات حضرت عیسیٰ کی تقریروں میں بیشتر پائے جاتے ہیں یہ اُن کی تمام تقریروں کا خلاصہ ہے چونکہ اس لغو گفتگو کا مدار وہی تین چار فاسد عقیدے ہیں کہ جن کا ابطال ہم مقدمہ میں خوب کر چکے ہیں اس لئے اس بارہ میں دوبارہ قلم اٹھانا فضول سمجھتے ہیں افسوس یہ لوگ صرف برائے نام مسلمان کہلانے کے لئے قرآن مجید کی فضول تاویلیں کر کے اپنا مضحکہ اُڑواتے ہیں اور تاریخی واقعات کو غلط کہکے محققوں میں حقیر بنتے ہیں مگر اُن کو سرے سے اسلام ہی کا انکار کر دینا تھا اس زمانہ میں اسلام سے کیا دُنیا ملتی ہے؟ (چوتھی بحث) ذلک من انباء الغیب نوحیہ الیک ان واقعات کا اس طور پر مخالفوں کو بتانا آنحضرت علیہ السلام کے لئے بڑا معجزہ ہے نہ آپ نے توراۃ پڑھی تھی نہ انجیل نہ کوئی کتاب اور عمر کا اکثر حصہ مکہ میں گزرا کہ جہاں کوئی بھی ذی علم نہ تھا اہل کتاب کا تو کیا ذکر پھر مدینہ میں آکر باوجود مخالفت یہود و نصاریٰ کے یہ کیونکر ممکن تھا کہ آنحضرت ان سے کچھ پڑھنے سیکھنے جاتے اور اگر ایسا ہوتا تو انصار اور دیگر اہل اسلام کے روبرو یہ دعویٰ کس طرح سے کرتے کہ میں غیب کی خبریں بطور الہام بیان کرتا ہوں؟ باوجود اس کے پھر ان واقعات کو صحیح صحیح بیان کرنا بالخصوص اہل کتاب کے علماء کے سامنے اس طرح سے کہ جن کو کوئی پڑھا ہوا بھی بیان نہ کر سکے اگر اعجاز نہیں تو اور کیا ہے؟ اگرچہ بعض باتیں بعض کے لئے خرق عادت نہیں مگر دوسرے کے لئے خرق عادت سمجھی جاتی ہیں کلام کرنا جوان تندرست کی نسبت کچھ بھی تعجب کی بات نہیں البتہ شیرخوار لڑکے کا کلام کرنا تعجب ہے اسی طرح کسی گزشتہ حال کا اس کے دیکھنے والے یا تاریخ کی کتاب میں پڑھنے والے کو تعجب نہیں لور کے لئے ہے۔

إِذْ قَالَ اللَّهُ يَا عِيسَىٰ إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَجَاعِلُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ

اسوقت کو یاد کرو کہ اللہ نے فرمایا اے عیسیٰ میں تمہاری عمر پوری کرونگا اور تمہیں اپنی طرف اٹھالونگا اور تمہیں کافروں کی بہتان سے پاک کرونگا اور تمہارے ماننے والوں کو تمہارے

فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ ۖ ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيمَا كُنتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ۝ فَأَمَّا الَّذِينَ

منکروں پر قیامت تک فوقیت دونگا پھر میرے پاس تم کو پھر کر آنا ہے سو جن باتوں میں تم اختلاف کرتے ہو اس میں ہم تمہارا فیصلہ کر دینگے۔ پھر جنہوں نے انکار کیا سو

كَفَرُوا فَأُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمَا لَهُم مِّن نَّاصِرِينَ ۝ وَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَ

ان کو تو میں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی سخت عذاب دوں گا۔ اور ان کا کوئی بھی مددگار نہ ہوگا۔ اور جو ایمان لائے اور اچھے

عَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَيُوَفِّيهِمْ أُجُورَهُمْ ۗ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ ۝ ذَٰلِكَ نَتْلُوهُ عَلَيْكَ مِنَ الْآيَاتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيمِ ۝

اچھے کام بھی کئے تو اللہ انکو کام کا پورا پورا بدلہ دیگا اور خدا کو ناانصاف کرنیوالے پسند نہیں ہیں یہ باتیں ہیں کہ جنہیں ہم آپکو پڑھ کر سناتے ہیں اور یہ حکمت کا تذکرہ بھی ہیں

ترکیب اذ کا یا وہی عامل ہے یعنی یاد کرو یا وقع ذلک متوفیک لعمر رافعک عمر جاعل الخ سب خبریں ہیں انّی کی فاما الذین کفروا مبتدا فاعذبہم خبر ذلک مبتدا نتلوہ خبر

تفسیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قصہ کا تتمہ ہے یہود کو حضرت عیسیٰ سے گو ہر وعظ و نصیحت کی وجہ کر عداوت تھی مگر جبکہ سبت وغیرہ احکام میں تغیر کیا تو یہود کو الزام لگانے کا ذریعہ ہاتھ آگیا۔ ملک شام میں اسوقت یہود کی سلطنت نہ تھی بلکہ رومیوں کی سلطنت تھی اور قیصر روم کی طرف سے وہاں ایک حاکم رہتا تھا جس کو ہیرودیس کہا کرتے تھے حضرت عیسیٰ علیہ السلام حواریوں کو ساتھ لئے ملک شام کے شہروں میں معجزے دکھاتے اور وعظ فرماتے پھرتے تھے ہر شہر میں سینکڑوں مرد و عورت حضرت کے دین میں آگئے تھے اسپر اور بھی یہود کو حسد اور رشک ہوتا تھا جب یہود کی دشمنی حد سے بڑھ گئی اور وہ حضرت کے قتل کا موقع تلاش کرنے لگے تو حضرت عیسیٰ ان کو شہر یروشلم میں آکر ہیکل یعنی بیت المقدس میں وعظ فرمایا کرتے تھے شام کو زیتون کی پہاڑی میں کسی درخت کے تلے بیٹھ کر دعا و عبادت الٰہی میں رات تمام کرتے تھے اس عرصہ میں یہود کی عید فطیر جس کو عید فسح کہتے ہیں قریب آئی اور سردار کاہن اور فقیہ اس فکر میں تھے کہ انکو مار ڈالیں عیسیٰ کے حواریوں میں سے ایک شخص یہودا نامی نے جاکر ان سے کچھ روپیہ لیکر خبر دی پھر تو یہودیوں کی ایک جماعت ہتھیار باندھکر اس پہاڑی پر پہنچی ادھر حضرت عیسیٰ خدا سے گریہ وزاری کرکے یہ کہہ رہے تھے کہ اے خداوند اگر تیری مرضی ہو تو یہ پیالہ مجھسے دور کر دے اور اپنے حواریوں کو آمادہ کر رکھا تھا ان کے پاس صرف دو تلواریں تھیں حضرت عیسیٰ کو یہ حال معلوم ہو گیا تھا کہ ان سے کچھ مقابلہ نہ ہو گا الغرض شب کو یہود حضرت مسیح کو گرفتار کرکے ان کے منہ پر طمانچے مارتے اور ٹھٹھا کرتے ہوئے شہر میں لائے صبح کو تمام یہود جمع ہوئے اور انسے پوچھا اگر تو وہ مسیح ہے تو ہم سے کہدے کیونکہ جیسا اہل اسلام امام مہدی کے منتظر ہیں اسیطرح یہود میں مسیح کا انتظار تھا بلکہ اب بھی ہے کہ وہ انکو پھر بادشاہت دیگا، آپنے فرمایا اگر میں کہوں بھی تو تم کب یقین کرو گے آخر الامر سب لوگ انکو پلاطوس حاکم کے پاس لیگئے کہ یہ لوگوں کو قیصر کے محصول دینے سے منع کرتا ہے اور اپنے آپکو مسیح بادشاہ کہتا ہے حضرت نے انکار کیا اس نے کہا میرے نزدیک اسکا کوئی جرم مستوجب قتل نہیں پلاطوس نے حضرت عیسیٰ کو اسی حالت میں ہیرودیس کے پاس بھیجا اس نے پھر اسکے پاس بھیجا اور چھوڑنا چاہا تو یہود نے غل مچا دیا کہ ایسا نکرنا تب اس نے کہا کہ تمہارے کہنے سے میں اسکو سولی دیتا ہوں مگر اس کا گناہ تم پر اور تمہاری اولاد پر یہود نے کہا منظور ہے حضرت کے حواری سب بھاگ گئے اس وقت حضرت پر ایک عجیب حالت طاری تھی جس میں خدا نے حضرت مسیح سے خطاب کرکے یہ کلام فرمایا جو ان آیات میں مذکور ہے کہ اے عیسیٰ کچھ غم نکر میں تمکو آسمان کیطرف اٹھا لیتا ہوں اور جو تجھ پر یہ لوگ تہمت بہتان لگاتے ہیں کہ تو نے خدائی دعوی کیا اور خدا کا بیٹا بنا (انجیل لوقا باب ۲۲ ورس ۴۹) اس سے بذریعہ نبی آخر کی معرفت تمکو پاک کر دوں گا جیسا کہ انجیل برنباس سے ثابت ہے اور اب جو یہ مخالفین کی جماعت تمکو غالب دکھائی دیتی ہے میں انکو قیامت تک تمہارے ماننے والوں کے ماتحت کر دوں گا۔ یہ دنیا کی سزا ہے اور آخرت میں جب ہر شخص ہماری طرف رجوع کرتا ہے ہم نیکوں کو پورا بدلہ نیک دیں گے اور بدوں کو سخت عذاب دیں گے آخرکار خدا نے

ایک شخص مفسد شمعون قرانی کو حضرت عیسٰی کی صورت میں کر دیا لوگوں نے اسی کو عیسٰی سمجھکر اُس پر صلیب دھر کر شہر کے باہر لیگئے اور سولی دی اور حضرت عیسٰی کو ملائکہ آسمان پر اٹھا کر لیگئے۔ عیسائی کہتے ہیں بلکہ خود حضرت مسیح کو صلیب پر کھینچا اور انہوں نے چیخ چیخ کر جان دی اور پھر ایک شخص یوسف نامی بلاطوس سے حضرت کی لاش مانگ کر لیگیا اور اس نے کفن میں کفنایا اور قبر میں رکھ کر پتھر کی چٹان دھر دی یہ جمعہ کی شام کا واقعہ تھا اتوار کو حضرت مسیح زندہ ہو کر لوگوں کو دکھائی دیئے اور آسمان پر چڑھ گئے اور پھر آنیکا وعدہ کر گئے اس واقعہ کیوقت انکی عمر ۳۳ برس کی تھی ہاں احادیث صحیحہ سے بھی قرب قیامت میں عیسٰی علیہ السلام کا آنا ثابت ہوتا ہے اس مسئلہ کی ہم ابھی تحقیق کرتے ہیں کہ حق کس کی جانب ہے اور یہ تحقیق ان چند ابحاث کے ضمن میں آتی ہے (۱) اذ قال اللہ یعیسٰی انی متوفیک الخ توفی کے معنی لغت میں کسی چیز کا پورا کر دینا ہے اور چونکہ مرجوہ اپنی حیات کا پورا حصہ پالیتا ہے اسلئے اسکو بھی متوفی کہتے ہیں اور انہیں اعتبارات سے اسکے معنی قبض کرنے کے بھی آتے ہیں اور کبھی متوفی بمعنی مستوفی بھی آتا ہے اگر یہاں اس سے مراد موت لیجاوے تو پھر اس آیت میں اور اس آیت میں (وما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لہم) نہ انہوں نے عیسٰی کو قتل کیا نہ سولی دیا بلکہ انپر اشتباہ پڑ گیا؛ بظاہر اختلاف سا معلوم ہوتا ہے چنانچہ بعض پادریوں نے یہ اعتراض بھی کیا ہے (ہدایت المسلمین ص ۲۵۵) اسکا جواب بہت سہل ہے (۱) یوں کہ یہاں التوفی بمعنی مستوفی ہے جسکے معنی یہ ہوئے کہ میں تیری اجل کو پورا کر دونگا کہ تجھکو انکے قتل سے بچا کر آسمان پر چڑھا لونگا پھر تو اپنے وقت معہود پر مریگا (بیضاوی) اب دونوں آیتوں میں کچھ بھی اختلاف نہیں (۲) یوں کہ اسکے معنی قبض کے ہیں جس سے آیت کے یہ معنی ہوئے کہ میں تجھکو زمین سے اپنے قبضہ میں لاکر آسمان پر پہنچا دینا ہوں (بیضاوی) اب بھی کچھ اختلاف باقی نہ رہا (۳) وفات سے مراد قوت بہیمیہ اور آثار جسمانیہ سے ہلکا کر دینا ہے جو آسمان کیطرف عروج کو مانع ہیں خلاصہ یہ کہ میں تیرے آثار جسمانیہ کو لپیٹ کر کے تیری روحانیت کو غلبہ دیکر تجھے آسمان پر چڑھا دیتا ہوں (۴) وہب کہتے ہیں کہ تین ساعت وفات رہی محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ پانچ ساعت تک وفات رہی پھر خدا نے انکو زندہ کر کے آسمان کیطرف اٹھا لیا جیسا کہ عیسائی کہتے ہیں مگر یہ وفات یہود کی سولی دینے سے واقع نہوئی تھی جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے وما قتلوہ وما صلبوہ بلکہ بلکہ آثار جسمانیہ کے ہلکا کرنے کیلئے خدا نے وفات دی ہوگی اور یہود نے جسکو قتل کیا اور سولی دی وہ شمعون قرانی یا کوئی شخص ان کا شبیہ تھا جس سے انکو اشتباہ واقع ہوا (تفسیر کبیر) اس تقدیر پر بھی دونوں آیتوں میں کچھ تعارض باقی نہ رہا خلاصہ یہ ہے کہ آیت وما قتلوہ میں جو نفی ہے تو یہود کے قتل کرنیکی نفی ہے اب رہی یہ بحث کہ آیا درحقیقت یہود نے مسیح کے ہمشکل کو سولی دی اور مسیح کو نہیں دیا جیسا کہ آیت وما قتلوہ الخ سے پایا جاتا ہے سو اس کی تحقیق یوں ہے کہ گو دوسری صدی بلکہ پہلی صدی ہی سے عیسائیوں میں بالخصوص پولوس کے مریدوں میں یہ بات مشہور ہو گئی تھی کہ یہود نے حضرت عیسٰی کو سولی دی اور وہ تیسرے روز زندہ ہو کر لوگوں کو دکھائی دیئے پھر آسمان پر چڑھ گئے اور اسی قصہ پر ان کا کفارہ جو اصول مذہب ہے مبنی ہے مگر تاریخی واقعات پر بنظر انصاف غور کرنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جسوقت حضرت عیسٰی کو سولی دینے لے چلے تھے اسوقت انکے حواری اور دیگر مرید لوگ اس خوف سے کہ مبادا ہم نہ پکڑے جاویں سب تتر بتر ہو گئے تھے کوئی بھی ساتھ نہ تھا جیسا کہ لارڈ ولیم میودر کی تاریخ کلیسا سے مستفاد ہوتا ہے پھر اب جو حواریوں نے یا اور مریدوں نے سنا ہوگا تو خاص انہیں یہود یا بلاطوس کے نوکروں سے سنا ہوگا جن کی نسبت خیال ہو سکتا ہے کہ انہوں نے اپنی ناکامیابی چھپانے کیلئے مشہور کر دیا ہو کہ ہم نے عیسٰی مسیح کو قتل کر ڈالا. سولی دیدی اسکے علاوہ ہمکو صحیح طور پر یہ بھی معلوم نہیں کہ ان لوگوں کا اس امر میں کیا بیان تھا؟ نہ کوئی یہودی تاریخ اسکی خبر دیتی ہے اور نہ کوئی حواری اپنا مشاہدہ بیان کرتا ہے اناجیل اربعہ میں سے لوقا اور مرقس تو پولوس کے شاگرد ہیں جو اس واقعہ میں شریک ہی نہ تھے سو یہ ظاہر ہے کہ وہ سنی سنائی باتیں کہتے ہیں رہی یوحنا و متی وہ بھی وہاں نہ تھے صرف چند عورتیں دور سے دیکھتی تھیں اور کچھ عجب نہیں کہ یہودیوں کو وہاں شک پڑا ہو کہ یہ فلاں شخص ہے اور فلاں کہاں ہے پھر ان کا یہ شبہ اور تردد ہم تک کیونکر منقول ہو سکتا

حمّہ میں یہاں کی سکی تھی برخلاف اس کے خود عیسائیوں میں سے دو گواہ قوی شہادت دے رہے ہیں اوّل برنباس حواری کی انجیل ہے جو آنحضرت کے زمانہ سے صدہا سال پیشتر عیسائیوں میں مشہور و معروف تھی جس کی عبارت یہ ہے تب فرشتوں نے باکرہ سے کہا کیونکہ یہودا عیسیٰ کی شکل میں مبدل ہو گیا الخ تب عیسیٰ نے جواب دیا اے برنباس میری بات یقین کر کہ ہر ایک گناہ کی خدا سزا دیتا ہے چونکہ میری ماں اور میرے ایماندار شاگرد مجھے زمینی محبت کے اختلاط کے سبب پیار کرتے تھے خدائے صادق نہیں اس محبت پر سزا دینے پر راضی ہوا تاکہ بعد ازاں دوزخ کے شعلوں میں عذاب نہ پاویں اور ہیں اگرچہ دنیا میں بے عیب زندگی بسر کرتا رہا تاہم چونکہ لوگ مجھے خدا اور خدا کا بیٹا کہتے تھے خدا نے عدالت کے دن مجھے شیاطین کے ٹھٹھوں سے محفوظ رکھنے کیلئے چاہا کہ میں اسی دنیا میں یہودا (جس نے گرفتار کروایا تھا) کی موت سے ندامت اٹھاؤں اور سب لوگوں کو یقین ہوا تھا کہ حقیقۃً میں سولی دیا گیا لیکن یہ حالت محمدؐ کے آنے تک رہے گی جو دنیا میں آکر سب کو خدا کی شریعت پر ایمان لانے میں غلطی سے بچائیگا انتہیٰ (جونس) اس عبارت میں صاف اقرار ہے کہ حضرت عیسیٰ سولی نہیں دیئے گئے بلکہ اور شخص چنانچہ اس غلطی سے عالم کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے آگاہ کر دیا۔

عیسائی اس گواہ پر یہ جرح کرتے ہیں (۱) انجیل برنباس ہمارے نزدیک الہامی کتاب نہیں بلکہ ایسی ہے جیسی کہ محمدیوں میں حدیث کی کتابیں (۲) یہ عبارت اس میں کسی محمدی نے یا کسی ملحد نے محمدیوں سے لیکر ملادی ہے (۳) مسیح کا مصلوب ہونا الہامی کتابوں میں چشم دید گواہوں کی معرفت قلمبند ہوا پھر اسکے برخلاف کیونکر تسلیم کیا جاویگا (۴) یوسیفس یہودی مورخ جو اسی زمانہ میں ہوا ہے وہ بھی یہی کہہ رہا ہے جواب انجیل برنباس کو الہامی نہ کہنا جو حواری تھا اور بیچارے لوقا کی تاریخ کو الہامی کہنا اگر تقلید قوم نہیں تو اور کیا ہے مانا کہ بمنزلہ کتب احادیث ہے تو پھر کیا ان سے استدلال نہیں کرتے ہو اگر کسی محمدی نے یہ عبارت اس میں ملادی تو بڑے تعجب کی بات ہے کہ ایک شخص نے اس کتاب میں ہر کتب خانہ میں جا کر الحاق کر دیا ورنہ کوئی اصل نسخہ دکھاؤ کہ جس میں عبارت نہ ہو اور وہ ملحد بھی کہاں کا کرامتی تھا کہ جس نے آنحضرت سے پہلے آپ کا نام لکھ دیا اور پھر روئے زمین کے نسخوں پر اس کا قابو چل گیا مسیح کا مصلوب ہونا چشم دید گواہوں سے کہیں بھی قلمبند نہیں ہوا محض سنی سنائی بات پولوس کے مریدوں میں چلی آتی ہے یوسیفس نے ہرگز اسکی گواہی نہیں دی ہے محققین نصاریٰ خود معترف ہیں کہ یہ عبارت اصل نسخہ یوسیفس میں نہیں بلکہ یہ پادری صاحبان کی چالاکی ہے دوسرا گواہ لوقا اور متی اور مرقس کی انجیل ہے اسمیں لکھا ہے کہ مسیح کی صلیب شمعون قرانی پر رکھکر صلیب دینے کیلئے چلے تھے اور یہ دستور تھا کہ جو شخص صلیب دیا جاتا تھا وہ اپنی صلیب آپ اٹھاتا تھا (تفسیر سکاٹ، متی باب ۲۷ صفحہ ۳۲) گرچہ انہیں مورخوں نے اپنی تقلید سے یہ بھی کہدیا کہ مسیح کو صلیب پر کھینچا مگر ان کی یہ تحریر اصل واقعہ کی طرف صاف اشارہ کر رہی ہے انہیں وجوہ سے خود عیسائیوں کے چند فرقے جو اسلام سے پیشتر تھے مسیح کے سولی دیئے جانیکا انکار کرتے تھے جیسا کہ فرقہ باسلیدی سرنتھی کارپوکراتی۔ ددستھی۔ گناسٹی۔ ناصری۔ پولیشیان کی تشریح جس کو منظور ہو وہ تاریخ کلیسا دیکھے اس پر بعض پادریوں کا یہ کہنا کہ مسیح کا مصلوب ہونا بعد میں اور زندہ ہونا اسی وقت سے عیسائیوں میں مسلم الکل ہو گیا تھا دعویٰ بلا دلیل ہے (۲) ورافعک الی اگرچہ خدا جہت اور مکان سے پاک ہے مگر جہت علوی کو اپنی طرف منسوب کیا ہے اب جسطرح آسمان کو اس کا مکان قرار دینا غلط ہے اسیطرح پیغمبروں کا آسمان کی طرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اٹھائے جانے سے انکار کرنا لغو ہے اور تاویلات رکیکہ ہیں جن کو کوئی اہل مذہب بھی اختیار نہیں کر سکتا یا صرف روح کی رفعت مراد لینا اور یہ کہنا کہ ما قتلوہ و ما صلبوہ میں بھی روح مراد ہے محض بیکار تاویل ہے کس لئے کہ کوئی بھی کسی کی روح کو قتل نہیں کر سکتا نہ یہود کو اس کا دعویٰ تھا نہ فخر پھر روحانی رفعت میں حضرت عیسیٰ کی کیا خصوصیت ہے (۳) وجاعل الذین اتبعوک الخ حضرت عیسیٰ کے ماننے والے اوّل تو وہ حواری اور ان کے تلامذہ تھے پھر جملہ عیسائی اور جملہ مسلمان ہیں سو یہ خدا کی بشارت پوری ہوئی اس دن سے ابتک اور قیامت تک محمدی اور عیسائی ان کے منکر یہود پر غالب رہے اور رہیں گے انشاء اللہ

اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰہِ كَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ ۝ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا

اس میں کچھ بھی شبہ نہیں کہ خدا کے نزدیک عیسیٰ ایسے ہیں کہ جیسے آدم جسکو مٹی سے بنایا پھر انکو کہا ہو جا پس وہ ہو گئے۔ حق تو وہی ہے جو آپکے خدا کیطرف سے ہے

تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِیْنَ ۝ فَمَنْ حَآجَّكَ فِیْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ

آپ کہیں شک میں نہ پڑ جائیں۔ پھر علم آجانے کے بعد بھی اس میں جو کوئی آپ سے حجت کرے تو کہہ دیجئے کہ آؤ ہم اور تم اپنی اولاد کو بلائیں

وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰہِ عَلَی الْكٰذِبِیْنَ ۝ اِنَّ هٰذَا

اور اپنی اپنی عورتوں کو بھی (بلائیں) اور خود ہم بھی اور تم بھی (جمع ہو جائیں) پھر بہت گڑگڑائیں پھر جھوٹوں پر خدا کی مار ڈالیں بیشک

لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ ۚ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰہُ ۭ وَاِنَّ اللّٰہَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۝ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌۢ بِالْمُفْسِدِیْنَ ع ۶ ۱۴

حق بیان تو یہی ہے اور خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور بیشک اللہ ہی زبردست حکمت والا ہے پھر (اسپر بھی) اگر نہ مانیں تو اللہ مفسدوں کو خوب ہی جانتا ہے

حضرت عیسیٰ کے تخمیناً چالیس برس بعد طیطوس رومی بادشاہ یہود پر چڑھ آیا اور شہر یروشلم کو ڈھا کر تباہ کر دیا اور بیت المقدس کو بھی مسمار کر دیا اور لاکھوں بنی اسرائیل کو قتل کر دیا اور ہزاروں کو پکڑ کر لے گیا اور غلام بنا لیا جو کچھ عیسیٰ علیہ السلام نے خبر دی تھی کہ یہ پیش آویگا وہی پیش آیا اسوقت سے اور یہی ہے یہی یہود کی عزت و شوکت خاک میں ملگئی پھر اسوقت سے لیکر آجتک یہی حال ہے کہ انکی حکومت اور سلطنت نہیں

ترکیب مثل عیسیٰ ای صفۃ عیسیٰ اسم ان کمثل آدم خبر خلقہ جملہ تفسیر ہے مثل کی فیہ ضمیر عیسیٰ یا انکے قصہ کیطرف راجع ہے من شرطیہ ہے ماضی بمعنی مستقبل۔

تفسیر حضرت عیسیٰ کا ذکر فرما کر عیسیٰ پرست قوم کیطرف یعنی نصاریٰ کیطرف (جو انکو خدا کا بیٹا کہتے ہیں اسلئے کہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے) روئے سخن کیا جاتا ہے اور انکے عقیدہ کا ابطال فرما کر انکو مباہلہ کیلئے بلایا جاتا ہے کہ خدا کے نزدیک عیسیٰ کا ویسا ہی حال یعنی پیدا کرنا ہے جیسا کہ آدم کا تھا انکو بھی بغیر باپ کے پیدا کیا انکو بھی بلکہ آدم کے تو ماں بھی نہ تھی انکو مٹی سے پیدا کر دیا تھا اور وہ پیدا کرنا کیا تھا صرف کن کہا تھا وہ ہو گئے ثم تراخی ذکر کیلئے ہے اور جملہ قال لہ کن فیکون اس کا بیان ہے بات حق یہی ہے نہ یہ کہ وہ خدا کے بیٹے تھے اے مخاطب تو ان کے بغیر باپ کے پیدا ہو جانے سے شبہ میں نہ پڑ جانا اور یہ اسکی قدرت کاملہ سے کچھ بھی بعید نہیں سینکڑوں حشرات الارض بارش میں مٹی سے پیدا ہوتے اور مشاہدہ میں آتے رہتے ہیں اسپر بھی اے پیغمبر اگر آپ سے کوئی حجت کرے اور انکو خدا یا خدا کا بیٹا کہے تو صاف کہہ دیجئے اگر تمکو اپنی صداقت پر بھروسہ ہے تو آؤ مباہلہ کر لیں دنیا ہی میں جھوٹے پر خدا کی مار پڑ جائیگی اور مباہلہ کس طرح کریں کہ تم بھی اپنی اولاد اور عورتوں کو لاؤ ادھر ہم بھی لائیں اور خود تم بھی شریک ہو اور ہم بھی پھر ہر ایک شخص نہایت عاجزی سے دعا کرے کہ الٰہی جھوٹوں پر خدا کی مار۔ مدینہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مباہلہ کی درخواست کی جس پر وہ بھی تیار ہو گئے جب آنحضرت امام حسن و حسین اور بی بی فاطمہ اور علی رضوان اللہ علیہم کو ساتھ لیکر قدم نکالنے کیلئے نکلے تو نصرانیوں پر ان کے باخدا چہروں کا ایک اثر پڑا تو مباہلہ کرنے کی جرأت نہ کی اور آپس میں کہنے لگے کہ اگر یہ نورانی چہرے یہ دعا کریں کہ پہاڑ ٹل جاؤ تو بیشک ٹل جائیں پھر فرماتا ہے کہ صحیح بیان عیسیٰ کی نسبت یہی ہے جو بیان ہوا اور یہ کہ خدا ایک ہی خدا ہے اور وہ زبردست ہے اسکو بیٹے بیوی کی کوئی حاجت نہیں اور وہ حکیم بھی ہے اپنی حکمت بالغہ سے جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اگر اس پر بھی نہ مانیں تو خدا مفسدوں سے خوب واقف ہے اس جرم کی سزا دیکر رہے گا

ف جب کسی کا انکار برحق ثابت کرنا ہوتا ہے تو مباہلہ کیا جاتا ہے جس میں ہر ایک اپنے عزیز اور اولاد اور عورتوں کو ساتھ لیکر نہایت عاجزی سے دعا کرتا ہے کہ الٰہی جو گروہ جھوٹا ہے اس پر تیری مار وہ غارت ہو جائے ف الوہیت مسیح یا تثلیث یا کفارہ ہونا ۱۲ منہ ف کس لئے کہ الفاظ سے اپنے تن کے لوگ مراد ہیں نہ یہ کہ وہ خود نفس پیغمبر ہیں کیونکہ یہ محال ہے یا خود قسم میں آپ شریک ہو نامراد ہے ۱۲ منہ ف یہاں بھی نیچری مصنف نے بہت ہاتھ پاؤں مارے کہ مسیح کا یوسف نجار سے پیدا ہونا ثابت کرنا چاہا تھا مگر نہ ہو سکا ۱۲ ف اس قصے کو حاکم نے بسند صحیح اور ابن مردویہ نے اور ابو نعیم نے دلائل میں جابر سے نقل کیا ہے ۱۲ منہ

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا

(اے نبی) کہدو کہ اے اہل کتاب لو ایک ایسی بات کی طرف آجاؤ کہ جسکو ہم اور تم دونوں برابر جانتے ہیں وہ یہ کہ اللہ کے سوا ہم کسی کی بھی عبادت نہ کریں اور ہم کسی کو اس کا شریک

يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ ۚ فَإِن تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ ۝ يَا أَهْلَ

نہ بنائیں اور نہ ہم سے کوئی کسی کو خدا کے سوا (اپنا) مالک بنائے پھر اگر وہ اس کو بھی نہ مانیں تو تم کہدو کہ (اچھا تو) گواہ رہو کہ ہم نے تو گردن جھکا دی اے اہل کتاب

الْكِتَابِ لِمَ تُحَاجُّونَ فِي إِبْرَاهِيمَ وَمَا أُنزِلَتِ التَّوْرَاةُ وَالْإِنجِيلُ إِلَّا مِن بَعْدِهِ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۝ هَا

تم کس لئے ابراہیم کے معاملہ میں جھگڑتے ہو۔ اور توریت اور انجیل تو ان کے بعد ہی نازل ہوئی ہیں کیا تم پھر بھی نہیں سمجھتے دیکھو تم وہ لوگ ہو

أَنتُمْ هَٰؤُلَاءِ حَاجَجْتُمْ فِيمَا لَكُم بِهِ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَاجُّونَ فِيمَا لَيْسَ لَكُم بِهِ عِلْمٌ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۝

کہ جس بات میں تم کو کچھ علم بھی تھا اس میں تو تم نے جھگڑا ہی کیا پھر جس بات کا تم کو کچھ علم ہی نہیں اس میں کیوں جھگڑتے ہو اور (اس معاملہ کو) اللہ ہی خوب

مَا كَانَ إِبْرَاهِيمُ يَهُودِيًّا وَلَا نَصْرَانِيًّا وَلَٰكِن كَانَ حَنِيفًا مُّسْلِمًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝

جانتا ہے اور تم (بالکل) نہیں جانتے (تو سنو) ابراہیم نہ تو یہودی تھے اور نہ نصرانی بلکہ وہ ایک طرفہ فرمانبردار تھے اور نہ وہ مشرک ہی تھے۔

ترکیب ان لا نعبد جملہ موضع خبر میں ہے یا بدل ہے کلمہ ہا تنبیہ کیلئے انتم مبتدا ہؤلاء اسکی خبر حاججتم جملہ مستانفہ جملہ اولیٰ کا مبین فیما بمعنی الذی علم جملہ لکم خبر

تفسیر اہل کتاب کے عقیدہ فاسدہ کا ابطال فرما کر اب ایک صیغہ عنوان سے کلام شروع ہوتا ہے کہ مقابل کو اسکے تسلیم کئے بغیر چارہ ہی نہ ہو وہ یہ کہ اپنے اور اسکے مسلمات سے دلیل لائی جاوے اور اگر مقابل نہ مانے تو اسکو خود کہنا پڑے کہ میں خطا کار ہوں وہ یہ کہ نصاریٰ بھی اس بات کے قائل تھے کہ عبادت خاص اللہ ہی کی کرنی چاہیے اور اس کا کسی کو شریک نہ کرنا چاہیے توحید پر قائم رہنا چاہیے اور اسکے سوا کسی کو رب نہ بنانا چاہیے کہ جو کچھ وہ کہے خواہ مخواہ مانا ہی جاوے کہ یہ تین باتیں ہیں کہ جن کو ہم اور تم دونوں مانتے ہیں پس اگر تم بھی انپر قائم ہو تو خیر اور جو نہیں تو تم کو گواہ کرتے ہیں کہ ہم تو مسلمان ہیں ان کو تسلیم کرتے ہیں جس سے صاف ثابت ہوا کہ تم برسر باطل ہو یہ تینوں باتیں اسلئے ذکر فرمائیں کہ نصاریٰ کا ان تینوں کے برخلاف عمل اور عقیدہ تھا کس لئے کہ وہ تثلیث کے قائل تھے کہ باپ اور بیٹا اور روح القدس ملکر ایک خدا ہوا ایس جب انہوں نے عیسیٰ کو خدا اور خدائی کا حصہ دار بنایا تو پہلی اور دوسری بات کا خلاف پایا گیا اور آنحضرت سے پہلے سے لیکر پیچھے تک عیسائیوں میں پوپ اور دیگر مشائخ و مولوی اس مرتبہ پر مانے جاتے تھے اور اب بھی مانے جاتے ہیں کہ اگر وہ سراسر کوئی بات خلاف عقل و نقل بھی کہیں تو بے چون و چرا ماننی چاہیے یہی ماننا تقلید حرام ہے کیونکہ یہ مرتبہ تو خاص خدا اور اسکے رسول کا ہے جو ملہم ہے کہ بے چون و چرا اس کے قول کو مانا جائے ان کے بعد جو کسی کی بات واجب التسلیم ہے تو محض اس لئے ہے کہ وہ یا تو خدا اور اس کے رسول سے روایت کرتے ہیں یا اس میں روایت سے حکم دیتے ہیں جیسا کہ مجتہدین کیونکہ اس طرح سے ان کا قول تسلیم کرنا گویا خدا اور رسول کا قول تسلیم کرنا ہے پھر جس طرح ان کی تقلید کو ارباب بنا کر حرام کہنا زیادتی ہے اسی طرح انکی غلطی ظاہر ہو جانے پر بھی اس کے اقوال پر اڑنا اور نصوص کو چھوڑ دینا بھی زیادتی اور پھر ان کو ارباب بنا لینا ہے عیسائی و یہودی مذہب کی گمراہی کا بھی باعث ہوا ہے اس سے حق پرستی زائل ہو جاتی ہے یہود و نصاریٰ حضرت ابراہیم کو بھی مانتے تھے پھر ہر ایک فرقہ اپنے مذہب کے برحق ہونے کیلئے یہ کہہ دیتا تھا کہ ابراہیم کا یہی طریق تھا گویا وہ ان کو یہودی اور نصرانی سمجھتے تھے۔ خدا نے اس کا بھی جواب دیا کہ توریت اور اسی طرح انجیل تو ان کے بعد نازل ہوئی ہے پھر وہ یہودی یا نصرانی کیونکر ہو سکتے تھے بلکہ ان کا طریق یہی تھا کہ جسکے زندہ کرنے کو قرآن نازل ہوا نہ وہ تثلیث کے قائل تھے نہ سبت کے نہ وہ تمہاری طرح مشرک تھے اس میں عرب پر بھی تعریض ہے کس لئے کہ وہ بھی ابراہیم کو مانتے تھے۔

إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِإِبْرَاهِيمَ لَلَّذِينَ اتَّبَعُوهُ وَهَٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاللَّهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِينَ وَدَّتْ طَائِفَةٌ

بیشک سب سے زیادہ ابراہیم سے نزدیک وہ لوگ ہیں جو اس کے پیرو تھے اور اس نبی (محمد) اور ایمانداروں کو بھی اور اللہ ایمانداروں کا حامی ہے اہل کتاب کے ایک گروہ

مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يُضِلُّونَكُمْ وَمَا يُضِلُّونَ إِلَّا أَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَكْفُرُونَ

کی تو یہی آرزو ہے کہ وہ تم کو گمراہ کر کے رہیں اور گمراہ تو وہ اپنے آپ ہی کو کر رہے ہیں اور انکو خبر تک نہیں اے اہل کتاب کس لئے اللہ کی آیتوں کا انکار کر رہے ہو

بِآيَاتِ اللَّهِ وَأَنْتُمْ تَشْهَدُونَ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَلْبِسُونَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ع ۸ ۱۵

حالانکہ دل میں تم قائل ہو اے اہل کتاب کس لئے حق بات میں جھوٹی بات ملاتے ہو اور کیوں جان بوجھ کر حق بات کو چھپاتے ہو۔

وَقَالَتْ طَائِفَةٌ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ آمِنُوا بِالَّذِي أُنْزِلَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوا آخِرَهُ لَعَلَّهُمْ

اور اہل کتاب کے ایک گروہ نے یہ بھی کہا تھا کہ مسلمانوں پر جو کچھ نازل کیا گیا ہے شروع دن میں اس پر ایمان لے آؤ اور شام کو انکار کر دو تاکہ مسلمان بھی (تمہارے ساتھ)

يَرْجِعُونَ وَلَا تُؤْمِنُوا إِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِينَكُمْ قُلْ إِنَّ الْهُدَىٰ هُدَى اللَّهِ أَنْ يُؤْتَىٰ أَحَدٌ مِثْلَ مَا أُوتِيتُمْ أَوْ يُحَاجُّوكُمْ

پھر جائیں (اور یہ بھی کہا کہ) بجز اسکے کہ جو تمہارے دین پر چلے کسی کو نہ مانو (اے نبی کہہ کہ ہدایت تو اللہ ہی کی طرف کی ہدایت ہے اسلئے اس (حسد) سے کہ جیسا تمہیں انکو دیا گیا ویسا اوروں کو

عِنْدَ رَبِّكُمْ قُلْ إِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ

کہ فضل و کرم تو اللہ کے ہاتھ میں ہے جس کو چاہے دے اور اللہ کی رحمت فراخ ہے (وہ سب کچھ) جانتا ہے جسکو چاہے اپنی رحمت سے مخصوص کرتا ہے اور اللہ بڑا فضل کرنیوالا ہے

ترکیب اَولیٰ اسم تفضیل ہے ولی سے بمعنی قریب شدن سے یہ اسم ان کا بابراہیم متعلق ہے اولی سے اور الذین مع معطوف خبران کے یضلون میں لو مصدریہ ہے بمعنی ان الالمن تبع استثنا ہے ماقبل سے ای لا تقروا الالمن پس لام زائد نہیں اور ممکن ہے کہ زائد اور محمول علی المعنی ہوای لا تجحدوا کل احد الالمن ان یوتی میں تین احتمال ہیں (۱) یہ کہ موضع جر میں ہو تقدیرہ ولا تومنوا بان یوتی احد الخ (۲) نصب حرف جر کو حذف مانکر ان صورتوں میں یہ تتمہ کلام یہود کا ہوگا کہ تم ای یہود کسی غیر سے یہ نہ کہو کہ ہماری کتاب اور ملت کے مانند کسی اور کو بھی ملا ہے او یحاجوکم کا عطف ان یوتی پر ہوگا اور او بمعنی و ایسا نہ ہو کہ مسلمان تم کو عند اللہ الزام دیں اس تقریر پر ایمان بمعنی اقرار ہے قل ان الہدی الخ جملہ معترضہ ہوگا خدا کی طرف سے جیسا کہ کفر کی بات نقل کرتے وقت نعوذ باللہ کہتے ہیں (۳) یہ خدا کی طرف سے جملہ ہو جو بمعنی مفعول لہ ہے یعنی اے یہود تم اس حسد سے یہ باتیں کرتے ہو کہ تمہاری طرح اوروں کو کتاب ملی یا اس خوف سے کہ مسلمان تم کو الزام دینگے سو یہ تمہارا خیال لغو ہے ہدایت اور فضل اللہ کے ہاتھ میں ہے جس کو چاہے دے اس میں کسی کا کیا اجارہ ہے۔

تفسیر پہلے ذکر تھا کہ ہر فریق ابراہیم کو اپنی طرف کھینچتا ہے اب فرماتا ہے کہ ابراہیم کا بواسطہ نسل بعد اولاد ہونے سے نہیں بلکہ اتباع سے کسی بزرگ کیساتھ محبت کا فائدہ حاصل اسکے اتباع سے مربوط ہے رسمی باتوں سے کوئی ثمرہ نہیں اصلی متبع ابراہیم کے یہ نبی یعنی رسول کریم اور انکی امت ہے جو اصول ملت کے پیرو ہیں اسکے بعد اہل کتاب یہود و نصاریٰ کے مکر ذکر فرما کر ایمانداروں کو ہوشیار کرتا ہے کہ انکے داؤں میں نہ آجاویں کیونکہ وہ دل سے چاہتے ہیں کہ دین اسلام سے برگشتہ کر کے اپنی طرف پھیر لیں منجملہ ان کے مکروں کے یہاں چند مکر ذکر کرتا ہے (۱) یہ کہ حضرت کے معجزات کو سحر کہتے تھے اور دلائل و بشارات کو جو کتب سابقہ میں ہیں باوجود شہادت دینے کے تاویلیں کر کے انکار کرتے تھے اسکو لم تکفرون الخ میں ظاہر کیا (۲) جان بوجھ کر احکام الٰہی میں تحریف کرتے اور اسلام سے اس کو دوسری طور پر کچھ ملا کر دکھلاتے تھے تاکہ ایک دوسرے میں

لہ یعنی یہود جو ایسی باتیں کرتے ہیں اس کے دو سبب ہیں اوّل انکو اس بات کا حسد ہے کہ جیسا دین اور کتاب و شریعت انکو دی گئی ہے ویسی اور کو یعنی قوم عرب اور مسلمانوں کو دی گئی دوم یہ بھی خوف ہوا کہ اگر انکی بات کی تصدیق کرینگے تو وہ ہماری مسلمات سے ہمکو قائل کرینگے اسلئے کہدیا کہ جو تمہارے دین پر نہ چلے اسکی بات نہ مانو کیونکہ اگر مانوں گے تو وہ بھی صاحب شریعت و کتاب ماننے پڑینگے اور تم پر الزام بھی قائم کرینگے اپنے خیال میں انہوں نے اللہ کے فضل و رحمت کو اپنے خاندان میں منحصر سمجھ لیا تھا حالانکہ خدا کی رحمت عام ہے اس نے کسی خاندان کیلئے پٹہ نہیں لکھدیا ہے وہ سب کا خدا ہے اس غرور میں کہ ہمیشہ کیلئے یہ

فضیلت ہمارے خاندان کو ہے نیک کاموں میں کوشش نہ کرنا اور ہر قسم کی برائی کرنا اور فضیلت کا امیدوار رہنا خام خیالی ہے۔ زہر دار درخت بونا اور عمدہ پھلوں

وَمِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ یُّؤَدِّهٖۤ اِلَیْكَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِدِیْنَارٍ لَّا یُؤَدِّهٖۤ اِلَیْكَ

اہل کتاب میں بعض ایسے بھی ہیں کہ اگر آپ ان کے پاس خزانہ بھی امانت رکھیں تو تم کو واپس دیدیں اور بعض ایسے بھی ہیں کہ اگر ایک اشرفی بھی امانت رکھیں تو وہ نہ دیں گے

اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَیْهِ قَآىِٕمًا ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَیْسَ عَلَیْنَا فِی الْاُمِّیّٖنَ سَبِیْلٌ ۚ وَیَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ

مگر جب تک ان کے سر پر کھڑے رہیں آپکو کبھی واپس نہ دیں یہ اسلئے کہ انہوں نے کہہ رکھا ہے کہ جاہلوں کے معاملہ میں ہم پر کوئی گناہ نہیں اور وہ جان بوجھ کر خدا پر جھوٹی باتیں بنایا کرتے ہیں۔

وَهُمْ یَعْلَمُوْنَ ۞ بَلٰى مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰى فَاِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ ۞ اِنَّ الَّذِیْنَ یَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَ

ہاں جو کوئی اپنے عہد کو پورا کرتا ہے اور خدا سے ڈرتا ہے تو بیشک خدا بھی ڈرنے والوں سے محبت کرتا ہے جو لوگ خدا کے عہد اور

اَیْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِیْلًا اُولٰٓىِٕكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ وَلَا یُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا یَنْظُرُ اِلَیْهِمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ

اپنی قسموں سے قدر قلیل مال حاصل کرتے ہیں ان کیلئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں اور نہ اللہ ان سے کلام کریگا اور نہ قیامت کیدن انکی طرف (نظر رحمت) سے دیکھیگا

وَلَا یُزَكِّیْهِمْ ۪ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۞ وَاِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِیْقًا یَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَمَا هُوَ

اور نہ انکو پاک ہی کریگا بلکہ ان کو عذاب الیم ہوگا اور ان میں ایک ایسا فریق بھی ہے کہ جو کتاب کو زبان مروڑ کر پڑھتا ہے تاکہ تم اسکو بھی کتاب سمجھو حالانکہ وہ کتاب میں سے

مِنَ الْكِتٰبِ ۚ وَیَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَیَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ یَعْلَمُوْنَ ۞ ع

اور کہتے ہیں کہ وہ خدا کی طرف سے ہے اور وہ ہرگز خدا کی طرف سے نہیں اور جان بوجھ کر اللہ پر جھوٹی باتیں بناتے ہیں۔

تصدیق اور مطابقت نہ ہو جس سے لوگوں کو شبہ پیدا ہو لم تلبسون الحق (۲) یہ کہ چند لوگوں نے کہا جاؤ تم اوّل دن میں مسلمان ہو جانا پھر شام کو انکار کر دینا تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ کوئی ایسی ہی بات اسلام میں دیکھی ہوگی جو یہ اس سے پھر گئے جس سے مسلمان بھی پھر جاویں وقالت طائفۃ (۳) یہ کہ کوئی کچھ ہی کہو اپنے دین کے سوا کسی کو نہ ماننا کیونکہ ہمارے مثل اور کون ہے کہ جس کو کتاب ملی ہو اسکے جواب میں خدا فرماتا ہے یا اسکا فضل ہے ترکیب من ان تامنہ مبتدا من اہل الکتب خبر اور شرط اور جواب کا مجموعہ صفت ہے مبتدا کی کیونکہ وہ نکرہ ہے بقنطار با بمعنی فی یا علی ہے الا مادمت موضع نصب میں ہے کیونکہ ظرف ہے الا مدۃ قیامک دوائما اور حال بھی ہو سکتا ہے سبیل اسم لیس فی الامیین خبر یلون صفت ہے فریقا کی جو اسم ہے ان کا اور منہم اس کی خبر ہے۔

تفسیر یہود کی سرزنش کے بعد یہ بتاتا کہ سب یکساں نہیں کچھ ان میں ایماندار خدا ترس بھی ہیں پوری حق گوئی ہے یہ بات کہ الحان کتاب الٰہی اور احکام دینیہ میں خیانت نہ کرے حق میں باطل نہ ملادے کامل ایمانداری اور پوری دیانت پر موقوف ہے اور جس کو دنیاوی باتوں میں دیانت نہیں پھر اس شخص کا دین اور کتاب کی حفاظت اور تحریف نہ کرنے میں کیا اعتبار ہے؟ گرچہ یہود میں خدا ترس لوگ بھی تھے جیسا کہ عبداللہ بن سلام اگر ان کے پاس کوئی بیشمار خزانہ بھی سپرد کر دے تو کبھی خیانت نہ کریں اس لئے ان لوگوں نے توراۃ و زبور کی بشارتوں میں کہ جن سے آنحضرت کی نبوت کا ثبوت تھا خیانت نہ کر کے اسلام قبول کیا لیکن بیشتر تو ایسے ہیں کہ اگر ایک دینار یعنی اشرفی سپرد کی جاوے تو کبھی نہ دیں پھر ان کا دینی شہادتوں میں کیا اعتبار ہو سکتا ہے؟ چونکہ یہود کا ستارہ اقبال غروب کر چکا تھا اکثر ان میں ایسی ایسی خباثتیں حضرت عیسیٰ کے عہد سے پہلے ہی سے پیدا ہو چکیں تھیں حادثہ پر حادثہ پیش آتا تھا مگر وہ خواب خرگوش سے بیدار نہ ہوتے تھے بلکہ اپنی اسی ذلیل حالت اور بدمعاشیوں میں مست تھے منجملہ بدمعاشیوں کے ایک یہ بات تھی کہ وہ کہتے تھے ہم اہل کتاب ہیں اور باقی تمام دنیا جاہل ہے بنی اسرائیل کو اُن سے خیانت کرنے میں کچھ گناہ نہیں اور اسیطرح دیدہ دانستہ بہت سی جھوٹی باتیں بنا رکھی تھیں جیسا کہ برہمنوں نے ہندوؤں کے بہکانے کے لئے بنا رکھی ہیں اس کے جواب میں فرماتا ہے کہ یہ غلط بلکہ جو کوئی ہو خواہ بنی اسرائیل ہو یا نہ ہو برہمن سید پیرزادہ ہو یا نہ ہو خدا سے ڈر کر اُسکے عہد شریعت کو پورا کریگا خدا اس سے محبت کریگا اور جو اس کے برعکس کریگا وہ قیامت میں عذاب الیم پائیگا اس کی طرف خدا عنایت کی نظر بھی نہ کریگا نہ اُس کو پاک کرے گا از انجملہ ایک بدمعاشی یہ تھی کہ لوگوں کے

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

کسی بشر کا بھی یہ کام نہیں کہ اللہ اس کو کتاب اور حکم اور نبوت دے پھر وہ لوگوں سے (یہ) کہے کہ تم خدا کو چھوڑ کر میرے بندے ہو جاؤ

وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ۙ وَلَا يَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ

بلکہ (وہ تو یہی کہے گا) تم خدا پرست ہو کر رہو (اسلئے کہ) تم کتاب پڑھاتے اور خود بھی پڑھتے رہے ہو اور اللہ یہ کبھی نہ کہے گا کہ تم فرشتوں

ع ۹/۱۶ وَالنَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا ؕ اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۠ وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ

اور نبیوں کو خدا بنا لو کیا (یہ ممکن ہے کہ) تم کو اسلام لانے کے بعد کفر کرنیکا حکم دیگا؟ اور (اسوقت کو یاد کرو) کہ جب اللہ نے (اگلوں سے) نبیوں کی بابت عہد لیا

مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ

کہ جب میں تم کو کتاب اور دانائی دوں پھر جو کچھ تمہارے پاس ہو اسکی تصدیق کیلئے کوئی رسول تمہارے پاس آئے تو تم اس پر ایمان لانا اور اسکی مدد کرنا فرمایا کیا تم نے اقرار کیا

عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ۠ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ

اور اس پر میرا عہد قبول کر لیا سب نے (بالاتفاق) کہا ہمنے اقرار کر لیا فرمایا پھر گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں پھر جو اس (مضبوطی اقرار) کے بعد پھر جائیں

بہکانے کے لئے زبان مروڑ کر کتاب پڑھتے اور اس میں کچھ اپنی طرف سے ملا کر کہہ دیتے تھے کہ یہ خدا کی طرف سے حکم ہے حالانکہ وہ اس کی طرف سے نہ ہوتا تھا۔ اور ایسی جھوٹی باتیں عمل میں لایا کرتے تھے۔

ترکیب) بما کنتم صفت ربانیین کی اور ممکن ہے کہ با سببیہ ہو اے کونوا بہذا السبب تب یہ کانوا سے متعلق ہوگا اور ما مصدریہ اے بتعلیمکم الکتاب لما اتیتکم اگر بکسر لام پڑھا جاوے تو یہ لام یا اخذ سے متعلق ہوگا ای اخذ لہذا المعنی مگر مضاف محذوف ہوگا اے لرعایۃ ما اتیتکم یا میثاق سے متعلق ہوگا اے لیعقنا علیہم لذلک ورما یا موصولہ یا موصوفہ ہوگا اور عائد محذوف اس سے من کتاب حال ہوگا اور جو لام کو بالفتح پڑھا جاوے تب معنی الذی مبتدا ہوگا اور لام تاکید قسم کیلئے ہوگا اور خبر من کتب حکمۃ ہوگی یا لتؤمنن بہ اور یا ما شرطیہ اور لام قسم کیلئے ہے اور لتؤمنن اس کی شرط اور لام جواب قسم میں واقع ہے اور بعض نے لما بالتشدید پڑھا ہے جو ظرف زمان ہے

تفسیر) جب عیسائی الوہیت مسیح اور تثلیث وغیرہ عقائد فاسدہ میں ہر طرح سے ملزم قرار دیئے جاتے ہیں تو عاجز ہو کر یہ کہنے لگتے ہیں کہ یہ باتیں گو دلائل عقلیہ سے ثابت نہیں مگر نقل سے ثابت ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے تئیں خدا اور خدا کا بیٹا کہا ہے اور کلمات بھی ذکر کئے ہیں کہ جن سے ان کا خدا ہونا ثابت ہوتا ہے اور روح القدس کا بھی شریک الوہیت ہونا پایا جاتا ہے کہ کئے زمانے سے ان باتوں پر یقین رکھتے ہیں اسکے جواب میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ تو تم بھی جانتے ہو کہ وہ بشر تھے اور انکو کتاب و نبوت سے سرفرازی ہوئی تھی پھر ایسا برگزیدہ بشر کسیکو حکم دیسکتا ہے کہ بجائے خدا کے مجھ ہی کو خدا سمجھ کے پوجو؟ ہرگز نہیں وہ یہی حکم دیتا ہے کہ تم اپنی کتاب کی تعلیم و تدریس کے موافق ربانی یعنی رب پرست یعنی رب کو ماننے والے خدا پرست ہو رہو اور نہ یہ حکم دے گا کہ تم ملائکہ روح القدس اور انبیاء کو رب بنالو انکی پرستش کرو۔ کیا وہ تم کو اسکے بعد کہ تم مسلمان خدا کی فرمانبردار ہو چکے تھے کتاب کی تعلیم و تدریس کرتے تھے کفر کا حکم دیسکتا ہے ہرگز نہیں یہود و نصاریٰ اپنے ہادیوں کی تعلیم اور انکی کتابوں کے برخلاف خدا پرستی چھوڑ کر انبیاء و ملائکہ پرستی کیا کرتے تھے۔ ان پر الزام دیا جاتا ہے کہ یہ تمہارے انبیاء نے ہرگز نہیں فرمایا تھا اسکے بعد نبی آخر الزمان علیہ السلام کا جو وہ انکار کرتے تھے اس کی بابت ان پر سرزنش کیجاتی ہے کہ تم اس عہد کو بھی تو یاد کرو جو تم سے آنے والے انبیاء کی بابت لیا گیا تھا اسوقت تمکو کتاب اور حکمت دی گئی تھی کہ جب تمہارے ہاں کوئی رسول اصول ملت کا مصدق آئے تو تم اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد بھی کرنا پھر خدا نے تم سے پوچھ بھی لیا تھا کہ تم کو

أَفَغَيْرَ دِينِ اللَّهِ يَبْغُونَ وَلَهُ أَسْلَمَ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ طَوْعًا وَكَرْهًا وَإِلَيْهِ يُرْجَعُونَ ۝ قُلْ آمَنَّا

کیا وہ اللہ کے دین کے سوا کسی اور دین کی تلاش کر رہے ہیں حالانکہ آسمان والے اور زمین والے چار و ناچار اسی کے حکم بردار ہیں اور اسکی طرف لوٹ کر جانیوالے ہیں۔

بِاللَّهِ وَمَا أُنزِلَ عَلَيْنَا وَمَا أُنزِلَ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَمَا

اللہ پر اور جو کچھ ہم پر نازل کیا گیا اور جو کچھ ابراہیم اور اسمعیل اور اسحق اور یعقوب اور اس کی اولاد پر نازل کیا گیا اور جو کچھ

أُوتِيَ مُوسَىٰ وَعِيسَىٰ وَالنَّبِيُّونَ مِن رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ ۝

موسیٰ اور عیسیٰ اور (دیگر) انبیاء کو ان کے رب کی طرف سے ملا سب پر ایمان لائے ہم ان میں کچھ بھی فرق نہیں کرتے اور ہم نے اسی (ایک خدا) کے

وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَن يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۝

اور جو کوئی اسلام کے سوا کسی اور دین کو اختیار کریگا سو وہ ہرگز قبول نہ ہوگا۔ اور وہ (شخص) آخرت میں خسارہ (اور نقصان) میں رہیگا۔

اقرار ہے اور تم اس پر مرے عہد کو قبول کرتے ہو تم نے کہدیا تھا کہ ہم نے اقرار کر لیا تب خدا نے فرمایا تھا کہ دیکھو تم بھی گواہ رہو اور میں بھی گواہ ہوں باوجود اس عہد موکد کے پھر تم نے کیا کیا عیسیٰ کا انکار کیا اور ان کے بعد جبکہ تلافی مافات کا وقت باقی تھا محمد صلعم کا انکار کیا اور اپنے عہد سے پھر گئے پھر جو اپنے ایسے عہد سے پھریں تو وہ فاسق نہیں تو اور کون ہیں اس عہد کا پتا توریت سفر استثنا سے بھی لگتا ہے کہ اسرائیلیوں کو جمع کر کے موسیٰ نے آنے والے نبی کی بابت وصیت کی تھی۔

ترکیب غیر منصوب ہے یبغون کی وجہ سے ومن یبتغ ابتغاء سے مشتق ہے جس کے معنی تلاش کرنا یہ شرط غیر الاسلام منصوب ہے صفت ہو کر دینا کی جو مقدم ہونے سے حال ہو گیا وہ ہو الخ جواب

تفسیر پہلی آیتوں میں تھا کہ جو نبی تمہارے دین کا تصدیق کرنے والا آئے تو تم پر ضرور ہے کہ اس پر ایمان لاؤ اور اس پر یہود و نصاریٰ یہ اعتراض کرتے تھے کہ یہ مسلم لیکن یہ نبی ہمارے دین اور کتاب کا مصدق نہیں کیونکہ الوہیت مسیح اور تثلیث ہمارے دین کا اصل الاصول ہے سو یہ اس کا رد کرتے ہیں پھر ہم کیونکر انپر ایمان لاویں (چنانچہ اب بھی پادری یہی اعتراض کیا کرتے ہیں اس کا جواب دیا جاتا ہے کہ یہ باتیں تمہارے دین کے اصول نہیں بلکہ یہ افراط و تفریط انبیاء علیہم السلام کے بعد تمہارے دین میں پیدا ہوئی ہے جسکے دور کرنے کیلئے اس اخیر نبی کی ضرورت ہوئی ورنہ انبیاء سے باوجود مرتبہ شہود کے یہ ممکن نہیں کہ وہ ایسی خلاف فطرت باتیں کہیں اور کسی کو شریک خدائی ٹہرائیں کیونکہ وہ مقام شہود میں دیکھ رہے ہیں کہ آسمان و زمین کی ہر چیز ملائکہ و بنی آدم اہل ایمان تو از خود اور حجر و شجر و کفا جبراً اس ہی کے آگے سرنگوں ہیں ہر انسان زبان حال سے کہہ رہا ہے کہ در اصل الحق وہی ہے جو مجھکو مجبوراً نہ میدان وجود میں کھینچے لا رہا ہے بے اختیار جوانی پر بڑھاپا مرض و تندرستی آتی ہے اسی طرح ہر چیز عالم ہستی سے پھر اس کی طرف چلی جا رہی ہے اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ وہی پیدا کرتا ہے اور وہی فنا کرتا ہے اس کے سوا کسی کو حق نہیں کہ وہ معبود بنایا جاوے یہی دین اصلی ہے اسکے برخلاف دین الٰہی نہیں ہو سکتا پھر کیا وہ یہ چاہتے ہیں کہ غیر دین الٰہی مانا جاوے؟ دین اللہ کے اصول میں سے یہ بھی ہے کہ جملہ انبیاء پر ایمان لایا جاوے اسلئے آنحضرت صلعم کو فرماتا ہے کہ آپ کہدیجئے کہ ہم اللہ پر ایمان لائے ابراہیم اور اسمعیل اور اسحق اور یعقوب اور انکی نسل کے انبیاء خصوصاً موسیٰ اور عیسیٰ پر جو کچھ نازل ہوا اور ہم پر جو کچھ نازل ہوا سب پر ایمان لائے کسی میں فرق نہیں کرتے اور ہم خدا کے جملہ احکام ماننے کیلئے بھی گردن جھکائے ہوئے ہیں اور اسی کا نام مذہب اسلام ہے پھر جو کوئی اس دین کے برخلاف جو تمام سلسلہ انبیاء کا مذہب ہے دوسرا دین اختیار کریگا ہرگز مقبول نہ ہوگا گو دنیا میں وہ اس

كَيْفَ يَهْدِي اللَّهُ قَوْمًا كَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ وَشَهِدُوا أَنَّ الرَّسُولَ حَقٌّ وَجَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ ۚ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي

خدا ایسی قوم کو کیونکر ہدایت دینے لگا جو ایمان لا کر اور رسول کے برحق ہونے کی شہادت دیکر جو انکے پاس کھلی کھلی نشانیاں لیکر آیا منکر ہو گئے اور اللہ بے انصاف لوگوں کو

الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝ أُولَٰئِكَ جَزَاؤُهُمْ أَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ۝ خَالِدِينَ فِيهَا

ہدایت نہیں کرتا ایسے لوگوں کی یہی سزا ہے کہ ان پر خدا کی اور فرشتوں اور سب لوگوں کی ایسی لعنت ہو کہ جس میں وہ ہمیشہ رہیں

لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ ۝ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ وَأَصْلَحُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝

نہ انکے عذاب میں کمی ہو اور نہ انکو مہلت ہی ملے مگر جنہوں نے کہ اس کے بعد توبہ کر لی اور سدھر گئے تو بیشک اللہ غفور رحیم بھی ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوا كُفْرًا لَنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الضَّالُّونَ ۝ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا

البتہ جو ایمان لا کر کافر ہو گئے پھر اور بھی کفر میں بڑھ گئے ان کی توبہ ہرگز قبول نہ ہو گی اور وہی گمراہ بھی ہیں بیشک جو کافر ہوئے اور کفر ہی میں مر گئے

وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْ أَحَدِهِمْ مِلْءُ الْأَرْضِ ذَهَبًا وَلَوِ افْتَدَىٰ بِهِ ۗ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ وَمَا لَهُمْ مِنْ نَاصِرِينَ ۝

ع ۹ ۵ ۱۱ ۱۷

تو وہ اگر تاوان میں زمین بھر کر بھی سونا دیں تو ہرگز قبول نہ ہو گا۔ انہیں لوگوں کو عذاب الیم ہے اور ان کا کوئی مددگار نہ ہو گا۔

غلط مذہب پر اعتماد کر کے اس میں ہزار کوشش کرے مگر آخرت میں کامیاب نہ ہو گا بجائے نفع کے خسارہ اُٹھاوے گا۔

ترکیب کیف حال ہے اور عامل اس میں یہدی ہے شہدوا حال ضمیر کفروا سے اولٰئک مبتدا اور جزاءہم مبتدا ان اور اس کا اسم و خبر مجموعہ خبر پھر یہ تمام جملہ مبتدا اول کی خبر ہوا خالدین حال ہے ضمیر علیہم سے اور عامل اس میں جار یا اس کا متعلق ہے ذہبا تمیز ہے مل سے اور بہ کی ضمیر اسی طرف پھرتی ہے۔

تفسیر جبکہ خدا تعالیٰ منکروں کے لئے ہر قسم کے بیان شافی ذکر فرما چکا اور پھر بھی وہ ہدایت پر نہ آئے تو جس طرح طبیب علاج کر کے جب صحت نہیں دیکھتا تو یہی کہتا ہے کہ تم کو کس طرح تندرستی ہو تو تم ایسی بدپرہیزی کرتے اور کر چکے ہو اسیطرح خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایسے تیرہ باطن اور سیاہ قلب لوگوں کو کیونکر ہدایت ہو کہ جو قبل نبوت نبی علیہ السلام ان کی کتب سابقہ میں بشارتیں دیکھ کر ان پر ایمان رکھتے تھے اور اس رسول کے برحق ہونیکی گواہیاں بھی دیا کرتے تھے جیسا کہ سورہ بقر میں ہم نے بیان کیا ہے) باوجود اسکے حضرت کے بیشمار معجزات بھی دیکھ چکے ہیں لیکن پھر عناد سے منکر ہو گئے سو ایسے ازلی بدبختوں کو ہدایت نہیں ہوتی ان کی سزا دنیا میں خدا کی اور فرشتوں اور سب خدا کے نیک لوگوں کی پھٹکار اور آخرت میں عذاب الیم ہے کافروں کی تین قسم ہیں ایک وہ جو صادق دل سے توبہ کر لیتے ہیں ان کے حق میں الا الذین تابوا الخ فرمایا کہ خدا ان کو معاف کرتا ہے دوم وہ جو صدق دل سے توبہ نہیں کرتے اور باوجود اس کے ہمیشہ پیغمبر کا مقابلہ کر کے کفر میں زیادہ بڑھتے جاتے ہیں جیسا کہ یہود مدینہ ان کیلئے لن تقبل توبتہم فرمایا کہ ان کی ہرگز توبہ قبول نہ ہو گی یعنی اس کی ان کو توفیق نہ ہو گی تاکہ توبہ قبول ہو تیسرے وہ جو سرے سے توبہ ہی نہیں کرتے اور حالت کفر میں ہی مر جاتے ہیں ان کی نسبت تین باتیں فرمائیں (۱) اگر وہ بالفرض زمین بھر کر سونا بھی تاوان میں دیں تو ہرگز آخرت میں قبول نہ ہو گا (۲) ان کو عذاب الیم ہو گا (۳) کوئی ان کا مددگار سفارشی نہ ہو گا اس مرض روحانی کا یہی نتیجہ بد ہے۔

ف الملء بالکسر مقدار ما یملأ الشیء والملء بالفتح مصدر والمعنی مقدار ما یملأ الارض۔ ۱ے جیسا کہ حرث بن سوید انصاری مرتد ہو گیا تھا مگر اس نے توبہ کی اور اس کی توبہ قبول ہو گئی عبداللہ بن عباس نے اس آیت کا یہ قصہ شان نزول قرار دیا ہے (ک) ۱۲منہ

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۚ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ ۚ كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ

(لوگو) تم کو ہر گز نیکی نہ ملیگی جبتک کہ تم کچھ اپنی دلپسند چیز میں سے خرچ نہ کرو گے! اور جو کچھ تم خرچ کیا کرتے ہو سو اسکو خدا خوب جانتا ہے۔ ہر قسم کا کھانا بنی اسرائیل کو حلال تھا

حِلًّا لِّبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَآءِیْلُ عَلٰى نَفْسِهٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ ۗ قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ

مگر وہ کہ جو (خود) اسرائیل (یعقوب) نے تورات نازل ہونے سے پہلے اپنے اوپر حرام کر لیا تھا (اے نبی) کہد و تورات کو لاکر پڑھو

فَاتْلُوْهَاۤ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۝ فَمَنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝

تو سہی اگر تم سچے ہو پھر جو کوئی اس کے بعد بھی خدا پر جھوٹ باندھے تو وہی بے انصاف ہیں

ترکیب مما بمعنی الذی یا نکرہ موصوفہ ہے اور مصدر یہ نہیں ہو سکتا بہ کی ضمیر ما یا شیء کی طرف رجوع کرتی ہے الا ما حرم موضع نصب میں ہے کس لئے کہ یہ استثنا خبر کان سے ہے من قبل متعلق ہے حرم سے من بعد ذلک متعلق ہے افتری سے الطعام بمعنی المطعومات والمراد اکلہا اور محل مصادر ہے اس میں جمع اور واحد مذکر مؤنث سب یکساں ہیں۔

تفسیر اگلی آیت میں ذکر تھا کہ قیامت میں کفار اگر زمین بھر کر بھی سونا دیں گے تو ہر گز قبول نہ ہوگا اس مناسبت سے دنیا میں اللہ کی راہ میں صرف کرنیکا ذکر آگیا کہ تم کو بر یعنی نیکی اور جزا کامل اور ابرار لوگوں کا مرتبہ جب ہی ملیگا کہ جب تم اپنی دلپسند چیز کو صرف کرو گے یہ ایک ایسے پاکیزہ الفاظ میں مطلب ادا کیا ہے کہ جنمیں ہزاروں اسرار کیطرف اشارہ ہے مثلاً اول انسان کی محبوب چیز اسکی جان ہے اسکا صرف کرنا یہ کہ روح کو اسکے مشاہدہ جمال میں محو کر دے پھر اس کا بر وصال حقیقی ہے یا اسکو لئے دین اور اشاعت خیر میں صرف کر کے شہید ہو جائے پھر اس کی حب جاہ اور رنگا رنگ کی طبعی و بہیمی بیجا خواہشیں ہیں انکا صرف کرنا انکو چھوڑ دینا ہے اور بعد اسکے اس کا مال اور اسکے عمدہ عمدہ علوم اور فائدہ بخش کام ہیں ان کو بھی اس کی راہ میں صرف کر دے اسی طرح غصہ میں دشمن سے انتقام لینا بھی بڑی مرغوب چیز ہے اسکو بھی صرف کرے تاکہ مجلس ابرار اور عالم قدس میں رتبہ پا وے جب یہ آیت نازل ہوئی تو ابو طلحہ صحابی نے حضرت سے عرض کیا کہ یا حضرت میرے پاس مرغوب مال صرف ایک باغ بیرحاء نامی ہے آپ اس کو خدا کی راہ میں جیسا مناسب جانیں صرف کر دیں (بخاری) اس وقت عرب کی قوم نے سب سے اول اس مسئلہ پر عمل کر کے دنیا اور دین کی سلطنت حاصل کی تھی اور اسی لئے خدا پرست لوگ ہمیشہ لذائذ اور قوی بہیمیہ کو جوش میں لانیوالی چیزوں کو صرف کرتے اور ان کا کھانا ترک کر دیتے تھے جیسا کہ اسرائیل یعنی حضرت یعقوب علیہ السلام نے اونٹ کا گوشت اور بعض چیزیں جو شرعاً ملت ابراہیمیہ میں حلال تھیں اپنے اوپر حرام کر لیں تھیں اور یہ معاملہ تورات سے پہلے کا ہے چنانچہ انکی تقلید سے بنی اسرائیل میں بھی ان کی حرمت چلی آتی تھی جس پر مدینہ کے یہود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اعتراض کرتے لگے کہ آپ ملت ابراہیمیہ کے مدعی ہو کر یہ چیزیں کیوں کھاتے ہیں؟ خدا تعالیٰ نے اس کے ضمن میں ان کو جواب دیا کہ اونٹ کا گوشت اور یہ بعض چیزیں ہر گز ابراہیم پر حرام نہ تھیں تم جو تورات کا حوالہ دیتے ہو تو اچھا تورات لاکر اس میں دکھاؤ کہ یہ چیزیں خدا نے ابراہیم پر حرام کی تھیں؟

ف کل الطعام سے وہ کل طعام مراد ہیں کہ جس میں کشمکش تھی جیسا کہ اونٹ کا گوشت۔ اس سے ہر قسم کا کھانا مراد لیکر قرآن پر اعتراض کرنا کہ ہر قسم کا کھانا کب بنی اسرائیل کو حلال تھا، لغویات ہے! فاتوا بالتورات انہی کے ارادہ کے موافق فرمایا ہے اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آنحضرت صلعم کے عہد میں موسیٰ کی اصلی تورات بلا تغیر موجود تھی ۱۲ منہ ف النیل ادراک الشیء ولحوقہ یقال نالنی من فلان معروف ای وصل الی حالنیہ ای العطاء یقال نلولتہ تنویلا والنوال التناول یقال تلنہ انولہ ۱۲ سلہ کس لئے کہ ما سوائے اللہ کے حب ایک حجاب اکبر ہے اس کا صرف کرنا بر یعنی مقصود کا حاصل کرنا ہے ۱۲ منہ

قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۭ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ

کہدو اللہ نے سچ فرمادیا ہے پس (اسکے فرمانے کے موجب) ابراہیم کے طریقہ پر چلو جو ایک طرف کو تھے اور (وہ) کبھی بھی مشرکین میں سے نہ تھے بیشک سب سے پہلا گھر جو لوگوں

لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّھُدًى لِّـلْعٰلَمِيْنَ ۝ فِيْهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ ڬ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ۭ

وہ مبارک اور دنیا بھر کے لئے رہنما ہے اس میں بہت سی نشانیاں ظاہر ہیں (منجملہ انکے) ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ ہے اور جو کوئی اس میں چلا جاتا ہے کو امن پاتا ہے

وَلِلّٰهِ عَلَي النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ۭ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِىٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۝

اور لوگوں پر فرض ہے کہ اللہ کیلئے اس گھر کا حج کریں اگر وہاں پہنچنے کی طاقت رکھتے ہوں اور جو کوئی نافرمانی کرے تو اللہ کو بھی مخلوقات میں سے کسی کی کچھ پروا نہیں۔

ترکیب حنیفا حال ہے ابراہیم سے اور ممکن ہے ملۃ سے بھی ہو کیونکہ ملۃ بمعنی دین ہے پھر حال اور ذوالحال دونوں مذکر ہیں وضع موضع جر میں صفت بیت کی اور للذی ببکۃ ان کی خبر بکہ یعنی مکہ ہے م اور ب کا بدلہ ہو جاتا ہے جیسا کہ لازب اور لازم بعض کہتے ہیں مکہ شہر اور بکہ مسجد الحرام ہے مبارکا اور ہدی دونوں ضمیر وضع سے حال ہیں آیت بینات مبتداء فیہ خبر مقام ابراہیم مبتداء اور خبر محذوف منہا حج البیت بالفتح والکسر بعض کہتے ہیں بالکسر اسم مصدر ہے مبتداء علی الناس خبر للہ متعلق ہے علی سے متعلق ہے من استطاع الناس سے بدل بعض ہے

تفسیر یہ تتمہ ہے پہلی گفتگو کا کہ اللہ نے سچی بات کہدی اب اسی پر فیصلہ ہے کہ دین ابراہیم کا ہی چلو اسکو اختیار کرو اور یہ ظاہر ہے کہ ان میں دو وصف تھے ایک یہ کہ وہ حنیف تھے یعنی ادھر ادھر بھٹکتے نہ تھے ایک طرف کے ہو رہے تھے سب کو ترک کر کے اللہ کی ذات پر تکیہ لگا رکھا تھا حنیف الیاعام وصف ہے کہ جسکی شاخیں خلت توکل رضا قناعت صبر دنیا سے نفرت کر کے عالم آخرت کی طرف رغبت سچ بولنا وغیرہ خصائل حمیدہ ہیں اور دوسرا وصف یہ تھا کہ وہ مشرک نہ تھے نہ شرک جلی (کہ کسی کو خدا کے کسی الوہیت میں شریک کیا جائے) ان کا شیوہ تھا نہ شرک خفی یہانتک کہ اپنے جمیع کاروبار اور تمام عالم کا سلسلہ احتیاج اسکے ہاتھ میں جانتے تھے اب غور کرو کہ ان اصل اصول باتوں میں سے اے اہل کتاب کونسی بات ابراہیم کی تمہارے پاس ہے اے یہود کیا ختنہ کرنا اور سبت کا ماننا اور بعض چیزوں کی حلت و حرمت جو حسب مصلحت موسیٰ کے عہد میں ہوئی اصل اصول ملت ابراہیمیہ ہے؟ اور عیسائیوں کو کیا خدائی ربانی اور بپتسمہ اور مسیح کو خدا اور خدا کا بیٹا جاننا اور اس اعتقاد پر کہ وہ ہمارے گناہ اٹھا کر لے گئے خداوند تعالیٰ کی تمام شریعت کو لغو سمجھنا بلکہ بقول پولوس شریعت پر عمل کرنے والے کو لعنتی خیال کرنا اصول ملت ابراہیمیہ ہیں؟ نہیں ہرگز نہیں یہ تمہارے مشائخ کی قلعی چڑھائی ہوئی اور نفس اور وہم کی ملمع ہے انہیں ضرورتوں کیلئے تو سب سے اخیر ایک نبی عربی کے بھیجنے کی ضرورت پڑی جسکی خبر ابتک توریت و زبور کتب سابقہ میں پائی جاتی ہے (بالخصوص یسعیاہ نبی کی کتاب ۴۲ بیالیسویں باب میں تصریح ہے) ان دو لفظوں سے یہود اور عیسائیوں اور مشرکین عرب کو کس لطف کیساتھ ملت ابراہیمیہ سے مخالف ہونے پر الزام دیا ہے۔

ایک پادری نے ایک کتاب لکھی ہے اس میں جابجا یہ ثابت کر کے دکھایا کہ قرآن کی فلاں بات توریت سے ماخوذ ہے فلاں یہودیوں کی فلاں تفسیر سے فلاں طالمود سے فلاں جگہ سے فلاں مشنا سے فلاں مشرکین عرب سے فلاں عیسائیوں کی معتبر اور غیر معتبر اناجیل سے خیالی تھے کیونکہ پھر قرآن نازل ہونے کی کیا ضرورت تھی منجملہ اعتراضات کے ایک اعتراض ملت ابراہیمیہ کی پابندی پر کیا ہے قولہ تحقیق کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ اس دین ابراہیمی کا خیال پیشتر بھی تھا اور وہیں سے محمد بھی اس تعلیم کے مشاہدہ کرانے پر آمادہ ہوا محمد سے پیشتر حنیفہ کا ایک گروہ تھا وہ اپنے تئیں ابراہیمی صابئین کہتے تھے اور شروع میں محمد نے اپنے تئیں ان میں سے ایک قرار دیا تھا انکا طریق یہودی عیسویت کی صورت رکھتا تھا وہ

ۛ یعنی باوجود استطاعت کے حج بیت اللہ نکرے بلاتے ہے اسکے دربار میں آئے تو اسکو بھی کسی کی پروا نہیں ۱۲ منہ ۲ اے استغفر اللہ علی الناس ۱۲ منہ ۳ ایک روز پادری لوگ بڑے اہتمام سے روٹیاں یہ تصور کر کے کھاتے ہیں کہ یہ حضرت کا گوشت ہے ۴ عیسائی ہوتے وقت حوض میں غوطہ دینا یا رنگ ڈالنا بعض صرف چھڑکنا ہی کافی جانتے ہیں ۱۲ منہ ۵ یہود کے مذہب اور تاریخ کی کتابوں کے نام ہیں ۱۲ منہ

ایک خدا کو مانتے تھے۔ ان کے پاس توریت اور انجیل اور ابراہیم اور موسیٰ کی روایتیں تھیں اور یہ روایتیں یہودیوں کی کتب مدارس میں پائی جاتی تھیں جو پریوں اور فرشتوں کے قصّے تھے۔ اس فرقہ میں کئی مشہور آدمی تھے ان میں سے ایک عمایہ مشہور شاعر تھا جو محمدؐ کی ہجو کیا کرتا تھا۔ اور چار شخص محمد کے رشتہ دار تھے اور ورقہ بھی ان میں سے تھا اور زید بھی مکہ میں بت پرستی اور دختر کشی کی ممانعت اور توحید کی تعلیم دیا کرتا تھا اور محمد بھی اُس کا شاگرد ہو چکا تھا پھر چونکہ طالمود میں ابراہیم پر لفظ مسلم بولا گیا ہے جسکے معنی راستبازی کے ہیں سو یہی محمد نے بھی قرآن میں بولا اور پھر جگہ بجگہ یعنی طالمود کی تاریخی حصّہ میں جو کچھ مذہب ابراہیم کی تشریح ہے کہ وہ ایک خدا کو مانتا تھا اور رحم دل تھا اور خدا سے محبت رکھتا تھا اور نمرود نے انکو آگ میں ڈالا لیکن وہ صحیح سلامت نکل آئے وغیرہ باتیں تحریر ہیں وہی محمد نے سیکھکر قرآن میں لکھ دیں اور دعویٰ کیا کہ مجھکو الہام ہوا ہے انتہیٰ ملخصاً۔ جواب پادری لوگ جس طرح راستبازی اور انصاف سے بے بہرہ ہیں اسی طرح تاریخ عرب سے بھی بے بہرہ ہیں اول تو ورقہ اور زید ہرگز صابئی نہ تھے بلکہ موحدین میں سے تھے اور صابئی ستارہ پرست قوم تھی دوم صابیوں کا کوئی فرقہ توراۃ اور انجیل اور ان کی روایتوں کو نہیں مانتا نہ ان کا طریق یہودیت اور عیسویت کے ساتھ تھا اور ورقہ خاص رومن کیتھولک مذہب کا عیسائی تھا جو اخیر میں حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صدق دل سے ایمان لایا تھا اور زید یا اور آنحضرت میں زمانہ تعلیم و تعلم پایا نہیں گیا وہ ایک موحد شخص تھا جو آپ سے کہیں پہلے مرگیا پھر شاگردی کا الزام لگانا محض دروغ بیفروغ ہے اب رہی یہ بات کہ طالمود میں اور یہودیوں کی دیگر کتابوں میں حضرت ابراہیم کے قصوں کا قرآن کے مطابق پایا جانا سو یہ منافی الہام نہیں کیا الہامی بات کے لئے یہ ضرور ہے کہ وہ تمام تاریخی کتابوں کے برخلاف ہو؟ پھر اگر یہی ہے تو اناجیل اربعہ میں سے جو سب سے اول ہے اس کے علاوہ سب غلط اور غیر الہامی ہیں کیونکہ وہ تاریخی کتاب یا لوگوں کے حوالہ سے لکھی گئیں اسی طرح بائبل کی کتاب تاریخ اور کتاب سموئیل کو غلط کہنا پڑیگا وہ اس کے حضرت کے پاس طالمود اور مدارس وغیرہ کتابوں کا جاننے والا کون تھا اور وہ کتابیں اب تو مشہور ہی نہیں جب کہاں تھیں اور اگر کوئی یہودی تھا تو اس پر کیا مصیبت تھی کہ جو اپنے شاگرد پر ایمان لاتا اگر آپ سے پہلے کسی نے ملت ابراہیمیہ کا دعویٰ کیا تو آپ کے نبی مصلح دین ہوتے میں کیا فرق آیا کیا حضرت عیسیٰ سے پہلے دین موسوی کے مدعی اور مصلح نہیں گذرے ہیں بلکہ خود حضرت یحییٰ علیہ السلام ان کے اُستاد موجود تھے جن سے انہوں نے خود تعلیم پائی اور پھر وہی لفظ بولے جو ہمیشہ بولتے آئے ہیں پھر کہیئے حضرت عیسیٰ اور اُن کے حواریوں اور ان کی کتابوں کی کیا ضرورت تھی قرآن خود مدعی ہے کہ اصل اصول انبیاء علیہم السّلام کا تحریفات دور کرکے زندہ کرنے والا ہے پھر اگر وہ اُصول صابیوں مجوسیوں عربوں یہودیوں عیسائیوں میں بھی کچھ باقی رہ گئے تھے اور ان کی تحریف دور کرکے قرآن نے اپنے جواہر کو لے لیا تو کیا یہ سرقہ ہے پھر کیا قرآن ان کا سرے سے انکار کرتا اور اپنی ڈیڑھ اینٹ کی جدی مسجد بناتا جیسا کہ جعلی پیشوایان مذہب نے کیا ہے اب تفسیر کلام الٰہی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ یہود کا جسطرح اونٹ کے گوشت اور دودھ کے کھانے پینے کی بابت آنحضرت پر اعتراض تھا اسیطرح کعبہ کی بابت اعتراض کیا کرتے تھے کہ آپ نے تمام انبیاء کا قبلہ اور سب سے قدیم بیت المقدس ترک کرکے جاہلوں کا کعبہ اختیار کیا ہے چونکہ ابراہیم علیہ السّلام کی ملت کا ذکر بھی آگیا تھا اسلئے کعبہ کا بھی آیا کہ اے یہود جو گھر دنیا میں خدا کی عبادت اور رہنمائی اور برکت کے لئے بنائے گئے ہیں ان سب سے اول وہ گھر ہے جو مکہ میں ہے یعنی کعبہ اس کو خاص آدم نے پھر اس کے بعد ابراہیم نے بنایا تھا اور بیت المقدس کو سلیمان نے جو انکی نبوت سے برس اور اُنسے سینکڑوں برس بعد ہوئے ہیں اسکے علاوہ اسمیں ہزاروں برکتیں اور خدا کی نشانیاں اب تک موجود ہیں سوا اسکی روحانی برکت کے یہاں ظاہری برکات بھی بہت سی ہیں منجملہ ان کے مقام ابراہیم اور یہ کہ جو وہاں اعتقاد سے چلا جاتا ہے دنیا و آخرت کی بلاؤں سے نجات اور امن پاتا ہے اسلئے آجتک کسی

لہ یعنی وہاں جانے سے امن عذاب اخروی سے ہوتا ہے ۱۲ ف مقام ابراہیم کی بابت علماء کا اختلاف ہے ایک گروہ اس پتھر کو کہتا ہے کہ جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم نے کعبہ کی دیواریں چنی تھیں وہ یادگار اب تک موجود ہے دوسرا گروہ کہتا ہے کہ تمام حرم مقام ابراہیم ہے کہ یہاں ابراہیم نے مقام کیا تھا ۱۲ حقانی

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا تَعْمَلُوْنَ ۔ قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوْنَ

(اے نبی) کہدو اے اہل کتاب کس لئے اللہ کی آیتوں کا انکار کر رہے ہو اور اللہ کے روبرو ہے جو کچھ بھی تم کر رہے ہو (اور) کہدو اے اہل کتاب کیوں ایمان لانیوالوں کو

عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا وَّاَنْتُمْ شُهَدَآءُ ۗ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ

خدا کی راہ سے روکتے ہو جان بوجھکر اس میں کجیاں پیدا کرتے ہو اور تم گواہ ہو اور خدا تو تمہارے کام سے ہرگز غافل نہیں۔ ایمان والو

اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوْا فَرِيْقًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ يَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ كٰفِرِيْنَ ۔ وَكَيْفَ تَكْفُرُوْنَ وَاَنْتُمْ

اگر تم اہل کتاب میں سے کسی گروہ کا بھی کہا مانوگے تو وہ تم کو ایمان لانے کے بعد کافر ہی بنا کر چھوڑیں گے اور تم کیونکر کافر ہو جاؤگے حالانکہ تمکو خدا

تُتْلٰى عَلَيْكُمْ اٰيٰتُ اللّٰهِ وَفِيْكُمْ رَسُوْلُهٗ ۭ وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝

کی آیتیں پڑھکر سنائی جاتی ہیں۔ اور تم میں اس کا رسول بھی موجود ہے اور جو کوئی خدا پر پورا بھروسہ کر لیتا ہے وہ بیشک راہ راست کیطرف ہدایت کیا گیا ہے۔

بادشاہ قاہر کی یہ مجال نہ ہوئی کہ وہ کعبہ پر چڑھ کر آیا ہو اور اسکو گرا دیا ہو اور لوگوں کو قتل کیا ہو اور جو کوئی آیا جیسا کہ ابرہہ شاہ حبش تو اسکو خدا نے غارت کر دیا برخلاف بیت المقدس کی کہ اسکو بارہا بخت نصر وغیرہ بادشاہوں نے ڈھایا اور وہاں کے نبی وغیرہ کو قتل کیا اسلئے جو کوئی زاد راہ رکھتا ہو اس پر تمام عمر بھر میں ایکبار حاضر ہونا بھی فرض ہے اور جو کوئی اسکے دربار میں حاضر ہونیسے سرتابی کرے تو خدا کو بھی کسی کی پروا نہیں ہے ترکیب بآیت اللہ لم تکفرون سے متعلق ہے اسی طرح لم تصدون سے عن سبیل اللہ تصدون سے متعلق ہے من آمن تصدون کا مفعول بہ اور تبغونہا کی ضمیر سبیل کی طرف راجع ہے کیونکہ یہ مذکر اور مونث ہے عوجا حال ہے۔

تفسیر جبکہ اہل کتاب کے اعتراضوں کا جواب دیا گیا اور دلائل تمام ہو چکے تو اب بطور نتیجہ کے انکو فرماتا ہے کہ تم خدا کی آیات معجزات اور بشارات کا کہ جو ابتک پہلی کتابوں میں پائی جاتی ہیں کیوں انکار کرتے ہو اور ایسے لغو شبہات سے بشارات میں تاویل کر کے کس لئے ایمانداروں کو خدا کی راہ سے روکتے ہو اور کیوں دین حق میں عیب لگاتے ہو حالانکہ دل میں برحق جان رہے ہو تمہاری اس حیلہ بازی اور مکاری سے خدا غافل نہیں تم کو ضرور سزا دیگا جب یہود مدینہ ہر طرح سے عاجز آگئے اور مسلمان ان کے دھوکے میں نہ آئے تو ایک اور تدبیر نکالی وہ یہ کہ مدینہ میں حضرت کے تشریف لانے سے پہلے بنی اوس اور بنی خزرج دو قبیلوں میں ایک سو بیس برس سے باہم عداوت چلی آتی تھی باہم لڑائیاں اور خونریزیاں ہوا کرتی تھیں حضرت کی برکت سے ان میں ملاپ اور محبت ہو گئی اور اخوت اسلامی قائم ہو گئی بعض یہودیوں نے ایک روز ان کی مجلس میں جاکر جاہلیت کی لڑائی کا ذکر چھیڑ کر پرانے زہر آلودہ وقائع یاد دلا دیئے اور ہر ایک قوم کے دل میں پھر وہ حرارت جوش مارنے لگی قریب تھا کہ پھر باہم تلوار چلے اتنے میں حضرت کو خبر ہوئی آپ نے انکو سمجھایا اور پھر ہر ایک کو گلے ملا دیا جس کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے کہ اے مسلمانو تم ان اہل کتاب میں سے اگر کسی کا بھی کہنا مانوگے یا ان کے اعتراض بیہودہ کی طرف متوجہ ہوگے تو تم کو وہ دین سے برگشتہ کر دیں گے اور تعجب ہے کہ تم باوجود آیات الٰہی سننے کے اور رسول کی صحبت پانے کے کفر اختیار کروگے سو تم کو لازم ہے کہ یقین کامل دل میں اور عقیدت خاص پیدا کر کے رحمت الٰہی کا دامن ہاتھ میں مضبوط تھام لو تاکہ سیدھے رستہ چلے جاؤ۔

ایک بزرگ سے کسی نے پوچھا کہ قوی ایمان کس کا ہے کہا غریب بڑھیوں کا کہ جنکو بلا دلیل خدا کی ذات پر ایمان کامل ہے سو ایسے لوگ کسی کی اگر مگر میں نہیں آتے نہ شیطان کے وسوسہ توہمات میں مبتلا ہوتے ہیں ان کی تمشیر یقین تمام شبہات و شکوک شیاطین کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتی ہے حقیقت میں یہ خوبی ایمان ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ۝ وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا

ایمان والو اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور مسلمان ہی رہ کر مرنا اور سب ملکر خدا کے دین کی رسی کو پکڑے رہو اور

تَفَرَّقُوا وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا وَكُنْتُمْ

بیک نہ ہو جاؤ اور خدا کا احسان یاد کرو جو تم پر ہے (وہ یہ کہ) جب تم میں باہمی دشمنی تھی تو اس نے تمہارے دلوں میں محبت پیدا کر دی اب تم اسکے فضل سے بھائی بھائی ہو

عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِنْهَا ۗ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ۝ وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ

حالانکہ تم جہنم کے کنارے پر پہنچ چکے تھے پھر اس سے بچا لیا اللہ تم سے اپنی آیتیں اس طرح بیان کرتا ہے تاکہ تم ہدایت پاؤ اور تم میں سے ایک ایسی جماعت بھی ہونی چاہیے

يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝

کہ جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلایا کرے اور نیک باتیں بتایا کرے اور بری باتوں سے منع کیا کرے اور یہی فلاح بھی پانے والے ہیں۔

ترکیب اخوانا خبر ہے اصبحتم کی اور یہ جمع اخ کی ہے کنتم کا اسم ضمیر علی شفا الخ خبر شفا بالفتح اسکے معنی کنارہ کے ہیں اس کا تثنیہ شفوان آتا ہے ولتکن کان تامہ منکم اس کے متعلق امۃ اسم یدعون الخ اس کی صفت

تفسیر باہمی نقیض و عداوت کے اسباب کا قلع و قمع کر کے اتفاق اور باہمی محبت کی تاکید کرتا ہے اور اس نااتفاقی کے زمانہ کی طرف اشارہ کرتا ہے جو جہنم کا گڑھا تھا اور جسکے کنارے پر لوگ پہنچ گئے تھے قریب تھا کہ ہلاک ہو جائیں لیکن خدا نے اس سے نجات دی نبی علیہ السلام کی برکت سے آپس میں ایسی محبت ہو گئی کہ بھائی بھائی ہو گئے پھر اسکے خیر و برکات دنیا اور دین میں بیشمار ظہور میں آئے دنیا کی تمام سرسبز سلطنتیں ان بھوکے ننگے عرب کے اونٹ بکری چرانے والوں کے ہاتھ میں آگئیں اور دین میں بھی تمام بنی آدم کے ہادی اور رہنما بن گئے اس نعمت کی طرف اشارہ کر کے حکم دیتا ہے کہ اسکو یاد کرو کہ تمہاری کیا حالت تھی کیا ہو گئی؟ یہ اتفاق بلکہ تمام عرب بلکہ روئے زمین کے نیک لوگوں کا اتفاق اس لئے قائم ہوا کہ نبی علیہ السلام کی برکت سے انپر تجلی خداتی ہوئی سب کا مقصود اور مشرب وصال معبود حقیقی متحد ہو گیا اور جبتک کہ سب کو کوئی ایک غرض مجتمع نہیں کرتی اتفاق نہیں ہوتا سو یہ آنحضرت کا ایک معجزہ ہے کہ تمام درندوں کو بھائی بنا دیا پھر آئندہ اس سلسلۂ برکت کے جاری رکھنے کیلئے تمام امت کو بطور فرض کفایہ حکم عام دیتا ہے کہ تم میں سے ایک گروہ ایسا بھی رہنا چاہیے کہ جو لوگوں کو نیک باتوں کی تعلیم کیا کریں بری باتوں سے منع کیا کریں اچھی باتوں کا حکم دیا کریں یہ خاص لوگوں کا گروہ ہے جو نبی علیہ السلام کے نائب ہیں جیسا کہ عیسیٰ کے حواریوں نے بڑی محنتیں اٹھا کر دور دراز تک دین پھیلا دیا تھا مگر صحابہ نے اس سے بھی بڑھکر کر دکھایا جسکی تواریخ شہادت دے رہی ہیں اس آیت میں چند حکم ہیں (۱) یہ کہ جہانتک اس سے ڈرنیکا حق ہے ڈرو لوگ سیدھی یہی ہے محققین کے نزدیک حق ڈرنیکا یہ ہے کہ اس کی ذات میں اپنی ذات کو اور صفات میں صفات کو نیست کر دے (۲) یہ کہ مرتے وقت تک اسلام پر قائم رہنا (۳) سب ملکر خدا کی رسی کو پکڑو رسی سے مفسرین نے مختلف معنی مراد لئے ہیں کسی نے عہد ازلی کسی نے قرآن کسی نے دین اسلام مدعٰی واحد ہے (۴) یہ کہ اختلاف نکرنا اختلاف سے تائید ربی دور ہو جاتی ہے (۵) تم میں ہمیشہ ایک گروہ ایسا قائم رہے جو لوگوں کو دین کی رہنمائی کیا کرے بری باتوں سے منع کرے اسلئے امر بالمعروف و نہی عن المنکر اسلام کا شیوہ ہے جبتک یہ رہا دین میں ترقی رہی۔

ف قبل از اسلام قبیلہ بنی اوس و خزرج انصار مدینہ کے دو گروہ ہوں ہیں صدیوں سے لڑائی چلی آتی تھی طرفین کے ہزارہا لوگ مارے گئے تھے اس کو کنایۃً کنتم علی شفا حفرۃ من النار سے تعبیر کر کے بتایا گیا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو آپ کی برکت قدم سے ان میں بھی میل ملاپ ہو گیا اور اس میں ایسی سخت خونریز قوم بھائی بھائی بن گئے خدا تعالیٰ اس نعمت کو یاد دلاتا ہے جس کے سبب سے دینی و دنیوی برکات نازل ہوئیں اتفاق باہمی نفسانی خواہشوں سے جاتا رہتا ہے نبوت نے روحانی اثر سے نفسانیت کو بالکل نیست و نابود کر دیا تھا یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک کھلا ہوا بین و بدیہی معجزہ تھا کہ صدیوں کے نفاق کو رفع کر کے ان میں بھائی چارہ کرا دیا ۱۲ حقانی

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ ۚ وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۙ يَوْمَ تَبْ

اور تم ان جیسے نہ ہو جانا کہ جو متفرق اور مختلف ہو گئے بعد اسکے کہ انکے پاس (روشن) آیتیں آچکی تھیں اور انہیں کو عذاب بھی ہے جس دن کہ کچھ منہ تو سفید

وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ ۚ فَأَمَّا الَّذِينَ اسْوَدَّتْ وُجُوهُهُمْ أَكَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ

اور کچھ سیاہ ہو جائینگے سو جن کے منہ سیاہ ہو گئے (ان سے کہا جاویگا) کیا تم ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے تھے (لہ) اب کفر کرنے کے بدلے میں عذاب کا

تَكْفُرُونَ ۝ وَأَمَّا الَّذِينَ ابْيَضَّتْ وُجُوهُهُمْ فَفِي رَحْمَةِ اللَّهِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝ تِلْكَ آيَاتُ اللَّهِ نَتْلُوهَا عَلَيْكَ

چکھو۔ اور جن کے منہ سفید ہونگے سو وہ رحمت الٰہی میں ہونگے وہ اس میں ہمیشہ رہا کریں گے یہ ہیں اللہ کی آیتیں جنہیں ہم آپ کو ٹھیک ٹھیک سنا

بِالْحَقِّ ۗ وَمَا اللَّهُ يُرِيدُ ظُلْمًا لِلْعَالَمِينَ ۝ وَلِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ ۝ ع ۱۱ ۸ ۲

اور اللہ تو جہان پر ظلم کرنا نہیں چاہتا (اور یوں تو جو کچھ کہ آسمانوں میں اور جو کچھ کہ زمین ہی اللہ ہی کا ہے اور اللہ ہی کی طرف سب باتیں رجوع کرتی ہیں

ترکیب یوم ظرف ہے عظیم کا یا لہم کا یا اذکر محذوف کا فاما الذین جواب اما کا محذوف اے فیقال لہم اکفرتم اور یہاں توبیخ کے لئے ہے یعنی تم کو ایسا نہ کرنا چاہئے تھا۔

تفسیر جبکہ اگلی آیت میں باہمی اتفاق کا حکم دیا اور اس اتفاق کو قائم رکھنے کیلئے ایک جماعت ناصحین کا قائم ہونا فرض کیا تو اسجگہ اختلاف سے تاکیداً منع فرمایا جسطرح اس حکم کو اولا اتقوا اللہ کہکر حکم کیا تھا اسیطرح بعد میں عذاب الیم اور آخرت میں سیاہ روئی سے ڈرایا اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ادنیٰ ادنیٰ چیزوں کے اجتماع میں خدا نے برکت رکھی ہے دیکھئے جب چند بالوں کو باہم ملا لیتے ہیں تو وہ کمزور بال ملکر کیا مضبوط رسا بنجاتے ہیں اور جب متفرق اینٹ پتھروں کو باہم مجتمع کر لیا جاتا ہے تو کیسی مضبوط دیوار بنجاتی ہے پھر سب سے اشرف المخلوقات انسان پھر ان میں سے اہل ایمان کے اتفاق کے تو کیا کہنا ہے جنکی مجتمع روشنائی عالم کو کس قدر منور کرتی ہے چونکہ صحابہؓ نے پورا پورا اس حکم پر عمل کیا تھا ان کے مقدس مذہب کی روشنی تھوڑے سے دنوں میں دنیا کے کناروں تک پھیل گئی جس سے خدا کی نافرمان سلطنتیں اور سرسبز حکومتیں ان کے ہاتھ میں آگئیں اب اختلاف کا بد نتیجہ بھی دیکھ لیجئے دنیا کی ذلت و خواری آخرت میں عذاب الیم پھر اس حکم کو کس خوبی کے ساتھ بیان فرمایا ہے کہ بیان سے باہر ہے یعنی اے ایماندارو تم یہود و نصاریٰ کی طرح باہم مختلف نہ ہو جاؤ جن کے پاس خدا کی آیتیں اور ہدایتیں آئیں باوجود اسکے اپنی خواہش نفسانی سے دین میں اختلاف کیا اور سینکڑوں فرقے ہو گئے ایک دوسرے کی تکذیب کرنے لگا جس کا نتیجہ یہ پیدا ہوا کہ حضرت عیسےٰ کے تھوڑے ہی دنوں بعد انجیل جاتی رہی اور یہی حال یہود کا ہوا پھر انجام نوبت کفر تک پہنچی جس کا ثمرہ ان کے لئے عذاب الیم ہوگا جس روز کہ کچھ لوگوں کے منہ منور ہوں گے اور کچھ کے منہ سیاہ ہونگے یعنی قیامت کے روز پھر جن کے منہ منوّر ہونگے وہ ہمیشہ رحمت یعنی جنت میں رہینگے اور کفار روسیاہ جہنم میں ملائکہ ان سے پوچھیں گے کہ تم کو خدا نے نور بصیرت عطا کیا تھا پھر مطلوب حقیقی کو چھوڑ کر کیوں کفر میں پڑے اپنے اپنے مقاصد شہوانیہ کو کیوں مطلوب بنایا تو اب ان کا مزہ چکھو یوں تو زمین و آسمان کی سب چیزیں خدا کی مملوک ہیں وہ جو چاہے کرے مگر وہ کسی پر ظلم نہیں کرتا اپنے کئے کا ثمرہ اٹھانا پڑتا ہے یہ احکام الٰہی ہیں جن کو فرشتہ اے نبی آپ کو سناتا ہے۔

ف ۔ اختلاف باہمی اور تفرقہ کی مذمت

سلہ ہر کام کا سلسلہ اسباب اسی کی طرف جا کر منتہی ہوتا ہے ۱۲ منہ

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَوْ آمَنَ أَهْلُ الْكِتَابِ

مسلمانو! تم اچھی جماعت پیدا کئے گئے ہو واسطے لوگوں کے کہ تم لوگوں کو اچھی بات بتایا کرتے ہو اور بری باتوں سے منع کیا کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور اگر اہل کتاب بھی ایمان

لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُونَ وَأَكْثَرُهُمُ الْفَاسِقُونَ لَنْ يَضُرُّوكُمْ إِلَّا أَذًى وَإِنْ يُقَاتِلُوكُمْ يُوَلُّوكُمُ الْأَدْبَارَ

لاتے تو انکیلئے بھی بھلا ہوتا۔ دیگر کچھ تو ان میں سے مومن ہیں اور اکثر فاسق ہیں۔ وہ تم کو کچھ بھی ضرر نہ دے سکیں گے مگر یہی کہ کچھ ستائیں اور اگر تم سے لڑیں گے بھی تو تم کو پیٹھ پھیر دینگے

ثُمَّ لَا يُنْصَرُونَ ۝ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ أَيْنَ مَا ثُقِفُوا إِلَّا بِحَبْلٍ مِنَ اللَّهِ وَحَبْلٍ مِنَ النَّاسِ وَبَاءُوا بِغَضَبٍ مِنَ

پھر ان کو فتح نصیب نہ ہوگی۔ ان پر ذلت ڈالدی گئی ہے جہاں کہیں پائے جائینگے گو صرف اللہ اور لوگوں کے پناہ سے پائے جائینگے اور وہ خدا کا غضب حاصل کر چکے

اللَّهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانُوا يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَيَقْتُلُونَ الْأَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ذَلِكَ بِمَا عَصَوْا وَكَانُوا يَعْتَدُونَ ۝

ہیں اور ان پر مفلسی ڈالدی گئی ہے۔ اس لئے کہ وہ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے اور ناحق (ناروا) نبیوں کو مار ڈالتے تھے یہ اس لئے کہ نافرمانی اور سرکشی کیا کرتے تھے

ترکیب کنتم اس کا اسم اور انتم خیر امۃ خبر ای فی علمی وقیل صرتم کان زائدہ ہے اے انتم خیر امۃ اخرجت الخ امت کی صفت الا اذی استثناء اشیاء محذوف سے ہے۔

تفسیر اوّل فرمایا تھا کہ جن کے منہ روشن ہونگے وہ ہمیشہ جنت میں رہینگے یہاں اس کی وجہ اور علت فرماتا ہے کہ یہ نورانیت تم کو اسلئے حاصل ہوگی کہ تم دنیا میں کمال اور درجۂ سعادت حاصل کر چکے ہو برخلاف اہل کتاب کے کہ انکو یہ سعادت نصیب نہیں گرچہ کسی قدر ان میں ایماندار ہیں مگر اکثر تو فاسق و فاجر ہیں سوا اس اتفاقی بدولت وہ تم کو کچھ بھی ضرر نہ دے سکیں گے مگر کچھ زبانی طعن وتشنیع سے دل شکنی کریں تو کریں اور جو تم سے لڑیں گے بھی تو پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے بالخصوص یہود تو ایسے ذلیل و خوار ہونگے کہ دنیا میں انکو بغیر پناہ الٰہی یعنی ذمی بننے کے اور بغیر امن لوگوں کے چارہ نہ ہوگا۔ یہ ان کی سرکشی اور نافرمانی اور کفر اور انبیاء علیہم السّلام کو ناحق قتل کرنے کا نتیجہ ہے اس پیشین گوئی کے مطابق ظہور میں آیا۔ چنانچہ قرون سابقہ میں ہر قوم پر اسلام نے غلبہ پایا۔ یا یوں کہو کہ انسان جس طرح باہم صورتوں میں مختلف ہیں اسی طرح اختلاف آراء و اختلاف خواہش ان کی فطرت میں خمیر کیا گیا ہے جس کی اصلاح کے لئے دنیا میں انبیاء علیہم السّلام آئے۔ اپنے عہد میں سب کے سربند آنحضرت علیہ السّلام تھے بعد میں قیامت تک اپنا قائم مقام اجماع امت قائم کیا کہ جس طرف جمہور امت ہو وہ حق اور سب کا مرکز ہے تمام اختلاف کا فیصلہ اسی پر ہے اور اسی لئے نبی علیہ السّلام نے احادیث صحیحہ میں جماعت سے الگ ہونے والے کے لئے سخت وعید بیان فرمائی ہے کہ جس نے جماعت کو چھوڑا اس نے اسلام کی رسی اپنے گلے سے نکال ڈالی مشکوٰۃ اور اجماع امت کے برحق ہونے کے لئے یہ ضرور ہے کہ امت میں کوئی خوبی اور عصمت ہو اس لئے فرمایا کہ تم اے امت محمد اچھی امت ہو علاوہ اپنی تکمیل کے تم اوروں کے بھی ہادی اور معلم خیر ہو تامرون بالمعروف وتنہون عن المنکر میں جو قوتِ عملیہ کی تکمیل کی طرف اشارہ ہے وہ تومنون باللہ میں قوت نظریہ کی تکمیل کی طرف اشارہ ہے اور اسی لئے نبی علیہ السّلام نے فرمایا ہے کہ اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے اور یہ کہ میری امت کبھی گمراہ نہ ہوگی (رواہ ابن ماجہ)

ف حبل رسی خدا کی رسی سے مراد اسی کی طرف کا امن ہے جو ماتحت اسلام کو حاصل ہو اور لوگوں کی رسی وہ عہد و پیمان جو لوگ اپنے ماتحتوں سے کرتے ہیں۔

لَيْسُوا سَوَاءً مِنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ أُمَّةٌ قَائِمَةٌ يَتْلُونَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَاءَ الَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُونَ ۝ يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ

وہ سب برابر نہیں (کیونکہ) اہل کتاب میں سے ایک جماعت سیدھے رستہ پر بھی ہے جو اللہ کی آیتیں رات بھر پڑھتے اور سجدہ کرتے رہتے اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے

وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرٰتِ ؕ وَأُولٰٓئِكَ مِنَ

اور اچھی باتیں بتلانے اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں اور نیکیوں میں دوڑتے ہیں اور وہی نیک بھی ہیں

الصّٰلِحِيْنَ ۝ وَمَا يَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِالْمُتَّقِيْنَ ۝ إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوا لَنْ تُغْنِيَ

اور وہ جو کچھ نیکی کریں گے اس کی ناقدری نہ ہوگی اور اللہ پرہیزگاروں کو خوب جانتا ہے بیشک جنہوں نے کفر اختیار کیا ہے

عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْئًا ؕ وَأُولٰٓئِكَ أَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝

ان کا مال اور ان کی اولاد ان کو اللہ سے کچھ بھی نہ بچا سکے گی اور وہ دوزخی ہیں اور اس میں ہمیشہ رہا کریں گے۔

ترکیب لیسوا کا اسم ضمیر سوا خبر امۃ موصوف قائمۃ صفت مجموعہ مبتدا، من اہل الکتب خبر یتلون اور یومنون وغیرہ حال بھی ہوسکتے ہیں جملہ مستانفہ بھی یکفرہ وہ اس کا تعدیہ دو مفعولوں کی طرف ہے یعنی حرمان کی وجہ سے۔

تفسیر پہلی آیت میں اہل کتاب کی نسبت یہ تھا منہم المؤمنون واکثرہم الفاسقون یہاں اس جملہ کی زیادہ تر تشریح فرماتا ہے تاکہ اہل کتاب کو بھی خدا کی فرمانبرداری کی طرف رغبت ہو کہ سب اہل کتاب بھی برابر نہیں ان میں بھی ایک گروہ ایسا ہے کہ جو سیدھے رستہ پر ہے وہ رات بھر آیات الٰہی پڑھتے اور سجدہ کرتے ہیں اور ان کا اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان ہے اور وہ اچھی باتوں کا حکم دیتے اور بری باتوں سے منع بھی کیا کرتے ہیں (جیسا کہ یہود میں سے عبداللہ بن سلام وغیرہ اور عیسائیوں میں سے حبشہ کا بادشاہ نجاشی اور اس کے ارکان دولت اور کلیسیاء عرب کے عیسائی) اور وہ نیک بات میں جلد دوڑ پڑتے ہیں اس کے اختیار کرنے میں ان کو رسم اور حب مال و جاہ مانع نہیں آتی (چنانچہ ان لوگوں نے جب اسلام کے انوار کی تجلی دیکھی اسی وقت بصدق دل اس کو قبول کر لیا) سو یہی لوگ نیک اور دیندار ہیں آئندہ جو کچھ وہ نیک کام کریں گے یا جو کچھ کر چکے ہیں خدا تعالیٰ ان کی ناقدری نہ کرے گا ضرور جزا خیر دے گا اور جو ان اوصاف حمیدہ سے خالی ہیں گو وہ برائے نام عیسائی یا موسائی یا مجاور خانہ کعبہ قریش ہی کیوں نہ ہوں ان کا مال اور ان کی اولاد بھی ان کے کچھ کام نہ آسکے گی ان کو بڑا غرور اور ناز ہے اور وہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اہل کتاب کا اصل طریق منجانب اللہ اور الہامی ہے سو تمام قوم کبھی ایسی نہیں ہوتی کہ جن کو دینداری اور پرہیزگاری کا خیال نہ ہو بالخصوص ان میں سے باخدا لوگ تو ضرور شب بیداری اور نیک کاموں میں کوشش کرنا اور خدا اور قیامت پر ایمان لا کر دنیا اور اس کے تجملات فانیہ پر دل نہ دھرنا اپنا شیوہ رکھتے تھے چنانچہ حضرت کے زمانہ میں بھی اہل کتاب میں ایسے خدا ترس لوگ موجود تھے جنہوں نے حضرت پر ایمان لانے میں کوئی حیلہ اور حجت نہ کی اور یہی اس آیت کا شان نزول ہے باانصاف طبیعتوں اور اسلام میں ایک جذب مقناطیسی ہے اس لئے چند روز میں بیشمار قومیں اس مذہب میں آگئیں اور آتی جاتی ہیں آج کل کے عیسائی بالخصوص پراٹسٹنٹ تو شب بیداری اور عبادت و ریاضت اور دعا کو جو حضرت مسیح علیہ السلام کا دستور تھا سب ترک کر بیٹھے۔

ہ آناء جمع انی مثل معی و امعاء بمعنی ساعت و وقت ۱۲ منہ

مَثَلُ مَا يُنْفِقُوْنَ فِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَثَلِ رِيْحٍ فِيْهَا صِرٌّ اَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ

جو کچھ کہ وہ اس زندگانی دنیا میں خرچ کرتے ہیں (اسکی) مثال ایسی ہوا کی سی ہے کہ جس میں بڑی سردی ہو وہ ان لوگوں کی کھیتی پر پہنچ کر جنہوں نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے

فَاَهْلَكَتْهُ ۭ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ يٰٓاَيُّھَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ

برباد کر دے اور اللہ نے ان پر کچھ بھی ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کر رہے ہیں۔ اے ایمان والو کسی غیر کو اپنا رازدار نہ بناؤ وہ تمہاری خرابی

لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ۭ وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ ۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاۗءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ښ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُھُمْ اَكْبَرُ ۭ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ

میں کچھ کمی نہیں کرتے چاہتے ہیں کہ تم پر کوئی آفت آئے۔ ان کے منہ سے عداوت ظاہر ہو چکی ہے اور جو کچھ ان کے دلوں میں پوشیدہ ہے وہ تو بہت ہی بڑھ کر ہے

اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ھٰٓاَنْتُمْ اُولَاۗءِ تُحِبُّوْنَھُمْ وَلَا يُحِبُّوْنَكُمْ وَتُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّھٖ ۚ وَاِذَا لَقُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا

دیکھو تم تو ایسے محبت کرتے ہو اور وہ تم سے بالکل محبت نہیں رکھتے اور تم ساری کتاب پر ایمان رکھتے ہو اور جب تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم بھی

وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ ۭ قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۱۱۹

اور جب اکیلے ہوتے ہیں تو غصہ کے مارے تم پر انگلیاں چباتے ہیں کہہ دو اپنے غصہ میں مر رہو بےشک جو کچھ دلوں میں ہے خدا اس کو خوب جانتا ہے

ترکیب مثل مبتدا کمثل ریح خبر اصابت الخ صفت ہے ریح کی بطانۃ مفعول ہے لا تتخذوا کا من دونکم فعل سے متعلق ہو کر صفت ہے بطانۃ کی اسی طرح یالونکم خبالا تمیز ہے علیکم مفعول عضوا الانامل مفعول ثانی۔

تفسیر پہلی آیت میں تھا کہ کفار کو ان کا مال کچھ نفع آخرت میں نہ دے گا اس پر شبہ گذرتا تھا کہ کیوں نہ دیگا حالانکہ وہ غریب یتیم فقیر بے کس کو للہ دیتے ہیں اس کا جواب دیا جاتا ہے کہ ان کے صرف کرنے کی ایسی مثال ہے کہ جیسا کوئی کھیتی کرے باغ لگائے پھر اس کو ہوا اور پالا مار جاوے اور وہ خراب ہو جائے اسیطرح ان کا لیا دیا بے شک کھیتی اور آخرت کے لئے باغ ہے کہ جس سے انتفاع کی امید کامل ہے مگر ان کے کفر کی تند ہوا برف آلودہ اس کو نیست و نابود کر ڈالتی ہے اس میں کچھ ان پر خدا نے ظلم نہیں کیا بلکہ کفر کر کے خود انھوں ہی نے اپنے اوپر ستم ڈھایا۔ خیرات کا مدار ایمان و اخلاص پر ہے سو یہ نہیں اس کے بعد ان سے محبت کرنے سے منع کرتا ہے کہ تم ان کو دلی دوست نہ بناؤ پھر اس کی چند وجوہ بھی ذکر فرماتا ہے کہ (۱) یہ تمہاری مضرت میں کوتاہی نہیں کرتے ہیں (۲) تم پر مصیبت پڑنے کو دل سے چاہتے ہیں (۳) ان کے منہ سے بغض باتیں نکلتی ہیں اور دلی بغض اس سے کہیں زیادہ ہے (۴) تم ان سے محبت رکھتے ہو یہ تم سے نہیں رکھتے (۵) تم کل کتاب الٰہی پر ایمان رکھتے ہو یہ نہیں رکھتے (۶) جب تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے اور تنہائی میں تم پر غصے کے مارے انگلیاں چباتے ہیں پھر ان سے دوستی کرنا خلاف عقل ہے۔

فائدہ

بعض کہتے ہیں اس آیت میں منافقین مدینہ مراد ہیں جو اہل اسلام سے دلی عداوت رکھتے تھے۔ بعض کہتے ہیں مدینہ کے یہود مراد ہیں محققین کے نزدیک اس کا حکم عام ہے بطانۃ بطن سے مشتق ہے یہ مصدر ہے اس کا اطلاق ایک پر ہے جماعت پر جب ہوتا ہے جو نہایت راز دار ہوتے ہیں۔ گویا پیٹ میں گھسے ہوئے ہیں سو ایسی دوستی کفار سے مطلقاً حرام ہے خیال بمعنی فساد و نقصان۔

إِن تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ وَإِن تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَفْرَحُوا بِهَا وَإِن تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا إِنَّ اللَّهَ

اگر تم کو بھلائی پہنچتی ہے تو انکو رنج ہوتا ہے اور اگر کوئی تم پر سختی آتی ہے تو اس سے خوش ہوتے ہیں اگر تم صبر کرو اور پرہیز گاری اختیار کرو تو انکا مکر تم کو کچھ بھی ضرر نہ دیگا

بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ ۝ وَإِذْ غَدَوْتَ مِنْ أَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِينَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝ إِذْ هَمَّت طَّائِفَتَانِ مِنكُمْ أَن تَفْشَلَا ع ۳

بیشک اللہ نے انکے سب کام (اپنے علم میں) گھیر رکھے ہیں اور (یاد کرو) جبکہ آپ صبح کو اپنے گھر سے نکلکر مسلمانوں کو لڑائی کے موقعوں پر بٹھلا رہے تھے اور اللہ سنتا جانتا ہے جب تم میں

وَاللَّهُ وَلِيُّهُمَا وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ۝ وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرٍ وَأَنتُمْ أَذِلَّةٌ فَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝

جاویں (مگر پھر سنبھل گئے کیونکہ) اللہ انکا مددگار تھا اور ایمانداروں کو اللہ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہیے اور اللہ بدر کی لڑائی میں تمہاری مدد کر چکا ہے حالانکہ تم کمزور تھے سو

ترکیب واذ اس کا عامل ہے اذکر محذوف ہے من اہلک میں من ابتداء غایت کیلئے تبوی حال ہے یہ مفعول ثانی کی طرف بواسطہ حرف جر متعدی ہے اول مفعول اس کا المومنین اور ثانی مقاعد ان تفشلا اصل بان تفشلا

تفسیر اس جگہ ایک اور بھی وجہ بیان فرماتا ہے کہ اگر تم کو کوئی بھلائی پہنچتی ہے تو وہ ناخوش ہوتے ہیں اور تمہاری تکلیف و مصیبت سے خوش ہوتے ہیں پھر حکم دیتا ہے کہ اگر تم کو کوئی سختی پیش آوے تو خدا سے ڈرو اور صبر کرو ان کا مکر تم کو کچھ نقصان نہ دیگا اسکے بعد جنگ احد کا وہ قصہ یاد دلاتا ہے جس میں اشارہ ہے کہ دیکھو تم نے اس قدر صبر اور تقویٰ نہ کیا تو تم پر مصیبت آئی بہت سے صحابہ شہید ہو گئے پھر اس سے وہ لوگ دیکھو کسقدر خوش ہوئے اس ناصبری کا نتیجہ یہ مصیبت پیش آئی یہانتک کہ دو گروہ نے تم میں سے بھاگنے کا قصد ہی کر لیا تھا خدا نے ثابت قدم رکھا ورنہ اللہ تعالیٰ تو تم کو باوجود قلت و ذلت کے بدر کی لڑائی میں فتحیاب کر چکا ہے اب تم اللہ سے ڈرو تاکہ اس کی شکر گزاری کرنے لگو جو باعث سعادت و مزید نعمت ہے بدر کی لڑائی میں کفار مکہ ہزیمت اٹھا چکے تھے مگر یہیں جوش تھا کہ پھر اہل اسلام سے بدلہ لیجئے اسلئے شوال کی ساتویں تاریخ ہجرت کے تیسرے سال ابوسفیان ایک لشکر کثیر لیکر مدینہ پر چڑھ آیا صحابہ میں بعض کی یہ رائے ہوئی کہ باہر نکل کر انسے مقابلہ کرو بعض نے کہا شہر ہی میں رہو اور تیر اندازی کرو اور آخر اول فریق کے کہنے سے آنحضرت مع انصار و مہاجرین صبحکو باہر نکلے اور احد پہاڑ جو مدینہ سے دو میل شمال کیطرف ہے اسکے نیچے جمع ہوئے اور آنحضرت نے احد کی گھاٹیوں پر تیر اندازوں کو بٹھانا شروع کیا کہ تم یہاں سے نہ ہلنا تاکہ اس طرف سے کفار ہماری پشت کیطرف نہ آجائیں اور ان کا سردار عبداللہ بن جبیر کو کیا واذ غدوت الخ کے یہی معنی ہیں پھر جب لڑائی شروع ہوئی اور صحابہ نے احد کی طرف پیٹھ کر کے مقابلہ شروع کیا تو کفار بھاگ نکلے جب تیر اندازوں نے یہ دیکھا تو وہ بھی مورچہ چھوڑ کر کفار کے پیچھے پڑ گئے حالانکہ آنحضرت انکو بلاتے اور منع کرتے جاتے تھے مگر وہ کب سنتے تھے اس نافرمانی اور بے صبری کی شامت سے یہ ہوا کہ گھاٹی خالی دیکھ کر کفار پیچھے سے آگئے اور تیر برسانے لگے اور کفار آگے سے بھی ٹوٹ پڑے عبداللہ بن ابی منافق تو تین سو آدمیوں کیساتھ بھاگ نکلا اور مسلمانوں کے بھی پیر اکھڑ گئے اور قبیلہ بنو سلمہ خزرجی اور بنو حارثہ اس نے بھی بھاگنے کا قصد کر لیا اور اب خوب تلوار چلی جس سے بہت سے صحابہ حضرت حمزہ وغیرہ شہید ہو گئے مگر مع چند شخصوں کے آنحضرت جمے رہے یہاں تک کہ ایک پتھر آنحضرت کے دندان مبارک پر لگا اور دانت ٹوٹ گیا اور سر مبارک میں زخم آیا اور بچانے میں طلحہ کا ہاتھ بیکار ہو گیا لیکن پھر جو صحابہ نے پاؤں جمایا تو کفار بھاگ اٹھے۔ الغرض یہ کہ خدا تعالیٰ یاد دلاتا ہے کہ جو عدول حکمی کا نتیجہ تھا اس ہزیمت کی آنحضرت نے اول سے ہی خبر دیدی تھی۔ فشل نامردی۔ بھاگنا۔

اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ ۔ بَلٰٓى اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ

جبکہ آپ مسلمانوں سے کہہ رہے تھے کہ کیا تمکو یہ کافی نہیں ہے کہ تمہارا خدا تین ہزار فرشتہ بھیجکر تمہاری مدد کرے کیوں نہیں اگر تم جمے رہو اور خدا سے ڈرو اور دشمن بھی دفعۃً

فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ ۔ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ ۭ وَمَا

پھر چڑھ آئیں تو تمہارا خدا تمہاری پانچہزار فرشتوں سے مدد کریگا جیسے ہوئے گھوڑوں پر سوار ہوکر آ موجود ہونگے اور یہ صرف اللہ نے تمہاری خوشی اور تمہارے دل کے اطمینان کیلئے کیا ہے

النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۔ لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنْقَلِبُوْا خَآئِبِيْنَ ۔ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ

فتح تو اللہ زبردست حکمت والے کیطرف سے ہے اور یہ اسلئے کہ خدا کافروں کی ایک جماعت کو کاٹ ڈالے یا انکو ذلیل کرے کہ وہ نامراد ہوکر واپس جائیں (ای نبی) آپ کا کچھ بھی اختیار

اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ۔ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ

چاہے انکو توبہ نصیب کرے یا انکو عذاب دے کہ وہ ناحق پر ہیں اور جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب اللہ ہی کا ہے جسکو چاہے بخشدے اور جسکو چاہے عذاب دے اور اللہ (بڑا)

ترکیب اذ تقول ممکن ہے کہ اذ ہمت سے بدل ہو اور ممکن ہے کہ نصرکم کا ظرف ہو لیس لک خبر شیٔ اسم او یتوب او یعذبہم معطوف ہیں یکبتہم پر یا الامر پر یا شیٔ پر باضمار ان اور الا ان کے معنی میں بھی ہو سکتا ہے۔

تفسیر پہلی آیت میں ذکر تھا کہ باوجودیکہ تمہاری حالت نہایت خراب تھی مگر خدا نے بدر کی جنگ میں اسباب ظاہر کے برخلاف تمہاری مدد کی تھی اب یہاں اس مدد غیبی کو یاد دلاتا ہے یعنی مدد غیبی کا وہ دن تھا کہ جس دن ای نبی تم مسلمانوں کو تسلی دے رہے تھے اور یہ کہہ رہے تھے کہ تم اپنی قلت اور بے سروسامانی اور کفار کی کثرت اور اسباب حرب پر خیال کر کے ہراساں نہ ہو کیا تمکو یہ کافی نہیں کہ خدا تمہاری تین ہزار فرشتے بھیجکر مدد کرے کیوں نہیں اگر تم صبر کروگے اور اللہ پر توکل کروگے اور کفار تم پر جوش میں آکر یا فوراً حملہ کرینگے تو وہ پانچہزار فرشتے بھیجکر تمہاری مدد کریگا اور یہ ملائکہ کا بھیجنا بھی کوئی ایسی چیز نہیں ہے کہ تم اسی پر اعتماد کر بیٹھو بلکہ فتح تو اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے جو زبردست ہے اور حکمت مدنظر رکھکر کام کرتا ہے یہ تو صرف تمہاری دلجمعی کے لئے ہے اور یہ فتح اسلئے دی کہ کفار کی شوکت ٹوٹ جاوے واضح ہو کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابوسفیان کو مع قافلہ گرفتار کرنے کیلئے مع تین سو صحابہ مہاجرین و انصار باہر نکلے اور ابوسفیان کو خبر ہوگئی تو اس نے مکہ میں کہلا بھیجا وہاں جوش پیدا ہوگیا تخمیناً ہزار آدمی پیغمبر علیہ السلام کے مقابلہ میں نکلے اور ابوسفیان قافلہ لے کر نکل گیا اور دونوں لشکروں کا مقابلہ بدر کے میدان میں ہوگیا۔ مگر صحابہ ڈرے کہ ہم کو یہ کیا معلوم تھا کہ اتنی فوج جرار سے مقابلہ آپڑے گا نہ ہمارے پاس کوئی سامان ہے نہ ہتھیار ہیں کیا کریں جب ان کی یہ حالت حضرت نے دیکھی تب یہ فرمایا۔ خدا نے اپنے وعدے کے مطابق ہزار فرشتے بھیجے جیسا کہ سورہ انفال فاستجاب لکم انی ممدکم بالف من الملٰئکۃ کہ خدا نے تم کو جواب دیا کہ میں تمہاری ہزار فرشتوں سے مدد کرتا ہوں اور اسی طرح صحیح بخاری اور مسلم اور دیگر کتب حدیث میں آیا ہے کہ بدر کے روز ملائکہ گھوڑوں پر سوار ہوکر کفار سے مقابلہ کرتے ہوئے نظر آئے اور یہ روایتیں بقدر مشترک حد تواتر کو پہنچ گئی ہیں کہ جن کا مفصلاً بیان کرنا متعذر ہے اور نیز اسی زمانہ میں جبکہ کفار ہزیمت کھا کر مکہ میں واپس گئے تھے تو خود باہم اس بات کے قائل تھے اور اس کو اپنی محفلوں میں نہایت تعجب اور حیرت انگیز قصہ تصور کر کے بیان کیا کرتے تھے جیسا کہ کتب تاریخیہ سے بخوبی ثابت ہے۔

پھر جب جنگ میں یہ مشہور ہوا کہ مکہ سے اور بڑی مدد آتی ہے تو حکم آیا کہ اگر وہ فوراً غصہ میں بھر کر آویں گے تو ہم تین ہزار بلکہ پانچہزار فرشتہ بھیجدیں گے چونکہ ان کی مدد نہ آئی تو اور فرشتے بھی نہ آئے (تفسیر کبیر)

ﷲ احد کے روز جبکہ عتبہ بن ابی وقاص کے ہاتھ سے آنحضرت علیہ السلام کے سر مبارک پر زخم شدید پہنچا اور حمزہ وغیرہ بڑے بڑے غازیان اسلام شہید ہوگئے تو حضرت نے چاہا کہ کفار پر بددعا کریں تاکہ وہ ہلاک ہو جائیں اس لئے خدا نے منع کیا اور لیس لک من الامر یہ آیت نازل ہوئی کیونکہ خدا انکو مسلمان کر کے اس قوم سے بڑا کام لینا تھا سلیمانہ منہ

بعض لوگ جیساکہ ابو بکر اصم اور رہبر معتزلہ اور ان کے مرید نیچریہ وغیرہم اس مقام پر یہ کہتے ہیں کہ جنگ بدر میں کیا کسی لڑائی میں بھی فرشتے نہیں آئے تھے دلائل عقلیہ یہ ہیں (۱) ایک فرشتہ تمام ملک کے برباد کرنے کو کافی ہے۔ پھر ہزاروں فرشتوں کی کیا ضرورت تھی (۲) اگر خدا کو فرشتوں ہی سے کام لینا تھا تو صرف ملک الموت کافی تھا یعنی وہ آپ ہی سب جہان کے کافروں کی روح قبض کر لیتا بلکہ اگر ایسا ہی ہو تو اس نے کافر پیدا ہی کیوں کئے (۳) ملائکہ اگر اجسام کثیفہ تھے تو ضرور سب کو نظر آتے اور مسلمانوں کی جماعت ایک ہزار تین سو آدمیوں کو دکھائی دیتے حالانکہ ایسا نہیں ہوا اور اگر اجسام لطیفہ تھے تو ان میں طاقت ہی کیا تھی جو کسی کو قتل کرتے دلائل نقلیہ ان آیات میں جو اس مقام پر وارد ہیں کہیں یہ نہیں کہ خدا نے فرشتے بھیجے بلکہ رسول کا قول نقل کیا ہے کہ جو بوقت جنگ آنحضرتؐ نے لوگوں سے خدا پر توکل کرنے کے لئے فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ ایسا بھی کر سکتا ہے (۲) کفار نے بارہا استدعا کی کہ فرشتہ ہی کیوں نہ خدا نے رسول بنا کر بھیجا مگر ان کی استدعا قبول نہ ہوئی اور نہ ایسا کسی جگہ پہلے معاملہ گذرا ہے نہ یہ باتیں ممکن ہیں بلکہ نیچر کے خلاف ہیں ان دلائل کا یہ جواب ہے (۱) اگرچہ ایک فرشتہ کافی تھا بلکہ اس کی بھی کیا ضرورت صرف خدا کا کن کہنا ہی کافی تھا مگر ہزار فرشتوں کا بھیجنا صرف اہل اسلام کی تقویت قلبی اور تقویت ایمان و اعتقاد کے لئے تھا تاکہ ان کو یہ معلوم ہو کہ خدا اپنے مخلصین کی یوں بھی مدد کر دیا کرتا ہے جیساکہ خود فرماتا ہے وما جعلہ اللہ الا بشریٰ لکم ولتطمئن قلوبکم بہ اور لفظ جعل جو ماضی ہے اپنے حقیقی معنی کے اعتبار سے اس امر کے وقوع پر دلالت کر رہا ہے (۲) اس کا بھی یہی جواب ہے کہ کافروں کے پیدا کرنے اور ملائکہ کے بھیجنے میں منافات ثابت کرنا رسالت کا انکار کرنا ہے کیونکہ منکر کہہ سکتا ہے کہ خدا نے رسول بھیجے تھے تو پہلے سے کافر ہی کیوں پیدا کئے تھے (۳) ملائکہ اگرچہ اجسام لطیفہ ہیں مگر جب چاہتے ہیں اجسام کثیفہ میں یعنی انسان کی صورت میں ظاہر ہو سکتے ہیں چنانچہ بدر میں ایسا ہوا اور بیشک وہ لوگوں کو نظر آئے یہ بات کہ سب کو کیوں نظر نہ آئے کچھ بات نہیں دیکھئے بائبل میں سینکڑوں جا ہے کہ فرشتہ ایک شخص خاص کو نظر آیا اوروں کو نہیں دکھائی دیا اور اس کا سبب ہم مقدمہ کتاب میں بیان کر آئے ہیں دلائل نقلیہ کا جواب یہ ہے یہ کہنا کہ فرشتوں کا بھیجنا ثابت نہیں بلکہ صرف وعدہ یا تسلی ہے بڑے تعجب کی بات ہے کیونکہ اول تو سورۃ انفال میں صاف تصریح ہے فاستجاب لکم الآیۃ کہ خدا نے ایسا کر دیا پھر اس سے بڑھ کر اور کیا تصریح ہو گی؟ دوم خود انہیں آیات میں لفظ جعل وارد ہے اور ضمیر متصل ارسال ملائکہ کی طرف پھرتی ہے ورنہ صرف زبانی جمع خرچ ایسی حالت میں کیا اطمینان قلب اور بشریٰ ہو سکتا تھا؟ کفار کی استدعا پر ملائکہ نہ بھیجنے کی وجہ قرآن مجید میں مذکور ہے وہ یہ کہ اگر ہم بجائے رسولوں کے تمہارے پاس فرشتہ بھیجتے تو ضرور وہ انسان کی شکل میں ظاہر ہو کر آتے پھر جن کو رسولوں پر شبہ ہے ان کی نسبت بھی یہی شبہ باقی رہتا ہے کیا معلوم یہ فرشتہ ہے یا آدمی ہے یا کوئی جن یا شیطان ہے علاوہ اسکے اس بات میں اور اس بات میں کوئی ملازمہ نہیں کہ جو اس سے اس کی نفی ثابت کی جاوے اور یہ کہنا کہ پہلے کبھی فرشتوں سے کام لینا ثابت نہیں سخت بیجا کی ہے دیکھئے توریت سفر پیدائش کے انیسویں باب میں صاف تصریح ہے کہ سدوم اور عموریہ میں جہاں کہ لوط علیہ السلام رہتے تھے فرشتے آدمیوں کی شکل میں آئے اور جب وہاں کے اغلامی لوگوں نے لوط پر حملہ کرنا چاہا تو ان فرشتوں نے لوط کو دروازہ کے اندر کھینچ لیا اور صبح کو ان بستیوں پر آگ اور گندھک برسایا اور ان کو نیست کر دیا اسی طرح توریت انجیل و دیگر صحف انبیاء سے بھی یہ بات ثابت ہے کہ فرشتے مخلصین کی اعانت اور خدا کے دشمنوں کی سرکوبی کے لئے آئے صحیح بخاری میں ہے کہ بدر کے روز آنحضرتؐ نے فرمایا دیکھو یہ جبریل ہے جو گھوڑے کی باگ تھامے ہوئے مسلح ہے صحیح مسلم میں ہے کہ بدر کے روز ایک انصاری نے ایک مشرک پر حملہ کیا اور اس کے پیچھے دوڑا ابھی وہ اس کے پاس نہ پہنچا تھا کہ اس پر ایک کوڑا غیب سے پڑا اور یہ آواز آئی کہ اقدم حیزوم کہ گھوڑے حیزوم آگے بڑھ جب جاکر دیکھا تو وہ شخص مرا ہوا تھا اور اس پر کوڑے کا

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ۠ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۚ وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْٓ اُعِدَّتْ

مسلمانو سود دُگنا تگنا کر کے سود نہ کھایا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم فلاح پاؤ اور اس آگ سے بھی ڈرتے رہو جو کافروں کے لئے

لِلْكٰفِرِيْنَ ۚ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۚ وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا

تیار کی گئی ہے اور اللہ اور رسول کا حکم مانا کرو تاکہ تم پر رحم کیا جاوے اور خدا کی بخشش اور جنت کی طرف دوڑو کہ جس کا عرض آسمانوں

السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ۙ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّاۗءِ وَالضَّرَّاۗءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ

اور زمین کے برابر ہے (اور وہ) ان پرہیزگاروں کیلئے تیار کی گئی ہے جو فراخی و تنگی میں (اللہ کی راہ) میں دیا کرتے ہیں اور جو غصہ کو دبا لیں اور لوگوں سے درگذر کرتے ہیں

عَنِ النَّاسِ ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۚ وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا

اور اللہ نیکی کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے اور وہ جو کبھی کوئی بےحیائی کا کام کر بیٹھتے ہیں یا اپنی جان پر ظلم کر لیتے ہیں تو اسی وقت اللہ کو یاد کرتے ہیں اور

لِذُنُوْبِهِمْ ۠ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ڟ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰي مَا فَعَلُوْا وَھُمْ يَعْلَمُوْنَ ؀ اُولٰۗىِٕكَ جَزَاۗؤُھُمْ

اپنے گناہوں کی معافی مانگنے لگتے ہیں اور خدا کے سوا گناہوں کو کون معاف کر سکتا ہے اور وہ جو کچھ کر بھی لیتے ہیں تو جان بوجھ کر اصرار بھی نہیں کرتے یہی وہ لوگ ہیں۔

مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ۝

کہ ان کا بدلہ (ان کے رب کی مغفرت) اور ایسے باغ ہیں کہ جن کے تلے بڑی بڑی نہریں بہ رہی ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہا کریں گے اور عمل کرنے والوں کا کیا ہی اچھا بدلہ ہے۔

نشان تھا اس کا منہ پھٹ گیا تھا اسی طرح صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے کہ سعد بن وقاص کہتے ہیں کہ اس روز میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں اور بائیں دو سوار سفید پوش دیکھے جو بڑی تیزی سے جنگ کر رہے تھے نہ انکو میں نے پہلے دیکھا تھا نہ پھر وہ مجھے نظر آئے یعنی جبرئیلؑ و میکائیلؑ اور ممکن ہونا ان باتوں کا ہم نے مقدمہ میں ثابت کر دیا ہے

ترکیب اضعافا حال ہے الربوا سے عرضها جملہ موضع جر میں ہے تقدیر الکلام عرضها مثل عرض السموات اعدت صفت جنت کی ہے اور حال بھی ہو سکتا ہے الذین ینفقون اور اسی طرح والذین اذا فعلوا اور الکاظمین اور العافین سب متقین کی صفت میں واقع ہیں ذکروا اللہ جواب ہے اذا کا من مبتدا اور یغفر خبر وہم یعلمون حال ہے ضمیر لم یصروا سے

تفسیر پہلی آیت میں خدا نے اپنی مغفرت اور رحمت کا ذکر کیا تھا اور فرمایا تھا کہ زمین و آسمان سب ہمارے قبضہ میں ہے جسکو ہم چاہتے ہیں معاف کرتے ہیں جسکو چاہتے ہیں عذاب دیتے ہیں اسلئے یہاں پر سُود خوری سے منع کیا کیونکہ جب خدا تمہیں بخشتا اور تم پر رحم کرتا ہے تو تم بھی اپنے زیردستوں پر رحم کر کے انکو سود معاف کر دو ظلم نہ کرو دوم جو کچھ ہے خدا کا ہے پھر تم کیوں اسکے دیئے ہوئے مال کا شکریہ ادا نہیں کرتے کیوں ناحق معاوضہ لیتے ہو یا یوں کہو دنیادار سُود خوری وغیرہ کا سبب اسی میں مستغرق رہتے ہیں کہ گویا اُن کو سدا یہیں رہنا ہے حالانکہ یہ مسافرخانہ ہے جہاں پھر کبھی آنا ہی نہیں اور پیشتر جہاد اور نزول ملائکہ وغیرہ ان باتوں کا ذکر تھا جو دار آخرت کا وسیلہ ہے اسلئے یہاں فرمایا کہ کس واہیات کمائی میں پڑے ہو اسکو چھوڑ دو اور خدا کی مغفرت اور جنت کی طرف دوڑو اور اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ دنیا کی ترقی کیا سُود میں ڈھونڈتے ہو اس کو چھوڑ دو اور خدا کے لشکر میں داخل ہو کر جہاد کرو جس سے دنیا کی سلطنتیں تمہارے پاؤں پر آ پڑیں اور آخرت میں بھی بادشاہت ملے اور چونکہ پہلے جہاد کا ذکر تھا اور سود خوری بزدلی پیدا کرتی ہے اس لئے اسکے ذکر میں اس کی ممانعت کرنا بھی عین حکمت ہوا۔ عرب میں دستور تھا کہ جب مدت معین پر قرضدار روپیہ ادا نہیں کرتا تھا تو قرضخواہ سُود کو اس میں شامل کر کے مہلت دیتا تھا پھر اگلی قسط پر سود اور بڑھا جاتا تھا جس طرح یہاں سود خوار سُود کو اصل میں جمع کر کے اس پر سُود لگا کر دگنے تگنے کر لیتے ہیں ایسا ہی وہ بھی کرتے تھے اس لئے اضعافا مضاعفۃ سے منع کیا اور فرمایا کہ اللہ سے ڈرو پھر فرمایا اس آگ سے ڈرو کہ جو کافروں کے لئے تیار ہوئی ہے یعنی جہنم اس میں اشارہ ہے۔

ف اضعاف جمع ضعف ہو لما کان جمع قلۃ والمقصود الکثرۃ اتبعہ بما یدل علی ذلک وہو الوصف بمضاعفۃ عرضها والمراد وسعتها بطریق الاستعارۃ ۱۲ منہ

کہ انجام کار سود خوری اور اس پر بے پروائی کا گھر ہے سو جو سزا کافروں کو ملیگی وہی سود خواروں کو پھر فرمایا اللہ اور اسکے رسول علیہ السلام کی اطاعت کرو اسکے بعد کنایہ کے طور پر اسی اطاعت کے ثمرہ کی طرف اشارہ فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور جنت کیطرف دوڑو یعنی اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کرو گویا مغفرت اور جنت کی طرف دوڑنا ہے مفسرین کہتے ہیں مغفرت سے مراد وہ امور ہیں کہ جن سے مغفرت حاصل ہو اور اسی طرح جنت سے مراد وہ امور ہیں کہ جن سے جنت حاصل ہو پھر اسکی تفسیر میں مختلف اقوال ہیں ابن عباسؓ کہتے ہیں مراد اسلام ہے حضرت علیؓ سے منقول ہے کہ اداء فرائض اور حضرت عثمانؓ کہتے ہیں اخلاص ابو العالیہ کے نزدیک ہجرت کرنا سعید بن جبیر کے نزدیک تکبیر اولیٰ مراد ہے الغرض ترک منکرات و ادائے واجبات اس میں سب کچھ آجاتا ہے جنت کی صفت میں دو باتیں ذکر فرمائیں اول یہ کہ اس کا چوڑان آسمان و زمین کے برابر ہے ابو مسلم کہتے ہیں کہ عرض سے مراد قیمت ہے عرب بولتے ہیں اذا ابعت الشئ بالشئ الآخر عرضتہ علیہ عارضتہ یعنی جنت کی قیمت آسمانوں اور زمین کی جملہ چیزوں سے بھی زیادہ ہے سو نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز در اصل یہ ایک بڑی روحانی کیطرف اشارہ ہے وہ یہ کہ جنت عالم قدس ہے اسکو اس عالم حسی سے کچھ علاقہ ہی نہیں نہ وہ شہر عدن میں ہے نہ ملک شام میں ہے نہ آسمان میں ہے نہ کسی کوہ ہمالیہ کی چوٹی پر ہے بلکہ یہ تمام آسمان و زمین اس کی وسعت کے آگے کچھ بھی نہیں کس لئے کہ اس کا چوڑان اتنا ہے پھر طول کا تو کیا ٹھکانا ہے پھر وہ آسمان یا زمین میں کیونکر سما سکے ہاں سماوات اور عرش چونکہ لطافت میں عالم قدس کے مشابہ ہیں اس لئے کہہ سکتے ہیں کہ جنت آسمانوں پر دوزخ زمین کے نیچے ہے پھر سارعوا کے لفظ میں اشارہ ہے کہ وہ عالم ارواح طیبات کا حیز اصلی ہے جو جسمانی علائق ہیں ان کو توڑ اور چھوڑ کر اس طرح دوڑو کہ جس طرح قفس سے طائر خوش الحان اُڑ کر اپنے باغ میں جاتا ہے آنحضرت کے فیض صحبت سے یہ بات ہر صحابی کو میسر آگئی تھی چنانچہ بدر کے روز آنحضرت مشرکین سے مقابل ہوئے تو صحابہ سے فرمایا قوموا الی جنۃ عرضہا السموٰت والارض کہ اس جنت کیلئے اٹھو جس کا چوڑان زمین و آسمان کے برابر ہے یہ سنتے ہی عمیر بن حمام صحابی نے کہا واہ واہ اسکے بعد وہ اپنے توشہ دان سے چھوارے کھانے لگا پھر کہا اتنی دیر میں چھوارے کھاؤں یہ تو بڑا عرصہ ہے لو جنت ہی میں چل کر کھاؤنگا پھر یہانتک لڑا کہ شہید ہو گیا (رواہ مسلم) اسی طرح جنگ احد میں صحابہ کی حالت وجد پیش آئی۔ جہاد کے موقعہ پر سارعوا کہنا اسبات کیطرف اشارہ کرتا ہے کہ جہاد میں تلوار سے اس طائر روح کے بند کٹ جاتے ہیں پھر جس کے بعد روحانی سلطنت اور بڑی سیرگاہ اور وسعت اور عالم سرور اور نور ہے شمشیر محبت الٰہی بھی یہی کام کرتی ہے دوسرا وصف اعدت للمتقین کہ وہ پہلے ہی سے طیار کی گئی ہے وہاں کے لوگ اور احباب منتظر ہیں پھر للمتقین میں اشارہ ہے کہ وہ پرہیزگاروں کا گھر ہے جو دولت اور حسب اور نسب سے حاصل نہیں ہوتا اسکے بعد متقین کے چند اوصاف بیان فرماتا ہے تاکہ حقیقی متقی اور ادعائی متقیوں میں فرق ہو جاوے متقین کی دو قسم ہیں ایک محسنین دوسرے تائبین اور احسان کبھی تو دوسرے کو نفع پہنچانے سے ہوتا ہے اور کبھی ضرر نہ دینے سے ہوتا ہے اسلئے (۱) الذین ینفقون فی السراء والضراء فرمایا جس میں حال کی قید ہے نہ جسکو دیا جاوے اسکا ذکر ہے بلکہ عام رکھا ہے خواہ اپنے کو خواہ بیگانے کو خواہ زکوٰۃ خواہ صدقہ نافلہ خواہ ہدیہ دیتے ہیں تنگی میں تھوڑا اور فراخ دستی میں بہت خواہ علم و حکمت صرف کرتے ہیں (۲) والکاظمین الغیظ فرمایا کہ اپنے غصہ کو مارتے ہیں کسی سے بدلہ بھی لینا نہیں چاہتے خواہ اپنا ہو خواہ بیگانہ اسلئے آنحضرت اور صحابہ نے ہزار بار بھی اپنے دشمنوں کیساتھ نیک سلوک کیا ہے (۳) والعافین عن الناس یعنی اپنے حقوق کا بھی کسی سے مطالبہ نہیں رکھتے بلکہ درگذر کرتے ہیں اسلئے ان تینوں صفتوں کے بعد واللہ یحب المحسنین فرمایا اسکے بعد (۴) وصف توبہ ہے یعنی اگر ان سے کوئی گناہ از قسم زنا وغیرہ کوئی کبیرہ یا صغیرہ بشریت سے ہو جاتا ہے تو وہ تین باتیں کرتے ہیں

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ ۙ فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ ۝ هَٰذَا بَيَانٌ لِلنَّاسِ

تم سے پہلے (بہت سی) واقعات گزر چکے ہیں (زمین میں پھر کر تو دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا یہ لوگوں کے لئے بیان ہے

وَهُدًى وَمَوْعِظَةٌ لِلْمُتَّقِينَ ۝ وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝ إِنْ يَمْسَسْكُمْ قَرْحٌ

اور پرہیزگاروں کے لئے ہدایت اور نصیحت ہے اور (اس شکست سے) ہمت نہ ہارو اور نہ غم کھاؤ اگر تم سچے مسلمان ہو تو تمہیں غالب رہو گے اگر تم کو کہیں زخم پہنچا ہے تو

فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِثْلُهُ ۚ وَتِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ

قوم کو بھی ویسا ہی زخم پہنچ چکا ہے اور ان دنوں کو تو ہم لوگوں میں ہر لتے پھر اتے رہتے ہیں اور (یہ زخم) اس لئے پہنچا کہ خدا کو (مخلص) ایمانداروں کو جانچنا تھا اور تم میں سے بعض کو

شُهَدَاءَ ۗ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ ۝ وَلِيُمَحِّصَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَمْحَقَ الْكَافِرِينَ ۝ أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ

شہید بنانا تھا اور اللہ تو ستمگاروں سے محبت (ہی) نہیں رکھتا اور (یہ) اس لئے بھی کیا ہے تاکہ اللہ ایمانداروں کو پاک کرے اور کافروں کو مٹائے کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ (یوں ہی) جنت میں چلے جاؤ گے

الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصَّابِرِينَ ۝ وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَلْقَوْهُ فَقَدْ رَأَيْتُمُوهُ وَأَنْتُمْ تَنْظُرُونَ ۝

خدا نے تم میں سے جہاد کرنیوالوں اور صبر کرنیوالوں کو جانچا بھی نہیں اور تم تو موت کے آنے سے پہلے (خدا کی راہ میں) مرنے کی آرزو کیا کرتے تھے سو اب تو تم نے اسکو آنکھوں سے دیکھ

(۱) خدا کو یاد کرتے ہیں اُس کی تجلی سے جو کچھ کثافت رُوح پر آگئی ہے دُور ہو جاتی ہے (۲) اپنے گناہوں سے استغفار کرتے ہیں خدا سے معافی مانگتے ہیں (۳) جو کچھ ہو گیا ہے اُس پر اڑتے نہیں بلکہ ندامت کرتے اور آئندہ کو باز آتے ہیں آگے ان کی جزا جنت فرما کر کلام کو اول اسلوب پر لایا گیا۔

ترکیب من قبلکم خلت سے متعلق ہے و لا تہنوا نہی وہن سے ہے و حذف ہے کیونکہ وہ کسرے اور ی کے بیچ میں آگیا تھا الاعلون اس کا مفرد اعلیٰ ہے التقاء ساکنین کیوجہ سے الف حذف کر کے اسکا یاد گار فتح چھوڑ دیا گیا ہے قرح مصدر قرحہ بمعنی زخم ہے اور قرح بالضم زخم۔ تلک مبتداء الایام خبر نداولہا جملہ حال ہے و لیعلم معطوف ہے محذوف پر اسی نداولہا لیکون کیت و کیت و لیعلم اللہ تاکہ معلوم ہو کہ اس کے نزدیک ایام کی چند علتیں ہیں منجملہ ان کے یہ اور ہے و تمحیص معطوف ہے و لیعلم پر ام منقطعہ بمعنی بل۔

تفسیر جبکہ خدا تعالیٰ نے عالم آخرت کی رغبت اور جنت کا شوق دلایا اور جہاد پر جو اصلاح عالم کا باعث ہے آمادہ کیا تو یہاں پیشتر دُنیا اور اہل دُنیا کی بے ثباتی بیان فرمائی کہ تم سے پہلے کیا کچھ دنیا پر گذر چکا ہے دنیا میں پھر کر دیکھو کہ فرعون وغیرہ سرکش لوگ کہاں گئے اُن کے نعیم و ناز خاک میں مل گئے انجام کار پرہیزگاروں نے فلاح پائی انبیاء اور ان کی جماعت ہمیشہ کافروں سے لڑتے آئے ہیں اس کے بعد اُس واقعہ کی طرف توجہ کرتا ہے جو جنگ احد میں گزرا ہے (یعنی وہ جو کچھ مسلمانوں کو ہزیمت اور مصیبت پہنچی تھی اُس پر منافق ہنستے اور ایماندار دل میں آزادہ ہوتے تھے) کہ اگر تم کو کچھ زخم پہنچا ہے تو اُس پر کچھ غم نہ کھاؤ نہ سستی اختیار کرو کیونکہ اس سے پیشتر جنگ بدر میں تم اُن کو ہزیمت اور زخم دے چکے ہو دنیا میں زمانہ یکساں نہیں رہتا کبھی رنج ہے کبھی راحت ہم لوگوں میں زمانہ کو یوں ہی اُلٹتے پلٹتے رہتے ہیں مگر انجام کار تمہیں غالب رہو گے بشرطیکہ ایمان پر قائم رہو چنانچہ اس پیشین گوئی کے مطابق ظہور میں آیا عرب کیا مشرق سے مغرب تک بڑے بڑے

لے سنن جمع سنة بمعنی طریقہ مستقیمہ جس سے مراد واقعہ ہے۔ جو طریقہ طبعیہ پر گزرتا ہے ۱۲ منہ ۲ احد کی لڑائی میں بعض مسلمانوں کی سوء تدبیری اور خدا و رسول کی نافرمانی سے شکست ہو گئی تھی جس میں حضرت حمزہ وغیرہ ستر صحابی کے قریب شہید ہو گئے تھے اس پر منافق لوگ طعنہ دیکر مسلمانوں کو رنج دلاتے اور ہمت ہراتے تھے۔ ان آیات میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے اور مسلمانوں کو نصرت و فتح کا وعدہ دیکر مضبوط کیا جاتا ہے اور بتایا جاتا ہے کہ آئندہ خدا اور اُس کے رسول کی نافرمانی نکرنا ورنہ دنیا میں اور آخرت میں بھی فلاح نہ پاؤ گے مسلمانوں پر جب کوئی آفت آتی ہے تو ان کی نافرمانی سے آتی ہے ۳ سے تحمیص لغت میں پاک کرنا محق مٹانا ۱۲ منہ ف التمحیص الابتلاء وقیل التطہیر [illegible] وقیل التصفیہ ۱۲ منہ المحق محو الآثار والمحق نقصہا قلیلاً قلیلاً ۱۲ منہ

ملک صحابہ کے ہاتھ میں آگئے ایمان کی بدولت پھر اس احد کی شکست میں کچھ حکمتیں ہیں ان کی طرف اشارہ فرماتا ہے کہ اس میں ایک تو ایمانداروں کا امتحان مقصود تھا دوم یہ کہ تم میں سے بہت لوگ عالم آخرت اور شہادت کے مشتاق تھے ان کو شہادت دینی تھی سوم یہ کہ جو خالص مسلمان ہیں وہ اس معرکہ میں پڑکر پاک ہو جاویں اور کفار مخالفین مٹ جائیں کیونکہ ہمیشہ سے حق کی یہ تاثیر ہے کہ جہاں کہیں اس کی جماعت کا خون بہا دیں وہ ایک نیا رنگ لایا غیرت الٰہی جوش میں آئی پھر جو لوگ کفار میں قابل اصلاح ہوتے ہیں ایمانداروں کی جماعت میں داخل ہو جاتے ہیں اور باقی لوگوں پر غیب سے دھاڑ پڑتی ہے کہ نام و نشان باقی نہیں رہتا فوائد (۱) جنگ احد میں جو کچھ اہل اسلام پر مصیبت پہنچی تو خدا تعالیٰ نے اسکے لئے کئی طرح سے تسلی دی اولاً تو یوں کہ انجام کار تم ہی غالب رہو گے ثانیاً یہ کہ لا تهنوا ولا تحزنوا اتنا فرمایا کہ اگر تم کو زخم پہنچا ہے تو تم نے بھی ایسا ہی زخم ان کو بدر میں دیا تھا رابعاً تلک الایام نداولها بین الناس کہ زمانہ یونہی ادلتا بدلتا رہتا ہے اگر کوئی مصیبت پیش آئے تو رنج نہ کرنا چاہیئے ہمیشہ دن یکساں نہیں رہتے کیا خوب کہا ہے کسی نے ؎ نہ رنج و راحت گیتی مرنجاں دل مشو خرم - کہ آئین جہاں گلہ چناں گاہے چنیں باشد - اسکے بعد مقتول و مجروح ہونے کے اسرار و درجات بیان کئے کہ ہمکو تو بعض کا امتحان اور مومنین کا پاک کرنا اور کچھ لوگوں کو درجہ شہادت دینا اور کافروں کو مٹانا منظور تھا ان سب باتوں کے بعد پھر ایک نہایت تاکید اور تہدید کا حکم بھیجا کہ جس سے تمام اہل ایمان کانپ گئے اور طالبان عقبیٰ پر ایک کوڑا سا پڑ گیا وہ یہ کہ تمام ایمانداروں کو کہ سنا دو کہ تم یہ نہ سمجھ بیٹھو کہ ہم یوں ہی اس جنت میں کہ جو عالم سرور کی بادشاہت ہے چلے جاوینگے بغیر اسکے کہ جہاد نکرو اور صبر اور مشقت کی کسوٹی پر نہ کسے جاؤ اسیطرح ایک جگہ اور بھی فرمایا ہے الم احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا امنا وہم لا یفتنون کہ لوگ یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ بس آمنا کہنا اور لا الہ الا اللہ کہنا اسلام اور آسمانی بادشاہت کیلئے کافی ہے اسپر کوئی آزمائش نہ ہوگی ایک بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ سے تکیہ لگائے کعبہ کے سایہ میں بیٹھے تھے اور کفار قریش کا زور تھا ہر روز ایمانداروں پر ظلم و ستم ہوا کرتا تھا اس میں ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ کونسا وقت آئیگا کہ جس میں ہم اس سے نجات پاوینگے اور آپکی بشارت کا ظہور ہوگا یہ سنتے ہی آنحضرت کا چہرہ مبارک غصہ کے مارے سرخ ہو گیا اور فرمایا کہ بس اتنی ہی سی تکلیف پر یہ نوبت آگئی واللہ تم سے پہلے انبیاء اور ان کے مخلصین آرہ سے چیرے گئے ہیں اور وہ اف بھی نہ کرتے تھے (اسکا مضمون کتب صحاح میں ہے) درحقیقت دنیا میں بادشاہ پانچ سات روپے ماہوار سپاہی کو نوکر رکھتا ہے کہ جسکو سر کٹانے میں کوئی دریغ نہیں ہوتا پھر جن بادشاہ حقیقی نے ، جان دی اور جسم کو ہزاروں خوبیاں عطا کیں تندرستی دی لاکھوں نعمتیں پشت در پشت عطا کرتا چلا آیا ہے اسپر وہ عالم روحانی میں سلطنت کا وعدہ فرمائے اور یہی تنخواہ اس کے رسول کی معرفت مقرر ہو جائے اور وہاں جانا بھی ضرور ہو پھر جو کوئی صرف زبانی اسلام اور ایمان پر بھروسہ کرے اور خدا کی راہ میں جان اور مال اور عزت و آبرو دینے کو دریغ رکھے سو اسکو قطعی جان لیجئے کہ طمع خام رکھتا ہے اور کچھ نہیں یا دنیا میں جب کوئی کسی سے عشق مجازی رکھتا ہے تو دیکھئے اپنی آبرو اور مال اور جان کو اس کے لئے دریغ نہیں کرتا سینکڑوں لوگ برائے نام مسلمان ہیں یا مسلمانوں کی اولاد زبانی جمع خرچ بہت کچھ گاؤ تکیوں پر پشت لگائے ہمدردی اسلام اور حصول درجات آخرت کے لئے باتیں بناتے ہیں اگر اسلام کے لئے جان اور آبرو تو درکنار مال یا کسی مطلب میں کچھ بھی نقصان عائد ہوتا معلوم ہو تو پھر کہاں تھے اب سگے بنا انہیں منافقین کی

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ

اور محمد بجز اسکے کہ رسول ہیں اور کیا ہیں ان سے پہلے بھی بہت سے رسول ہو گزرے ہیں پھر اگر وہ مر جائیں یا قتل ہو جائیں تو کیا تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے اور جو کوئی الٹے پاؤں

فَلَنْ يَضُرَّ اللَّهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تَمُوتَ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ كِتَابًا مُؤَجَّلًا وَمَنْ يُرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا

کچھ بھی نہیں بگاڑ سکیگا۔ اور قدر دانوں کو اللہ بہت جلد جزا دیگا اور خدا کے حکم کے بغیر کوئی مر بھی تو نہیں سکتا مقرر کیا ہوا وقت معین لکھا ہوا ہے اور جو دنیا ہی کا بدلہ چاہتا ہے ہم اس کو

نُؤْتِهِ مِنْهَا وَمَنْ يُرِدْ ثَوَابَ الْآخِرَةِ نُؤْتِهِ مِنْهَا وَسَنَجْزِي الشَّاكِرِينَ وَكَأَيِّنْ مِنْ نَبِيٍّ قَاتَلَ مَعَهُ رِبِّيُّونَ كَثِيرٌ فَمَا

دنیا ہی میں کچھ دے دیتے ہیں اور جو کوئی آخرت کا بدلہ چاہتا ہے تو ہم اسکو آخرت ہی کا بدلہ دینگے اور قدر دانوں کو تو ہم بہت جلد جزائے خیر دینگے اور بہت سے نبی ہو گزرے ہیں جن

وَهَنُوا لِمَا أَصَابَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَمَا ضَعُفُوا وَمَا اسْتَكَانُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الصَّابِرِينَ وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ إِلَّا أَنْ

جو کچھ انکو راہ خدا میں مصیبتیں پہنچتی تھیں اس سے نہ تو وہ ہمت ہارے تھے اور نہ وہ سست ہی ہو گئے تھے نہ وہ دبے تھے اور اللہ ثابت قدم رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے اور وہ یہی کہا کرتے تھے

قَالُوا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَإِسْرَافَنَا فِي أَمْرِنَا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ فَآتَاهُمُ اللَّهُ

کہ اے ہمارے رب ہمارے گناہ اور جو کچھ ہم سے اپنے کام میں قصور ہو گئے ہیں انکو بخش دے اور آئندہ ہمکو ثابت قدم رکھ اور کافروں پر ہمکو فتح دے بخش۔ پھر ان کو اللہ نے دنیا کا

ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْآخِرَةِ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ تُطِيعُوا الَّذِينَ كَفَرُوا يَرُدُّوكُمْ عَلَىٰ

بھی بدلہ دیا اور آخرت کا بھی عمدہ بدلہ دیگا۔ اور خدا نیکی کرنیوالوں سے محبت رکھتا ہے اے ایمان والو اگر تم کافروں کا کہا مانو گے تو وہ تمکو الٹا پھیر دینگے اور تم گھاٹے میں رہ جاؤ گے

أَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوا خَاسِرِينَ بَلِ اللَّهُ مَوْلَاكُمْ وَهُوَ خَيْرُ النَّاصِرِينَ سَنُلْقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ

پھر تم نقصان میں جا پڑو گے بلکہ تمہارا کارساز تو اللہ ہی ہے اور وہ سب مددگاروں سے بہتر مددگار ہے ہم عنقریب ہی کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دیتے ہیں

بِمَا أَشْرَكُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ سُلْطَانًا وَمَأْوَاهُمُ النَّارُ وَبِئْسَ مَثْوَى الظَّالِمِينَ ۝

اس سبب سے کہ انہوں نے خدا کیساتھ ایسی چیزوں کو شریک بنایا کہ جنکے شریک ہونے کی کوئی بھی سند نہیں اتاری اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور ظالموں کا بہت ہی برا ٹھکانا ہے

قدرتیں ہیں کہ جن کا ذکر قرآن مجید میں بیشمار جگہ آیا ہے انسان جنت اور اس کی خوشنودی کی امید جب رکھے کہ پہلے اپنے دل میں اپنے مال اور اولاد اور عزت و آبرو بلکہ جان عزیز اور ہر قسم کے عیش و راحت کو اس معبود حقیقی پر نثار کرنے کو تیار ہو جائے ایسے ہی لوگوں کے لئے دار آخرت کی بادشاہی اور جنت میں دیدار الٰہی اور نعماء غیر متناہی ہیں۔

ترکیب ان تموت اسم کان الا باذن اللہ خبر کتابا مفعول مطلق ہے ای کتب ذلک کتابا موجلا اس کی صفت ہے کاین اصل میں ای تھا کاف اس پر داخل ہو گیا اور نون خلاف قیاس تنوین کا لکھ دیا اب یہ بمعنی کم ہے من نبی اس کا بیان قتل نبی کی صفت ہے کاین مبتدا اور خبر محذوف ہے ای فی الدنیا فوہم اسم کان الا ان قالوا خبر وقیل العکس ان شرطیہ تطیعوا شرط یردوکم جواب اللہ مبتدا مولاکم خبر بما اشرکوا باب سنلقی سے متعلق ہے اور ما مصدریہ مثوی مفعل ہے ثویت سے اور کلمہ آئی ہے۔

تفسیر جنگ احد میں جبکہ وہ جماعت تیر اندازوں کی کہ جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گھاٹی پر بٹھایا تھا مشرکین کے پیچھے لوٹ کیلئے دوڑ پڑے ادھر سے خالد بن ولید جو اس وقت مشرف باسلام نہ ہوئے تھے ایک جماعت کو لیکر مسلمانوں پر آپڑے اور باہم سخت کشت و خون کا بازار گرم ہوا یہاں تک کہ عبداللہ بن قمیۂ حارثی نے آنحضرت پر حملہ کیا تو مصعب بن عمیر علمبردار اسلام نے اس کو روکا اس نے مصعب کو قتل کیا اور یہ شور مچا دیا کہ میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیا اس آواز سے صحابہ میں بڑی تشویش پھیل گئی یہاں تک کہ بعض لوگوں نے یہ چاہا کہ عبداللہ بن ابی منافق سے یہ کہیں کہ وہ ابوسفیان سے امان مانگے اس میں کچھ منافق بولے اگر محمد نبی ہوتے تو قتل نہ کئے جاتے اپنے بھائیوں سے مل جاؤ۔

اور اپنے دین قدیم میں جا ملو انس بن النضر عم انس بن مالک انصاری نے کہا اے قوم اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم قتل ہو گئے تو محمد صلعم کا خدا تو زندہ ہے پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تم جی کر کیا کرو گے؟ کیا جی کے کروں کہ جی نہیں ہے ؛ جی کو سر زندگی نہیں ہے ۔ جس پر وہ شہید ہوئے تم بھی اس بات پر شہید ہو جاؤ تھوڑے سے عرصے کے بعد جبکہ ابو طلحہؓ اور ابو بکرؓ اور علیؓ وغیرہ مردان اسلام آنحضرت کے پاس آئے اور حملہ کر کے مشرکین کا منہ پھیر دیا تو آنحضرت نے آواز دی کہ بندگان خدا ادھر آؤ آنحضرت کی آواز سن کر مسلمان دوڑ پڑے اور مشرکین کو بھگا دیا اس واقعہ میں آیتیں اہل اسلام کی تسلی کے لئے نازل ہوئیں کہ محمد صلعم رسول اللہ ہیں جیسے کہ ان سے پہلے بہت سے رسول گذر چکے ہیں خدا نہیں جو ہمیشہ جیتے رہیں پھر اگر وہ کسی لڑائی میں مارے گئے یا خود مر گئے تو کیا تم پھر الٹے پھر جاؤ گے اور کفر میں جا پڑو گے اور جو کوئی ایسا کرے گا تو خدا کو کچھ مضرت نہیں دے گا ہاں جو کوئی دین پر قائم رہے گا تو ہم اس کو جزاء خیر دیں گے اور اگر یہ سمجھو کہ لڑائی سے موت آتی ہے تو تمہارا یہ خیال غلط ہے اجل کا وقت مقرر ہے اس سے پیشتر کوئی نہیں مرتا اب رہا جہاد میں شریک ہونا اگر اس سے کسی کو لوٹ اور غنیمت مقصود ہے تو ہم اس کو دنیا ہی دیتے ہیں اور جو آخرت اور شہادت پر نظر رکھتے ہیں تو ہم بھی بدلہ دیں گے آنکھ بند ہونے کی دیر ہے پھر تو وہاں سلطنت آسمانی اور عیش جاودانی موجود ہے پھر اس کے بعد اہل اسلام سے مخاطب ہو کر فرماتا ہے کہ بہت سے لوگ ایسے نبی ہو گزرے ہیں کہ جن کے ساتھ میں ہو کر با خدا لوگ مخالفان حق سے لڑے ہیں جیسا کہ موسیٰؑ اور یوشع بن نونؑ مگر پھر جو کچھ ان کو اللہ کی راہ میں تکلیف پہنچی ہے (زخمی ہوئے مارے گئے گرمی اور بھوک اور پیاس اٹھائی پا پیادہ سفر کئے ہیں اس سے ان کا جوش ایمانی ٹھنڈا نہیں ہو گیا تھا نہ ان میں بوقت قتل کبھی کچھ بودا پن پیدا ہوا تھا اور نہ اس کے بعد وہ جہاد سے ضعیف ہو گئے تھے نہ دشمنوں کی شوکت سے ان کے حوصلے پست ہوئے تھے دیکھو خدا کو ایسے صابروں سے محبت ہے باوجود اس کے وہ خدا سے دعا کر کے یہی کہا کرتے تھے کہ ہمارے گناہ اور جو کچھ ہم سے خدمت دین میں قصور ہوئے ہیں ان کو معاف کر دے اور ہم کو آئندہ ثابت قدمی عطا کر اور کافروں پر کامیاب کر (اس امت کو سنایا جاتا ہے کہ تم بھی ایسا ہی کرنا اور اعانت اسلام کر کے دل میں غرہ نہ ہو کہ ہمیں نے ایسا کیا ہے پھر ان کی اس سعی اور کوشش کا نتیجہ ذکر کر کے رغبت دلاتا ہے کہ خدا نے ان کو دنیا میں بھی عمدہ بدلہ دیا مخالفوں کی حکومت اور ملک اور عمدہ باغ اور مکان سب اہل حق کو دے دیئے چنانچہ یوشع بن نون کے عہد میں بنی اسرائیل نے ملک شام لیا اور خدا ان کو آخرت میں بھی اچھا بدلہ دیگا بلکہ دیگا وہاں ان کیلئے وہ کچھ ہے جس کا بیان نہیں اس کے بعد خداتعالیٰ کفار اور منافقین کی باتوں پر عمل کرنے سے منع فرماتا ہے جیسا کہ انہوں نے جنگ احد میں کہا تھا (پیغمبر مارے گئے اپنے دین کی طرف پھر جاؤ) کہ اگر تم ان کا کہنا مانو گے تو وہ تم کو کافر بنا کر چھوڑیں گے جس سے تم دنیا و آخرت کے خسارہ میں پڑ جاؤ گے تم ایسے لوگوں کی بات کی (کہ جو اسلام کی توہین بیان کریں اور کہیں کہ اب اسلام دب گیا یہ پھر سرسبز نہیں ہوگا مسلمان ایسے ہو گئے یوں مغلوب ہو گئے) کچھ پرواہ نہ کرو تمہارا خدا حافظ و ناصر ہے ہم کفار کے دل میں ان کی کفر کی شامت سے رعب ڈالیں گے ان کا کثرت و فر ظاہری کچھ کام نہ آوے گا چنانچہ اس پیشین گوئی کے مطابق واقع ہوا روم اور ایران کے جرار سپاہ کے دل میں صحابہ کا رعب ڈالا گیا۔ جو کمبلی پوش اور بے سر و سامان تھے۔ وہ دم بھر میں کچھ سے کچھ کر دیتا ہے۔

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ حَتّٰٓى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَآ

اور بیشک اللہ نے تم سے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا جبکہ تم ان (کافروں) کو اسکے حکم سے قتل کرنے لگے یہاں تک کہ جب تم نے نامردی کی اور حکم میں جھگڑنے لگے اور نافرمانی کی بعد اس کے کہ

اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ۭ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْھُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ وَلَقَدْ عَفَا

جو تم چاہتے تھے وہ تم کو خدا نے دکھا دیا تھا بعض تو تم میں سے دنیا چاہتے تھے اور بعض تم میں سے آخرت کے طالب تھے پھر تم کو ان سے پھیر دیا تاکہ تم کو آزمائے

عَنْكُمْ ۭ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَي الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰٓي اَحَدٍ وَّالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِيْٓ اُخْرٰىكُمْ

اور بیشک تم کو معاف کر دیا اور اللہ کا ایمانداروں پر بڑا فضل ہے جبکہ تم چڑھے چلے جاتے تھے اور کسی کو مڑ کر بھی نہیں دیکھتے تھے اور تم کو پیچھے سے رسول پکار رہا تھا سو اس نے تم کو

فَاَثَابَكُمْ غَمًّۢا بِغَمٍّ لِّكَيْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰي مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَآ اَصَابَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ

(غم پر) غم دیا تاکہ تم جو چیز ہاتھ سے جاتی رہے اور جو پیش آوے اس پر غم نہ کھایا کرو اور اللہ کو تمہارے سب کام معلوم ہیں پھر اس نے غم کے بعد تم پر امن نازل کیا

الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغْشٰى طَاۗىِٕفَةً مِّنْكُمْ ۙ وَطَاۗىِٕفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْھُمْ اَنْفُسُھُمْ يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ ۭ

وہ ایک اونگھ تھی جو تم میں سے ایک جماعت پر چھا رہی تھی اور ایک جماعت نے اپنی جان کو فکر میں ڈال رکھا تھا جو اللہ پر بدگمانی کر رہی تھی جاہلوں کی طرح کہہ رہے تھے

يَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَيْءٍ ۭ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ ۭ يُخْفُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِھِمْ مَّا لَا يُبْدُوْنَ لَكَ ۭ يَقُوْلُوْنَ لَوْ

کہ کیا کچھ ہمارے لئے بھی اختیار باقی ہے (سو آپ) کہہ دیجئے کہ سب اختیارات اللہ ہی کو ہیں وہ اپنے دل میں وہ باتیں پوشیدہ رکھتے ہیں جو آپ پر ظاہر نہیں کرتے کہتے ہیں کہ

كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا ھٰهُنَا ۭ قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ ۚ

اگر کوئی بات بھی ہمارے اختیار میں ہوتی تو ہم یہاں قتل نہ کئے جاتے کہہ دو اگر تم اپنے گھروں میں بھی ہوتے تو جن کی تقدیر میں قتل ہونا لکھا گیا ہے وہ ضرور اپنی قتل گاہوں کی طرف نکل کر

وَلِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ

آجاتے اور یہ اس لئے ہوا کہ خدا تمہارے دلوں کے خیال آزمائے اور تمہارے دلوں میں جو کچھ ہے اس کو پرکھے اور اللہ تو دلوں کی باتوں کو خوب جانتا ہے جو لوگ تم میں سے مقابلہ کے روز پیٹھ پھیر گئے

الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۙ اِنَّمَا اسْتَزَلَّھُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا ۚ وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْھُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ۝

تھے ان کو تو صرف شیطان نے ڈگمگا دیا تھا ان کے بعض اعمال کی شامت سے اور بیشک خدا نے ان کو معاف کر دیا اللہ تو بڑا معاف کرنے والا بردبار ہے۔

ترکیب صدق فعل اللہ فاعل کم مفعول اول وعدہ مفعول ثانی حتی متعلق ہے فعل محذوف سے ای دام ذلک الی وقت فشلکم والرسول جملہ موضع حال میں ہے نعم موضع نصب میں ہے صفت غم کی وقیل بسبب غم امنۃ اسم ہے امن کا وقیل بکونہ فہو مصدر نعاسا بدل ہے امنۃ سے اور عطف بیان بھی ہو سکتا ہے یغشی صفت نعاسا کی وطائفۃ مبتدا قد اھمتھم خبر شیئ اسم کان والخبر لنا ما قتلنا جواب لو کان الی مضاجعہم متعلق ہے لبرز سے ولیبتلی معطوف ہے محذوف پر ای فعل ما فعل لیبرز ولیبتلی ولیمحص معطوف ہے ولیبتلی پر۔

تفسیر پہلی آیت میں تھا کہ اللہ تمہارا مولیٰ ہے اور وہ فتح دینے والا ہے اور نیز پہلے عموماً اسلام کی فتحمندی اور ظہور کا وعدہ دیا گیا تھا اس پر احد میں شکست کی نوبت ہوئی تو مدینہ میں آ کر بعض منافق مسلمانوں سے کہنے لگے لو صاحب اچھا وعدہ خدا نے پورا کیا ارے میاں ایسے وعدوں کا کیا اعتبار ہے؟

ان آیتوں میں خدا تعالیٰ نے جواب دیا کہ اس نے تو تم سے اپنا وعدہ پورا کر دیا کہ تم نے تو اول ہی حملہ میں کفار کی جماعت کو تہ تیغ کر کے بھگا دیا مگر تم نے خود نافرمانی کر کے یہ مصیبت سر پر لی باوجودیکہ تمہارے سردار نے تیر اندازوں کو کہا کہ یہاں سے نہ ہٹو مگر جب تم نے جھگڑا کیا اور اپنی مرغوب چیز یعنی فتح دیکھ لی اور

کچھ تم میں سے دنیا یعنے غنیمت کے طالب بھی تھے کافروں کو بھاگتا دیکھکر ان کے پیچھے پڑ گئے اُن پر چڑھے چلے جاتے تھے پیچھے سے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پکار رہے تھے کہ پھر آؤ پھر آؤ گھاٹی نہ چھوڑو تم نے کسی کو مڑ کر بھی نہ دیکھا اس نافرمانی اور رسول کو غم رسانی کے بدلے میں خدا نے تم کو کافروں کے قتل سے روکا یعنی اُن کے دل سے رُعب اٹھا کر تمہارے دلوں میں ڈال دیا پیچھے سے کافروں نے گھاٹی پر قبضہ کر کے مسلمانوں کو مارنا شروع کیا اسی لئے غم کے عوض میں تم کو خدا نے غم دیا تاکہ تمہاری آزمائش کرے اور تم کو اس بات کی بھی عادت پڑے کہ جو کچھ فوت ہو جاوے اُس پر اور جو کچھ مصیبت آجاوے اس پر رنج نہ کھایا کرو بلکہ مشیت اور قضاء الٰہی پر راضی ہو جایا کرو مگر اس کے بعد بھی خدا نے تمہاری اس خطا کو معاف کیا اور مسلمانوں پر غیب سے اثناء معرکہ میں ایک ایسی نیند ڈالی کہ جس میں ابو طلحہ کہتے ہیں کہ ہمارے ہاتھ سے سیف گر گر پڑتی تھی اس نیند کے بعد وہ جو رعب اہل اسلام کے دل پر تھا جس طرح تکان دور ہو جاتی ہے اسی طرح دور ہو گیا اور پھر جو حملہ کیا تو مشرکین بھاگ اٹھے مگر جو لوگ منافق تھے ان کو جان کی پڑی ہوئی تھی۔ ان کو نیند نہ آئی وہ خدا سے جاہلوں کی طرح یہ بدگمانیاں کر رہے تھے کہ کیا اللہ کیا روز جزا سب بناوٹی باتیں ہیں اور یہ بھی کہہ رہے تھے کہ کاش ہمیں کچھ قدرت و اختیار ہوتا اور دل میں اور لغو باتیں بھی پوشیدہ رکھتے تھے کبھی کہتے تھے کہ اگر ہم کو کچھ اختیار ہوتا اور ہمارے کہنے کو پیغمبر مان کر مدینہ سے باہر نہ نکلتے تو یہاں مارے نہ جاتے فرماتا ہے یہ خیال لغو ہے کیونکہ جن کی تقدیر میں موت لکھی تھی اُن کو تو خواہ مخواہ گھر بیٹھے بھی موت آجاتی مگر ان باتوں سے خدا تمہارے دل کی آزمائش کرتا اور مومنین کے دلوں کو پاک کرتا اور اس امتحان کی خدا کو کچھ ضرورت نہیں کیونکہ وہ ہر ایک کے دل کی بات جانتا ہے بلکہ یہ امتحان صرف باہم بندوں کے دکھانے کیلئے ہے خلاصہ یہ ہے کہ ہمارے وعدے اور مدد میں کوئی شک و شبہ نہیں چنانچہ اس کو تم نے دیکھ لیا گو خود تم نے نافرمانی کر کے ہزیمت اٹھائی اور جو لوگ اُس روز بھاگ گئے تھے تو اُن کو شیطان نے اُن کے بعض گناہوں کی شامت سے ڈگمگا دیا تھا جو انہوں نے رسول کا کہنا نہیں مانا گھاٹی کو چھوڑ دیا اور خیر اس کو بھی اللہ نے معاف کر دیا کیونکہ وہ غفور رحیم ہے اس آیت سے کئی باتیں معلوم ہوئیں۔

(۱) یہ کہ تقدیر الٰہی کا لکھا ضرور پیش آتا ہے یہ صحیح کہ عالم تدبیر میں جو کچھ ہوتا ہے تدبیر کا نتیجہ ہوتی ہے بلکہ اس کی طرف منسوب ہوتا ہے اور یہ عالم عالم اسباب ہے مگر اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ جب تقدیر کا لکھا پورا ہونے کو ہوتا ہے تو ویسے ہی اسباب پیدا ہو جاتے ہیں اس لئے جو کچھ ہو گیا اُس پر زیادہ ملال کرنا بیفائدہ ہے آخر جب تمام عالم کا کسی شخص کو خالق اور مسبب الاسباب مان رکھا ہے تو پھر اس کے بھی اختیارات ہیں کہ نہیں (۲) دنیا میں جو کچھ انسان پر مصیبت آتی ہے وہ اُس کے اعمال بد کا ثمرہ ہوتا ہے رہا اہل حق کا مخالفان حق کے ہاتھ سے شہید ہونا وہ مصیبت نہیں بلکہ وہ عین راحت ہے ایسی موت کے کیا کہنے ہیں ؎

سو زیست کو نثار کروں ایسی موت پر

(۳) یہ کہ ابتداء سے لیکر آخر تک جس قدر اہل اسلام مخالفوں کے ہاتھ سے شکست پاتے یا ذلت اٹھاتے آئے ہیں سو یہ خدا اور اُس کے رسول کی نافرمانی کا ثمرہ ہے۔

لہ تم نے رسول کو نافرمانی کر کے مغموم کیا اسکے بدلہ میں ہزیمت سے تم پر غم پڑا ۱۲ منہ ۲ۃ ایسی حالت میں نیند کا آنا بھی ایک معجزہ تھا ۱۲

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ كَفَرُوا وَقَالُوا لِإِخْوَانِهِمْ إِذَا ضَرَبُوا فِي الْأَرْضِ أَوْ كَانُوا غُزًّى لَّوْ كَانُوا

ایمان والو تم ان کافروں جیسے نہ ہو جاؤ جو اپنے بھائیوں کے حق میں جبکہ وہ سفر میں یا جہاد میں ہوتے ہیں یہ کہا کرتے ہیں (کہ) اگر وہ

عِندَنَا مَا مَاتُوا وَمَا قُتِلُوا لِيَجْعَلَ اللَّهُ ذَٰلِكَ حَسْرَةً فِي قُلُوبِهِمْ ۗ وَاللَّهُ يُحْيِي وَيُمِيتُ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ

ہمارے پاس رہتے تو نہ مرتے اور نہ مارے جاتے (یہ) باتیں اس لئے انسے سرزد ہوتی ہیں کہ خدا ان باتوں کو انکے دلوں میں حسرت بناوے اور جلاتا اور مارتا تو اللہ ہی ہے

وَلَئِن قُتِلْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللَّهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ ۝ وَلَئِن مُّتُّمْ أَوْ قُتِلْتُمْ لَإِلَى اللَّهِ تُحْشَرُونَ

اگر تم اللہ کی راہ میں مارے جاؤ یا مر جاؤ تو (کیا غم ہے) خدا کی مغفرت اور رحمت جو ایسے مقتولوں کیلئے موجود ہے انکی تمام کمائی سے بہتر ہے (مسلمانو) اور اگر تم مر جاؤ گے یا مارے گئے

ترکیب غزی مشدد جمع غاز والقیاس غزاۃ کقاض وقضاۃ لیکن فعل کے وزن پر صحیح پر محمول ہو کر آیا ہے لو کانوا شرط ما ماتوا جواب جملہ مقولہ ہے قالوا لاخوانہم کا لیجعل کا لام محذوف سے متعلق ہے اے اوقع ذلک فی قلوبہم لیجعلہ حسرۃ اور جعل بمعنی صیّر ممکن ہے کہ لام عاقبت ہو ولئن شرط متم جمہور بضم میم پڑھتے ہیں وہو القیاس لان الفعل منہ یموت اور بعض نے بالکسر پڑھا ہے لمغفرۃ جواب

تفسیر پہلے ذکر تھا کہ منافق کہتے ہیں کہ اگر جنگ میں ہمکو کچھ اختیار ہوتا تو ہم یہاں قتل نہ کئے جاتے اس کا جواب دیکر یہاں مسلمانوں کو متنبہ کیا جاتا ہے کہ تم ایسے سست اعتقاد اور عالم اسباب پر توکل کرنے والے نہ ہو جیسا کہ منکران قدرت خدا ہیں جو اپنے بھائیوں سے یعنی برادری کے ان لوگوں کے لئے کہ جو دُور دراز سفر میں یا جہاد میں جاتے اور وہاں قضاء الٰہی سے مر جاتے ہیں تو کہتے ہیں اگر یہ لوگ ہمارے پاس رہتے تو نہ مرتے کیونکہ ان باتوں سے صرف دل میں حسرت اور افسوس پیدا ہوتا ہے جو ایک عذاب روحانی اور بے فائدہ چیز ہے اور قضا کو کہیں ٹل نہیں سکتی اللہ مارتا جلاتا ہے وہ ہر جگہ اسباب موت پیدا کر سکتا ہے اور مواقع قتل میں بچا سکتا ہے اور بالفرض اگر تم اللہ کی راہ میں مارے بھی گئے تو اس سے کیا بہتر، کس لئے کہ اگر شہید مرے یا یونہی مر گئے تو جبکہ خدا خوش ہے تو کیا باک ہے اس کی مغفرت اور پھر رحمت تمہاری کمائی سے بہتر ہے کیونکہ جو کچھ مال و زر جمع کر رہے ہو اور اس کے لئے مارے مارے پڑے پھرتے ہو سب یہیں رہجاتا ہے مگر اس کی مغفرت اور رحمت ساتھ رہتی ہے پھر اسی جملہ کو دوسرے پہلو سے تاکید کیلئے اعادہ فرمایا جاتا ہے ولئن متم او قتلتم کہ اگر تم سفر یا جہاد میں مر گئے یا مارے گئے مر کر نیست و نابود نہیں ہو جاؤ گے بلکہ ایک دوسرے پیکر میں حیات جاودانی پاؤ گے اور اللہ کے پاس جمع ہو گے یہ نجات حقیقی ہے کس لئے کہ وہ نور اصل جملہ روحانیات نورانیہ کا ماویٰ و ملجا ہے تمام ذرات آفتاب کی طرف کھنچے چلے جاتے ہیں مگر جب کوئی حائل ہو جاتا ہے تو مطلوب حقیقی تک نہ پہنچنے کے سبب جو اضطراب ہوتا ہے وہی بڑا عذاب ہے اس جملے میں مر جانے کو مارے جانے پر مقدم کر کے یہ ثابت کر دیا کہ خدا کی رضا مندی میں مر جانا بھی فلاح کا باعث ہے انسان کی تین حالت ہیں اوّل غفلت و گناہ اس کے لئے تو شہادت باعث مغفرت ہے دویم صلاح و طاعت ایسی حالت میں شہادت رحمت باعث ترقی درجات ہے۔
سویم خدا کا شوق ایسی حالت میں شہادت باعث تقرب ہے جس کو الی اللہ تحشرون سے تعبیر کیا ہے

ف یعنے ایسی باتیں جو سست اعتقاد کیا کرتے ہیں اُن سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا کس لئے کہ مرنا جینا خدا کے ہاتھ ہے سفر اور جنگ میں بھی سب مر ہی نہیں جاتے نہ وطن میں سب زندہ رہتے ہیں صرف دل کی حسرت اور افسوس ہے جو ایک قسم کا قلبی عذاب ہے۔

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۖ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ

پس کچھ اللہ کی رحمت ہی ہے جو آپ (اے نبی) ان کیلئے نرم دل بنے ہو اور اگر آپ تند خو اور سخت دل ہوتے تو یہ لوگ کبھی کے آپکے پاس سے چلے گئے ہوتے سو آپ انکو معاف کر دیجئے

لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۚ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ۝ اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا

اور انکے کام (کاج) میں مشورہ بھی لیا کرو پھر جب کسی کام کا ارادہ ہی کر لیا کرو تو خدا ہی پر بھروسہ کیا کرو ضرور خدا کو توکل کرنیوالوں سے محبت ہے اگر وہ تمکو فتح دیگا تو کوئی بھی تم پر

غَالِبَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ بَعْدِهٖ ۗ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝

غالب نہ آسکیگا اور اگر وہ تم کو رسوا کرے گا (تو) پھر اسکے بعد کون تمکو نصرت کر سکتا ہے؟ اور ایمانداروں کو تو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہئے۔

ترکیب فبما رحمۃ با زائدہ ہے اخفش کہتا ہے جائز ہے کہ ما نکرہ ہو بمعنی شئی اور رحمۃ بدل ہو اُس سے اور با کنت سے متعلق ہو فاذا عزمت شرط فتوکل جواب ان ینصر شرط فلا غالب جواب۔

تفسیر اُحد کی لڑائی میں جو کچھ لوگ بھاگے اور بعض نے بھاگنے کا ارادہ کیا اس پر اہل اسلام میں انگشت نمائی ہونے لگی اور خاص لوگ اُن کو حقارت کی نگاہوں سے دیکھنے لگے اور مشوروں میں بھی اُن کو شریک نہ کیا جاتا تھا نہ کسی بات میں اُن سے صلاح کی جاتی تھی یہ بات اُن کے دل شکنی کا باعث تھی اور چونکہ یہ بات بمقتضائے بشریت ان سے سرزد ہو گئی تھی اس کو خدا نے معاف کر دیا تھا اسلئے یہاں اپنے رسول کو فرماتا ہے کہ تم فضل الٰہی سے رحم دل ہو اگر سخت دل اور کج خلق ہوتے تو لوگ آپ کے پاس جمع نہ ہوتے سو تم بھی انکو معاف کر دو اور خدا سے ان کیلئے معافی مانگو اور امور دنیا میں بھی اُن سے مشورہ کر لیا کرو ہاں جب تم بعد مشورہ کے کسی کام کا پکا ارادہ کر لو تو خدا پر توکل کرو اسباب ظاہر پر اعتماد نہ کرو خدا کو اہل توکل پسند ہیں کس لئے کہ اگر خدا تم کو فتح دینا چاہے گا گو ظاہر میں تمہارے اسباب ضعیف ہوں تم پر کوئی غالب نہ ہو سکیگا اور جو تمہاری معصیت اور بدکاری کیوجہ سے تمہیں ذلیل کرنا چاہیگا تو کیسا ہی تمہارے پاس ہو تو کوئی تم کو مدد نہ دے سکے گا۔

فوائد (۱) لنت لھم الخ حسن خلق کا باعث یہ ہوتا ہے کہ جب روح پر انوار قدس فائض ہوتے ہیں تو اس کی قوت نظریہ اور عملیہ دونوں مکمل ہو جاتی ہیں پھر جو کچھ صدمہ اُس کو پہنچتا ہے اُس کو خدا ہی کی طرف سے جانتا ہے نہ کسی پر اُس کو غصہ آتا ہے نہ انتقام لیتا ہے یا جو راحت غیر کو پہنچتی ہے حسد نہیں کرتا علیٰ ہذا القیاس جس قدر باتیں بدخلقی کی خام خیالی کے متعلق ہیں سب دُور ہو جاتی ہیں اور جب اُس کو روحانیت کا مشاہدہ ہوتا ہے تو جسمانیات اور یہاں کے لذائذ اُس کی آنکھوں میں حقیر ہو جاتے ہیں نہ شہوت ناجائز رہتی ہے نہ حب جاہ و مال جو تمام خرابیوں کا سرچشمہ ہے اور اسی لئے بزرگوں کے اخلاق حمیدہ ہوتے ہیں آنحضرت علیہ السلام کے اخلاق اس درجہ حمیدہ تھے کہ قرآن میں متعدد جگہ اللہ نے آپ کی مدح کی ہے انک لعلیٰ خلق عظیم (۲) جو باتیں وحی اور الہام سے متعلق تھیں اُن میں کسی سے مشورہ کی حاجت نہ تھی ہاں امور دنیا میں کہ کس دن مخالفوں پر چڑھائی کرنی چاہئے اور کہاں مقام کرنا چاہئے وغیر ذلک ایسی باتوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مشورہ کرتے تھے۔ اس لئے امت پر مشورہ مسنون ہوا اور بیشک مشورہ میں چند راؤں کے ملنے سے قوت ہو جاتی ہے اور اس پر برکت بھی نازل ہوتی ہے اس لئے خلفاء اربعہ تک قیام امامت شوریٰ پر رہا تو عمدہ نتائج برآمد ہوتے رہے اور جب سے شخصی سلطنت ہوئی اور تمام اختیارات ایک شخص کے ہاتھ میں آگئے تو برکت جاتی رہی اس لئے مشورہ نہایت عمدہ چیز ہے

ف فبما ما عند سیبویہ وغیرہ زائدہ مزیدۃ للتاکید وعند الاخفش وابن کیسان نکرۃ مجرورۃ بالباء ورحمۃ بدل منہا والفاء لترتیب مضمون الجملۃ واللفظ الکریہ الخلق ماخوذ من مار الکرش بالاستعارۃ لکرہ الخلق وغلیظ القلب قساوتہ الانفضاض التفرق ۱۲ منہ۔

وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَغُلَّ ۚ وَمَنْ يَغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ ثُمَّ تُوَفَّىٰ كُلُّ نَفْسٍ مَا

اور کسی نبی کا (بھی) یہ کام نہیں کہ وہ خیانت کرے اور جو کوئی خیانت کریگا تو جس کی اس نے خیانت کی ہے اسکو قیامت میں لاویگا پھر ہر شخص اپنے کئے کا پورا بدلہ

كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۝ أَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللَّهِ كَمَنْ بَاءَ بِسَخَطٍ مِنَ اللَّهِ وَمَأْوَاهُ

پا دیگا اور کسی پر کچھ بھی ظلم نہ ہوگا۔ کیا وہ شخص جو مرضی الٰہی کے تابع ہو گیا ہو اسکے برابر ہو سکتا ہے کہ جس نے خدا کا غصہ حاصل کیا ہو اور اس کا ٹھکانا (بھی) جہنم ہوا

جَهَنَّمُ ۚ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ۝ هُمْ دَرَجَاتٌ عِنْدَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِمَا يَعْمَلُونَ ۝

اور وہ کیا ہی برا ٹھکانا ہے اللہ کے نزدیک لوگوں کے (مختلف) درجے ہیں اور جو کچھ وہ کر رہے ہیں اللہ اس کو خوب دیکھ رہا ہے

ترکیب لنبی خبر ماکان ان یغل اسم و من شرطیہ یات جواب افمن من بمعنی الذی ہر فوع ہے لسبب ابتدا ہونے کے کمن باء خبر ہم مبتدا، درجات ای ذو درجات خبر۔

تفسیر پہلے فرمایا تھا کہ ان کو مشورہ میں شریک کر لیا کرو مگر اس کے ساتھ ہی یہ بھی بیان کر دیا کہ اگر نبی ایسے امور میں مشورہ نہ کرے اور مصالح اور اسرار سلطنت آسمانی تم پر ظاہر نہ کرے کہ جو تمہارے فہم سے بالا ہیں تو تم کو یہ گمان نہ کرنا چاہیئے کہ پیغمبر نے خیانت کر لی کس لئے کہ نبی خدا کا امین ہے اس کی شان خیانت نہیں کیونکہ نبی کو حق الیقین ہے کہ جو کوئی دنیا میں خیانت کرے گا قیامت کو اس کی خیانت ظاہر کی جاوے گی۔ اور پھر ہر شخص کو اس کے اعمال کی پوری سزا دی جائے گی۔ اس میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ اگر آنحضرت غنائم کے تقسیم کرنے میں کوئی مصلحت ملحوظ رکھیں یا قوم اور رفاہ عام کیلئے اس میں سے کوئی حصہ بیت المال میں جمع کریں یا کسی وجہ سے تقسیم غنائم میں دیر ہو تو تم منافقوں کے کہنے سے اپنے نبی کی طرف ایسی بدگمانی ہرگز جائز نہ رکھو منافق عبداللہ بن ابی وغیرہ ایسے ایسے شبہات مسلمانوں کے دل میں ڈالا کرتے تھے اور یہ ضرور ہے کہ جب سردار کی نسبت ناجائز بدگمانیوں کا دروازہ کھلتا ہے تو انجام بغاوت اور پھوٹ پڑ کر قوم اور ملت کی شوکت اور برکت جاتی رہتی ہے یہ اہل اسلام کو اپنے سرداروں اور پیشواؤں کی نسبت ادب ملحوظ رکھنا تعلیم فرمایا۔ یات بما غل اس میں عموماً ہر قسم کی خیانت کی برائی ہے اور عام امت کو تعلیم ہے کہ نہ مال میں خیانت کریں، نہ رازداری میں نہ احکام الٰہی میں نہ اس بار امانت میں کہ جو روز ازل بنی آدم کے سر پر دھر آگیا ہے نہ اپنے حاکم اور سردار کی اطاعت میں نہ بیوی میاں کے مال و آبرو اور عصمت میں خیانت کرے اور اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ قیامت کو انسان کے اعمال متشکل ہو کر آویں گے جیسا کہ ہم نے مقدمہ میں بیان کیا ہے اس کے بعد خدا تعالیٰ اس بات کی کہ نبی کی شان خیانت نہیں تاکید کرتا ہے کہ نبی ہمیشہ رضامندی الٰہی کے تابع ہوتا ہے اور خیانت کرنے والا ناراضی حاصل کر کے جہنم میں ٹھکانا بناتا ہے سو کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں یعنی برابر نہیں ہو سکتے تو پھر یہ دونوں وصف متنافیین کیونکر جمع ہو سکتے ہیں جب انسان کی روح پر تجلی ذاتی ہوتی ہے اور کدورات بشریہ کو آب عصمت سے دھو دیا جاتا ہے تو اس سے ہرگز معصیت سرزد نہیں ہو سکتی یہاں سے آنحضرت علیہ السلام کا معصوم ہونا پایا گیا۔ پھر فرماتا ہے کہ یہ اہل صلاح خدا کے نزدیک باعتبار استعداد و نفوس کے سعادت اور کمال کے مختلف درجوں پر ہیں۔ پھر تنبیہ کرتا ہے کہ خدا بندوں کے اعمال دیکھ رہا ہے اس سے ہر شخص کو ہر وقت ڈرنا چاہیئے دیانت ملحوظ رکھنے کیلئے یہ جملہ کیا ہی تاکید اور مضمون کی لہر ہے

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ

بیشک اللہ نے ایمانداروں پر بڑا ہی احسان کیا جبکہ ان میں انہیں میں کا رسول بھیجا جو ان کو اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور

يُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ۝

ان کو پاک کرتا ہے اور ان کو کتاب اور حکمت سکھاتا ہے اور بیشک اس سے پہلے تو وہ صریح گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔

النصف

ترکیب اذ ظرف ہے مَنَّ کا من انفسہم صفت ہے رسولاً کی یتلوا اور یزکیہم اور یعلمہم الکتاب جملہ حال ہیں رسولاً سے وان مخففہ ہے مثقلہ سے

تفسیر فرمایا تھا کہ نبی کی شان غلول وخیانت نہیں یہاں اس بات کو اور بھی ثابت کرتا ہے کہ خدا نے تم پر رسول بھیجکر جو تم میں پیدا ہوا ہے جس کے وقائع عمریہ سے تم خوب واقف ہو کہ اُس نے کبھی کوئی بُرائی یا خیانت نہیں کی نہ کبھی جھوٹ بولا نہ دنیا کی محبت اس کی طرف آئی اور وہ اہل ایمان کو کتاب الٰہی بھی پڑھ کر سُناتا ہے اور ان کو پاک کرتا ہے اور حکمت سکھاتا ہے اور اس سے پہلے جو کچھ عرب کی حالت خراب تھی ظاہر ہے، بڑا احسان کیا ہے پھر یہ احسان اور یہ اصلاح ملک جو تم نے دیکھی کبھی خائن کے بھیجنے سے بھی حاصل ہو سکتی ہے!

فضائل علم اور نبوت کی ضرورت

فائدہ واضح ہو کہ خدا تعالیٰ نے انسان کو عقل عطا کی ہے کہ جو اس کو نیک و بد میں تمیز کر کے دکھاتی ہے مگر اُسکے ساتھ ہی اس عقل وادراک کا محل جسم خاکی بنایا جس کا اثر طبعی تاریکی اور توہمات ہیں جیسا کہ ہر روز مشاہدہ کرتے ہیں اس لیے عقل کا رہنما الہام قرار پایا جس طرح کہ آنکھ میں بصارت رکھی ہے مگر وہ بغیر مدد آفتاب یا اور کسی روشنی کے نکمی ہے یہی حال عقل اور الہام کا ہے اس لئے خدا نے دنیا میں رسولوں کی جماعت بھیجی تاکہ کسی کو کچھ عذر باقی نہ رہے لئلا یکون للناس علی اللہ حجۃ بعد الرسل اور جب شریعت میں کچھ فرق آیا یا زمانہ کی مصلحت کے موافق کچھ تبدل وتغیر مقصود ہوا تو ایک رسول کے بعد دوسرا رسول آیا گیا یہاں تک کہ اخیر زمانہ میں جبکہ حضرت مسیح علیہ السلام آچکے اور اُن کی شریعت اور کتاب میں لوگوں نے سخت تبدل وتغیر کر دیا جیسا کہ پولوس اپنے نامہ میں کہتا ہے اور عرب میں بت پرستی اور زناکاری اور قزاقی کا بازار گرم ہوا ادھر ایران اور ہند وغیرہ ملکوں میں بت پرستی اور آتش پرستی اور توہمات باطلہ کے اتباع نے سخت رواج پایا تو تمام عالم کی اصلاح کیلئے عالیجناب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ملک عرب سے مبعوث کیا اور پھر سب سے اول عرب کو من انفسہم ہونیکی وجہ سے آنحضرت کی نبوت پر یقین کامل آگیا چند وجہ سے (۱) یوں کہ آنحضرت انہیں کے شہر میں پیدا ہوئے وہ لوگ ابتداء عمر سے لیکر اخیر تک آپ کے چال چلن سے خوب واقف تھے کبھی سوائے پاکدامنی اور راستبازی اور ترک حب دنیا اور گوشہ نشینی اور خدا پرستی راست گوئی کے اور کچھ نہیں دیکھا پھر جب ایسا شخص ایک ایسا دعوےٰ کرے کہ جس میں نہ کوئی دنیا کا مطلب تھا نہ آرام نفس تھا بلکہ سینکڑوں بلاؤں کا مقابلہ تھا سوائے سچ کے اور کیا گمان کیا جاوے (۲) بعد نبوت کے کفار نے آنحضرت کو مال دینا چاہا حسین وجمیل عورتیں دینے کا وعدہ کیا کہ آپ اس دعوئ نبوت سے باز آئیے مگر آپ نے بجائے اس کے فقر وفاقہ پر قناعت کی برادری اور اہل شہر کی ہزاروں تکلیفیں اٹھائیں ظلم پر ظلم برداشت کئے اگر خدانخواستہ آپ اپنے میں جھوٹے ہوتے اور دنیا کا کوئی لالچ یا کسی شہوانی خواہش میں کامیابی مقصود ہوتی تو کبھی اس پر قائم نہ رہتے (۳) مدینہ میں جلنے کے اور ہر قسم کا غلبہ اور اقتدار پانے کے بعد بھی آپ کی وہی حالت رہی جو پہلے تھی وہی عبادت وہی

دلائل نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

أَوَلَمَّا أَصَابَتْكُم مُّصِيبَةٌ قَدْ أَصَبْتُم مِّثْلَيْهَا قُلْتُمْ أَنَّىٰ هَٰذَا ۖ قُلْ هُوَ مِنْ عِندِ أَنفُسِكُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ

کیا جب تم پر کوئی مصیبت آ پڑے حالانکہ اس سے دوچند مصیبت تم (بھی) انکو پہنچا چکے ہو تو یہ کہتے ہو کہ یہ کہاں سے آ گئی (اے نبی) کہدے یہ مصیبت تمہارے ہی ہاتھوں کی کرتوت ہے بےشک

عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ وَمَا أَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ فَبِإِذْنِ اللَّهِ وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِينَ ۝ وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ نَافَقُوا ۚ

ہر چیز پر قادر ہے اور جو کچھ مصیبت تم کو دونوں لشکروں کے مقابلہ کے دن پہنچی تو اللہ ہی کے اذن سے پہنچی اور اسلئے بھی کہ خدا کو ایمانداروں اور منافقوں کو معلوم کرنا تھا

وَقِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوِ ادْفَعُوا ۖ قَالُوا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّاتَّبَعْنَاكُمْ ۗ هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَئِذٍ

اور انسے کہا گیا کہ آؤ اللہ کی راہ میں لڑو یا دشمنوں کو دفع کرو تو کہدیا کہ اگر ہم لڑنا جانتے تو تمہارا ساتھ دیتے یہ لوگ اس روز بہ نسبت ایمان کے کفر سے

أَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْإِيمَانِ ۚ يَقُولُونَ بِأَفْوَاهِهِم مَّا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ ۗ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُونَ ۝

نزدیک تر تھے۔ اپنے منہ سے وہ بات کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہے اور اللہ خوب جانتا ہے۔ جو کچھ کہ وہ دل میں چھپا رہے ہیں

ترک دنیا وہی فروتنی مساکین کو تقسیم کر کے آپ فقر و فاقہ سے گزران کرنا وہی راتوں کو محبت الٰہی میں جوش و درد سے رونا وہ) ابتدائے عمر سے لیکر اخیر تک سینکڑوں کرامتیں اور معجزات دیکھے یہ سب باتیں من انفسہم سے علاقہ رکھتی ہیں جس پر خدا تعالیٰ عرب کو اپنا احسان یاد دلاتا ہے اور من انفسہم کے معنی اگر نوع انسان لئے جاویں تو کل بنی آدم اور بنی اسمعیل و ابراہیم کا فخر ہیں۔ اسکے بعد سب سے بڑا معجزہ جو تمام بنی آدم نے دیکھا اور جس کا اب بھی کوئی انکار نہیں کر سکتا ذکر فرماتا ہے وہ یہ کہ عرب کی جو اس وقت حالت ذلیل و خراب تھی کسی کی نہو گی وہ لوگ محض وحشی جاہل شہوت پرست درندہ تھے آنحضرت نے انکو آیات الٰہی سنا کر مزکی کر دیا ہر وحشی جاہل علم اور اخلاق حمیدہ کا سرچشمہ ہو گیا صحابہؓ کی تاریخ سے اس کا بخوبی ثبوت ہو سکتا ہے اور پھر اُن کو کتاب اور حکمت سکھا کر تمام بنی آدم کے لئے حکیم اور معلم کر دیا چنانچہ جہاں جہاں صحابہ گئے توحید اور خدا پرستی اور راستبازی کے آفتاب نے ان ملکوں کو منور کر دیا۔

ترکیب اَوَلَمَّا کلمہ تقیید بمعنی شرط اصبتم الخ موضع رفع میں صفت ہے مصیبۃ کی قلتم الخ جملہ شرطیہ اور تمام جملہ محل استفہام یا بمعنی جواب وما بمعنی الذی جملہ مبتدا فباذن اللہ خبر ولیعلم معطوف ہے محذوف پر للکفر اور للایمان کا لام اقرب سے متعلق ہے یقولون جملہ مستانفہ ہے اور حال بھی ہو سکتا ہے ضمیر اقرب سے ای قربوا الی الکفر قائلین۔

تفسیر پہلے منافقین کے اوّل شبہ کا جواب دیا کہ نبی کی شان خیانت نہیں یہاں منافقین کے دوسرے شبہ کا جواب دیتا ہے جو کہ وہ ضعفاء اہل اسلام کے دل میں احد کی ہزیمت سے ڈالتے تھے وہ یہ کہ اگر یہ رسول برحق ہیں تو اُن کو احد کے روز ہزیمت کیوں ہوئی؟ اور باوجود وعدہ غلبہ اسلام کے یہ مصیبت کہاں سے آئی؟ چونکہ خدا تعالیٰ کو اپنے اس لشکر صحابہ سے آئندہ بہت کچھ کام لینا تھا اور جنگوں میں ہر چند صحابہ کو خارق عادت فتوحات بھی نصیب ہوئیں مگر کبھی شکست بھی ہونا عالم اسباب کے مقتضیات سے ہے اسلئے منافقوں کے اقوال نقل کر کے آئندہ کیلئے مسلمانوں کو پکا کر دیا کہ اگر پھر کبھی ایسی صورت پیش آئے تو مذبذب اور بودے دل کے نہو جائیں کامل عزیمت کے یہ معنی ہیں کہ اگر کسی کام میں سو بار بھی ناکامی ہو پھر بھی وہی ہمت بندھی رہے اور ہمت کا قائم رہنا عقلمندی اور کامیابی کی دلیل ہے عبداللہ بن اُبی وغیرہ کہتے ہیں کہ یہ مصیبت کیوں آئی اللہ فرماتا ہے تم اس سے دوچند ہزیمت

ف یعنی بدر میں تم کفار پر دوچند مصیبت ڈال چکے ہو اب احد کی لڑائی میں جو کچھ تم پر مصیبت آ گئی تو کہتے ہو کہ یہ کیوں آئی اور کہاں سے آئی حالانکہ یہ تمہاری نافرمانی سے آئی ہے اور نافرمانی کا یہ حال تھا کہ جب منافقوں کو جنگ میں شریک ہونے کو کہا گیا کہ چلو لڑیں یا یہ نہیں تو انکو اپنے شہر سے ہٹا ہی دیں تو حیلہ کرنے لگے کہ ہمیں لڑنا نہیں آتا ۱۲ منہ

الَّذِينَ قَالُوا لِإِخْوَانِهِمْ وَقَعَدُوا لَوْ أَطَاعُونَا مَا قُتِلُوا ۗ قُلْ فَادْرَءُوا عَنْ أَنفُسِكُمُ الْمَوْتَ

(یہ وہی) لوگ ہیں (جنہوں نے (گھر دبک کر) بیٹھ کر اپنے بھائیوں کی نسبت (یہ) کہا تھا کہ اگر وہ ہمارا کہنا مانتے تو قتل نہ کئے جاتے (اے نبی ان سے کہدو) تو ذرا اپنے اوپر سے (بھی) موت کو ٹال دینا

إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ۝ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ عِندَ رَبِّهِمْ

اگر تم (اپنی بات کے) سچے ہو (تو اس کا مطلب) اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے ہیں آپ انکو مردہ خیال نہ کرنا بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے پروردگار کے پاس سے روزی پاتے رہتے ہیں

يُرْزَقُونَ ۝ فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ وَيَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِم مِّنْ خَلْفِهِمْ أَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ

اور جو کچھ انکو اللہ نے اپنے فضل سے دے رکھا ہے اس پر خوش ہیں اور وہ ان لوگوں کی طرف سے بھی کہ جو ان کے پیچھے (دنیا میں زندہ ہیں) اور ابھی ان میں ۱۷ ع ۱۶ ۹

وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ يَسْتَبْشِرُونَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ وَفَضْلٍ وَأَنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُؤْمِنِينَ ۝

شامل نہیں ہوئے ہیں خوشیاں منا رہے ہیں کہ ان پر کچھ بھی خوف نہیں نہ انکو کوئی غم ہوگا۔ خدا کی نعمت سے اور فضل سے اور اس بات سے کہ اللہ کسی ایماندار کا اجر ضائع نہیں کرتا...

خاص بدر اور احد کے روز مخالفوں کو دے چکے ہو پھر یہ کہتے ہو کہ کہاں سے آئی اے نبی کہدو یہ تمہاری شامت اعمال اور نافرمانی سے آئی خدا ہر چیز پر قادر ہے پھر توضیح کرتا ہے کہ مقابلہ کے روز جو کچھ پیش آیا وہ بھی مقدر تھا اس میں مخلصین اور منافقین کا امتحان مقصود تھا پھر اس روز کی کیفیت جو منافقوں سے ظہور میں آئی بیان فرما کر ان پر کوڑا سا مارتا ہے وہ یہ کہ جب مقابلہ کو آنحضرت نکلے تو عبداللہ بن ابی کی رائے یہ تھی کہ شہر سے باہر نہ نکلو گرچہ وہ بھی لشکر اسلام میں شامل ہو کر نکلا مگر عین مقابلہ کے وقت مع تین سو آدمیوں کے بھاگ پڑا جب اس سے عبداللہ بن عمرو بن حزام انصاری نے کہا کہ اے بھلے مانس تو ہمیشہ سے دعوی اسلام کیا کرتا تھا اب آ خدا کی راہ میں لڑ اور اگر اسلام پر تیرا عقیدہ نہیں تو پاس شہر اور برادری سے ہی مخالفوں کو ہٹا اس نے کہا صاحب انکو لڑنا نہیں آتا اگر آتا تو ہم تمہارے تابع رہتے یہ بات اس نے بطور طعن کے کہی تھی کہ میرا کہنا کیوں نہ مانا اللہ فرماتا ہے یہ لوگ اس روز بہ نسبت ایمان کے کفر کے زیادہ قریب تھے کیونکہ ان کے بھاگنے سے کفر کھل گیا اور یہ باتیں صرف زبان سے کہتے ہیں دل میں کفر پوشیدہ ہے اللہ اس سے خوب واقف ہے۔

ترکیب الذین الخ صفت ہے الذین نافقوا کی لو اطاعونا شرط ما قتلوا جواب جملہ مقولہ ہے قالوا کا الذین قتلوا مفعول اول لاتحسبن کا امواتا مفعول ثانی یرزقون صفت احیاء و یستبشرون معطوف ہے فرحین پر کیونکہ اسم فاعل اس جگہ مشابہ فعل مضارع ہے من خلفہم متعلق ہے یلحقوا سے الا خوف ای ان لاخوف علیہم ان مصدریہ ہے اور موضع جملہ کا بدل ہے الذین سے بدل الاشتمال۔

تفسیر یہ بھی منافقوں کا ایک شبہ مسلمانوں کو جہاد فی سبیل اللہ سے روکنے کیلئے تھا کہ وہ اپنے بھائیوں کی نسبت جو جنگ میں شہید ہوگئے یہ کہا کرتے تھے کہ اگر وہ ہمارا کہا مانتے تو مارے نہ جاتے چونکہ حیات ایک مرغوب چیز ہے اور مرنے سے مارنا ایک طبعی بات ہے پھر جب اس کو اس شبہ سے قوت دیجائے تو خواہ مخواہ گھر میں چھپ کر بیٹھنے کو دل چاہیگا اسلئے خدا نے اس کا جواب دیا کہ ان سے یہ کہدو اگر تم اپنے دعوی میں سچے ہو تو گھر بیٹھے تم موت سے بچ جاؤ تمام امور جو عالم حسی میں سرزد ہوتے اور ظہور کرتے ہیں وہ عالم مثالی میں ثابت ہو چکتے ہیں وہ ظاہر ہو کر ہی رہیں گے اسی طرح موت کا بھی وقت معین ہے خواہ اسوقت گھر میں ہو یا جنگ میں ضرور مریگا خواہ مفت نامردی اور بدنصیبی کا دھبہ لگالے یا جوانمردی اور سعادت کا مرتبہ حاصل کرلے اسکے بعد یہ بتلایا جاتا ہے کہ اچھا اگر وہ مر گئے تو کیا خسارہ میں رہے

آخر چند روز کا پیش و پس ہے ورنہ سب کو مرنا ہے پھر اس سے کون خوش نصیب زیادہ ہے جو اللہ کی راہ میں مارا جائے اسلئے اب خداوند تعالیٰ شہیدوں کے درجات بیان فرماتا ہے کہ اے مخاطب تو ان لوگوں کو جو اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے ہیں یہ نہ سمجھ کہ وہ مرگئے ہیں بلکہ وہ اپنے خدا کے پاس زندہ ہیں اور یہ زندگی کچھ فرضی نہیں جیسا کہ نیک نام کو لوگ مجازاً زندہ کہدیا کرتے ہیں اس معنی سے کہ لوگوں میں اس کا نام زندہ ہے بلکہ ان کو حیات جاودانی اور حقیقی زندگی ہے وہ برزخ میں روزی دیئے جاتے ہیں اور وہ روزی مشاہدہ انوار اور خدا کی تجلی اور جنت کی بیشمار نعمتیں ہیں اور اس کے سوا ان کو وہاں ہر وقت خدا کی بیشمار نعمتوں سے فرحت اور سرور بھی ہے اور جو لوگ ان کے اقارب اور دوستوں میں سے ابھی زندہ ہیں اور ان کو ان کی طرف سے فکر ہے کہ دیکھئے کہ وہ کیسے اعمال کرتے ہیں اور مرکر کہاں جاتے ہیں جیسا کوئی مسافر منزل سخت اور ہولناک طے کر کے اپنے مقام پر جہاں ہر قسم کا آرام ہے پہنچ جائے اور اس کے متعلق لوگ پیچھے ہوں اور اس کو فکر ہو کہ دیکھئے منزل کیونکر طے کرتے ہیں سو انکو وہاں خوشی سنائی جاتی ہے کہ تمہاری برکت سے ان پر کچھ خوف غم نہیں وہ بھی تمہارے ہی پاس آتے ہیں (عالم روحانی میں ان احیاء کو دنیا کا علم اور اشتیاق بھی رہتا ہے) اور یہ بھی مژدہ سنایا جاتا ہے کہ اللہ مومنوں کے اجر اور دینی خدمت کو ضائع نہیں کرتا۔ تم اپنی نوکری پوری کر چکے ہو اب تم پر رحمت ہی

فوائد (۱) ان شہیدوں کے زندہ ہونے سے ابوالقاسم وغیرہ معتزلہ نے یہ مراد لی ہے کہ وہ قیامت کو زندہ کئے جاویں گے کیونکہ منافق بعث و حشر کے قائل نہ تھے سو وہ اس موت کو رائیگاں سمجھتے تھے اسلئے خدا نے ان کے قول کو رد کر دیا ہے۔ اہل سنت کے نزدیک یہ قول غلط ہے کس لئے خدا تعالیٰ انکو احیاء (یعنی بالفعل زندہ ہیں) فرماتا ہے اور اسی طرح کبھی بالذین لم یلحقوا بھم سے یہ مراد لیتے ہیں کہ شہید تو جنت میں چلے جاوینگے مگر جو لوگ ہنوز جنت میں داخل نہ ہوئے ہوں گے ان کی طرف سے ان کو فکر ہوگی سو اسلئے ان کو بشارت دی جاویگی کہ وہ بھی تمہارے پاس آتے ہیں یہ توجیہ بھی بناء الفاسد علی الفاسد ہے وہ احادیث جو شہیدوں کے بالفعل زندہ ہونے پر دلالت کر رہی ہیں حد تواتر کو پہنچ گئی ہیں صحاح و دیگر کتب حدیث ان سے مالامال ہیں (۲) بعض حمقا نے اس سے مجازی معنی مراد لئے ہیں کہ ان کا نام زندہ رہتا ہے کیونکہ قوم اور ملت پر قربان ہوئے ہیں مگر یہ بھی لغو کیونکہ سیاق اور سباق کلام اور احادیث اور اجماع امت کے برخلاف اور تاویل باطل ہے پھر جو انکو بالفعل زندہ مانتے ہیں بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ ان کے اسی جسم میں حیات دیجاتی ہو شاید اس سے یہ مراد ہو کہ شہیدوں کی ارواح اور لقاء باللہ کا اثر بعض اوقات ان کے اجسام تک بھی پہنچتا ہے اسلئے سینکڑوں برس کے بعد جو کبھی شہیدوں کی لاشیں برآمد ہوئی ہیں تو ان کا جسم بھی تر و تازہ پایا گیا ہے چنانچہ امام مالک نے موطا میں لکھا ہے کہ احد کے پہاڑ کے نیچے جو برساتی نالہ بہتا ہے ایک بار جو اس نے زور کیا تو جنگ احد کے بعد شہیدوں کی لاش نکلی جس سے بدستور خون جاری تھا اور یہ معاملہ بنی امیہ کے عہد سلطنت میں ہوا ہے اور یہی سر ہے کہ انبیاء اور اولیاء علیہم السلام کی لاشوں میں بھی وہ اثر ہو جاتا ہے کیوں نہ پھول کا اثر مٹی میں ہو جاتا ہے روح نورانی چیز ہے جمہور اہل سنت والجماعت کا یہ قول ہے کہ انکو حیات روحانی نصیب ہوئی ہے یوں تو ہر شخص کافر و مومن کی روح نہیں مرتی کسلئے کہ اصل انسان روح کا نام ہے کہ جو ایک جوہر لطیف ہے اور جس کا علاقہ جسم سے ہے جو آگ کا

لکڑی دہکتی سے یا خوشبو کا پھول سے یا علاقہ تدبیر و تصرف اور مرکب اور راکب کا ہے جس کو موت کہتے ہیں اُس سے وہ علاقہ جسمی منقطع ہو جاتا ہے اور روح قائم و سالم دوسرے عالم میں منتقل ہو جاتی ہے ہاں جو کافر و منافق یا گنہگار ہیں وہاں ان کی روح اپنے اعمال کے اُس رنگ سے جو دنیا میں اُس پر چڑھا تھا عذاب پاتی ہے جہنم کی دہکتی آگ میں جلتی ہے اور جو ابرار اور نفوس قدسیہ ہیں وہ انوار الٰہیہ اور عالم نورانی میں مسرور ہوتے ہیں اور مشاہدہ جمال سے لذت اٹھاتے ہیں اور ان کی روح اپنے جسم لطیف کیساتھ جنت اور عالم قدس کے باغوں میں جہاں چاہتی ہے عیش مناتی پھرتی ہے چنانچہ وہ جو احادیث میں آیا ہے (کہ شہیدوں کی روح سبز پرندوں کے قالب میں آشیانہ عرش میں رہتی اور جنت میں جہاں سے چاہتی کھاتی پیتی ہے)، اُس سے یہی مراد ہے بلکہ کبھی اس عالم میں بھی صورت جسدانیہ میں سیر کر جاتی ہے جیساکہ ثقات کو بارہا مشاہدہ ہوا ہے چونکہ جسم سے علاقہ منقطع ہو جاتا ہے اس لئے اُن کے مال میں میراث جاری ہوتی ہے اور ان کے بعد ان کی بیویوں سے نکاح درست ہو جاتا ہے سو ابرار کا اُس عالم سرور میں جانا اصل زندگی ہے اس لئے انکو بالتخصیص زندہ کہہ سکتے ہیں خصوصاً شہیدان فی سبیل اللہ کو جو اپنی حیات کو اللہ کی نذر کر دیتا ہے اسلئے اس کو حیات ابدی اُس کے بدلہ نصیب ہوتی ہے کیا خوب کہا ہے کسی نے ؎ کشتگانِ خنجر تسلیم را ✦ ہر زماں از غیب جانِ دیگر ست ✦ (۳۳) خدا تعالےٰ نے یسعیاہ نبی کی معرفت جیساکہ کتاب یسعیاہ کے بیالیسویں باب میں ہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہ خبر دی ہے دیکھو میرا برگزیدہ جس سے میرا جی راضی ہے وہ قوموں کے درمیان عدالت جاری کریگا (۲) وہ بازاروں میں نہ چلائے گا مطلقاً (۴) اس کا زوال نہ ہوگا اور نہ مسلا جائے گا جب تک کہ راستی کو زمین پر قائم نہ کرے الخ (۵) خداوند الخ یوں فرماتا ہے (۷) کہ تو اندھوں کی آنکھیں کھولے اور قیدیوں کو قید سے نکالے کہ یہوداہ میرا نام ہے اپنی شوکت غیر کو نہ دوں گا جو ستائش میرے لئے ہوتی ہے میں وہ گھڑی ہوئی مورتوں کے لئے ہونے نہ دوں گا (۱۱) بیابان اور اس کی بستیاں قیدار کے آباد دیہات اپنی آواز بلند کریں گے پہاڑوں کی چوٹیوں پر سے للکاریں گے وہ خداوند کا جلال ظاہر کریں گے خداوند ایک بہادر کی مانند نکلے گا وہ جنگی مرد کی مانند اپنی غیرت کو جوش میں لائیگا وہ چلائیگا ہاں وہ جنگ کیلئے بلائیگا وہ اپنے دشمنوں پر بہادری کریگا الخ اس بشارت میں آنحضرت کے عہد مبارک کی صاف تصریح ہے اور اس حکمت ناموسیہ کیطرف بھی اشارہ ہے کہ جو جہاد سے مقصود ہے وہ یہ کہ جس طرح مالک باغ اپنے باغ کو باغبان سے چھٹواتا ہے اور جو کانٹے اور ناقص گھانس اُگ آتی ہے بے ساختہ اُنکو جڑ سے اُکھاڑ پھینکتا ہے اسی طرح مخلوق الٰہی میں جب وعظ و پند انبیاء سے کام نہیں نکلتا تب اخیر میں ایک آسمانی سلطنت قائم کرتا ہے اور اپنے پیغمبر کو اس کام کے لئے مبعوث کر کے بت پرستی کے خس و خاشاک کو اکھڑوا دیتا ہے سو اسلئے قرآن میں جابجا جہاد کی تاکید ہوئی اور وہ اس لشکر کی تنخواہ اجر آخرت اور درجہ شہادت اور کبھی کچھ غنیمت اور ملک و قوم کی شوکت قرار پائی۔

۱ ملک عرب ۱۲ ۲ قیدار حضرت اسمٰعیل کا بڑا بیٹا آنحضرت کا جد اعلےٰ ہے یہ صاف تصریح آنحضرت کی ہے کیونکہ نبی قیدار میں سوا آپ کے اور کوئی اس کا مصداق نہیں گذرا ہے ۱۲ منہ ۳ یعنی حج اور جہاد میں تکبیر کہینگے ۱۲ منہ ۴ حج میں صفا و مروہ پر للکار کر تکبیر پڑھتے ہیں ۱۲ منہ

ع ۲۰

الَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِلّٰهِ وَالرَّسُولِ مِنْ بَعْدِ مَا أَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ۚ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا أَجْرٌ

جن لوگوں نے زخم پہنچنے کے بعد بھی اللہ اور رسول کا حکم مانا اُن میں سے جنہوں نے نیکی اور پرہیزگاری کی اُن کے لئے اجر عظیم ہے

عَظِيمٌ الَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَانًا وَقَالُوا

یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کو لوگوں نے آکر کہا کہ تمہارے لئے لوگ جمع ہوئے ہیں سو انکو ڈرایا پر دشمن سے اُن کا اور بھی ایمان بڑھ گیا اور انہوں نے

حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ فَانْقَلَبُوا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوءٌ وَاتَّبَعُوا رِضْوَانَ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ ذُو

(یہ) کہا کہ اللہ ہمکو کافی ہے اور (وہی) اچھا کارساز ہے سو یہ (ایمان والے) خدا کی نعمت اور فضل کیساتھ واپس آئے (اور) انکو کچھ بھی ضرر نہ پہنچا اور اللہ کی رضامندی پر چلے اور

ترکیب الذین استجابوا موضع جر میں صفت ہے المومنین کی اجر عظیم مبتدا موخر للذین احسنوا منہم خبر الذین قال لہم بدل ہے للذین استجابوا سے حسبنا ای محسبنا مبتدا اللہ خبر او العکس بنعمۃ من اللہ موضع حال میں ہے لم یمسسہم بھی حال ہے ضمیر انقلبوا سے واتبعوا معطوف ہے انقلبوا پر

تفسیر پہلی آیت میں شہیدوں کی مدح کے بعد یہ تھا کہ خدا مومنوں کے اجر ضائع نہیں کرتا یہاں ان مومنوں کی تشریح کرتا ہے کہ وہ کون لوگ ہیں یہ نہیں کہ برائے نام اسلام اختیار کرکے ان درجوں کو اپنے تئیں مستحق سمجھ بیٹھے اور اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ جو لوگ شہید ہوگئے ہیں وہ تو منزل مقصود کو پہنچ ہی گئے مگر جو اس جماعت کے لوگ زندہ ہیں وہ بھی انہیں میں شمار ہیں فرماتا ہے کہ مومن کامل وہ لوگ ہیں کہ جو ہزیمت کھا کر زخم اٹھا کر بھی اللہ اور رسول کی اطاعت کو موجود ہیں پھر فرماتا ہے کہ ان کے لئے اجر عظیم ہے کیونکہ انہوں نے اوامر پر عمل کیا احسنوا اور منہیات سے بچے اتقوا اس مدح میں ایک واقع کی طرف اشارہ ہے وہ یہ کہ جب جنگ احد میں مسلمانوں کو شکست ہوئی اور ستر آدمی شہید ہوگئے اور سیکڑوں زخمی ہوئے اور مشرکین چڑھے چلے آتے تھے اور چاہتے تھے کہ مسلمانوں کی لاشوں کی بیحرمتی کریں چنانچہ حضرت حمزہؓ کی لاش کی بے ادبی کی کان ناک کاٹکر شکل بگاڑ دی اس میں آنحضرتؐ نے سنبھل کر پھر اہل اسلام کو پکارا تو باوجود اس شدت کے پھر دوڑے چلے آئے اور مشرکین کو ہٹا دیا واقدی وغیرہ اہل سیر یہ کہتے ہیں کہ اس کا سبب نزول یہ ہے کہ احد کی جنگ سے جب ابوسفیان مشرکین کا لشکر لیکر واپس چلا اور بمقام روحا پہنچا۔ تو اُسکے دل میں یہ آیا کہ ہم نے بہت سے مسلمان قتل کئے اور بہت کو زخمی کیا افسوس انکو بالکل نیست و نابود ہی کیوں نہ کیا پھر چلو اور کام تمام کر آؤ کیونکہ اب ان میں دم نہیں ہے اُسکے اس ارادہ کی خبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی پہنچ گئی آنحضرتؐ نے مسلمانوں سے کہا کہ ابوسفیان کے مقابلہ کیلئے چلو منافقوں نے کہا کیا خوب یہ تو حال ہوا ہے پھر اُن سے لڑنے چلو مگر مخلصین اہل اسلام باوجود زخموں کے کمر ہمت باندھ کر آمادہ ہوگئے آنحضرتؐ ستر صحابہ کو لیکر حمراء الاسد تک کہ جو مدینہ سے تین میل ہے پہنچے۔ ابوسفیان ڈر کر بھاگ گیا یہ اُن مسلمانوں کی مدح ہے جو ساتھ گئے تھے پھر الذین قال لہم الناس میں ایمانداروں کی دوسری مدح ہے اس میں بدر صغریٰ[۳] کے غزوہ[۴] کی طرف اشارہ ہے تفصیل اس کی یہ ہے کہ احد کے روز جب ابوسفیان مکہ کو واپس چلنے لگا تو پکار کر کہا اے محمدؐ ہمارا تمہارا مقابلہ اب کے بدر صغریٰ کے موسم پر ہوگا۔ آنحضرتؐ نے عمرؓ سے کہا کہدو منظور ہے جب وہ دن آئے اور ابوسفیان لوگوں کو مکہ سے اکٹھا کرکے مرالظہران تک آیا تو اس کے دل میں مسلمانوں کی طرف سے رعب آگیا اور وہ واپس پھر گیا اور نعیم ابن مسعود اشجعی کو کچھ دینا کرکے مدینہ میں اسلئے بھیجا کہ مسلمانوں کو کہہ کے ڈرا دے کہ تمہارے مقابلہ کیلئے بڑی فوجیں جمع ہو رہی ہیں۔ یہ عقل کی بات نہیں کہ تم وہاں لڑنے کو جاؤ جب یہاں آکر انہوں نے تم کو قتل کیا وہاں جاکر کوئی زندہ واپس نہ آئیگا منافق

۱؎ من للبیان لا للتبعیض منہ ۲؎ یعنی بار بار لڑنے کیلئے تیار ہوگئے احد کی لڑائی کے بعد جاتے وقت ابوسفیان سردار قریش یہ کہہ گیا تھا کہ اسی مہینہ پھر بدر پر تم سے ڈیٹنگے فلاں فلاں وقت آئینگے اس پر آنحضرت صلعم نے مسلمانوں کو تیار کیا خدا پرست تیار ہوگئے اور حضرت کیساتھ وہاں پہنچے وہاں کفار میں سے کسی کو بھی نہ پایا ابوسفیان کی خام طبعی تھی ان حکم پر ماننے والوں کی ان آیات میں مدح کی جاتی ہے کہ وہ صحیح سلامت بھی آئے اور انکو اجر بھی ۱۲ منہ

۳؎ یہ بھی کنارہ کا تالاب یا کنواں تھا یہاں ہر سال خرید و فروخت کیلئے میلہ لگا کرتا تھا اور یہ جگہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ہے ۱۲ منہ ۴؎ غزوہ اس لشکر کو کہتے ہیں جس میں خود آنحضرت بھی شریک تھے اور سریہ وہ کہ جس میں خود شریک نہ تھے ۱۲

إِنَّمَا ذَٰلِكُمُ الشَّيْطَانُ يُخَوِّفُ أَوْلِيَاءَهُ فَلَا تَخَافُوهُمْ وَخَافُونِ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ۝ وَلَا يَحْزُنكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ

(یہ خبر دینے والا) تو صرف ایک شیطان تھا جو اپنے دوستوں کو ڈرایا کرتا ہے سو تم اُن سے نہ ڈرو اور مجھ ہی سے ڈرا کرو اگر تم ایماندار ہو اور (اے نبی) ان لوگوں سے کچھ غم نہ کرو

فِي الْكُفْرِ ۚ إِنَّهُمْ لَن يَضُرُّوا اللَّهَ شَيْئًا ۗ يُرِيدُ اللَّهُ أَلَّا يَجْعَلَ لَهُمْ حَظًّا فِي الْآخِرَةِ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝

کہ جو کفر میں دوڑ دھوپ کر رہے ہیں وہ خدا کو کچھ بھی ضرر نہ دے سکیں گے اللہ چاہتا ہے کہ آخرت میں ان کا کوئی حصہ بھی نہ رکھے اور انکو بڑا عذاب ہونا ہے

إِنَّ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الْكُفْرَ بِالْإِيمَانِ لَن يَضُرُّوا اللَّهَ شَيْئًا ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ

جن لوگوں نے ایمان کے بدلے میں کفر خرید لیا وہ اللہ کو تو کچھ بھی ضرر نہ دے سکیں گے اور ان کے لئے عذاب الیم ہے اور کافر یہ نہ سمجھیں کہ یہ جو

كَفَرُوا أَنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ خَيْرٌ لِّأَنفُسِهِمْ ۚ إِنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ لِيَزْدَادُوا إِثْمًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ۝

ہم ان کو ڈھیل دے رہے ہیں کچھ ان کے حق میں بہتر ہے ہم صرف اسلئے ڈھیل دے رہے ہیں کہ وہ اور بھی گناہ کمائیں اور ان کے لئے ذلت کا عذاب ہے

منکر کاپنے لگے مگر مخلصین بالکل آمادہ ہو گئے اور یہ کہا کچھ پروا نہیں ہمکو اللہ کافی ہے اور وہی ہمارا مددگار ہے آخر سب صحابہ کیساتھ آنحضرت حسب وعدہ پہنچے یہاں مخالفین میں سے کوئی بھی نہ ملا اس مقام پر ایام جاہلیت میں ہر سال کئی روز تک خرید و فروخت کا میلہ لگا کرتا تھا صحابہ نے وہاں جو کچھ زادِ راہ لیگئے تھے اسکو فروخت کرکے دوچند نفع اٹھایا اور ثواب آخرت لیکر یہ لوگ صحیح سلامت گھر آئے قال لہم الناس سے مراد نعیم ہے ان الناس سے مراد مشرکین مکہ ہیں بنعمۃ من اللہ العافیہ اور فضل سے مراد نفع تجارت ہے لم یمسسہم سوء یعنی قتل وضرب کوئی پیش نہ آئی واتبعوا رضوان اللہ یعنی اللہ کی خوشنودی حاصل کی اس سے منافقین کے دل میں حسرت پیدا کرتا ہے۔

ترکیب ذالکم مبتدا الشیطان خبر یخوف جملہ حال ہے الشیطان سے والعامل الاشارۃ ای یخوفکم باولیائہ او یخوف اولیائہ الذین کفروا فاعل ولا یحسبن الذین انما نملی لہم خیر جملہ قائم مقام دو مفعولوں کے۔

تفسیر پہلے ذکر تھا کہ کفار اہل ایمان کو ڈراتے ہیں کہ تمہارے لئے فوجیں جمع ہو رہی ہیں یہاں فرماتا ہے کہ یہ ڈرانیوالا یعنی نعیم بن مسعود[1] یا جماعت کفار اور ابو سفیان وغیرہ شیطان ہے کہ جو اپنے دوستوں یعنی مشرکین و کفار کی شوکت سے خدا کے دوستوں کو ڈرایا کرتا ہے اور دل میں وسوسہ ڈالا کرتا ہے۔ یا یہ معنی کہ شیطان اپنے یاروں کو ڈرایا کرتا ہے یعنی اس کا گذر زیادہ انہیں کے دل میں ہے وہیں زیادہ وسوسہ ڈالا کرتا ہے سو تم اُسکے دوست نہیں ہو تم کیوں ڈرتے ہو تم مجھ سے ڈرو اگر تم سچے مومن ہو اس کے بعد مشرکین کے کروفر اور منافقوں اور یہود کے خداع و مکر کی بے ثباتی بیان فرماتا ہے کہ اے نبی یا اے ہر مخاطب اہل ایمان تم کو اُن کے اس کفر کی تیاری اور کوشش سے ہراساں نہ ہونا چاہئے یہ سب ہیچ ہے جو کچھ اللہ کو کرنا ہے وہی کرکے رہیگا یہ اُس کے ارادے اور اس کے جاری کئے ہوئے دین میں کچھ بھی خلل اندازی نہ کر سکیں گے نہ خدا کا کچھ بگاڑ سکیں گے یہ صرف اپنا ہی بگاڑ کر رہے ہیں کیونکہ ان کی اس شرارت سے خدا یہ چاہ رہا ہے کہ ان کے لئے آخرت میں سعادت کا کوئی حصہ بھی نہ رہے بدبخت ازلی رہیں انکو عذاب عظیم ہوگا۔ اور وہ لوگ جو فطری ہدایت چھوڑ کر کفر اُس کے بدلے میں اختیار کرتے ہیں یعنی ایمان دیکر خریدتے ہیں منافقین وغیرہ بھی کیا خدا کو مضرت دیسکتے ہیں ان کو بھی عذاب الیم ہوگا بعد مردن اُنکے افعال شنیعہ جہنم کی آگ بن کر انکو جلا دیں گے۔ احد کی لڑائی کے بعد

ف بعض معترض اعتراض کرتے ہیں کہ خدا کا لوگوں کے حق میں برائی پسند کرنیکا ارادہ نہ کرنا اسلئے ڈھیل دینا کہ وہ اور بھی گناہ کرکے زیادہ عذاب میں مبتلا ہوں اور بار بار یہ فرمانا کہ ہم کو امتحان مقصود تھا یا ہم کو نیک اور بد کی آزمائش کرنی تھی اسکی شان تقدس اور علم ازلی کے خلاف ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ سب مجازات و استعارات ہیں بندہ جب اپنی اُس اختیار دادہ قوت و قدرت خداداد کو برائی میں صرف کرتا ہے اور کسی طرح کی بات نہیں مانتا جس پر اس پر یہ

[1] یہ وہ شخص ہے جو بعد میں مسلمان ہو گئے ۱۲ منہ

(حاشیہ) بعد وقوع صلح حدیبیہ کے ... اس کے بعد ... سے ۱۲ منہ

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ۭ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى

اللہ ایسا نہیں تھا کہ مسلمانوں کو اسی حال پر چھوڑ دیتا کہ جس پر تم ہو تاوقتیکہ ناپاک کو پاک سے جدا نہ کر دے اور اللہ ایسا بھی نہیں تھا کہ تم کو غیب پر مطلع کر دیتا

الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ ۠ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ

بلکہ اللہ (تو) اپنے رسولوں میں سے جسکو چاہتا ہے برگزیدہ کر لیتا ہے سو تم اللہ اور اسکے رسولوں پر ایمان لاؤ اور اگر تم ایمان لاؤ گے اور پرہیزگاری کرو گے تو تم کو بڑا

اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰىھُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ھُوَ خَيْرًا لَّھُمْ ۭ بَلْ ھُوَ شَرٌّ لَّھُمْ ۭ

اجر ملیگا۔ اور جن لوگوں کو خدا نے (اپنے فضل و کرم) سے کچھ دے رکھا ہے پھر وہ بخل کرتے ہیں (اس بخل کرنے) کو وہ اپنے لئے بہتر نہ سمجھیں بلکہ یہ بات انکے حق میں بہت بری ہی

سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝

ہے بہت جلد انکو اس چیز کا کہ جس پر وہ بخل کرتے ہیں قیامت کے دن طوق بنا کر پہنایا جاویگا اور اللہ ہی آسمانوں اور زمین کا وارث ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے خبردار ہے۔

مشرکین اپنی فتح پر نازاں ہو کر یہ کہا کرتے تھے کہ جس دین پر ہم ہیں وہ حق ہے کہ جو ہم کامیاب ہیں اور دنیا اور دولت ہم کو نصیب ہے مسلمان اسلام کی بدولت کس پست حالت میں ہیں نہ مال ہے نہ اسباب ہے گھر بار چھوڑ کر مدینہ میں فاقہ کشی کر رہے ہیں قتل کئے جاتے ہیں اس کا جواب دیتا ہے کہ ہم نے جو ان کو ڈھیل دے رکھی ہے اور یہ سامان مہیا کر دیئے ہیں اسکو اپنی حقیقت بہتر نہ سمجھیں انکو یہ سامان اسلئے ملے ہیں کہ نافرمانی اور گناہ میں کامل ترقی کر کے مرنیکے بعد اسکی پوری سزا پائیں جس طرح کوئی مجرم جرم کرے اور بادشاہ باوجود علم و قدرت کے اسکو فوراً گرفتار نہ کرے اور اسکو اتنی مہلت دے کہ وہ خوب بغاوت اور فتنہ پھیلا دے سو یہ بادشاہ کے کامل غضب کی علامت ہے کہ پھر اسکو گرفتار کر کے اس بڑے بھاری جرم کے معاوضہ میں سخت سزا دیگا بادشاہ کا یہ ڈھیل دینا کچھ اسکے حق میں مہربانی نہیں بلکہ زہر اور قہر ہے اسیطرح بے دینوں کا دنیا میں کامیاب ہونا اور عمر و دولت میں ترقی کرنا باوجود خدا کی نافرمانی کے انکے حق میں زہر ہے۔

ترکیب ماکان اللہ خبر کان کی محذوف تقدیرہ ماکان اللہ مریداً لان یذر المومنین لیذر خبر نہیں ہو سکتی یذر کی اصل یوذر تھی یدع کی مشابہت سے واؤ حذف ہوا ورنہ یہاں کوئی علت حذف نہ تھی اور یذر کی ماضی نہیں آتی کیونکہ ترک اس کا کام دیتا ہے الذین یبخلون الخ فاعل لایحسبن خیراً مفعول ثانی ہو ضمیر فصل مفعول اول البخل محذوف یا ہو۔

تفسیر یہ ہے کہ احد کے معرکہ کا منافق بھی یہ کہتے تھے کہ اگر نبی برحق آنحضرت ہوتے تو یہ حوادث پیش نہ آتے نہ یہ مصائب اٹھانے پڑتے خدا تعالیٰ اس آیت میں تسلی کرتا ہے کہ احد کے روز شکست کھانا بہت سے لوگوں کا قتل ہونا اور بہت کا زخمی ہونا پھر اس حالت میں ابوسفیان کے مقابلہ کو نکلنا اور بدر صغریٰ میں وعدہ پر جانا ادھر کھانے پینے اور افلاس کی سخت تکلیفات پیش آنی یہ سب باتیں کسوٹی ہیں کھرے اور کھوٹے کیلئے خدا کو یہ منظور نہ تھا کہ اے مسلمانوں تمکو بغیر امتیاز کئے تمہارا اسی حال پر تمکو چھوڑ دیتا اور اس دنیا دار تکلیف میں کھرے کھوٹے کا ایسے حوادث سے امتحان نہ کرتا۔ اسپر خیال ہوتا تھا کہ اس امتحان میں خدا تعالیٰ کی کیا حکمت ہے یونہی لوگوں کو مطلع نہیں کر دیتا کہ فلاں جہنمی ہے فلاں جنتی ہے فلاں … ان میں کامل نکلیگا فلاں ناقص اسکے دفعیہ میں فرماتا ہے کہ اس کی حکمت کا یہ بھی مقتضی نہیں کہ وہ تمکو امور غیب پر مطلع کرے جو باعث فساد انتظام عالم ہو جائے لیکن وہ اپنے رسولوں کو مخصوص کرتا ہے یعنی انکو جسقدر چاہتا ہے اسرار غیب پر اطلاع کر دیتا ہے سو تمکو اللہ اور اسکے رسولوں پر ایمان لانا چاہیئے اور اگر تم ایمان لاؤ اور تقویٰ کرو گے تو تمکو اجر عظیم عنایت ہوگا حقیقت میں جو شخص دنیا میں ایمان کا دعویٰ کرے یا اس کی محبت کا دم مارے اور پھر امتحان کی کسوٹی پر کھینچے جانے سے عذر کرے اور چند مصائب خانگی سے اسکا تشہیر ان ہو جاوے وہ … ظاہر ہے اسکے بعد جہاد کی تقویت میں اسمیں مال صرف کرنیکی تاکید فرماتا ہے جو لوگ

لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِيَآءُ ۘ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا وَقَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ

بیشک اللہ نے ان لوگوں کی یہ بکواس (بھی) سُن لی جو کہتے ہیں کہ اللہ فقیر ہے اور ہم غنی ہیں ہم (انکی اس) بکواس اور نبیوں کا ناحق قتل کرنا اب لکھے لیتے ہیں اور (اسکے جواب میں) ہم

حَقٍّ ۙ وَّنَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ

اُنسے (قیامت کے دن) کہینگے کہ لو عذاب دوزخ کا مزا چکھو یہ انہیں اعمال کا بدلہ ہے جنکو تم اپنے ہاتھوں آگے بھیجا تھا اور اللہ تو کسی بندہ پر کچھ بھی ظلم نہیں کرتا وہ یہی ہیں جو کہتے ہیں کہ

عَهِدَ اِلَيْنَآ اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ حَتّٰى يَاْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ النَّارُ ۭ قُلْ قَدْ جَاۗءَكُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِيْ بِالْبَيِّنٰتِ وَ

اللہ نے ہم سے عہد کر لیا ہے کہ ہم کسی رسول پر ہرگز ایمان نہ لائیں جبتک کہ وہ ہمارے پاس ایسی قربانی نہ لائے کہ جسکو آگ کھا جائے۔ کہدو کہ مجھ سے پہلے (بھی) بہت سے رسول تمہارے پاس نشانیاں لے کر آئے اور

بِالَّذِيْ قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوْهُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ جَاۗءُوْ بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ وَالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ

جو کچھ تم کہتے ہو وہ (بھی) لیکر آچکے ہیں پھر تم نے انکو کیوں قتل کر دیا اگر تم سچے ہو (اے نبی) پھر اگر انہوں نے آپکو بھی جھٹلایا تو کوئی نئی بات نہیں کیونکہ آپ سے پہلے بھی

ہاتھ روکتے اور بخل کرکے خوش ہوتے ہیں کہ ہماری جمع بنی رہی انکو خبر دیتا ہے کہ وہ اپنے اس بخل پر نازاں نہوں یہی انکی حق میں اچھا نہیں بلکہ برا ہے قیامت کے روز اس حب مال اور بخل کو متشکل کیا جاویگا اور جسطرح یہ محبت مال اور بخل انکے گلے میں پڑا ہوا ہے کہ کسی وقت دور نہیں ہوتا اسیطرح وہاں اُس کا طوق بنا کر گلے میں ڈالا جاویگا جسطرح خواب میں معانی جزئیہ اپنی مناسب صورت میں نظر آتے ہیں اسیطرح اعمال بھی قیامت کو بلکہ مرنے کے بعد اپنی مناسب صورتوں میں ظہور کرینگے۔ پھر فرماتا ہے کہ اے بنی آدم تم مال پر کیوں بخل کرتے ہو آخر ایک روز فنا ہے سب تم مرجاؤگے سب کا وارث اللہ ہی رہیگا یعنی اسکے سوا اور کوئی لینے والا باقی نہ رہیگا یا میراث سے مراد قبضہ ہے سب کچھ اسی کا ہے پھر تم بیگانی چیز میں کیوں بخل کرتے ہو بما آتٰھم اللہ من فضلہ سے مراد مال یا تمام علم و حکمت وغیرہا ہے کیونکہ ان چیزوں میں بھی بخل کرنا ناجائز ہے۔

ترکیب وقتلھم معطوف ہے ما قالوا پر قتل مصدر مضاف ہے فاعل کی طرف الانبیاء مفعول ذلک مبتدا بما قدمت خبر ای مستحق بما قدمت الذین قالوا بدل ہے پہلے الذین سے۔

تفسیر پہلی آیت میں اس بات کی تاکید تھی کہ اللہ کی راہ میں مال صرف کرنا چاہیے بخل اچھا نہیں اسکے موافق جو آنحضرت علیہ السلام نے ترغیب دی اور فرمایا کہ جو کوئی دیتا ہے اللہ کو دیتا ہے اُسپر مدینہ کے یہود نے سنکر مضحکہ کیا اور کہا کہ کیا اللہ فقیر ہے جو بندوں سے مانگتا ہے دوسرا شبہ یہ تھا کہ اگر محمد سچے نبی ہیں تو ایسی قربانی کریں کہ جس کو آگ آسمان سے اُتر کر کھا جاوے خدا نے ہم سے عہد کیا ہے کہ اُس وقت تک ہم کسی نبی کی تصدیق نکریں جبتک کہ وہ ایک قربانی نہ ذبح کرے اور اُسکو آسمان سے آگ کھا جائے جیسے کہ ہمارے انبیاء کے عہد میں ہوا کرتا تھا یہاں ان دونوں باتوں کا جواب دیتا ہے کہ جو لوگ یہ گستاخی کرتے ہیں ہم اسکو سن رہے ہیں ہم اسکو اُنکے نامہ اعمال میں لکھتے جاتے ہیں اور وہ جو انکے بزرگوں نے انبیاء ناحق قتل کئے ہیں اور یہ بھی اُسکے پسند کرنے کے سبب اس میں شریک ہیں اسکو بھی ہم لکھ رہے ہیں یعنی یہ گستاخی کچھ نئی بات نہیں یہ لوگ پشتینی بدمعاش اور خدا سے نافرمان ہیں (اس میں) اس طرف بھی اشارہ ہے کہ جنکا معجزہ آتشی قربانی انہوں نے دیکھا تھا اُن کے ساتھ بجز قتل کے اور کیا سلوک کیا تھا بعد موت کے ہم اُنکو کہیں گے عذاب حریق کا مزہ چکھو اور یہ تمہارے اعمال بد کا نتیجہ ہے ہم کسی پر ظلم نہیں کرتے دوسرے شبہ کی نسبت فرماتا ہے کہ مجھ سے پہلے تمہارے پاس رسول اور بہت سے معجزات اور خاص یہ معجزہ کہ جسکے تم خواستگار ہو لیکر آئے ہیں اور کتابیں اور صحیفے بھی انکے پاس تھے پھر اُنپر ایمان لانا تو درکنار انکو قتل کر ڈالا سو اگر اے نبی وہ آپ کی تصدیق نکریں تو کچھ

۵۱ آجکل بھی جاہل لوگ قرآنی محاورات لقرضوا اللہ قرضا حسنا وغیرہ پر یہی اعتراض کرتے ہیں حالانکہ اللہ کو دینے اور قرض دینے سے مراد نیک کاموں پر

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۗ وَإِنَّمَا تُوَفَّوْنَ أُجُورَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۖ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ۗ

ہر شخص موت کا مزہ چکھنے والا ہے اور تم کو قیامت کے روز تمہارے اعمال کے (پورے پورے) بدلے ملینگے پس جو شخص آگ سے بچا یا گیا اور جنت میں داخل کیا گیا سو وہ (دل)..

وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ ۝ لَتُبْلَوُنَّ فِيٓ أَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتٰبَ

اور دنیا کی زندگی تو کیا ہے محض دھوکے کی پونجی اور جانوں کے نقصان میں تمہاری آزمائش کی جاویگی اور البتہ تم کو ان لوگوں سے کہ جنکو تم سے پہلے کتاب دی گئی ہے

مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوٓا أَذًى كَثِيرًا ۚ وَإِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ

اور مشرکوں سے بھی بہت سی رنج کی باتیں سننی پڑیں گی اور (اس پر) اگر تم صبر اور پرہیزگاری اختیار کرو تو البتہ یہ (بڑی) ہمت کی بات ہے

آپ کا قصور نہیں بلکہ یہ اُنکی مستمرہ عادت ہے واضح ہو کر انبیاء بنی اسرائیل میں کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ بنی اسرائیل ذبح جانور انہوں نے قربانی کیا تو اس کو غیب سے ایک آگ نمودار ہو کر کھا گئی اور یہ بات اس کے مقبول ہونیکی علامت تصور ہوتی تھی جیسا کہ عہد عتیق کے متعدد مقامات سے پایا جاتا ہے لیکن ان کا یہ کہنا کہ خدا نے ہم سے عہد لیا ہے کہ بغیر اس معجزہ دیکھنے کے کسی پر ایمان نہ لائیں محض غلط بات تھی کبھی اُن سے یہ عہد نہیں ہوا بلکہ مسیح علیہ السلام وغیرہ کو اس کی نوبت بھی نہیں آئی۔ چونکہ وہ آنحضرت کے بہت سے معجزات دیکھ چکے تھے اُنکا انکار نہ کر سکے اور ایک بات طلب کی اور یہ طلب عناد سے تھی تو اسلئے سنت اللہ یونہی جاری ہے کہ ایسا حالت میں معجزہ نہ دکھایا جاوے جیسا کہ حضرت مسیح نے صلیب پر چڑھتے وقت معجزہ دکھانے سے انکار کیا تھا۔

ترکیب: کل نفس اگرچہ نکرہ ہے مگر اس مقام پر مبتدا اور ذائقۃ الموت خبر انما کافہ ہے اور اسلئے اجورکم کو فعل کیوجہ سے نصب ہوا اور اگر بمعنی الذی ہوتا تو اجورکم کو رفع ہوتا فمن زحزح الخ شرط فقد فاز جواب ومن الذین اشرکوا معطوف ہے من الذین اوتوا الکتاب پر اذی موصوف کثیرا صفت مفعول ہیں لتسمعن کا۔

تفسیر: پہلے تھا کہ اگر یہود نے آپ کی تکذیب کی تو کچھ نئی بات نہیں یہ ہمیشہ ایسا ہی کرتے آئے ہیں اسکے بعد فرماتا ہے کہ یہاں جو کچھ کرتے ہیں کرلیں آخر ہر شخص کو مرنا ہے اسلئے کہ جسم کی رطوبت غریزیہ کو اس کی حرارت غریزیہ فنا کرتے کرتے خود بھی فنا ہو جاتی ہے جس طرح چراغ کا تیل حرارت سے جلتے جلتے اس درجہ پر پہنچتا ہے کہ خود چراغ کی لو گل ہو جاتی ہے یہ چار مخالف عناصر کب تک جمع رہیں گے آخر الفک ترکیب ہوگا اگلے کہاں رہے ہیں جو یہ رہجائینگے اسمیں اشارہ ہے کہ روح باقی رہیگی کیونکہ نفس کو موت کا مزہ چکھنے والا فرمایا سو موت کیوقت اس کا باقی رہنا چاہیے پھر روح جب اس عالم سے وہاں جاویگی تو اپنے اعمال کا پورا بدلہ پاویگی مگر قیامت میں کہ جب اس عالم خمسہ کا وجود نہ رہیگا جو عذاب سے بچا اور جنت میں گیا اس نے اپنے اس دنیا میں آنیکی مراد پائی ورنہ اس کا یہ سفر اکارت گیا اور جو لوگ دنیا کی زندگی اور اسکے عیش و آرام اور مال و دولت زن و فرزند ہی کو اصلی مراد سمجھتے ہیں وہ دھوکے میں ہیں یہ سب چیزیں عالم خواب کے عیش و آرام کیطرح چند روز کے بعد خواب و خیال ہو جاوینگی پھر اس بے بنیاد چیز کے نشہ میں اس عالم کے بادیوں کا انکار کرنا اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارنا ہے حقیقت میں یہاں کے عیش و آرام کچھ بھی نہیں ہر مزہ میں تلخی ملی ہوئی ہے اول تو ہر دم فنا جسم کا تغیر آواز جرس من رہا ہے پھر اگر مال ہے تو تندرستی نہیں اور ہے تو وہ نہیں سب مرادیں کسیکو بھی حاصل نہیں ہوتیں سچا عیش و خوشی کا گھر عالم روحانی ہے اسلئے کاملین موت کے مشتاق رہتے ہیں اس تسلی کے بعد فرماتا ہے کہ یہ ایمانداروں عالم دار امتحان ہے جانی اور مالی تکلیفیں یہاں اٹھانی پڑیں گی اہل کتاب اور مشرکین کے طعن اور کلمات جانسوز بھی سننے پڑیں گے ثابت قدم رہنا چنانچہ ایسا ہی ہوا اور آج تک ہو رہا ہے۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ وَاشْتَرَوْا

اور (اے نبی) اہل کتاب کو وہ وقت یاد دلاؤ جبکہ اللہ نے اہل کتاب سے عہد لیا کہ اس کتاب کو لوگوں سے ضرور بیان کر دینا اور چھپانا نہیں تو ان لوگوں نے اس عہد کو پس پشت پھینکدیا اور اسکے بدلہ میں تھوڑا

بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُوْنَ ۞ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَاۤ اَتَوْا وَّيُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا

فلیل (دام دنیوی) لیا سو کیا ہی بُرا سودا کر رہے ہیں اور (دیکھ) تم یہ نہ سمجھنا کہ جو لوگ اپنے کرتوت پر اتراتے ہیں اور کیا (کچھ بھی) نہیں اور (پھر) خواہش کرتے ہیں کہ ہماری تعریف ہو سو انکی

فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۞ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ ۞ ع ۱۰

نسبت یہ نہ سمجھنا کہ انہوں نے عذاب (دوزخ) سے رستگاری حاصل کر لی ہے بلکہ ان کیلئے دکھ کا عذاب (دوزخ) تیار ہے اور آسمانوں اور زمین کی بادشاہت تو اللہ کیلئے ہے۔

پادری اور متعصب ہنود وغیرہم سیکڑوں برچھیاں مسلمانوں کے دلوں پر مارتے تھے اور مارتے ہیں ہزاروں جھوٹی باتیں لکھکر اسلام پر دھبہ لگاتے ہیں عجب عجب پہلو سے آنحضرت اور اسلام اور قرآن کی ہجو کرتے ہیں پھر فرماتا ہے کہ اگر تم ان باتوں پر صبر کرو اور حلم اور پرہیزگاری سے کام لو تو یہ بڑی عمدہ اولوالعزمی کی بات ہے جہاد کے موقع پر جنگ کرنا اور بات ہے عموماً برتاؤ میں حلم اور تواضع کرنا اور بات ہے اس لئے اسکی بھی جابجا قرآن میں تعلیم ہے

ترکیب لتبیننہ کا مرجع عند البعض کتاب ہے بعض کے نزدیک نبی علیہ السلام ہیں وراء ظرف ہے نبذوا کا لا تحسبن بالتاء خطاب للنبی او لکل من یصلح للخطاب انت ضمیر اس کی فاعل اور الذین صلہ و موصول مع معطوف مفعول اول اور مفعول ثانی محذوف یا لا تحسبن ثانی اسی کا اعادہ ہے ہم مفعول اول بمفازۃ مفعول ثانی مفازۃ مفعلۃ ہے یعنی ظرف مکان من العذاب متعلق محذوف کے ہو کر مفازۃ کی صفت اور اگر مفازۃ کو مصدر میمی مانا جاوے تب اسی کے ساتھ متعلق ہے۔

تفسیر صبر اور پرہیزگاری جس کا حکم دیا تھا اور اس کو ہمت کے کاموں میں بتایا تھا یہود میں سے جاتی رہی تھی۔ جس کا ذکر آیات میں کیا جاتا ہے واذ اخذ اللہ کہ خدا نے اہل کتاب سے عہد لیا تھا کہ کتاب کو لوگوں سے چھپانا نہیں بیان کر دینا مگر دنیاوی فوائد کے لحاظ سے اس عہد کو پس پشت پھینکدیا عہد کے بدلے جو دنیا خریدی کیا ہی بُرا سودا کیا پھر ان میں صبر اور پرہیزگاری کہاں رہی مال کے لالچ میں ایمان بھی برباد کر بیٹھے علماء اہل کتاب پر ہوا پرستی اور دنیا طلبی یہانتک غالب آگئی تھی کہ وہ جیسا موقع دیکھتے تھے ویسا ہی فتویٰ دیدیا کرتے تھے حق گوئی بالکل جاتی رہی تھی اور لطف یہ تھا کہ اپنی اس کرتوت پر خوش بھی ہوتے تھے بلکہ اس بات پر مدح و ستائش کے مستحق بنتے تھے کہ دیکھو ہم کیسے ہوشیار ہیں دین کی آڑ میں دنیا حاصل کرتے ہیں۔ فرماتا ہے کہ وہ اس چالاکی اور دین فروشی سے یہ چاہیں کہ خدا کی مار اور اس کی سزا سے بچ جائیں ہرگز نہ بچیں گے انکو اس فعل بد کی سزا ملتی ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی کیونکہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی تو اللہ ہی کے لئے ہے اسکی عدالت کا یہی تقاضا ہے اسکے اقتدار و قدرت سے بھی کوئی باہر نہیں جو کسی تدبیر و حیلہ کا اسکی سزا سے بچنا چاہے تو نہیں بچ سکتا اس بات سے ڈرنا ہی تو اصل پرہیزگاری ہے جسکو وہ کھو بیٹھے اے مسلمانو تم نہ کھو دینا الذین افرحوا بما اتوا ویحبون ان یحمدوا بما لم یفعلوا در اصل ستائش و مدح تو عمدہ باتوں پر ہوتی ہے سو وہ تو انہوں نے کیں نہیں اور کیا بُرا کام کیا پھر اس پر وہ ستائش کرانا چاہتے تھے سو یہ نہایت بد بات تھی گویا عیب کو ہنر سمجھکر مدح کا مستحق بننا ہے معاذ اللہ جس میں یہ لاعلاج مرض پیدا ہو جائے کہ وہ عیب کو ہنر سمجھکر اپنے آپ کو تعریف کا مستحق سمجھے ایسے لوگوں سے صلاحیت کی کیا اُمید ہے اس بیان میں صبر و پرہیزگاری کی عدمی جانب بھی بیان کر دی جو یہود میں تھی کس عمدہ پیرایہ سے کہ جس کا یہود بھی انکار نہ

لہ قل للذین امنوا یغفروا للذین لا یرجون ایام اللہ مسلمانوں سے کہدو کہ کافروں کو معاف کیا کریں و قال ادفع بالتی ہی احسن کہ بدی کے مقابلہ میں نیکی کرو۔

من الآیات ۱۲ المفازۃ مفعلۃ من فاز یفوز ای نجا و قیل معناہ مکان بعید۔

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيٰتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ ۝ الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّ

البتہ آسمانوں اور زمین کے بنانے میں اور رات دن کے بدلنے میں عقلمندوں کیلئے (بڑی) نشانیاں ہیں (بالخصوص ان) کیلئے جو اللہ کو یاد کرتے ہیں کھڑے اور

قُعُودًا وَّعَلٰى جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَكَ فَقِنَا

بیٹھے اور کروٹ پر (لیٹے ہوئے) اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش (بناوٹ) میں غور کرتے اور کہتے ہیں) اے ہمارے رب تو نے یہ عبث نہیں بنائی تو عیبوں سے پاک ہے

عَذَابَ النَّارِ ۝ رَبَّنَا إِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ أَخْزَيْتَهٗ وَمَا لِلظّٰلِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ ۝ رَبَّنَا إِنَّنَا سَمِعْنَا

سو ہمکو آگ کے عذاب سے بچانا اے رب جسکو تو نے دوزخ میں داخل کیا سو اسکو رسوا کیا۔ اور ظالموں کا کوئی بھی مددگار نہیں۔ اے ہمارے رب ہم نے ایک

مُنَادِيًا يُّنَادِي لِلْإِيمَانِ أَنْ آمِنُوا بِرَبِّكُمْ فَآمَنَّا ۖ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْأَبْرَارِ

پکارنے والے کو جو ایمان کیلئے منادی کر رہا تھا یہ پکارتے (سنا کہ لوگو!) اپنے رب پر ایمان لاؤ سو ہم ایمان لے آئے اے رب ہمارے گناہ معاف کر دے اور ہماری برائیاں ہم سے دور کر

رَبَّنَا وَآتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۗ إِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيعَادَ ۝ فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ أَنِّي لَا أُضِيعُ

اے ہمارے رب جس چیز کا تو نے اپنے رسولوں کی معرفت ہم سے وعدہ کیا ہے اسکو ہمیں عنایت کیجیے گا اور قیامت کے دن ہمکو رسوا نہ کرنا کیونکہ تو وعدہ کے خلاف کبھی نہیں کرتا پس ان کے رب نے

عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثٰى ۚ بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ ۚ فَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَأُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأُوذُوا فِي سَبِيلِي وَ

کرنیوالے کی محنت کو رائیگاں نہیں کرتا (خواہ وہ) مرد ہو یا عورت کیونکہ تم آپس میں ایک ہو پھر جنہوں نے ہجرت کی اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور میری راہ میں ستائے گئے اور

قٰتَلُوا وَقُتِلُوا لَأُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَأُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ ۚ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ

لڑے اور مارے گئے تو میں ضرور ان کی برائیاں ان سے مٹا دونگا اور ضرور انکو ایسے باغوں میں داخل کرونگا کہ جنکے تلے نہریں بہتی ہونگی (یہ) خدا کیطرف سے انکے اعمال کا بدلہ ہے اور اللہ کے پاس

نہیں کر سکتے تھے کیونکہ وہ خود ایسا کیا کرتے تھے اور یہ بھی ظاہر کر دیا کہ اصل تقویٰ خدا کو آسمانوں اور زمین کا بادشاہ اور ہر چیز پر قادر سمجھکر اعمال بد کی سزا سے ڈرنا ہے اور اس میں انسان کو ہلاک کرنیوالی خصلت سے بھی آگاہ کر دیا وہ کیا عیب کو ہنر اور رذائل کو محاسن سمجھنا۔

ترکیب ان فی خلق السموات الخ ان لآیت اس کا اسم الذین الخ صفت یا بیان ہے اولی الالباب کا قیاما اور قعودا حال ہیں عامل یذکرون سے اور علی جنوبہم بھی محذوف سے متعلق ہوکر حال ہے ای کائنین علی جنوبہم ویتفکرون معطوف ہے یذکرون پر باطلا کم فاعل یعنی مصدر کالعاقبۃ یہ مفعول لہ یا حال ہے ہذا کا مشار الیہ خلق ہے تدخل النار شرط فقد اخزیتہ جواب مجموعہ خبر من ینادی صفت ہے منادی کی من ذکر او انثی بدل ہے منکم سے بعضکم من بعض مستانفہ ہے یا حال ثوابا تمیز یا حال۔

تفسیر اور جانب وجودی کو ان آیات میں اپنی صفات جلیلہ اور پرہیزگاروں کے روبرو عبادت وذکر وغیرہ سے ثابت فرمایا جاتا ہے کہ پرہیزگار خداپرست ایسے ہوتے ہیں کہ ان فی خلق السموات والارض بیشک جو کچھ آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں خدا کے نشان قدرت ہیں ایک مادہ سے مختلف اشیاء کس حکمت سے بنائی ہیں واختلاف اللیل والنہار اور جو کچھ رات اور دن کے بدلنے میں نشان قدرت ہیں کہ نیرات عظام کو کس عمدگی اور فوائد بشریہ سے لئے ہوئے کس تار پر طلوع نے حرکات وسکنات پر کس طرح سے مجبور کر دیا ہے کبھی دن اور رات بڑی کبھی چھوٹی سرد کبھی گرم ہوتے ہیں اور یہ تغیر بتاتا ہے کہ دنیا کی کسی حالت کو بھی بقا و دوام نہیں چہ جائیکہ انسان کو ان سب میں غور وفکر کرنیسے اسکی قدرت وکمال کی بڑی نشانیاں اور دلائل معلوم ہوتے ہیں مگر کس کے لئے لاولی الالباب عقلمندوں کیلئے نہ کہ حمقاء وجہلاء کیلئے جو حیوانوں جیسی آزاد زندگی پر فریفتہ ہیں لہذا جیسے ہی ان کا مقصود اصلی ہو وہ عقلمند جو اصلی خداترس اور پرہیزگار ہیں کون ہیں اور ان کے کیا صفات ہیں؟ الذین یذکرون اللہ وہ جو ان آیات قدرت میں غور کرنے کے بعد ان سب کے خدائے قادر کا وجود برحق مانکر اسی کو یاد کرتے ہیں پھر نہ صرف عمر میں ایک دو بار یا برسوں

اور مہینوں اور ہفتوں میں بلکہ قیاماً وقعوداً ہر حال میں کھڑے اور بیٹھے (اسلامی نماز اس قسم کے ذکر کو حاوی ہے) بلکہ وعلیٰ جنوبہم لیٹے ہوئے بھی اس سے غافل نہیں اور صرف ذکر ہی کرتے ہیں بلکہ ویتفکرون فی خلق السموات والارض لیٹے ہوئے جب آسمانوں اور نیرات عظام کو دیکھتے ہیں پھر زمین کی طرف نظر ڈالتے ہیں تو انکی پیدائش میں غور و فکر کر کے یہ کہتے ہیں ربنا ما خلقت ہذا باطلا کہ اے ہمارے رب تو نے اس عالم کو بیکار اور غلط کاری سے پیدا نہیں کیا ہے ہر ہر چیز میں صدہا مصلحتیں ملحوظ رکھی ہیں یہ کسی بے شعور طبیعت یا کسی لا یعقل مادہ یا کسی مجہول الحال نیچر کا کام نہیں سبحانک تو اس لغو اور باطل آفرینش کی تہمت سے بھی پاک ہے اور جو لوگ باوجود عقل خداداد کے اس نشان قدرت میں غور نہیں کرتے اور عالم کو از خود پیدا شدہ مانتے ہیں یا خدا کے سوا انکی پیدائش اوروں کی طرف منسوب کرتے ہیں یا وہ کچھ فکر بھی نہیں کرتے یہ کام جہنم میں جانیکا ہے پھر اے ہمارے رب وقنا عذاب النار ہمکو جہنم کی آگ سے بچانا ہم آپ ہی کو خالق و مالک مانتے ہیں کیونکہ جس کو تو نے جہنم میں داخل کیا تو اس کو بڑا ہی رسوا کیا جس سے زیادہ اور کوئی رسوائی اور ذلت نہیں اور ایسے ظالموں کا جو ایک کا حق دوسرے کو دیتے ہیں خدا کے صفات مخلوق میں ثابت کرتے ہیں وہاں ان کا کوئی بھی مددگار اور بچانیوالا نہیں جنکو وہ مددگار سمجھکر پوجتے تھے کسیکی بھی مجال نہو گی کہ اسکے سامنے دم بھی مارے اور صرف ہماری ہدایت کا یہی سبب نہیں کہ ہم نے عالم کے احوال میں نظر کر کے خدا کو پہچان لیا اور اسکو کافی سمجھ بیٹھے ہوں بلکہ سمعنا منادیا کہ ہم نے ایک منادی کو سنا ینادی جو آواز دیتا تھا ان آمنوا بربکم اپنے رب پر ایمان لاؤ فآمنا ربنا سو اے رب ہم ایمان لے آئے اس کی مخالفت نہ کی یہ منادی خدا سے مراد نبی یا اسکے نائب ہیں اور قرآن مجید ہے اور دل میں بھی خدا کا منادی فرشتہ خیر کی طرف آنے کی آواز دیا کرتا ہے اسکی آواز کو بھی وہی سنتے ہیں کہ جن کے دلوں میں اور اک باقی ہے یہاں سے کس لطف کیساتھ نبوت کی ضرورت بھی ثابت کر دی اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ عالم غیب کے حالات صحیح بغیر نبی کے معلوم نہیں ہو سکتے کیونکہ قوت وہمیہ حق بات پر بھی اوہام کا رنگ چڑھا کر دکھایا کرتی ہے اب اے خدا ہمارے گناہ جو بتقاضائے بشریت ہم سے ہو گئے ہیں معاف کر دیجئے اور ہماری برائیاں اور سیئات بالکل سرے سے مٹا ہی ڈالیئے اور ہم کو آئندہ بھی اس رستہ پر قائم رکھ کہ موت بھی آئے تو نیک لوگوں کے زمرہ میں ہو کر آئے اور اے ہمارے رب جو کچھ تو نے ہمارے لئے اپنے رسول کی معرفت عالم جاودانی کی بابت وعدہ فرمایا ہے وہ ہمکو دینا ہمارے گناہوں کے سبب محروم نکر دینا خوف تو یہی ہے تیرے وعدہ کی بابت ذرہ شبہ نہیں کیونکہ کہ تو ہرگز وعدہ کے خلاف نہیں کیا کرتا اس کے جواب میں خدا بھی ان کو ان کی دعا مستجاب ہونے کا مژدہ دیتا ہے اور فرماتا ہے کہ ہم بھی کسی کی محنت رائیگاں نہیں کیا کرتے انکی دعا قبول فرماتے ہیں اس میں کسیکی خصوصیت نہیں خواہ مرد ہو خواہ عورت خواہ غریب ہو خواہ امیر شریف ہو خواہ رذیل کسلئے کہ خدا کے نزدیک بعضکم من بعض سب انسان ایک نسل کے ہیں اور بلحاظ انسانیت یکساں ہیں مراتب میں عنداللہ فرق ہے تو ان کے اعمال و ایمان ہی کے سبب سے ہے فالذین ہاجروا پھر جس نے ہجرت کی خدا کیلئے وہ وطن کہ جہاں خداپرستی نہیں کر سکتے تھے چھوڑ دیا اور خدا کے ممنوع کام بھی چھوڑ دیئے اور وہ اپنی گھروں سے بجرم خداپرستی نکالے گئے اور اس لئے ستائے گئے اور مقابلہ کی اجازت کے بعد پھر وہ بھی خداپرستی کو رواج دینے کیلئے یا اس لڑائی میں مارے گئے اور شہید ہو گئے تو میں بھی ان کے گناہ دفتر سے مٹا ہی ڈالوں گا اور صرف یہی نہیں بلکہ انکو مرنے کے بعد ایسے عمدہ باغوں میں لیجا کر رکھوں گا جنکے تلے نہریں پڑی بہ رہی ہونگی یہ بدلہ ہے خدا کی طرف سے اور خدا کے پاس بہت عمدہ بدلہ ہے تھوڑی سی نیکی پر بھی وہ بدلہ دیتا ہے جو کوئی کیا دیگا حیات جاودانی جسکی ادنیٰ چیز کی بھی دنیا بھر قیمت نہیں ہو سکتی کیسا اعلیٰ بدلہ ہے

لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي الْبِلَادِ ۝ مَتَاعٌ قَلِيلٌ ثُمَّ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ ۚ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝

(اے نبی) آپ ملک میں کافروں کے اکڑ کر چلنے پھرنے سے دھوکے میں نہ آجانا (یہ تو) تھوڑا سا اسباب ہے پھر تو ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بُرا ٹھکانا ہے

لَٰكِنِ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا نُزُلًا مِّنْ عِندِ اللَّهِ ۗ وَمَا عِندَ

لیکن جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے ہیں ان کیلئے (وہ) باغ ہیں کہ جن تلے نہریں جاری ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہینگے (یہ) مہمانی ہے خدا کی جانب سے اور جو چیز اللہ کے پاس

اللَّهِ خَيْرٌ لِّلْأَبْرَارِ ۝ وَإِنَّ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَمَن يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْكُمْ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْهِمْ خَاشِعِينَ لِلَّهِ

اور بیشک اہل کتاب میں بعض ایسے بھی ہیں جو اللہ پر اور جو کچھ تمہاری طرف نازل کیا گیا ہے اور جو کچھ ان کی طرف نازل کیا گیا تھا اللہ سے ڈر کر ان سب پر ایمان

لَا يَشْتَرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ۗ أُولَٰئِكَ لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ۝

لاتے ہیں خدا کی آیتوں کو تھوڑے سے داموں پر کبھی نہیں بیچتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں کہ جن کا اجر ان کے رب کے پاس ہے بیشک اللہ جلد حساب لینے والا ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝

ایمان والو! صبر اور (تکلیف کی) برداشت کرتے رہو اور آپس میں دلبستگی رکھو اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم مراد کو پہنچو۔

ترکیب متاع قلیل خبر ہے مبتدا محذوف کی ای تقلبہم متاع قلیل لکن مخفف اور مثقل دونوں طرح سے آیا ہے خالدین حال ہے لہم سے اور عامل معنی استقرار ہیں جنت موصوف وصفت مبتدا لہم خبر من اہل الکتب خبر ان لمن یؤمن اسم ان خاشعین حال ہے ضمیر یؤمن سے اور جمع بلحاظ معنی لفظ من ہے

تفسیر ان پرہیزگاروں کے مقابلہ میں ان لوگوں کو دکھایا جاتا ہے کہ جو صرف دنیاوی جاہ وحشمت پر مغرور ہو کر ملک میں اکڑتے پھرتے ہیں جو ایک بہت ہی قلیل پونجی ہے اور نیز مشرکین اپنے دنیاوی عیش و آرام پر نازاں ہو کر فقراء مہاجرین وانصار سے جن پر سنگدستی بے انتہا محیط تھی طعن کے طور سے کہا کرتے تھے کہ تمہاری خدا پرستی اور پرہیزگاری دیکھی تم سے ہر حال میں ہم بہتر ہیں عیش و آرام میں بلاقید حلال وحرام ہر طرح کے مزے اڑاتے ہیں نہ روزہ نماز کی تکلیف نہ راتوں جاگنے دعا مانگنے کا جھگڑا جب تم کو یہیں کچھ نہیں ملا تو وہاں کیا ملیگا صرف توہمات اور خیالی باتوں پر شاد مان ہونا اور مصائب اٹھانا ان ہی احمقوں کا کام ہے کہ جن کو محمد صلعم نے اپنے جادو سے دیوانہ کر دیا ہے ان کے خیال باطل کا رد کیا جاتا ہے لا یغرنک تقلب الذین کفروا فی البلاد وہی مخاطب ہر انکے ملک میں پاس اکڑتے پھرنے سے اور اسقدر قلیل جاہ وعیش سے جو آخرت اور نعیم باقیہ کے مقابلہ میں ہیچ ہے دھوکہ میں پڑ جانا کہ پرہیزگاری اور خدا پرستی کا کوئی عمدہ نتیجہ نہیں متاع قلیل یہ ایک تھوڑا سا سامان ہے اور بہت ہی بے ثبات بھی ہے خدا نے اپنی کسی مصلحت سے انکو دے رکھا ہے اس پر نظر بھی نہ ڈالنا ثم ماوٰہم جہنم وبئس المہاد پھر تو ان کا ٹھکانا جہنم ہے جو بہت ہی بُری جگہ ہے یہ چند روزہ کلفت ہے لکن الذین اتقوا ربہم لیکن کامرانی اور حیات جاودانی تو ان کیلئے جو اپنے رب سے ڈرتے رہتے ہیں اور اسی کیلئے خدا پرستی اور پرہیزگاری کرتے ہیں لہم جنت تجری من تحتہا الانہار انکے لئے ایسے باغ تیار ہیں جن کے تلے نہریں بہ رہی ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہا کرینگے وہ اس دنیا میں مسافرانہ بسر کرتے ہیں مسافر کو اصلی مقام کی راحت کا خیال ہونا چاہئے یہ لوگ جب اس سفر دنیا سے اپنے مقام پر آئینگے تو یہ سامان نزلا من عند اللہ خدا کی طرف سے مہمانی میں ملینگے اور ان چیزوں کے علاوہ اور جو کچھ چیزیں خدا کے پاس ہیں ابرار یعنی نیکوکاروں کیلئے موجود ہیں وہ کہیں بہتر ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس عالم میں کسی کو بھی بقا نہیں لاکھوں مرتے دیکھتے ہیں پھر رہی یہ بات کہ یہاں کے بعد کوئی اور عالم بھی ہے کہ جہاں ہم کو جانا اور جا کر اپنے اعمال کا نتیجہ پانا ہے جسکی اسکے رسولوں نے خبر دی ہے تو پھر ان نعمتوں کے مقابلہ میں اس چند روزہ سامان پر بس کرنا سخت نادانی ہے اس بات پر سوائے دلائل عقلیہ کے تمام سلسلہ انبیاء کی بھی شہادت بس ہے کہ جس کو بعض اہل کتاب

ادا کر رہے ہیں اور وہ کون ہیں لمن یؤمن باللہ الخ کہ جو اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور جو کچھ مسلمانوں کی طرف بھیجا گیا ہے یعنی قرآن اس پر بھی ایمان رکھتے ہیں اور جو کچھ اگلے انبیاء کی معرفت ان کے پاس بھیجا گیا ہے اس پر بھی ایمان رکھتے ہیں اور اس میں اس بات کی صاف تصریح کی ہے وہ اللہ سے بھی ڈرتے رہتے ہیں اور خدا کی آیات کو تھوڑے داموں پر بھی نہیں بیچتے دنیا جتنی کچھ ہو تھوڑے دام ہیں سو ان کے لئے بھی ان کا اجر خدا کے پاس ہے یہ خدا ترس اہل کتاب کی طرف اشارہ ہے جنہوں نے نبی خاتم الزمان کی تصدیق کی تھی جیسا کہ یہود میں عبد اللہ بن سلام اور عیسائیوں میں سے حبشہ کا بادشاہ نجاشی وغیرہم اور ممکن ہے کہ اہل کتاب کے نقص بیان کرنے کے بعد ان میں سے خدا پرستوں کو مستثنیٰ کیا گیا ہو انصاف کا مقتضیٰ ہے اس کے بعد پھر مسلمانوں کی طرف روئے سخن کر کے انکو صبر اور خدا پرستی پر قائم رہنے اور پرہیزگاری پر ثابت رہنے کی طرف متوجہ فرما کر کلام کو کس خوبی سے تمام کر دیا بقولہ یا ایہا الذین آمنوا اصبروا وصابروا الخ کہ انکو پڑا بکنے دو تمہارا جو کام ہے وہ کئے چلے جاؤ واضح ہو کہ انسان کے دو حال ہیں ایک دنیا کا معاملہ دوسرا خدا کا معاملہ پھر دنیا کے معاملہ کی دو قسم ہیں ایک اپنے اوپر مشقت گوارا کرنا دوسرے کو تکلیف نہ دینا ایک یہ کہ اس کے علاوہ کچھ اور بھی سلوک و احسان کرنا پھر اس کی بھی دو قسم ہیں اول یہ کہ خاص اپنی ذات سے علاقہ رکھے سو اس کو تو اصبروا میں ذکر کیا صبر نفس کو روکنا اور برداشت کرنا ہے پھر اس صبر کے بہت سے اقسام ہیں (۱) یہ کہ توحید اور عالم آخرت کے پہچاننے میں جو کچھ غور اور فکر کرنے میں مشقت ہو اس پر صبر کرے (۲) واجبات کے ادا کرنے میں جو کچھ مشقتیں پیش آئیں روزہ میں بھوک پیاس جہاد میں گرمی میں جلنا دشمن سے لڑنا تبلیغ احکام میں وعظ و پند امور دین کی منادی میں جاہلوں کی بدکلامی سننا۔ سب پر برداشت کرے (۳) نفس کی خواہش روکنے میں جو کچھ مشقت پیش آئے اس پر صبر کرے حسین عورت کی طرف حرام کرنے کے لئے دل مائل ہو اس کو روکے الغرض منہیات سے بچنے میں کوشش کرے (۴) مصائب دنیا مرض موت قحط تنگدستی خوف وغیرہ مصائب برداشت کرے یہ سب باتیں اصبروا میں شامل ہیں وہ جو اور دل سے علاقہ رکھتی ہیں اس میں یہ ہے کہ گھر کے لوگوں اور ہمسایہ اور اہل شہر اور قوم کے اخلاق رذیلہ برداشت کرے انتقام لینے میں اور غصہ کے فرو کرنے میں دل کو روکے رکھے یہ سب باتیں صابروا میں آگئیں۔ یا دوسروں پر احسان کرنا صلہ رحمی وغیرہ سو وہ رابطوا میں آگئیں ربط کہتے ہیں باندھنے اور لگانے کو خواہ دل کو محبت الٰہی سے باندھے یا جہاد میں گھوڑے باندھے یا شب کو مخالفوں کے لئے پہرہ دینے پر دل کو باندھے یا انتظار صلوٰۃ میں دل لگائے یا عزیز و قریبوں کے واسطے قائم رکھے اس لفظ میں سب معنوں کی گنجائش ہے اور اسی لئے ہر ایک مفسر نے ان میں سے ایک معنی اختیار کئے ہیں اور احادیث میں بھی ہر معنی کی طرف اشارہ ہے رہا خدا کا معاملہ سو وہ اتقوا اللہ میں آگیا ایک جملہ میں حکمت نظریہ اور حکمت عملیہ اور انکی جمیع اقسام تہذیب اخلاق سیاست مدن تدبیر منزل وغیرہ سب کو جمع کر دیا اور پھر حکمت کے ثمرہ فلاح کی طرف بھی کس محل لفظ میں اشارہ کیا جو ہر قسم کی فلاح کو شامل ہے فلاح دنیا اور فلاح آخرت سب آگئیں اس سورہ میں مبدا و معاد دار آخرت کے حالات خدا کے صفات نیکی کے نتائج اور نیکوں کا رویہ اور بد لوگوں کا انجام شجاعت دین میں استقلال انبیاء اور انکے پیروؤں کے مختصر واقعات بیان کر کے سعادت عمدہ نتیجہ فلاح پر کس خوبی سے کلام تمام کیا ہے اور ہر ایک مضمون کو دوسرے سے عجب مربوط

سورۂ نساء مدنیہ ہے بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اسمیں ایکسو چہتر آیتیں ہیں

شروع کرتا ہوں میں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا

لوگو تم اپنے رب سے ڈرتے رہو کہ جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا بھی پیدا کیا اور پھر ان دونوں ہی بہت

رِجَالًا كَثِیْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَیْكُمْ رَقِیْبًا ۝

سے مرد اور عورتیں پھیلائیں اور اس اللہ سے ڈرتے رہو کہ جس کا آپس میں واسطہ دیکر مانگا کرتے ہو اور قرابت کا بھی لحاظ رکھو کیونکہ اللہ تم پر نگہبان ہے۔

ترکیب من نفس واحدۃ صفت و موصوف موضع نصب میں خلقکم کی وجہ سے و من ابتداء غایۃ کیلئے ہے اور ایسا ہی منہما کثیرا صفت ہے رجالا کی اور رجال اگرچہ یہاں جمع ہے اور قاعدہ چاہتا تھا کہ اس کی صفت میں کثیرۃ ہوتا کیونکہ جمع مونث ہے لیکن کبھی جمع کی صفت مذکر بھی آتی ہے جیسا کہ جماعت مونث کی طرف فعل بذکر مسند ہو جاتا ہے کما قال نسوۃ والارحام منصوب معطوف ہے اللہ پر

تفسیر یہ سورہ بھی مدینہ میں نازل ہوئی ہے اس میں ایک سو چہتر آیتیں ہیں اور چونکہ اس میں عورتوں کے احکام نکاح و میراث وغیرہ زیادہ مذکور ہیں اس لئے اس مناسبت سے اس کا نام سورۂ نساء مشہور ہو گیا سورہ آل عمران میں بیشتر جہاد فی سبیل اللہ کے مسائل اور فضائل اور وہ باتیں ذکر کی گئیں کہ جن سے قوام ملت آسمانی اور تقویت مذہب رحمانی ہو جائے اسکے بعد حکمت الٰہیہ اور فیض العام کا مقتضے ہوا کہ مکلفین کیلئے وہ احکام بھی بیان ہو جاویں کہ جن کے معاملات کا بیرا دستور العمل رہیں اور ان باتوں کا معین کرنا بھی قوت بشریہ کی طاقت سے باہر تھا اس لئے اس سورہ میں بہت احکام بیان ہوئے خصوصاً سب سے اول یتیموں کی پرورش اور ان کے مال کی حفاظت اور ان کے حقوق کی رعایت اور ان پر رحم کرنے کے مسائل اور پھر وراثت وغیرہ کے متعلق کہ جسکا سلسلہ موت سے متعلق ہے اگرچہ ایماندار ہر طرح سے خدا کے فرمانبردار ہیں مگر عرب کی جہالت اور وحشت ابھی دور ہوئی تھی اور ان کا دردہ بن ہو گئی ہی دن سے رخصت ہوا تھا اسلئے ان احکام پر برداشت کرنے کیلئے شروع کلام یاایہا الناس الی قولہ رقیبا سے کیا اور اس میں اللہ سے ڈرنے کی دوبارہ تاکید فرمائی ایکبار فرمایا کہ تم اپنے رب سے ڈرو کہ جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کر دیا اور پھر اسی سے اسکی بیوی پیدا کر کے انسے بہت سے مرد و عورت زمین پر پھیلا دیئے ان لفظوں میں چند باریک نکتے کہے ہیں (۱) لفظ رب آیا کہ جس کے معنی پرورش کرنیوالے کے ہیں تاکہ اس بات کا خیال ہو کہ خدا ہماری پرورش کرتا ہے ہمکو یتیموں کی پرورش مجازی میں کچھ کمی نہ کرنی چاہئے ورنہ درحقیقت تو وہی پرورش کرتا ہے اور یہ بھی کہ جو پرورش کرتا ہے اس سے ڈرنا اور اسکی فرمانبرداری کرنا ضرور چاہئے اور خدا سے ڈرنے کے یہ معنی نہیں کہ معاذ اللہ وہ بڑا ہوا کوئی سفاک بیرحم ہے اس سے بچنا چاہئے کیونکہ اللہ تو سب محبوبوں سے محبوب اور سب پیاروں سے پیارا ہے بلکہ یہ معنی اسکی نافرمانی کرنیسے ڈرو ورنہ اس کا بدلہ تمہیں دیکھنا پڑیگا (۲) یہ کہ تمکو ایک شخص سے پیدا کیا ہے تاکہ یہ بات ملحوظ رہے کہ سب بنی آدم باہم ایک ہیں کوئی کسی پر حسب و نسب شکل و صورت مال و جاہ سے بیہودہ تفاخر اور تکبر نہ کرے کہ جو عقل اور مروت کے برخلاف ہے اور نیز یہ بات ملحوظ رہے کہ سب بنی آدم میں برادری ہے سب سے رحمدلی اور صلہ رحمی کرنا چاہئے اور یہ کہ اگر آج ہم کسی کو پرورش کرتے ہیں تو کیا ہوا آخر ہمکو بھی کسی نے پالا ہے نفس واحدۃ سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں جن کو خدا نے مٹی سے بنایا اور جب ان کو تنہائی سے وحشت ہوئی تو ان کی بائیں پسلی سے ان کی بیوی حوا کو انکے سوتے وقت بنا کر بٹھا دیا جس سے وہ خوش ہوئی انسے تمام بنی آدم کی نسل چلی احادیث صحیحہ اور توراۃ کتاب پیدائش میں اس کی تصریح ہے حکماء حال اور دہریہ اور ہنود کے بعض فرقے اس کے منکر ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ نوع انسان قدیم ہے ہمیشہ سے ہے کروڑوں برس اس پر گذر گئے اور ہمیشہ رہیگی۔ یہ مذہب عقلاً اور نقلاً مردود ہے

ف اس سورہ کے اول یاایہا الناس اور سورہ حج کے اول میں آیا ہے اور دونوں کا بھی مطلع چند امور کے لئے قرار پایا ہے ۲ منہ

وَاٰتُوا الْيَتٰمٰٓى اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ ۠ وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَهُمْ اِلٰٓى اَمْوَالِكُمْ ۭ اِنَّهٗ

اور یتیموں کو اُن کے مال دے دیا کرو اور بری چیز کو اچھی سے بدل نہ لیا کرو اور نہ اُن کے مال اپنے مالوں میں ملا کر کھایا کرو کیونکہ

كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا ۝ وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاۗءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَ

بڑا گناہ ہے اور اگر تم کو اس بات کا ڈر ہو کہ تم یتیم لڑکیوں کے حق میں انصاف نہ کر سکو گے تو اور جو عورتیں تم کو پسند آئیں ان سے نکاح کر لو خواہ دو دو خواہ تین تین

رُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۭ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَلَّا تَعُوْلُوْا ۝ وَاٰتُوا النِّسَاۗءَ

خواہ چار چار پھر اگر تم کو بیبیوں میں (بھی) اس بات کا ڈر ہو کہ انصاف نہ کر سکو گے تو ایک ہی بی بی پر یا (اپنی) لونڈیوں ہی پر (بس کرنا) (کیونکہ) نا انصافی سے

صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ۭ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْۗــــًٔـا مَّرِيْۗــــــًٔا ۝

بچنے کیلئے یہ عمدہ بات ہے اور عورتوں کو ان کے مہر خوش دلی کے ساتھ دیدیا کرو پھر اگر وہ اس میں سے بخوشی خاطر تمہارے لئے کچھ چھوڑ دیں تو اس کو شوق سے کھاؤ (پیو)

پھر فرمایا تم خدا اللہ سے ڈرو کہ جس کا نام لیکر اور اس کا واسطہ دیکر لوگوں سے سوال کیا کرتے ہو کہ برائے خدا یہ کرو یعنی جب تم اُس کے واسطے سے کام نکالتے ہو تو اُس کا کہنا بھی مانو اور اُن کے کام نکالتے میں بھی اس کا لحاظ رکھو اس کے بعد فرمایا الارحام کہ آپس کے قرابت کا بھی لحاظ رکھو بعض نے مجرور پڑھا ہے کہ قرابت سے بھی تم سوال کیا کرتے ہو عرب کہتے تھے انشدک اللہ والرحم کہ خدا کے لئے اور قرابت کیلئے پھر فرمایا کہ خدا تمہیں تاک رہا ہے غافل نہیں تاکہ ہر وقت لحاظ رہے۔

ترکیب بالطیب مفعول ثانی ہے تتبدلوا کا الی اموالکم متعلق ہے محذوف سے اور موضع حال میں ہے اے مضافة الی اموالکم وقیل الی بمعنی مع۔ ان خفتم شرط فانکحوا الخ جواب ماطاب مفعول فانکحوا من النساء اس کا بیان مثنی وثلث وربع تینوں نکرہ غیر منصرف ہیں عدل اور وصف کی وجہ سے اور یہ تینوں بدل ہیں ما سے فان خفتم شرط فواحدة اے انکحوا واحدة جواب اور تمیز اور اباحت کیلئے ماملکت موصول وصلہ مبتدا ر کافیة خبر محذوف نحلة مفعول مطلق ہے آتوا کا دونوں ہم معنی ہیں نفسا تمیز ہے نسبت سے عامل طبن ہنیئا فعیل وکذا مریئا مفعول مطلق ہیں اے اکلا ہنیئا

تفسیر جب وہ تمہید ہو چکی تو سب سے اول حکم یتیموں کے مال کی بابت دیتا ہے واٰتوا الیتمٰی الخ سے حوبا کبیرا تک اس آیت میں تین حکم ہیں (۱) یہ کہ یتیموں کو جبکہ وہ ہوشیار ہو جاویں اُن کا مال و اسباب جیان کے ولی سرپرستوں کی سپردگی میں ہو ان کے حوالہ کر دینا چاہئے اور اس سپردگی کا وقت اور اس کا طریقہ اگلی آیت میں بیان کیا گیا ہے بقولہ وابتلوا الیتمٰی حتی اذا بلغوا النکاح فان آنستم منہم رشدا فادفعوا الیہم اموالہم الآیة اس کی تشریح اور تفسیر آگے آتی ہے (۲) یہ کہ اُن کے اچھے مال و اسباب کو اپنے بُرے مال و اسباب سے بدل نہ لیا کرو یہ بات ہوتی ہے کہ جب گھر میں یتیم کا مال تفویض کر کے رکھا جاتا ہے گو اس بات کی فہرست بھی ہوتی ہے مگر اسی قسم کا دوسرا اسباب اُس کی جگہ ولی بدل کر دیسکتا ہے مثلاً یتیم کی ایک تلوار بھی تفویض میں آئی جس کی قیمت ہزار روپیہ تھی لیکن والیسی ولی نے اس کی جگہ اپنی دو روپیہ کی تلوار رکھدی سو اس بات سے خدا نے منع کیا کیونکہ قانون عدالت اس کا کافی بندوبست نہیں کر سکتا یہ دیانت پر موقوف ہے (۳) یہ کہ اپنے مال کے ساتھ یتیم کا مال ملا کر نہ کھاجایا کرو مثلاً یتیم کیلئے اُس کے مال میں سے کھانا پکایا اس میں کسی قدر اپنا کھانا ملا کر اسقدر زیادہ پکایا کہ اپنے تمام کنبہ کو کافی ہو در اصل یتیم کیلئے پاؤ بھر کافی تھا دو سیر اُسکے مال میں سے اور سیر بھر اپنے میں سے ملا کر پکانا۔ یہ بھی ایک صورت باہم یتیم اور ولی میں ہوتی ہے علاوہ اس کا کوئی بجز ولی کے نگران نہ تھا۔ سو خدا نے اس کا فرتکب ہوا تو پھر کیا علاج اسلئے اس سے منع کیا اور دیانت کا حکم دیا اور سب کے بعد یہ فرمادیا کہ یہ بڑا گناہ کی بات ہے

فائدہ کلمہ یتیم۔ یتم سے مشتق ہے جسکے معنی تنہا ہو جانا۔ چونکہ باپ کے مرنے سے بیٹا تنہا رہ جاتا ہے اسلئے اُسکو یتیم کہتے ہیں اور ماسی لئے عدیک دانہ کو

ف حوب الاثم یقال حاب حوب اذا اثم واصلہ الزجر للبعیر العول الجور من عال یعول الرجل اذا مال نحلة بکسر النون وضمہا بمعنی العطایا ہنیئا یقال ساغ الطعام ہنیئة

(۱) یتیم کہتے ہیں لغوی معنی کے لحاظ سے جس کا باپ مر جاوے اس کو یتیم کہا جاوے گا خواہ وہ مگر عرف
میں جبکہ لڑکا بالغ ہو جاوے اور بجائے سرپرست کے خود اپنے کاروبار کرنے لگے تب اس پر یہ لفظ نہ بولا جاوے
گا یتیم بروزن فعیل جیسا کہ مریض اس کی جمع مرضیٰ کی طرح سے یتمیٰ آنی چاہئے تھی اور آئی یتامیٰ صاحب
کشاف کہتے ہیں یتامیٰ یتمیٰ کی جمع ہے جیسا کہ اسیر کی جمع اسریٰ ہے پھر اس کی اساریٰ یعنی جمع الجمع اور آیت
میں جو کہا یتیم کو مال دو حالانکہ جوان ہونے سے یتیم نہیں رہتا اور مال جوان بالغ ہو کر ملتا ہے تو یہاں لغوی معنی کے
لحاظ سے یا مجازاً شفقت دلانے کیلئے باعتبار ما کان یتیم کہدیا ہے (۲) حوب اور حاب دونوں کے معنی گناہ کے
ہیں جیسا کہ آنحضرت صلعم کی دعا میں ہے ربّ تقبل توبتی واغسل حوبتی (۳) یہ آیت بنی غطفان کے
ایک شخص کے حق میں نازل ہوئی جو اپنے بھتیجے کو اس کا مال نہ دیتا تھا اسکے بعد اس نے دیا۔ یا اسکے بعد دوسرا حکم
یتیموں کے نکاح کی بابت دیا عروہؓ نے حضرت عائشہ رضؓ صدیقہ سے روایت کی ہے کہ عرب کا جاہلیت میں یہ دستور
تھا کہ وہ یتیم لڑکیوں سے اُن کے مال و جمال کی وجہ سے آپ ہی نکاح کر لیتے تھے مثلاً کسی کے چچا کی بیٹی یتیم اسکے پرورش
میں ہے اور اسکے پاس مال بھی ہے وہ اور کو دینا پسند نہ کرکے خود ہی نکاح کر لیتا تھا مگر ان کا کوئی اور شخص بجز اس کے
باز پرس کرنیوالا نہیں ہوتا تھا۔ وہ مہر بھی کم باندھتے تھے اور بعد میں اور بیویاں کر کے انکی حق تلفی بھی کرتے تھے۔
چونکہ بجز خدا کے اور کوئی ان کی طرف سے اس امر میں حامی و مددگار نہ تھا اسلئے ان کے بارے میں بھی یہ حکم دیا وان خفتم
الا تقسطوا فی الیتمیٰ فانکحوا ما طاب لکم من النساء الاٰیۃ کہ اگر تم یتیم عورتوں کے حق ادا نہ کر سکو تو انپر کیا موقوف ہے اور بہت
سی عورتیں ہیں تم ان میں سے پسند کر کے خواہ ایک سے نکاح کرو خواہ دو سے خواہ تین سے خواہ چار سے اور
اگر ان میں بھی باہم عدل و انصاف نہ کر سکو تو پھر ایک ہی پر بس کرو یا اپنی لونڈی پر قناعت کرو تاکہ ظلم میں مبتلا نہ ہو
جاؤ۔ ف (۱) اقساط عدل کرنا قال اللہ تعالیٰ واقسطوا ان اللہ یحب المقسطین اسلام میں عدل و انصاف کی نہایت
تاکید ہے اپنے بیگانے کی اس میں کوئی قید نہیں عرب میں ایک یہ بھی دستور تھا کہ جہانتک چاہتے تھے نکاح کرتے
چلے جاتے تھے پھر بیویوں میں کھانے پینے ساتھ سونے میں برابری نہ کرتے تھے جس سے دل چاہا عیش منایا
اوروں کو قید میں ڈال کر جلایا اسلام نے اس خرابی کی بھی اصلاح کر دی اور گھٹا کر صرف چار عورتوں تک
کی اجازت دی اور اس میں بھی یہ شرط کی کہ اگر انصاف عدل کر سکو تو کرو ورنہ نہیں کیونکہ بیویوں کے حقوق
نان و نفقہ شب باشی برابر ہونی چاہئیں (۲) جمہور کے نزدیک اس آیت اور احادیث صحیحہ سے کہ جو حد تواتر کو پہنچ
گئے ہیں اور اجماع امت سے چار عورتوں سے زیادہ سے ایک وقت میں نکاح کرنا حرام ہے ہاں مرتی جاویں یا طلاق دیدیجائیں
تو کہیں تک نوبت کیوں نہ پہنچے اور لونڈیاں جسقدر چاہے جمع کر سکتا ہے مگر چار کی اجازت غلام کو نہیں امام
مالک کے نزدیک اس اجازت میں غلام بھی شریک ہے سدی وغیرہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس آیت سے یا اور کسی آیت
سے چار پر حصر کرنا ثابت نہیں ہوتا بلکہ ما طاب لکم اجازت ظاہر ہے علاوہ اسکے مثنیٰ و ثلٰث و رباع میں واو ہی جو جمعیت
کا فائدہ دیتا ہے پھر سب کو جمع کیا جاوے تو نو بلکہ اٹھارہ ہو سکتیں ہیں الحاصل یہ استدلال غلط ہے اگرچہ اجازت عام دینی مقصود
تھی تو صرف ما طاب لکم من النساء کہدینا کافی تھا چار تک تعین کرنا کیا ضرور تھا اور اگر واو کی جگہ او آتا تو یہ بات سمجھی جاتی کہ تمام
اہل اسلام کو انمیں ایک عدد اختیار کرنا چاہئے یعنی سب دو دو نکاح کریں یا تین تین یا چار چار سو یہ نہیں کہ کوئی دو سے کوئی

نیں سے کوئی چار سے کرے حالانکہ یہی مقصود تھا اس لئے وَآیا اَو نہ آیا پس رو سے حمیت جمیع اقسام امت کے لئے ہے نہ کہ ایک شخص کیلئے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ باستثناء حضرات انبیاء علیہم السلام کہ جن کی طبیعت میں عدل و انصاف خمیر کردیا گیا ہے سب کے لئے کثرت ازدواج اور بے تعداد بیویاں جمع کرنا مقاصد دینی و دنیویہ میں مخل ہے اور انسان کی ترقی کمالات اور عمدہ عیش میں خلل انداز بھی ہے مقاصد دنیویہ میں اس وجہ سے کہ جب بہت سی عورتیں ہوں گی تو سب کے حقوق میں مساوات کرنا عادتاً مشکل ہے اور اگر انصاف کیا اور ساتھ ترتیب مہینہ بھر میں ایک عورت کی باری آئی تو اس کثرت مجامعت سے اب یہ اس قابل نہ رہے گا کہ اس کی طبیعت میں سیاست ملک اور جہاد کا ولولہ رہے ہندوستان کے رئیسوں کی عین جوانی میں پژمردگی کثرت جماع سے جو کچھ اُن کے ملکوں میں بربادی کر رہی ہے ظاہر ہے اور دنیاوی خرابی کثرت عیال قلت مال کے سبب سے اور عیش کی تلخی تو ظاہر ہے آج کیا ہے کوئی لڑکا بیمار ہے کوئی کچھ مانگتا ہے کوئی مر گیا اس کا سوگ ہے پھر اس قدر عورتیں ایک سے کیونکر سیر ہو سکتیں ہیں اور سب کی طبیعتیں بھی مساوی نہیں پھر کیا فساد اور خلاف عصمت باتیں کر کے ننگ و ناموس شوہر میں دھبا لگاتی ہیں علاوہ اس کے ہر وقت عورتوں میں رہنا انسان کو تجارت اور سفر اور مشقت کے اُن کاموں سے مانع آتا ہے جو اس کی ترقی دنیا کی سیڑھیاں ہوتی ہیں کیا خوب کہا ہے کسی نے ؎ فاحفظ منیک ما استطعت فانہ ٭ ماء الحیوۃ یصب فی الارحام ٭ اور یہ بھی خوب کہا ہے ؎ مرا بیک دم شہوت کہ خاک بر سر او ٭ اسیر زن تواں شد بسا العلاء و راز ٭ اب رہی یہ بات کہ شریعت محمدیہ نے کیوں عیسائیوں کے راہبوں اور ہندوؤں کے جوگی اور گشائیوں کی طرح ملنگ بنا تعلیم نہ کیا اور کیوں ایک ہی عورت پر قناعت کرنے کا حکم نہ دیا برخلاف اس کے مسلمانوں کو چار تک کی اجازت اور خود پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چار سے زیادہ نو تک بیویاں ایک وقت میں رکھیں آج کل کے رفارمروں اور عیسائیوں اور ملحد منش لوگوں کا اسلام پر ایک یہ بھی اعتراض ہے اور اس پر طمع کار تقریروں سے بڑا زور دیتے ہیں بالخصوص پادری بہت غل مچاتے ہیں اس کا جواب یہ ہے:۔

(۱) یہ بات ہر عقلمند پر ظاہر ہے کہ انسان جب تک اس جامۂ انسانی میں ہے خواہ کوئی کیوں نہ ہو ولی ہو نبی ہو اس کو تمام انسانی حاجتیں پیش آتی ہیں بھوک پیاس بھی لگتی ہے اس کے بعد نیند بھی آتی ہے پیخانہ پیشاب بھی آتا ہے اسکو کوئی روک نہیں سکتا اسی طرح اگر اس کے کسی عضو میں فتور نہیں تو منی بھی پیدا ہو کر اپنا نکلنا چاہتی ہے اس لئے خواہ مخواہ عورت کی طرف رغبت ہوتی ہے یہ طبعی بات ہے صرف اتنا فرق ہے کہ اچھے لوگ اس کو اس کے محل پر صرف کرتے ہیں بُرے لوگ بے محل کام میں لاتے ہیں اگر ملنگ بنا سکھایا جاتا تو علاوہ قطع نسل انسانی کے ہزاروں مصیبتیں[۱] پیش آتیں حرامکاری کا پل ٹوٹ جاتا دیکھئے باوجود تقدس کے جب جرجیس سے وہ تالاب

[۱] خانہ داری کے سامان اور انتظام خاص عورتوں کا ہی حصہ ہے اور پاکدامنی اور نیک نیتی بھی نکاح پر موقوف ہے ۱۲ منہ

[۲] چنانچہ پادری لوگ بھی نظر عمیق کے بعد اس کا فتویٰ دیتے ہیں جیسا کہ کتاب مسمی بہ اصلاح سہو مطبوعہ امریکن مشن پریس ۱۸۷۱ء میں کہتے ہیں تعدد ازدواج بنی اسرائیل میں تھا اور خدا نے اس کو منع نہیں کیا بلکہ برکت کا وعدہ کیا اور مارٹین لوتھر نے فلپ کو دو جوروں کی اجازت دی تھی ۱۲ منہ۔

صاف کرایا کہ جو اس کلیسیا کے متعلق تھا جس میں مجرد مرد عورت رہتے تھے تو سیکڑوں کھوپڑیاں حرامی بچوں کی نکلیں اور جو ادھر ادھر پھینک دیئے گئے یا کہ حمل گرائے گئے اُن کا تو کوئی حساب ہی نہیں علاوہ اس کے بردباری وغیرہ اخلاق کی درستی عیالداری کی بدولت نصیب ہوتی ہے اور ایک عورت پر عموماً سب کو پابندی کرنا بھی بعض لوگوں کی عفت میں فرق لاتا ہے کیونکہ تجربہ سے یہ بات ثابت ہو گئی ہے کہ مرد کو عورت سے کہیں زیادہ قوت ہے اور نیز عورت میں چالیس برس کی عمر میں پانچ بچے جنکر بڑھیا ہو جاتی ہے اور مرد کیلئے یہ عین جوش کا وقت ہے پھر اس بڑھیا پر بس کرنا یا تو اشارۃً اور رمزۃً اوڑانے کا حکم دیتا ہے یا سہل شریعت کو دشوار کر دینا ہے کہ جس کی اصلاح کیلئے پھر کسی نبی کی حاجت پڑتی اور یہ بھی ہے کہ عورت ایام حیض و نفاس اور حمل بلکہ رضاعت کے وقت مرد قوی کو بس نہیں کر لی بالخصوص ان گرم ملکوں کیلئے کہ جن کو ایک روز بھی بغیر جماع کے چین نہیں پڑتا دموی اور بلغمی لوگوں کا ذکر نہیں ہے پھر اُن کیلئے حرامکاری کی اس قدر ممانعت کرکے (کہ کسی کو بد نظر بھی نہ دیکھو کسی غیر محرم کے ہاتھ بھی نہ لگاؤ اس سے تخلیہ میں بات بھی نہ کرو اگر کروگے علاوہ عذاب آخرت کے دنیا میں بھی سزا پاؤگے) ایک عورت کا پابند کرنا حکمت الٰہیہ کی مصلحت کے برخلاف ہے اسلئے شریعت نے چار تک کی اجازت دی ہے نہ یہ کہ سب کیلئے حکم دیا ہے اور اجازت میں بھی عدل شرط ہے البتہ جس قوم میں بغیر نکاح کے بھی حاجت براری ہو سکے بلکہ خوب طرح سے اُن کے نزدیک چار کیا ایک بھی جنجال اور جان کے لئے وبال ہے۔ رہا آنحضرت کا متعدد نکاح کرنا اور آپ اس حکم سے مستثنیٰ ہونا سو یہ چند مصالح کیلئے تھا اوّل یہ کہ [illegible] شیوہ ذاتی تھا معصوم تھے۔ دوم یہ کہ آنحضرت کو باوجود کسی آمدنی مقرر نہ ہونے کے متعدد بیویاں رکھ کر صفت توکل اور استقلال کی تعلیم دینا منظور تھا سوم متعدد عورتوں کی معرفت عورتوں کے متعلق خلوت اور جلوت میں بےشمار مسائل شریعت کا تعلیم کرنا منظور تھا اور داؤدؑ و ابراہیمؑ و موسیٰؑ و یعقوب علیہم السلام نے بھی اسی لئے متعدد بیویاں کیں ہیں جیسا کہ بائبل سے ثابت ہے اور اب تک یہودی شریعت میں کئی کئی بیویاں کرنا جائز ہیں (۳) تیسرا حکم وآتوا النساء صدقاتہن نحلۃ۔ ابن عباس و ابن جریج و قتادہ وغیرہ نحلہ کے معنی فریضہ کے کہتے ہیں کیونکہ کہتے ہیں فلان ینتحل کذا یعنی ایسا دین رکھتا ہے اسی لئے مذہب کو نحل کہتے ہیں چونکہ مہر بھی شرعی اور دینی بات ہے اسلئے اسکو نحلہ کہا کلبیؒ کے نزدیک نحلہ کے معنی عطیہ کے ہیں مگر مراد دونوں سے مہر ہے۔ مہر کا دینا واجب ہے مگر جب خود عورت یا در صورت صغر سنی اس کے اولیاء معاف کردیں تو معاف ہو سکتا ہے۔

ف۱ جن لوگوں میں دوسری عورت کرنے کا دستور نہیں اور اسی پر بڑھیا بدشکل کج خلق یا بیمار یا مرکار بدوضع کوتاہ اندیش مخالف مزاج ہی کو گلے باندھنے کی تاکید ہے ان کے حالات دیکھئے کہ کیا کیا مصائب پیش آتے ہیں کہیں عورت کو زہر دیکر مارا جاتا ہے کہیں اسکے ہلاک کیلئے ڈاکٹروں کو مدد لیجاتی ہے۔

ف۲ عرب میں دستور تھا عورت کو نکاح کیوقت کچھ ہدیہ اس کی خوشنودی کیلئے دیا کرتے تھے اسکو مہر اور صداق اور صدقہ کہتے تھے اس رسم کو اسلام نے بھی قائم رکھا اور نکاح میں یہ ضروری ہو گیا۔ مگر مہر میں کمی کرنیکی تاکید بھی شارع نے ازحد کر دی ہے تاکہ خوشی میں آکر سب گھر بار نہ دے بیٹھے اور پھر بھیک مانگتا پھرے امام شافعی کے نزدیک مہر پیسا دو پیسے یعنی بہت کم چیز بھی ہو سکتی ہے امام ابوحنیفہ کے نزدیک اقل مرتبہ دس درہم ہونے ضرور ہیں جنکے تخمیناً ساڑھے تین روپیہ ہوتے ہیں مگر ہندوستان میں یہ رسم بدل گئی صرف بڑائی نام لاکھوں اور کروڑوں کی فرضی مہر باندھنے لگے کہیں سوا من جھیروں کا بھجا کہیں کچھ اور فرضی بات ایسے مہر شرع میں کچھ نہیں۔ نہ ان کا ادا کرنا کوئی

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا وَّارْزُقُوْهُمْ فِيْهَا وَاكْسُوْهُمْ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا

اور تم اپنے مالوں کو کہ جنکو خدا نے تمہارے لئے گزارہ بنایا ہے بیوقوف (یتیموں) کو نہ دو (ہاں) انہیں سے انکو کھلاؤ اور پہناؤ اور انسے اچھی بات کہو

مَّعْرُوْفًا ۝ وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰٓى إِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ۚ فَإِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْٓا إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ ۚ

اور یتیموں کو آزماتے رہو یہانتک کہ جب وہ نکاح (کی عمر) کو پہنچ جائیں تو پھر اگر ان میں صلاحیت پاؤ تو ان کے مال انکے حوالہ کر دو۔

وَلَا تَأْكُلُوْهَآ إِسْرَافًا وَّبِدَارًا أَنْ يَّكْبَرُوْا ۚ وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۚ وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا

اور فضول خرچی سے اور انکے بڑے ہو جانیکے خوف سے پیش قدمی کرکے نہ کھایا کرو اور جو (سرپرست) مالدار ہو تو اسکو مال یتیم سے بچنا چاہئے اور محتاج

فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ فَإِذَا دَفَعْتُمْ إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ فَأَشْهِدُوْا عَلَيْهِمْ ۚ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا

ہو تو وہ دستور کے موافق کھالیا کرے اور جب ان کے مال ان کے حوالہ کیا کرو اور حساب لینے کو تو اللہ (تعالیٰ) ہی بس کرتا ہے۔

ترکیب السفہاء جمع سفیہ بمعنی بیوقوف مفعول اول اموالکم مفعول ثانی قیما میں تین وجہ ہیں اس کو قیاما بھی پڑھا ہے جو مصدر ہے قام یقوم کا یہ مفعول ثانی جعل بمعنی صیّر کا اے جعل اللہ لکم سبب قیام دوسرا یہ کہ جمع قیمۃ کی ہے لکمیۃ دوم والمعنی ان الاموال کالقیم للنفوس ای بہ بقاء النفوس سوم یہ کہ اصل قیاما تھا الف کو حذف کر دیا۔

تفسیر یہ ان احکام کی تیسری قسم ہے اس آیت میں تین حکم ہیں (۱) یہ کہ یتیم اگر سفیہ یعنی بیوقوف ہو اسکو مال کی حفاظت اور تجارت کا طریقہ نہ آتا ہو اور اسکے اطوار سے معلوم ہو کہ وہ اڑا دیگا تو اسکے اُس کا وہ مال حوالہ نکرو جو تمہاری تعولیض میں ہے (اموالکم کے یہی معنی ہیں) اور اس مال میں تمہاری معاش ہے (۲) یہ کہ جبتک مال اُنکے سپرد نہ کئے جاویں تو انکو انکے مال میں سے یا اُس کے نفع میں سے جو تجارت سے مال حاصل ہو کھانا اور کپڑا دینا چاہیئے (۳) یہ کہ مال نہ دینے سے عادتاً ان کو رنج ہوتا ہے لہذا انسے تسلی اور دلاسے کی باتیں کرو کہ یہ تمہارا ہی مال ہے میاں ہم اسکے نگہبان ہیں آخر تم کو ملجاویگا۔ یا یہ مراد کہ ان بیوقوفوں کو اچھی باتوں کی تعلیم کرو اس میں یتیموں پر نہایت شفقت ہے سفاہت کم عقلی اور حماقت کو کہتے ہیں اور جبکہ یہ فرمایا کہ بیوقوفوں کو مال نہ دو خراب کر ڈالیں گے لہذا اسکے بعد دوسری آیت میں اس کی تفصیل کر دی کیونکہ اگر یہ نہ ہوتا تو اس بہانہ سے ولی یتیم کا مال ہضم کر سکتا تھا فرمایا وابتلوا الیتمٰی الآیہ اس آیت میں چار حکم ہیں (۱) یہ کہ یتیموں کا کاروبار تجارت وغیرہ میں امتحان کر لیا کرو۔ پھر جب وہ نکاح کو پہنچیں یعنی بالغ ہو جاویں احتلام اور خاص دانتوں کا نکلنا اور بغلیں اور زیر ناف بالوں کا نکلنا اور بالخصوص عورتوں کیلئے حیض آنا اور چھاتیوں کا اٹھنا علامت بلوغ مقرر ہے) اور تم کو انسے کچھ بھی رشد یعنی دنیا کے کاروبار میں ہوشیاری معلوم ہو (رشدا کے نکرہ لانے سے یہ بات سمجھی جاتی ہے) تو ان کے مال اُن کے حوالہ کر دو (۲) اور اسبات پر شاہد کر لو یعنی گواہوں کے روبرو دو تاکہ پھر کوئی جھگڑا پیدا نہو۔ (۳) یہ کہ حالت سرپرستی میں اُن کے مال فضول خرچی سے اور اس وجہ سے کہ مبادا یہ بڑے ہو جاویں تو پھر اپنا مال واپس لے لینگے اب جو کچھ ہو کھالو۔ نہ کھایا کرو (۴) اگر یتیم کا سرپرست غنی ہو تو اسکو کچھ بھی لینا نہ چاہیئے اور فقیر ہے تو اپنی سرپرستی اور اسکے مال کی نگرانی اور خدمت گزاری اور اسکی تجارت کے کاروبار کے معاوضہ میں جو اور روں کو دیا جاتا ہے اسقدر آپ لیلے فلیاکل بالمعروف کے یہی معنی ہیں بعد میں کفیٰ باللہ حسیبا فرماکر تنبیہ کر دی کہ خدا تم سے ہر بات کا حساب لیگا ف اگر یتیم بالغ ہو اور بالکل احمق ظاہر ہو تو اسکو مال دینا نہ چاہیئے جیسا کہ پہلے تھا ولا تؤتوا السفہاء الآیہ امام ابوحنیفہ کہتے ہیں پچیس برس کے بعد بھی ایسا ہی رہے تو دیدینا چاہیئے کیونکہ اب اس کی اصلاح کا زمانہ تمام ہو چکا کوئی امید باقی نہ رہی اب محروم نکرنا چاہیئے امام شافعی اور صاحبین کے نزدیک اخیر عمر تک بغیر رشد معلوم کرنے کے نہ دینا چاہیئے کیونکہ یہ سفیہ ہے تلف کر ڈالے گا

۔ مالوں میں تمہارا گزارہ ہے اس سے یہ مراد کہ یتیم کی اس سے گذر اوقات ہے تمہارے کہنے میں اسطرف اشارہ ہے کہ یتیم بھی کوئی غیر نہیں اس کا گذارہ تمہارا ہی گذارہ ہے ۱۲ منہ

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا

مردوں کا بھی ماں باپ اور قرابت داروں کے ترکہ میں سے حصہ ہے اور عورتوں کا بھی ماں باپ اور قرابت داروں کے ترکہ میں حصہ ہے خواہ وہ ترکہ کم ہو

قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا ۝ وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُو الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينُ فَارْزُقُوهُم مِّنْهُ وَ

یا زیادہ (اُس میں سے) حصہ مقرر کیا گیا اور جب تقسیم کیوقت قرابت والے (جن کا کوئی حصہ نہیں) اور یتیم اور محتاج (آجائیں) تو انکو بھی اس میں سے کچھ دیا کرو

قُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوفًا ۝ وَلْيَخْشَ الَّذِينَ لَوْ تَرَكُوا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعَافًا خَافُوا عَلَيْهِمْ فَلْيَتَّقُوا اللَّهَ وَلْيَقُولُوا

اور اُن سے نرم بات کہا کرو اور ان وارثوں کو ڈرنا چاہیئے کہ اگر وہ اپنے پیچھے ننھے ننھے بچے چھوڑ مریں تو ان (کی حالت) پر کیا کچھ (ترس نہ) آتا تو اللہ سے ڈرنا اور

قَوْلًا سَدِيدًا ۝ إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا ۖ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا ۝

نیک بات کرنی چاہیئے جو لوگ ناحق یتیموں کے مال کھا جاتے ہیں وہ (تو) اپنے پیٹ میں آگ ہی بھر رہے ہیں اور وہ عنقریب جہنم میں ڈالے جاینگے۔

ترکیب مما قل الخ جملہ بدل ہے ماترک سے اور جائز ہے کہ حال ہو ضمیر محذوف سے ای مما ترکہ قلیلا او کثیر انصیبا یہ موقع میں مفعول مطلق کے ہے عطاء او استحقاقا وا ذا حضر شرط فارزقوہم الخ جواب لو ترکوا شرط خافوا علیہم جواب ظلما مفعول لہ ہے یا مصدر موقع حال میں

تفسیر یہ ان احکام کی چوتھی قسم ہے جو توریت سے متعلق ہیں اسکے سبب نزول میں ابن عباس سے یہ منقول ہے کہ اوس بن ثابت انصاری کا انتقال ہوا اور اُن کی تین بیٹیاں اور ایک بیوی پیچھے رہی اور اسکے چچا کے دو بیٹے سوید اور عرفجہ جو وصی تھے کل مال کو دبا بیٹھے اس کی بیوی نے آکر آنحضرت صلعم سے فریاد کی آپ نے فرمایا اس امر میں خدا تعالیٰ جو حکم دے گا وہ کیا جاویگا تب یہ آیت نازل ہوئی اس آیت میں تعین حصص نہیں بلکہ یہ اگلی آیت میں یوصیکم اللہ الآیۃ کیلئے تمہید ہے کیونکہ زمانہ جاہلیت میں عورتوں کو حصہ نہیں دیتے تھے خواہ میت کی بیٹی ہو خواہ بیوی ہو۔ یہاں صرف اس قدر فرمایا کہ میت خواہ والدین ہوں خواہ اقارب ہوں اُن کے مال میں جسطرح مردوں کو حصہ پہنچتا ہے اسیطرح عورتوں کو بھی خواہ وہ چیز کم ہو یا زیادہ چونکہ آیندہ آیت میں وارثوں کے حصے مقرر کرنے منظور تھے اور بعض عزیز و اقارب بعید بسبب وارث قریب کے میراث سے محروم ہو جاتے ہیں اور مال کے تقسیم ہونے کے وقت فقیر اور یتیم بھی آنکلتے ہیں سو ایسی حالت میں ان کا بالکل محروم جانا اُن کے لئے گویا جگر خراش ہے اس لئے حکم دیا کہ جب تقسیم کے وقت اقارب محروم الارث یا یتیم اور فقیر آنکلیں تو کچھ اس میں سے انکو بھی دیدو اور نرم بات کہو کہ بھائی یہ فلاں فلاں وارثوں کا حق ہے کہ جو میت سے زیادہ تعلق رکھتے ہیں خدا تمہیں برکت دیگا ان لوگوں کو میراث میں سے کچھ دینا امر استحبابی ہے فرض واجب نہیں پس اس آیت کو آیت میراث سے منسوخ بتانا بیفائدہ ہے اسکے بعد انکو بیکسوں پر رحم کھانے اور خدا سے ترس کرنے کا حکم اس لطف کیساتھ دیتا ہے کہ جس سے خواہ مخواہ زندہ دل کی آنکھوں میں پانی بھر آئے وہ یہ کہ تم خیال کرو کہ اگر تمہارے پیچھے تمہارے ننھے ننھے بچے رہجاویں تو تم ان کی بیکسی اور بسور بسور کر دیکھنے اور غیروں کے آگے ننھے ننھے ہاتھ پھیلا کر مانگنے سے کس قدر ترس کھاؤ گے سو ایسا ہی دوسروں کی اولاد پر ترس کھاؤ اسلئے خدا سے ترس کھا کر نرم اور تشفی بخش بات کہا کرو (سچ ہے بیکسوں کے دل میں خدا کا گھر ہے اُن پر اُس کے لطف و کرم کی نظر ہے) اس کے بعد آیت کو یتیموں کے مال سے پرہیز کرنے پر ختم کرکے حصہ معین فرماتا ہے۔ آگ کھانے سے مراد یہ ہے کہ ظالم نے جس قدر یتیم کا مال ناحق پیٹ میں بھرا ہے آخرت میں آگ ہو جاوے گا گویا یہ اُس کا سبب ہے گرچہ پیٹ ہی میں کھاتے ہیں مگر فی بطونہم کے آنے سے تاکید ہو گئی جیسا کہ ہماری زبان میں بولتے ہیں میں نے اپنی آنکھ سے دیکھا حالانکہ غیر کی آنکھ سے کوئی نہیں دیکھتا صرف تاکید مراد ہے اسی طرح یہاں اس پر اعتراض کرنا حماقت ہے۔

يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ فَإِن كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ

اللہ تمہاری اولاد (کے حصہ) کی بابت (یہ) حکم دیتا ہے کہ مرد کا حصہ دو عورتوں کے حصہ کے برابر ہے پھر اگر (نری) لڑکیاں (دو یا) دو سے زیادہ ہوں تو ان کیلئے سب ترکہ کا دو تہائی

وَإِن كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِن كَانَ لَهُ وَلَدٌ فَإِن لَّمْ يَكُن

ہے اور اگر ایک لڑکی ہو تو اسکے لئے آدھا ترکہ ہے اور اگر میت کے کوئی اولاد بھی ہو تو میت کے ماں باپ ہر ایک کیلئے ترکہ کا چھٹا حصہ ہے پھر اگر میت کے کوئی بھی

لَّهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ فَإِن كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ مِن بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا

اولاد نہ ہو اور اسکے ماں باپ ہی اسکے وارث ہوں تو میت کی ماں کیلئے تہائی ہے اور باقی باپ کا اور اگر میت (لا ولد ہو لیکن اس) کے بھائی ہوں تو (میت کی) ماں کا چھٹا حصہ ہے

أَوْ دَيْنٍ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ لَا تَدْرُونَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا

ملکر تمہارے باپ دادا اور بیٹوں (پوتوں) میں سے تمہیں معلوم نہیں کہ ان میں کون تمہیں زیادہ نفع دینے والا ہے (یہ حصوں کا) تقرر اللہ کی طرف سے ہے بیشک اللہ (سب کچھ) جانتا ہے (تمہارے

وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِن لَّمْ يَكُن لَّهُنَّ وَلَدٌ فَإِن كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِن بَعْدِ

اور تمہارے لئے تمہاری بیویوں کے ترکہ میں سے نصف ہے اگر انکے کوئی اولاد نہ ہو پھر اگر انکے اولاد ہو تو تمہارے لئے انکے ترکہ میں سے چوتھائی (حصہ) ہے لیکن ان کی

وَصِيَّةٍ يُوصِينَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِن لَّمْ يَكُن لَّكُمْ وَلَدٌ فَإِن كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ

وصیت پوری کرنے کے بعد جو وہ کر مری ہوں اور قرض (ادا کرنے) کے بعد اور اگر تمہارے کوئی بھی اولاد نہ ہو تو تمہاری بیویوں کو تمہارے ترکہ میں سے چوتھائی حصہ ہے پھر اگر تمہارے

مِمَّا تَرَكْتُم مِّن بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ وَإِن كَانَ رَجُلٌ يُورَثُ كَلَالَةً أَوِ امْرَأَةٌ وَلَهُ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ

ترکہ میں سے آٹھواں حصہ ہے وصیت کے بعد جو تم کر گئے ہو یا قرض ادا کرنے کے بعد اور اگر کوئی مرد یا عورت کہ جس کے میراث ہو سکتی ہو کلالہ ہو اور اس میت کا کوئی بھائی

فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ فَإِن كَانُوا أَكْثَرَ مِن ذَٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَاءُ فِي الثُّلُثِ مِن بَعْدِ وَصِيَّةٍ

یا بہن ہو تو ان میں سے ہر ایک کیلئے چھٹا حصہ ہے پھر اگر ایک سے زیادہ ہوں تو سب ایک تہائی (حصہ) میں شریک ہیں اگر تقسیم ادائے قرض اور وصیت کے بعد کی گئی ہو جو (اولاد کے

يُوصَىٰ بِهَا أَوْ دَيْنٍ غَيْرَ مُضَارٍّ وَصِيَّةً مِّنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَلِيمٌ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ وَمَن يُطِعِ

قرض کے بعد بغیر اسکے کہ کسیکو نقصان دیا جائے (یہ) اللہ کا حکم ہے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے (اور) بردبار ہے یہ اللہ کی (باندھی ہوئی) حدیں ہیں اور جو اللہ اور

اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ وَمَن

اسکے رسول کا کہنا مانیگا تو اللہ اس کو ایسے باغوں میں داخل کریگا جنکے تلے نہریں جاری ہونگی جن میں وہ ہمیشہ رہا کریں گے اور یہ بڑی کامیابی ہے اور جو

يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيهَا وَلَهُ عَذَابٌ مُّهِينٌ ع ۱۳

اللہ اور اسکے رسول کی نافرمانی کرے گا اور اسکی حدوں سے آگے بڑھیگا تو وہ اس کو دوزخ میں داخل کریگا جسمیں وہ ہمیشہ رہیگا اور اسکو ذلت کا عذاب ہوگا

ترکیب للذکر الخ جملہ موضع نصب میں ہے بسبب یوصی کے فان کن الی الخ و کانت نساء موصوف فوق اثنتین صفت ہے خبر فلہن جواب شرط من بعد وصیۃ الخ جملہ موضع حال میں ہے السدس سے تقدیرہ مستحقا من بعد وصیۃ والعامل الظرف آباءکم وابناءکم مبتدا لا تدرون جملہ خبر ایہم مبتدا اقرب لکم ممیز نفعا تمیز جملہ خبر فریضۃ مصدر ہے فعل محذوف کا ای فرض ذلک فریضۃ وان کان تامہ رجل اور امرأۃ اسپر معطوف ہے یورث صفت ہے رجل کی اور کلالۃ حال ہے ضمیر یورث سے اور اگر کان ناقصہ مانا جاوے تو رجل موصوف یورث

لہ میت کی کوئی اولاد بھی ہو بیٹا پوتا وغیرہ ۱۲ منہ ۲ باقی کے بھائی وارث ہیں ۱۲ منہ ۳ کلالہ اسکو کہتے ہیں کہ جسکے نہ فروع ہوں یعنی کوئی اولاد نہ ہو نہ اصول ہوں یعنی ماں باپ دادا وغیرہ ۱۲ منہ ۴ کلالہ کے اشتقاق میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں یہ کل سے مشتق ہے جسکے معنی بار کے ہیں ایسی قرابت بعیدہ جو نہ اصول سے تعلق رکھے نہ فروع سے ایک طرح کی بار ہوتی ہے بعض کلالہ کو ہی ہے بعض کہتے ہیں کہ وہ میت ہے جسکے بعد اسکے وارثوں میں سے نہ اسکے اصول ماں باپ ہوں نہ فروع اولاد ہو بلکہ بعد کو بھائی بہن وغیرہ ان کی نسبت یہ بلحاظ پرورش کے ایک بار سمجھا جاتا تھا بلکہ عمر کلالہ اور جمہور صحابہ اور اہل لغت داہل حرمین کا یہی قول ہے بعض کہتے ہیں میت کے ایسے وارث جو نہ اس کے اصول سے ہوں نہ فروع سے ہوں ۱۲ منہ

ف لہ یہ بھی ہے کہ آدمی سب سے زیادہ اپنی اولاد کو عزیز رکھتا ہے ان کے لئے کماتا ہے آپ نہیں کھاتا انکو کھلا کر خوش ہوتا ہے اس لئے سب سے زیادہ یہی مستحق ہیں ۱۲

صفت معطوف علیہ او امراۃ معطوف سب اسم کان کلالۃ خبر بعض کہتے ہیں کلالہ اسم ہے مال موروث کا تب نصب کلالہ کا اس وجہ سے ہوگا کہ یہ مفعول ثانی ہوگا یورث کا کما تقول ورث زید مالاً بعض کہتے ہیں کلالہ ان وارثوں کو کہتے ہیں کہ جن کے نہ ولد نہ اولاد نہ ماں باپ دادا وغیرہ تب حذف مضاف مانا جاویگا وہ ضمیر میت کیطرف راجع ہے یا موروث کیطرف کہ جس میں رجل وامراۃ دونوں خبر یکساں ہیں غیر مضار حال ہے فاعل یوصی سے وصیۃ مصدر ہے فعل محذوف کا۔

تفسیر۔ یہ آیت سابقہ کی تفصیل ہے واضح ہو کہ جاہلیت میں دو سبب سے وراثت جاری ہوتی تھی ایک نسب مگر نسب میں بھی وہ لوگ ان لوگوں کو حصہ دیتے تھے جو میت کیطرف سے نیزہ لیکر لڑ سکتے تھے اسلئے عورتوں اور چھوٹے لڑکوں کو حصہ نہ دیتے تھے اور عہد دو طرح پر ہوتا تھا ایک یہ کہ کوئی شخص کسی کو یہ کہہ لیتا تھا کہ میری جان تیری جان اور میرا خون تیرا خون ہے میں تیرا وارث تو میرا وارث ہے سو اسکے روبرو بھائی بیٹے کسی کو بھی ورثہ نہ ملتا تھا۔ دوسرا یہ کہ کسی کو متبنیٰ یعنی بیٹا بنا لیتے تھے جیسا کہ ہنود میں رواج ہے سو وہی وارث ہوتا تھا آنحضرتؐ جب مبعوث ہوئے تو ابتدا میں اس رسم و دستور کو بحال خود رہنے دیا پھر مدینہ میں آ کر کچھ دنوں ہجرت اور مواخات یعنی بھائی چارہ پر وراثت تمام ہوئی یعنی جب کوئی صحابی ہجرت کر کے آتا تھا وہ مہاجر اس کا حصہ پاتا تھا اور کو نہیں ملتا تھا اور مواخات یہ کہ آنحضرت دو شخصوں میں بھائی چارہ کرا دیتے تھے ان میں سے ایک دوسرے کا وارث ہوتا تھا مگر اسکے بعد دین اسلام میں توریث کا دارومدار تین چیزوں پر رہا۔ ایک نسب دوسرا نکاح تیسرا اولاد پھر نسب کی بھی چند قسمیں ہیں اول میت کی اولاد ہے کیونکہ اعانت اور کارگذاری انسان کی جس قدر اس کی اولاد کرتی ہے اور کوئی نہیں کرتا عادتاً اس عمر میں ماں باپ تو زندہ رہتے ہی نہیں اور بھائی وغیرہ اقارب اپنی اپنی اولاد کی پرورش اور اپنے اپنے دھندے میں مشغول ہو جاتے ہیں اسلئے بقدر شفقت سب سے زیادہ ان کا حصہ قرآن میں قرار پایا پھر اولاد کی کئی صورتیں ہیں ایک یہ کہ بیٹے اور بیٹیاں ملے جلے ہوں عام ہے کہ اور وارث بھی ہوں یا نہوں اگر اور بھی ہیں تو ان کا حصہ دیکر اور اگر نہیں تو کل مال کو للذکر مثل حظ الانثیین (یعنی دو حصہ مرد کے اور ایک عورت کا) کے موافق تقسیم کر لیں چونکہ جسقدر کارگذاری اور اعانت بیٹا کر سکتا ہے اس قدر بیٹی ضعیف العقل ضعیف القویٰ نہیں کر سکتی علاوہ اسکے یہ تو کسی مرد سے نکاح کر کے اپنے خرچ کا ذمہ دار اسکو کر دیگی بیٹے کو یہ بات کب نصیب ہوتی ہے علاوہ اسکے ہر قوم میں بیٹا باپ کا جانشین قرار دیا جاتا ہے نہ بیٹی اس حکمت سے بیٹے کو دو حصہ بیٹی کو ایک حصہ دلایا یعنی تین حصے کر کے ایک حصہ بیٹی کو دو بیٹے کا دوم یہ کہ دو سے زیادہ کئی لڑکیاں ہوں اور بیٹا نہ ہو اسکے لئے فرماتا ہے فان کن نساء فوق اثنتین فلھن ثلثا ما ترک کہ کل مال کے تین حصے کر کے دو بیٹیوں کو دیدیں وہ اسکو باہم برابر حصہ کر کے بانٹ لیں خواہ دو ہوں یا ان سے زیادہ ہوں اور ایک حصہ اور وارثوں کو دیدیا جاوے یہ قرآن میں فوق اثنتین کا لفظ ہے جس سے ابن عباس کہتے ہیں کہ اگر صرف دو لڑکیاں ہوں انکو بھی نصف ملیگا کیونکہ فوق اثنتین کے معنی جو مشہور ہیں نہ پائے گئے مگر جمہور کے نزدیک دو بیٹیاں بھی تین کا حکم رکھتی ہیں اور ان کی طرف سے یہ بات نہیں ثابت ہوتی کہ دو سے زیادہ نہ ہوں تو ان کو دو ثلث نہ ملیں اور احادیث صحیحہ و دلائل آیات قرآنیہ بھی جمہور کے مؤید ہیں سوم یہ کہ صرف ایک بیٹی ہو تو اسکو کل مال کا نصف یعنی آدھا پہنچے گا وان کانت واحدۃ فلھا النصف چہارم یہ کہ صرف ایک ہی بیٹا ہو تو اسکو کل مال ملیگا کیونکہ جب ایک لڑکی کو نصف ملتا ہے اور مرد کا حصہ عورت سے دو چند ہے

۱ شیعہ اگلے حضرت ابوبکر پر اعتراض کیا کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت فاطمہ کو آنحضرت کے مال میں سے نصف کیوں نہ دیا؟ اس کا اصل جواب یہ ہے کہ آنحضرت علیہ السلام نے بوقت اخیر کوئی مال ہی نہیں چھوڑا تھا نہ جائداد منقولہ و غیر منقولہ اور پیغمبر علیہ السلام کی یہ شان تھی کہ وہ نبوت و رسالت کو دنیاوی مال کا ذریعہ بناتے اور نہ کسی اولوالعزم رسول نے کوئی مال چھوڑا جو کچھ انکے پاس بھی گیا وہ فقراء و محتاجوں اور مہمانوں اور عربا کیلئے وقف کر دیا تھا فدک میں جو کچھ زمین تھی وہ وقف تھی بلا تعارف تھی مگر۔ طاہر جو خیر العلوم میں ہوئی کہ اگر [illegible] تسلیم بھی کر لی جائیں تو ممکن ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا کو وراثت کا خیال پیدا ہو مگر اصل حقیقت ابوبکر باز مار رسول اللہ صلعم سے سنکر خاموش ہو رہیں [illegible] کلام نہ کیا مگر ابوبکر ہی غصب کر گئے جیسا کہ معترض کہتا ہے اپنے تصرف میں نہ لاتے اور نہ اپنی اولاد کو دیگئے کہ جن میں سے ایک لڑکی [illegible] صلعم کی بیوی تھیں جس کو میراث میں کچھ بھی حصہ مل سکتا تھا مگر بدستور آنحضرت صلعم کے اقارب کو اس کی آمدنی دیتے رہے پھر عمر و عثمان و علی کی خلافت میں بھی یہی عمل رہا۔

تو خواہ مخواہ اس کو کل ملیگا کس لئے کہ دو نصف کے جمع کرنے سے کل ہو جاتا ہے اور اسی پر اجماع امت بھی ہو گیا ہے۔ پنجم یہ کہ کئی بیٹے ہوں اُن کا حکم ظاہر ہے وہ اور وارثوں کا حصہ دیکر جس قدر بچیگا برابر تقسیم کرلیں گے نسب کی دوسری قسم انسان کے ماں باپ ہیں ہر چند ماں باپ کا درجہ اور ان کے حقوق اولاد سے کہیں زیادہ ہیں مگر جب آدمی صاحب اولاد ہو کر مرتا ہے تو عادتاً اس عمر میں ماں باپ بڈھے ہو جاتے ہیں جن کی عمر کا کسی قدر حصہ باقی رہ جاتا ہے اسلئے انکو مال کی ضرورت ہے۔ دوم انکے پاس ان کا اندوختہ اور انکے ماں باپ کا زائد حصہ بھی موجود ہوتا ہے برخلاف میت کی اولاد کے کہ ان کا سرمایہ تو سردست یہی باپ کی کمائی ہوتی ہے اسلئے ماں باپ کا حق بہ نسبت اولاد کے کم قرار پایا اور اس لئے انکو اُسکے بعد میں بترتیب ذکر کیا والدین میت کے تین حال ہیں (۱) یہ کہ ان کیساتھ میت کی کوئی اولاد بھی ہو مثلاً زید مرا اور اس نے ماں باپ اور اولاد پیچھے چھوڑی تو اس صورت کو اللہ تعالٰے اس آیت میں بیان فرماتا ہے ولابویہ لکل واحد منهما السدس مما ترک ان کان لہ ولد کہ کل مال کے چھ حصے کرکے ایک حصہ ماں کو ایک حصہ باپ کو ملیگا باقی چار حصوں کو اولاد بانٹ لیگی۔ ولد میں میت کا بیٹا اور بیٹی دونوں آگئے پھر اگر صرف ایک بیٹا ہے تو یہ چاروں حصے یہی لے گا اور اگر کئی ہیں تو باہم برابر بانٹ لینگے اور اگر بیٹے اور بیٹیاں ہیں تو دوہرا حصہ بیٹا اور اکہرا حصہ بیٹی کو دیکر تقسیم کریں گے اور اگر صرف ایک بیٹی ہے تو آدھا مال وہ لیگی اور چھٹے حصے کے سوا جو کچھ بچیگا اسکو بھی باپ ہی عصبہ بنکر لیگا[مسئلہ اب ام بنت] اور اگر دو بیٹیاں ہیں یا زیادہ تو دو ثلث وہ لیں گی اور ماں باپ کو ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا [مسئلہ اب ام بنت بنت] (۲) یہ کہ سوائے ماں باپ کے میت نے اور کوئی وارث نہیں چھوڑا اس صورت میں کل مال کے تین حصے کرکے ایک ماں کو اور باقی باپ کو ملیں گے جیسا کہ فرماتا ہے فان لم یکن لہ ولد وورثہ ابواہ فلامہ الثلث گرچہ باپ کے حصہ کی شرح نہیں کی مگر دلالۃً سے سمجھا جاتا ہے کہ ثلث کے بعد جو کچھ ہے باپ کا ہے اور وارث تو کوئی ہے ہی نہیں پھر اگر اور وارث بھی ہو یعنی خاوند عورت کا اور خاوند کی بیوی مثلاً ایک شخص مرا اُس نے اولاد تو کچھ نہ چھوڑی مگر بیوی اور ماں باپ چھوڑے یا ایک عورت لاولد مری اس نے خاوند اور ماں باپ چھوڑے اُس صورت میں علماء کا اختلاف ہے کیونکہ آیت میں اس کی کچھ تصریح نہیں اکثر صحابہؓ کہتے ہیں پیشتر خاوند اپنا چوتھا حصہ لیگا اُس کے بعد تہائی یعنی ثلث ماں لیگی اور جو بچے گا باپ لیگا یوں تقسیم کریں گے [مسئلہ ۱۲ زوج ۶ ام ۲ اب ۴] ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ کل کا ثلث ماں لیگی اس طرح تقسیم ہوگی [مسئلہ ۱۲ زوج ام اب] اس صورت میں باپ کو ماں سے کم ملتا ہے (۳) یہ کہ میت کے اولاد تو نہو مگر باپ ماں کے سوا اُس نے بہن بھائی چھوڑے ہوں اس صورت میں صرف ماں کا حصہ خدا نے بیان کیا کہ اس کو سدس یعنی چھٹا حصہ ملیگا فان کان لہ اخوۃ فلامہ السدس مگر یہ حکم جب ہے کہ دو یا دو سے زیادہ میت نے بہن بھائی چھوڑے ہوں اخوۃ اخ کی جمع ہے مگر مراد وہ ہے کہ جس سے اخوۃ ثابت ہو خواہ بھائی ہو یا بہن عینی ہوں یا علاتی یا اخیافی اگر ایک بہن ہے تب انکو ثلث ملیگا مگر یہ نہ فرمایا کہ سدس کے بعد باقی کون لیگا جمہور صحابہ یہ کہتے ہیں کہ قرینہ دلالت کرتا ہے کہ باپ لیگا جیسا کہ فلامہ الثلث سے دو ثلث باپ کیلئے سمجھے جاتے ہیں۔ اور ان بہن بھائیوں کو اس صورت میں کچھ نہ ملیگا محروم رہینگے۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں اُن کو ایک سدس جو ماں سے لیا ہے دیا جاویگا اور تنہا بہن ہو نگی تو ماں کو ثلث ہی ملیگا کیونکہ لفظ اخوۃ ہے نہ اخوات۔ واضح ہو کہ دادا[۱] بمنزلہ باپ کے اور نانی دادی بمنزلہ ماں کے ہے یہاں اس کی بھی آیت میں تصریح کردی کہ یہ سب حصے میت کے قرضہ اور وصیت ادا کرنے کے بعد قائم ہوں گے۔ اور یہ بھی بتلادیا کہ ان حصوں کے مقرر کرنے میں جو مصلحت الٰہی ہے اُس کو تم اچھی طرح نہیں جانتے لاتدرون ایہم اقرب لکم نفعا چونکہ یہ تقسیم عرب کے دستور قدیم کے برخلاف تھی تاکہ ان کو شاق نہ معلوم ہو اس لئے یہ فرمایا گیا نسب کی تیسری قسم میں بہن بھائی ہیں ان کا مرتبہ اولاد اور ماں باپ کے بعد ہے مگر زوجیت کا تعلق عجیب ہے اور نیز بیوی کو عرب میں حصہ نہیں دیتے تھے اس لئے ان سے پہلے میاں بیوی کا حصہ بیان فرمادیا۔ اور میاں بیوی کا حصہ دوسرے سبب یعنی نکاح پر مبنی ہے۔

۱؎ اجماع امت سے اسی طرح پوتا قائم مقام ابن کے ہے ۱۲

[۱] یعنی اگر باپ نہ ہو تو اُسکے قائم مقام میراث میں دادا ہے اور ماں نہو تو نانی یا دادی ان کا قائم مقام ہو نا بعض کے نزدیک لفظ اب اور ام سے ہے اور بعض کے نزدیک

ہم تفسیر میں پیشتر اس سے فارغ ہولیں پھر اس تیسری قسم کی تشریح کرینگے اگر خاوند لاولد مرے تو منجملہ اور وارثوں کے بیوی کو چوتھا حصہ کل مال میں سے پہنچیگا خواہ ایک بیوی ہو یا چار سب اسی چہارم میں شریک ہیں اور اگر میت کی اولاد ہے خواہ بیٹا خواہ بیٹی خواہ ایک خواہ دو خواہ اس بیوی سے یا کسی اور سے خواہ لونڈی شرعیہ سے تب بیوی کو آٹھواں حصہ ملیگا اور اگر بیوی لاولد مری تو خاوند کو نصف ورنہ چہارم ملیگا جیسا کہ فرماتا ہے ولکم نصف ما ترک ازواجکم ان لم یکن لھن ولد الآیہ چونکہ عورت مہر بھی پاتی ہے پھر اور شخص سے نکاح بھی کرسکتی ہے اور نیز مرد سے کم رتبہ ہے اسلئے اسکا حصہ ہر حال میں میاں کے حصے سے نصف رہا۔ واضح ہو کہ اگر ایک ماں باپ کی اولاد ہے تو انکو بہن بھائی عینی اور کبھی بنی الاعیان کہتے ہیں اور اگر ماں غیر اور باپ ایک ہے تو انکو بہن بھائی علاتی کہتے ہیں اور اگر ایک ماں اور دو باپ ہوں مثلاً ایک عورت نے پہلے ایک شخص سے نکاح کیا اُس سے اولاد ہوئی پھر اسکے طلاق دینے یا مرنے کے بعد اور سے نکاح کرکے اولاد حاصل کی سو یہ بہن بھائی اخیافی کہلاویں گے کیونکہ اخیافیوں کا رشتہ ضعیف ہے اسلئے پیشتر اُنکے حصہ کا ذکر کیا کہ اگر کوئی مرد یا عورت کلالہ ہو یعنی نہ اُسکے ماں باپ ہوں نہ اولاد ہو بلکہ صرف بہن بھائی ہوں تو ان میں سے ہر ایک کو سدس یعنی چھٹا حصہ ملیگا اور جو دو یا دو سے زیادہ ہوں تو ان کو ایک تہائی ملیگی اُس کو وہ سب آپس میں بانٹ لیں گے بہن بھائی کا حصہ برابر ہوگا اگر میت کی اولاد یا ماں باپ یا عینی یا علاتی بہن بھائی ہوں گے تو ان کو کچھ بھی نہیں ملیگا وان کان رجل یورث کلالۃ او امراۃ ولہ اخ او اخت فلکل واحد منھما السدس الآیۃ۔ باتفاق جمہور اسجگہ اخ اور اخت سے اخیافی بہن بھائی مراد ہیں کیونکہ اسی سورۂ نساء کے اخیر میں عینی اور علاتی بہن بھائیوں کا ورثہ بیان فرمایا ہے جو اس ورثہ کی غیر ہے کما قال قل اللہ یفتیکم فی الکلالۃ ان امرؤ ھلک لیس لہ ولد ولہ اخت فلھا نصف ما ترک وھو یرثھا ان لم یکن لھا ولد فان کانتا اثنتین فلھما الثلثان مما ترک وان کانوا اخوۃ رجالا ونساء فللذکر مثل حظ الانثیین یعنی اگر ایک بہن میت کی ہو اور اُس میت کی اولاد اور ماں باپ نہوں (جسکو کلالہ کہتے ہیں) تو اس بہن کو نصف مال ملیگا اور اگر دو یا زیادہ ہیں تو انکو دو ثلث ملینگے اور اگر انکے ساتھ بھائی بھی ہے تو عصبہ ہو کر مرد کیلئے دو حصے اور عورت کیلئے ایک حصہ کرکے تقسیم کرلیں گے۔ یہ لوگ کہ جن کے قرآن میں حصے مقرر ہوئے اُن کو ذوی الفروض کہتے ہیں جس صورت میں کہ یہ لوگ مرتد نہ ہوں یا مورث کو عمداً قتل نہ کریں اختلاف دارین نہ ہو اختلاف حریت عبادیت میں نہو اسوقت انکو یہ حصہ ملیگا نسب کی دوسری قسم ایک اور بھی ہے جسکو عصوبت سے تعبیر کرتے ہیں ذوی الفروض کے حصوں کے بعد جو کچھ باقی بچتا ہے اُس کو عصبہ لے لیتا ہے عصبوں کی تین قسم ہیں کیونکہ انکے عصبہ ہونے میں اگر غیر کی احتیاج نہیں تو اس کو عصبہ بنفسہ کہتے ہیں اس قسم میں وہ ذکور ہیں کہ جن کا واسطہ میت سے بغیر توسط انثی کے ہے جیسا کہ میت کی اولاد ذکور اور اس کا باپ دادا پھر اسکے بھائی پھر اسکے دادا کی اولاد درجہ بدرجہ یہ چار قسم ہیں اور اگر غیر کی حاجت ہے اور وہ غیر بھی عصبہ ہے تو اسکو عصبہ بغیرہ کہتے ہیں جیسا کہ میت کی بیٹیاں اور پوتیاں اور بہنیں یہ بھائیوں کے ساتھ ملکر عصبہ ہوتی ہیں جو وہ خود عصبہ ہیں اگر وہ عصبہ نہیں تو اس کو عصبہ مع غیرہ کہتے ہیں جیسا کہ میت کی بہن پوتی کیساتھ عصبہ ہو جاتی ہے اُن کے بعد ذوی الارحام ہیں عصبات کا وارث ہونا احادیث صحیحہ اور اجماع امت سے ثابت ہے تیسرا سبب توریث ولاء ہے ولاء یہ ہے کہ کوئی شخص کسی غلام کو آزاد کردے اور اس کے اقارب نہوں تو یہ آزاد کرنے والا کہ جس کو مولی العتاقہ کہتے ہیں وارث ہوگا اور اسکو عصبہ سببیہ کہتے ہیں چونکہ ان میں بھی ایک دوسرے کا ہر طرح سے مددگار ہے اس لئے وراثت قائم ہوگی یا دو شخص ایسے کہ جن کے اقارب نہوں باہم معاہدہ دیگانگت کرکے گزران کریں تو اس کو مولی الموالات کہتے ہیں ان میں بھی باہم وراثت ہوگی بشرطیکہ اقارب نہوں ورنہ نہیں (ف ۱) دوبارہ خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ حصہ وصیت اور قرض ادا کرنے کے بعد قائم

وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآىِٕكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَیْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِی الْبُیُوْتِ

اور جو تمہاری عورتوں میں سے بدکاری کریں تو ان پر اپنے لوگوں میں سے چار معتبر گواہ طلب کرو اگر وہ گواہی دیدیں تو ان کو گھروں میں بند رکھو

حَتّٰی یَتَوَفّٰىهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ یَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِیْلًا ۝ وَالَّذٰنِ یَاْتِیٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا

یہانتک کہ وہ مر جائیں یا اللہ ان کے لئے کوئی راہ نکالے اور جو دو مرد تم میں سے بدکاری کریں تو انکو سزا دو پھر اگر وہ توبہ کریں اور نیکی پر آجائیں تو انکا

عَنْهُمَا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا ۝ اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَی اللّٰهِ لِلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ یَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِیْبٍ

پیچھا چھوڑ دو کیونکہ اللہ بڑا توبہ قبول کرنیوالا مہربان ہے اللہ کو انہیں لوگوں کی توبہ قبول کرنی ضروری ہے جو نادانستگی سے گناہ کر بیٹھتے ہیں پھر معلوم ہونے پر جلد ...

فَاُولٰٓىِٕكَ یَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَكِیْمًا ۝ وَلَیْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ حَتّٰۤی اِذَا

تو اللہ بھی انہیں کی توبہ جلد قبول کرلیتا ہے اور اللہ سب کچھ جاننا اور حکمت والا ہے اور ایسی توبہ قبول نہیں کرجو برابر گناہ کئے چلے جاتے ہیں یہانتک کہ جب ان میں سے کسی کو

حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّیْ تُبْتُ الْـٰٔنَ وَلَا الَّذِیْنَ یَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ اُولٰٓىِٕكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ۝

موت آکھڑی ہوئی تو کہنے لگتا ہو کہ اب میں توبہ کرتا ہوں اور نہ انہیں کی کہ جو کفر کی حالت میں مرتے چلے جاتے ہیں انہی لوگوں کیلئے تو ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے

ہوں سگے کیونکہ قرض کا میت پر باقی رہجانا اور وارثوں کا مال لیکر چلتے پھرتے نظر آنا میت کو بھی عالم آخرت میں ضرر دیتا ہے اور قرضخواہ کا بھی ضرر ہے اور نیز وصیۃ کا پورا نہونا بھی میت کی روح کو صدمہ دیتا ہے اسلئے غیر مضار فرمایا اور تاکید کے وصیۃ من اللہ کہدیا کہ یہ تعمیل بھی وصیت الٰہی ہے (۲) کسی وارث کیلئے بغیر مرضی دوسرے وارثوں کے وصیت جائز نہیں اور اگر کسی غیر کیلئے وصیت کرے تو ایسا نکرے کہ تمام مال مرتے وقت غیروں کو بخش کر وارثوں کو محروم چھوڑ جائے غایۃ الامر تہائی مال تک وصیت کرسکتا ہے کہ فلاں فقیر کو یہ دینا یا مدرسہ یا مسجد میں لگانا یا فلاں عزیز دوست کو اسقدر دینا اور جو کل کی وصیت کریگا تو اس میں سے موصی لہ کو صرف ثلث ملیگا (۳) احکام میراث بیان فرماکر یہ فرمایا کہ خدا کی مقرر کی ہوئی حدیں ہیں جو انپر قائم رہیگا جنت میں آباد ہو گا ورنہ جہنم میں ذلت اٹھاویگا

ترکیب والتی الّتی کی جمع خلاف قیاس ہے بعض کہتے ہیں یہ لفظ جمع کیلئے وضع کیا گیا ہے مبتدا ہے فاستشہدوا اسکی خبر گرچہ یہ امر ہے لیکن بسبب ملنے التی کے فعل سے شرط کا حکم رکھتی ہے بعض کہتے ہیں کہ خبر محذوف ہے تقدیرہ حکمھن فیما یتلی علیکم فرمو فاستشہدوا الخ او یجعل عاطفہ بعض کہتے ہیں بمعنی الی ان لھن یجعل سے متعلق ہے والذان کو والتی پر قیاس کر لیجئے مبتدا و خبر ہونے میں انما التوبۃ مبتدا علی اللہ ثابت کے متعلق ہو کر خبر الذین الخ حال ہے ضمیر ثابت سے جسکے متعلق علی ہے بعض کہتے ہیں للذین خبر علی اللہ شئی مقدر سے حال ہے ولا الذین الخ معطوف ہے الذین یعملون السیئات پر مبتدا خبر بھی ہو سکتے ہیں۔

تفسیر پہلی آیات میں عورتوں کیلئے میراث کا حکم دیا تھا جس کا عرب میں دستور نہ تھا یہ بات انکے حق میں نہایت شفقت کی تھی اسکے ساتھ زنا وغیرہ مفاسد کا بھی حکم بیان کیا تاکہ برائی سے منع کرکے کامل شفقت ہو جاوے خصوصاً میراث کے بعد جبکہ عورت کے پاس مال ہو جاتا ہے اور نیز اس کا سرپرست مرجاتا ہے تو یہ دونوں باتیں اسکو شتر بے مہار کردیتی ہیں جس سے آزادگی اور اس سے حرام کاری جو باعث فساد عالم ہے پیدا ہوتی ہے جیسا کہ اب ہم آزاد ملک کی عورتوں کو دیکھتے ہیں اسلئے اس موقع پر اس حکم کا بیان کرنا بھی نہایت مناسب تھا۔

(۱) والتی الخ الفاحشۃ مصدر ہے جیسا کہ العاقبہ بری کام یا بری بات کو کہتے ہیں مگر اس جگہ مراد زنا ہے کیونکہ یہ قوت شہوانیہ کا بد نتیجہ ہے جو نہایت برا ہے جمہور کے نزدیک اسکے یہ معنی ہیں کہ جو عورتیں زنا کریں اور چار گواہ نیز چشم دید گواہی دیدیں تو انکو گھر میں یہانتک مقید رکھیں کہ ان کا حکم نازل ہو جاوے یعنی انکیلئے خدا کوئی طریقہ خلاصی کا نکالے۔ یہ حکم ابتداء اسلام میں تھا جب کسی عورت پر زنا کی شہادت گذر جاتی تھی تو اسکو گھر میں مقید رکھتے تھے اس بات کے انتظار میں کہ انجام جو حکم اسکے حق میں نازل ہو اس پر عمل کیا جاوے چنانچہ پھر چند روز کے بعد

سورۂ نور میں حکم نازل ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی تشریح فرمادی کہ اگر کوارا یا کواری ایسا فعل کریں تو انپر سو درے مارنے چاہئیں اور کبھی اس کی سات برس تک جلاوطنی بھی کی گئی ہے اور جو بیاہا ہوا ہو یا عورت جس کو محصن یا محصنہ کہتے ہیں ایسا کریں تو اسکو سنگسار کرنا چاہئے چنانچہ یہ بیان فرما کر آنحضرت نے فرمایا خذوا عنی خذوا عنی قد جعل اللہ لہن سبیلا رواہ مسلم توراۃ میں بھی زنا کی سزا قتل ہی۔ چار گواہ اسلئے مقرر کئے کہ یہ بڑا نازک معاملہ ہے دو ایک کا جھوٹھ باندھ لینا سہل ہی مگر چار ثقہ آدمیوں کا جو جماعت کا حکم رکھتے ہیں ایسی جھوٹی بات پر متفق ہونا علاوہ ناممکن ہونے اور نیز اس میں پردہ پوشی بھی ملحوظ ہی اس میں علاوہ سزا کے مرد کے خاندان کی عزت پر بھی دھبہ لگتا ہے اور نیز یہ فعل اس سے سرزد ہوتا ہے اور کم سے کم مرتبہ شہادت میں دو گواہ ہیں تو دو مرد کے فعل کے لحاظ سے دو عورت کے لحاظ سے چار ہو گئے (۲) والذان اس سے مراد بھی جمہور کے نزدیک زنا ہی نزول میں تقدیم و تاخیر ہے اول اسلام میں صرف ایذا دینا ہی سزا مقرر تھی کہ انکو زبان سے برا بھلا کہو ملامت کرو فاذوہما سے یہی مراد ہو اگر باز آ دیں اور توبہ کرلیں تو اُس کا پیچھا چھوڑ دو چونکہ عرب اس گناہ کے عادی تھے انکو بتدریج منع فرمایا پھر اسکے بعد والتی آیت مقدمہ نازل ہوئی کہ جس میں قید کا حکم ہوا اسکے بعد سورہ نور میں سزا معین کردی بعض کہتے ہیں والتی سے مراد زنا ہے والذان سے مراد لواطت ہے اور فاذوہما سے مراد تعزیر ہی اور یہی قول امام ابوحنیفہ کا ہی کہ اغلام کیلئے زنا کا حکم نہیں اس کیلئے تعزیر ہے نہ حد۔ امام شافعی کے نزدیک جو زنا کی سزا ہے وہی اغلام کی صرف یہ فرق ہی کہ مفعول اگرچہ محصن ہو اس کو سنگسار نہ کیا جاویگا بعض کہتے ہیں والتی سے مراد سحق ہے جس کو چپٹی کہتے ہیں کہ عورت عورت سے بدفعلی کرتی ہی اور والذان سے مراد اغلام ہے کہ جو مرد مرد سے کرتا ہے اول کی سزا قید ہی دوسرے کی تعزیر اور زنا کا حکم سورہ نور میں ہے۔ زنا اور اغلام اور سحق کی برائی ظاہر ہی کہ اُن سے انتظام میں خلل ہوتا ہے جب عورت کی طرف متوجہ ہو گی تو اپنے شوہر کی طرف کب رغبت کریگی خواہ مخواہ خانہ داری میں فساد پیدا ہو گا اور اسی طرح جب مرد سے مرد حاجت روائی کرے گا تو عورت اور دوں کی طرف متوجہ ہو گی اور یہ نسل سے محروم رہیگا عورت کو غیروں کیطرف متوجہ دیکھکر خاموش ہو گا تو اس کی غیرت گئی اور مفعول کو زنانا پن عارض ہوتا ہے اور زنا سے نسب میں فرق آتا ہی اور کشت وخون بھی ہوتا ہے جو اکثر مشاہدہ میں آتا رہتا ہے اور نیز اس سے روح پر بھی تاریکی پیدا ہوتی ہی اسلئے خدا نے اسکو حرام کر دیا اور اسپر سخت سزا بھی مقرر کر دی اور آخرت میں روح کا معذب ہونا بھی بیان فرمادیا اسلام ان مناسبات پر فخر کرسکتا ہی کہ اسکی برکت سے جسطرح شرک کی بیخ کنی ہوئی اسیطرح زنا کا بھی دروازہ بند ہو گیا اسلئے بے حجابی جو زنا کیطرف بہاتی ہے جیسا کہ آجکل مہذب قوموں میں دیکھا جاتا ہی اسکو بھی منع کردیا اور حجاب کا اسی مصلحت سے حکم دیا (۳) جبکہ یہ فرمایا کہ اگر وہ توبہ کرلیں تو اُن سے تعرض نہ کرو تو اسکے بعد توبہ کے اوصاف بیان کرنے میں بھی مناسبت ہوئے فقال انما التوبۃ علی اللہ یعنی جس توبہ کو خدا ضرور اپنے فضل سے قبول کرتا ہی وہ دو باتوں پر مبنی ہی ایک کہ گناہ کو جہالت سے کرتا ہو اسکو اُسکے گناہ ہونے کا علم نہو دوم یہ کہ من قریب یعنی موت سے اور ملک کے آثار سے پہلے توبہ کرلے یہ نہیں کہ سدا اسمیں مبتلا رہے ان دو شرطوں کیساتھ توبہ قبول کرنا اللہ پر واجب ہے در حقیقت اس پر کوئی چیز واجب نہیں وہ فاعل مختار ہی مگر اُس نے اپنے فضل سے وعدہ کرلیا ہے بعض کہتے ہیں علی اللہ کے معنی من اللہ ہیں یعنی ان گمراہوں کو کہ جن کی استعداد میں ہنوز کچھ فرق نہیں آیا ہے خدا توفیق توبہ عطا فرماتا ہے اب رہے وہ لوگ کہ جو عمداً گناہ کرتے ہیں یعنی گناہ کو گناہ جانتے ہیں ان کی توبہ بالاتفاق قبول ہے مگر وہ لوگ بہ نسبت نادان کے زیادہ مجرم ہیں اسلئے انکی توبہ کا ضرور قبول کرنا نہیں فرمایا نہ رد ہی کردیا ہے اور جہالت کے معنی یہ بھی ہیں کہ وہ حقیقت عذاب کو نہیں جانتے سو وہ بھی اُن میں شامل ہیں اسکے بعد جنکی توبہ قبول نہیں اُن کا ذکر کرتا ہے ولیست التوبۃ یعنی دو شخصوں کی توبہ قبول نہیں ایک وہ مومن کہ جس کو علامات موت دکھائی دیجاویں اور اس عالم کا پردہ اس سے اُٹھ جاوے تب اُس کی توبہ قبول نہیں دوم کافر اگر ایسے وقت کفر سے توبہ کرکے ایمان لائے تو اس کی بھی توبہ قبول نہیں اس کو ایمان یاس کہتے ہیں گرچہ اُسکی جناب عالی ہی وہ عذر آوروں کو

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرْهًا وَلَا تَعْضُلُوهُنَّ لِتَذْهَبُوا بِبَعْضِ مَا آتَيْتُمُوهُنَّ

ایمان والو تم کو یہ حلال نہیں کہ تم زبردستی کر عورتوں کے وارث بنجاؤ اور انکو اسلئے روک رکھو کہ جو اُن کو دے چکے ہو اس میں سے کچھ واپس لے لو ہاں اگر وہ

إِلَّا أَنْ يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَىٰ أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ

کھلم کھلا بدکاری کریں (تو ایذا دینا مضائقہ نہیں) اور انکے ساتھ اچھی طرح سے رہو سہو پھر اگر وہ تم کو کسی سبب سے ناپسند ہوا تو ممکن ہے کہ تمکو بعض چیز ناپسند ہو اور

فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا ۞ وَإِنْ أَرَدْتُمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَكَانَ زَوْجٍ وَآتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا

اس میں اللہ بڑی خیر و برکت دیتا ہو (اسلئے صبر کرو) اور اگر ایک بیوی کی جگہ دوسری بدلنا چاہو اور اسکو بہت سا مال دیچکے ہو تو پھر اس میں سے کچھ واپس نہ لو۔

أَتَأْخُذُونَهُ بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُبِينًا ۞ وَكَيْفَ تَأْخُذُونَهُ وَقَدْ أَفْضَىٰ بَعْضُكُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ وَأَخَذْنَ مِنْكُمْ مِيثَاقًا غَلِيظًا

کیا بہتان باندھکر اور صریح بے جا الزام دیکر اس میں سے واپس لوگے اور بھلا تم اسکو کیونکر واپس لیلوگے حالانکہ ایک دوسرے کے بے حجاب ہوکر مل چکے ہو اور یا انہوں نے تم۔

نہیں نکالتا سو بار گر توبہ توڑ توبہ کرے پھر بھی اسکو معاف کرتا ہے جیسا کہ احادیث صحیحہ میں وارد ہے مگر یہ جبتک ہو کہ بندہ پردہ عالم منکشف نہیں پھر جو منکشف ہو گیا تو گویا عدالت میں حاضر کیا گیا اب عذر کا زمانہ نہیں رہا اب اسکو سزا ہوگی پہلے عذر کرنا کیا مضائقہ۔

ترکیب ان ترثوا بتاویل مصدر فاعل لا یحل اور کرہا مصدر اور حال ہے مفعول سے اور وہ بالفتح والضم پڑھا جاتا ہے لتذہبوا کا لام متعلق ہے تعضلوا سے الا ان یاتین استثنا منقطع ہے۔

تفسیر توبہ کا وصف بیان کرکے پھر عورتوں کے متعلق احکام بیان فرماتا ہے ایام جاہلیت میں عرب طرح طرح سے عورتوں کو تکلیف دیتے تھے جس سے ان آیات میں منع فرماتا ہے۔ اول لا یحل لکم عرب میں پہلے یہ دستور تھا کہ جب کوئی شخص بیوی چھوڑ کر مرتا تھا تو اس کا بیٹا جو دوسری بیوی سے ہوتا ہے یا کوئی اور وارث آکر اس بیوہ پر اپنا کپڑا ڈال دیتا تھا اور یہ کہتا تھا کہ میں جس طرح میت کے مال کا وارث ہوں اسی طرح اسکی بیوی کا بھی اسکے بعد یا تو بغیر مہر خود نکاح کر لیتا تھا یا اور سے نکاح کر کے اسکا مہر آپ لے لیتا تھا یہ بات عورت پر اسکی خود مختاری کے لحاظ سے نہایت شاق تھی اسلئے اسکو حرام فرمایا اور یہ بھی ہوتا تھا کہ بیوہ مالدار کو نکاح سے منع کر دیتے تھے جب مر تی تو اس کے آپ زبردستی وارث بنجاتے تھے سو یہ بھی اس آیت سے حرام ہو گیا دوم ولا تعضلوہن الآیہ عضل کے معنی منع کرنے اور اسی لئے مانع صحت مرض کو داء عضال کہتے ہیں عرب میں یہ بھی خراب دستور تھا کہ جب کبھی کسی عورت منکوحہ سے دل نفرت کر جاتا تھا اور اسکو مہر دے چکتے تھے تو اس سے نہایت بدخلقی سے پیش آتے تھے تاکہ یہ مجبور ہو کر مہر واپس دیکر خود طلاق طلب کرے سو اسکو بھی اس آیت میں منع فرمایا کہ اسلئے انکو مت بند کر کے رکھو کہ جو کچھ انکو مہر دیا ہے واپس لو اور بعض طلاق دیکر بھی روک رکھتے تھے اور نہ اور سے نکاح کرنے دیتے تھے مہر واپس لینے کیلئے سو یہ بھی منع ہے۔ فرماتا ہے ایسا فعل جب مضائقہ نہیں کہ جب عورت کا قصور ہو نہ عام خانہ داری کا قصور بلکہ فاحشہ مبینہ یعنی جب اس سے زنا چار گواہوں سے ثابت ہو جاوے تب اسکو مجبور کر کے مہر واپس لینا کچھ مضائقہ نہیں۔ بلکہ اسی وقت بعض علماء کے نزدیک مہر دینا ہی واجب نہیں رہتا اسکے بعد فرماتا ہے بیویوں کیساتھ عمدہ طور سے انصاف اور محبت سے گذران کیا کرو اور جو اُس کی صورت و شکل یا کسی بات سے نفرت ہو تو اس نفرت کو دل میں جگہ دیکر خانہ بربادی نکرو انجام ہر چیز کا خدا کو معلوم ہے شاید اس نفرتی اور مکروہ عورت میں تمہارے لئے کوئی عمدہ فائدہ ہو خدا اس سے اولاد صالح پیدا کر دے یا اسکو اخلاق عادات اور گی کے باعث عمدہ ہوں اور خیر خواہی اور معیشت میں آسانی کے باعث ہوں نئی بیوی جسکو تم پسند کر رہے ہو اس میں کیا کیا قباحتیں نکلیں سوم وان اردتم اس نصیحت کے بعد بھی اگر انسان دوسری بیوی کرنے اور پہلی کے چھوڑنے پر بعض وجوہ ضرور یہ سے مجبور ہو تو اس کے لئے فرماتا ہے کہ جو کچھ تم نے مہر میں یا ہو خواہ خزانہ ہی کیوں نہ ہو اسکو ہرگز واپس نہ لو اور کیونکر لے سکتے ہو تم نے اُنسے خلوت اور صحبت کر لی ہے

وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ؕ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّمَقْتًا ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ۠ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ

اور جن عورتوں سے تمہارے باپ دادا نکاح کر چکے ہوں تم ان سے نکاح نہ کرو مگر جو گزر چکا سو گزر چکا کیونکہ یہ بے حیائی اور گناہ کی بات اور برا طریقہ ہے حرام کی گئیں تمہاری مائیں

اُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ وَخٰلٰتُكُمْ وَبَنٰتُ الْاَخِ وَبَنٰتُ الْاُخْتِ وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْۤ اَرْضَعْنَكُمْ

اور تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بہنیں اور تمہاری پھوپھیاں اور خالائیں اور بھتیجیاں اور بھانجیاں اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تم کو دودھ پلایا اور تمہاری دودھ

وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَاُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ ۫ فَاِنْ لَّمْ

شریک بہنیں اور تمہاری ساسیں اور تمہاری ان بیویوں کی جن سے تم نے صحبت کی ہو وہ بیٹیاں جو تمہاری پرورش میں ہوں (حرام کی گئیں) اور اگر تم نے ان بیویوں سے صحبت نہ کی

تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ ۫ وَحَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ ۙ وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ؕ

ہو تو ان کی لڑکیوں سے نکاح کر لینے میں تم پر کچھ گناہ نہیں اور تمہارے صلبی بیٹوں کی بیویاں بھی (حرام ہیں) اور دو بہنوں کا جمع کرنا بھی حرام ہے مگر جو کچھ ہو چکا

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۙ وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۚ كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ۚ وَاُحِلَّ

سو ہو چکا بیشک اللہ غفور و رحیم ہے۔ اور شوہر والی عورتیں بھی (حرام ہیں) مگر وہ جو تمہارے قبضے میں آ گئی ہوں (یہ) خدا کا تمہارے لئے نوشتہ ہے اور ان کے سوا سب

لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ ؕ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ

عورتیں تمہارے لئے حلال ہیں بشرطیکہ تم مال (مہر) کے ساتھ حفاظت میں لانے کیلئے نہ کہ شہوت رانی کیلئے ان کو نکاح میں لانا چاہو پس جن سے تم نے صحبت کا فائدہ اٹھایا ہو تو ان کے

اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً ؕ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرٰضَيْتُمْ بِهٖ مِنْۢ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝

مہر ادا کر دو جو واجب ہو چکا ہے اور (مہر میں سے) جو کچھ آپس کی رضامندی سے قرار پا گیا ہو تو اس میں بھی تم پر کچھ گناہ نہیں بیشک اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے

جس سے مہر کامل واجب ہو جاتا ہے اور علاوہ اسکے بوقت نکاح تم نے انکو وفاداری کا اقرار دیا ہے جو نفس نکاح سے سمجھا جاتا ہے عرب میں ایسی حالت میں عورت پر بہتان لگا دیتے تھے تاکہ وہ مہر سے محروم رہے اسکو منع فرماتا ہے کہ تم بہتان باندھکر مہر رکھنا چاہتے ہو۔

ترکیب مانکح مامعنی من والعائد محذوف ای من نکحہا آباؤکم الاما استثناء منقطع ہے حرمت فعل مجہول امہاتکم الخ مفعول مالم یسم فاعلہ من الرضاعۃ حال ہے اخوات سے التی صفت ہے من نساءکم کی وان تجمعوا الخ بتاویل مصدر معطوف ہے امہاتکم پر والمحصنت بھی امہاتکم پر معطوف ہے الا ماملکت استثناء متصل ہے والمعنی حرمت علیکم ذوات الازواج الا المسبایا من المحصنات کتاب اللہ مفعول مطلق ہے کس لئے کہ حرمت بمعنی کتبت احل فعل مجہول ہے وراء بمعنی من ای احل لکم غیر المذکورات من النساء بشرط ان یاہ باں الخ محصنین حال ہے فاعل تبتغوا سے فما بمعنے الذی شرط جوابہ فاتوھن یا کہو شرط نہیں مبتدا اور فاتوھن خبر۔

تفسیر پہلے فرمایا تھا عورتوں کے زبردستی سے وارث نہ ہو جایا کرو جیسے متعدد طریق تھے ان میں سے ایک کو اور بھی صراحۃً منع فرماتا ہے کہ جس میں سخت بیحیائی ہے وہ یہ کہ عرب میں دستور تھا کہ بڑا بیٹا اپنے باپ کی بیویوں کو گھر میں ڈال لیا کرتا تھا سو اس سے خدا نے دلا نکوا فرما کر منع کر دیا اور فرمایا الا ما قد سلف کہ جو ایام جاہلیت میں ہو چکا سو ہو چکا۔ ف نکاح کے معنے لغت میں عورت سے صحبت کرنے کے ہیں اور اس کا اطلاق ایجاب و قبول عقد شرعی پر بھی ہوتا ہے اول معنی کے لحاظ سے امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ آیت کے معنی یہ ہوئے جس سے تمہارے باپ یا اس سے اوپر کسی نے صحبت کی ہو یا اس کو بشمول نکاح یا وطی کی ہو خواہ وہ وطی حلال طور سے ہو یا نہ ہو اس سے نکاح نہ کرو پس جس نے کسی عورت سے زنا کیا جیسا کہ رنڈیوں سے اس زمانہ میں لوگ کرتے ہیں تو بیٹے کو اس باپ کی اس شدہ سے نکاح کرنا بھی اس آیت سے ممنوع ہے

ف یعنی جن بیویوں سے نکاح کر کے صحبت کا اتفاق ہوا ہو ان کے پہلے خاوند کی بیٹیاں سے نکاح درست نہیں خواہ وہ مرد کی پرورش میں رہا کرتی ہوں بعض اہل ظاہر پرورش کی قید سے یہ نکالتے ہیں کہ جو پرورش میں نہ آئی ہو اس سے درست ہے۔ ف ایک ساتھ دو بہنوں سے نکاح حرام ہے عام ہے کہ وہ حقیقی بہنیں ہوں یا علاتی یا اخیافی یا دودھ شریک ہاں ایک کے مر جانے یا طلاق وغیرہ کے بعد دوسری بہن کو نکاح باتفاق علماء درست ہے ۱۲ منہ ف صلبی بیٹوں

کی بیویوں سے بھی نکاح حرام ہے منہ بولے بیٹے کی بیوی سے درست ہے ۱۲ منہ ف جو شوہر دار عورتیں جہاد میں اسیر ہو جائیں یا لونڈیاں دام دیکر قبضہ و اختیار میں آ جائیں وہ سب حلال ہیں ان سے بھی ایک حیض آ جانے کے بعد صحبت درست ہے ۱۲

اسی طرح جس عورت سے زنا کیا اس کی بیٹی سے بھی اس کو نکاح درست نہیں اس کی تحقیق آگے آتی ہے امام شافعی کہتے ہیں نکاح سے مراد عقد شرعی ہے پس جس سے باپ نے عقد شرعی کیا ہے خواہ صحبت کی ہو یا نہ کی ہو اس عورت سے بیٹے کا نکاح منع ہے اور جس سے عقد شرعی نہیں کیا بلکہ حرام کیا اس سے بیٹے کو نکاح کرنے کی ممانعت ثابت نہیں ہوتی امام ابو حنیفہؒ کیطرف سے ابوبکر رازی نے اور امام شافعیؒ کی طرف سے فخر رازی نے بہت کچھ دلائل بیان کئے ہیں جنکے ذکر کی یہاں گنجائش نہیں پھر جبکہ باپ کی بیوی سے نکاح کرنا حرام کیا تو مناسب ہوا کہ جسقدر عورتیں حرام ہیں ان کا بھی اسکے ساتھ بیان کیا جاوے اسلئے فرمایا حرمت علیکم امہاتکم اس جگہ خدا تعالیٰ نے چودہ قسم کی عورتوں سے نکاح کرنا حرام فرمایا سات تو ان میں سے نسب کی جہت سے ہیں ماں بیٹی بہن پھوپھی خالہ بھتیجی بھانجی اور سات بغیر نسب کے ہیں۔ دودھ کے سبب ماں دودھ شریک بہن۔ ساس۔ بیوی کی بیٹی بشرطیکہ اس سے صحبت کی ہو بیٹے کی بیوی باپ کی بیوی جو ابھی مذکور ہوئی ہے۔ بیوی کے ہوتے اس کی بہن یعنی سالی۔ اب ہم اس مقام پر دو بحث کرتے ہیں بحث اول میں الفاظ کے معانی اور ان میں ائمہ کا اختلاف اور دوسری میں ان عورتوں کے حرام ہونے کی وجہ بیان کرتے ہیں وباللہ نستعین (بحث اول)

بحث اول

امہاتکم امہات ام کی جمع ہے یہ لفظ اصل میں امہۃ تھا مفرد میں کثرت استعمال سے ہا ساقط ہو گئی ہے اسکے معنی ہندی میں ماں کے ہیں اگرچہ لغت میں اس کا اطلاق حقیقی ماں پر ہوتا ہے مگر عرف شرع میں خواہ بطور عموم مجاز یا بالاشتراک ہو وہ عورت مراد ہے کہ جس کی طرف انسان کا نسب منتہی ہو خواہ ماں کی طرف سے خواہ باپ کیطرف سے جیسا کہ نانی پرنانی دادی پردادی بناتکم جمع بنت ہے جس کے معنی بیٹی کے ہیں اس میں بھی ہر وہ عورت شریک ہے جس کا نسب انسان کی طرف خواہ بواسطہ یا بغیر واسطہ منتہی ہو جیسا کہ بیٹی یا پوتی یا نواسی یہ سب بنات میں داخل ہیں اسی طریق سے جو مذکور ہوا ف۔ جو بیٹی زنا سے پیدا ہو امام ابو حنیفہؒ اس کو بھی حرام کہتے ہیں کیونکہ بیٹی ہے امام شافعیؒ کہتے ہیں یہ بیٹی نہیں دلائل فریقین کی کتابوں میں مذکور ہیں اخوات یعنی بہنیں اس میں عینی اور علاتی اور اخیافی سب بہنیں شریک ہیں عمات پھوپھیاں جس شخص کیطرف انسان کا نسب منتہی ہو اس کی بہنیں بھی عمات میں داخل ہیں مثلاً دادا کی بہن اسیطرح نانا کی بہن خالات خالائیں جس عورت کی طرف انسان کا نسب منتہی ہو اس کی بہن خالہ ہے خواہ ماں کی بہن عام ہے کہ عینی ہو یا علاتی یا اخیافی یا نانی پرنانی کی بہن بنات الاخ بھتیجیاں خواہ عینی بھائی کی بیٹی یا علاتی کی یا اخیافی کی اسیطرح بنات الاخت بھانجیوں کو قیاس کر لیجئے۔ یہ عورتیں ہیں کہ جن سے کبھی اور کسی وجہ سے نکاح درست نہیں اُن کو محرمات ابدیہ کہتے ہیں امہاتکم التی ارضعنکم جس نے اس کو لڑکپن میں دودھ پلایا وہ بمنزلہ ماں ہے علاوہ بریں اس کی ماں اور نانی و دادی بھی بحکم اجماع ماں شمار ہوتی ہے کہتے ہیں رضاع دودھ پلانا اگرچہ قرآن میں اس کی کوئی مدت معین نہیں کہ اس زمانہ تک پلانا ماں بنادیتا ہے اور کس قدر پلانے سے ماں ہو جاتی ہے مقدار کے بارہ میں امام ابو حنیفہؒ نص قرآنی کو مطلق قرار دیکر ایک گھونٹ دودھ کو بھی جو بچے کے شکم میں اتر جاوے باعث حرمت نکاح فرماتے ہیں اور امام شافعیؒ نص کو احادیث سے خاص کرکے اقل مرتبہ پانچ گھونٹوں سے رضاع ثابت کرتے ہیں اور اس سے کم کو معدوم سمجھتے ہیں اور زمانہ کے بارہ میں سب ائمہ آیت میں قید لگاتے ہیں امام ابو حنیفہؒ کہتے ہیں ڈھائی برس کی عمر کے اندر اگر بچہ کسی کا دودھ پئے گا تو رضاعت ثابت ہو گی امام شافعی اور صاحبین کے نزدیک دو برس کی مدت معتبر ہے دلائل فریقین کسی قدر پہلے گذر چکے۔ پھر مدت رضاع کے بعد دودھ پینے سے کوئی عورت حرام نہیں ہو گی واخواتکم من الرضاعۃ دودھ شریک بہنیں۔ رضاع کی وجہ سے قرآن میں صرف رضاعی ماں اور رضاعی بہنوں کی حرمت بیان کرکے اس طرف اشارہ کردیا کہ رضاعت بمنزلہ نسب کے ہے اور پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو اور بھی کھول دیا کہ یحرم من الرضاع مایحرم من النسب رواہ البخاری و مسلم عن ابن عباسؓ کہ جو عورتیں نسب کی وجہ سے حرام ہیں وہ رضاع کیوجہ سے بھی حرام ہیں مرضعہ کی ماں اور بیٹی

ف جو زنا سے لڑکی پیدا ہو اسکے متعلق بحث

ف مدت رضاع

اور اس کی بہنیں اور پھوپھیاں اور خالائیں اور بھتیجیاں اور بھانجیاں الغرض رضاع بمنزلہ نسب کے ہے مگر چند صورتیں مخصوص ہیں اسلئے اس امر میں قاعدہ کلیہ کے طور پر کسی شخص نے ایک شعر میں تمام مسائل جمع کر دیئے ہیں ؎ از جانب شیردہ ہمہ خویش شوند وازجانب شیرخوارہ زوجان وفروع ۔ وامہات نسائکم بیویوں کی مائیں ۔ اس میں بحکم اجماع بیویوں کی نانی دادی جن کی طرف کو اس کا نسب پہنچے جو خواہ باپ کیطرف سے خواہ ماں کی طرف سے سب شریک ہیں ف جمہور کا یہ مذہب ہے کہ جس عورت سے نکاح کر لیا خواہ ہنوز اس سے صحبت نہ کی ہو صرف نکاح کرنیسے اس عورت کی ماں سے نکاح حرام مؤبد ہو جاویگا البتہ بیوی کے دوسرا خاوند کی بیٹی جب حرام ہوگی کہ جب اس بیوی سے صحبت بھی کر لیگا ورنہ محض نکاح سے نہیں اگر یہ اُس بیوی کو طلاق دیکر اُسکے پہلے خاوند کی بیٹی سے نکاح کرے تو اس صورت میں کر سکتا ہے اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص کسی عورت سے نکاح کرے تو اب اسکی ماں سے نکاح حرام ہے خواہ صحبت کی ہو یا نہ کی ہو اور جو کسی لڑکی کی ماں سے نکاح کیا اور ہنوز صحبت نہیں کی تو طلاق دیکر اُس سے چاہے تو نکاح کرلے اخرجہ عبدالرزاق وعبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر والبیہقی فی سننہ مگر چند صحابہ وتابعین جیسا کہ حضرت علی اور زید وابن عمر وزبیر وجابرؓ دونوں میں صحبت کرنیکی قید لگاتے ہیں کہ ساس بھی جب بنتی ہے کہ جب نکاح کر کے اس کی بیٹی سے صحبت کر لیگا کیونکہ دونوں حکموں کے بعد قرآن میں دخلتم بہن یعنی صحبت کی قید موجود ہے اور حدیث مذکور میں کلام ہے ف علماء کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ اگر کسی عورت سے زنا کیا تو اُس سے اُس عورت کی ماں ساس ہو سکتی ہے؟ جمہور کے نزدیک نہ ہوگی بلکہ اُس کی ماں سے یا اُس کی بیٹی سے نکاح کر سکتا ہے کس لئے کہ امہات نساء میں داخل نہیں ہے نیز دارقطنی نے عائشہؓ سے روایت کی ہے کہ کسی نے ایک عورت سے زنا کر لیا تھا پھر اُس نے اس کی ماں یا بیٹی سے نکاح کرنا چاہا تو آنحضرت صلعم سے پوچھا آپ نے فرمایا کہ حرام سے کوئی حلال چیز حرام نہیں ہوتی ۔ مگر امام ابوحنیفہؒ اور سفیان ثوری اور احمد و اسحق و عطاء و حسن و شعبی کہتے ہیں وہ ساس ہو جاویگی ۔ بلکہ اگر شہوت سے ہاتھ لگایا یا ستر خاص کو بنظر شہوت دیکھا تب بھی اس عورت کی ماں ساس ہو جاویگی اور یہ عورت بمنزلہ بیوی کے قرار پا کر اس کی بیٹی ربیبہ ہو جاویگی بعض کہتے ہیں کہ اگر کسی لڑکے سے اغلام کریگا تو اُس کی ماں سے نکاح کرنا ساس ہو کر حرام ہو جاویگا وفیہ ما فیہ ۔ ربائبکم جمع ربیبہ یعنی عورت کے پہلے خاوند سے بیٹی اور چونکہ ایسی لڑکیاں اپنی ماں کیساتھ رہتی ہیں اور دوسرے باپ کے ہاں پرورش پاتی ہیں اسلئے فی حجورکم کی قید واقعی بڑھائی جس کو بعض ناسمجھ پادری بیفائدہ کہکر قرآن پر اعتراض کرتے ہیں حجور جمع حجر بالکسر والضم جس کے معنی گود اور پرورش کے ہیں یہ لڑکیاں بھی جب حرام ہوتی ہیں کہ جب ان کی ماں سے نکاح کر کے صحبت کا اتفاق ہوا ہو عام ہے کہ اس لڑکی نے اس شخص کے ہاں پرورش پائی ہو ۔ یا نہیں مگر بعض نے حضرت علیؓ سے منقول کیا ہے کہ ایسی لڑکی سے نکاح درست ہے کیونکہ قید پرورش میں ہونیکی ہے اور جبکہ اسکی پرورش میں نہ تھی تو حرام نہیں جمہور اس کے خلاف ہیں اور قید کو احترازی نہیں کہتے اور اگر صحبت کا اتفاق نہیں ہوا تو بالاتفاق اُس لڑکی سے نکاح درست ہے وحلائل ابنائکم صلبی بیٹے کی بیوی اس میں پوتا بھی شریک ہے خواہ بیٹے نے نکاح کر کے صحبت کی ہو یا نہیں حلائل جمع حلیلہ بروزن فعیلہ بمعنی مفعول یعنی حلال کی گئی چونکہ بیوی حلال ہوتی ہے اسلئے اسکو حلیلہ کہتے ہیں اصلابکم کی قید سے مُنہ بولے بیٹے کی بیوی نکل گئی کیونکہ اس سے نکاح حرام نہیں وان تجمعوا دو بہنوں کا نکاح میں جمع کرنا حرام ہے اس میں بحکم حدیث عورت کی خالہ اور پھوپھی شریک ہے یعنی جس طرح دو بہنوں سے نکاح حرام ہے اسیطرح پھوپھی بھتیجی اور خالہ بھانجی کو بھی بلکہ ہر ذی رحم محرم سے مگر یمین میں جمع کرنا منع نہیں اپنی دو بہنوں کو جو لونڈیاں ہوں ایک ساتھ خریدنا مضائقہ نہیں مگر دونوں سے صحبت نہ کرے ۔ ان سب اقسام کے بعد پندرہویں ایک اور قسم حرام عورتوں کی وہ ہے والمحصنات من النساء احصان لغت میں منع کرنے کو کہتے ہیں اور چونکہ قلعہ غیر کو آنے سے منع کرتا ہے اس لئے اس کو حصن کہتے ہیں اعداسی لئے شہر پناہ والے شہر کو مدینہ حصینہ

ف [illegible]

ف محصنات

بولتے ہیں حصان بالکسر نر گھوڑا جو مالک کو قبضۂ دشمن سے روکتا ہے حصان بالفتح پارسا عورت جو اپنے ستر کو بدکاری سے روکتی ہے۔ قرآن میں لفظ احصان چند معنی کیلئے بولا گیا ہے (۱) حر یعنی آزاد مرد و عورت بر خلاف کسی کے غلام ہونے والذین یرمون المحصنات اے الحرائر (۲) پارسا محصنات غیر مسافحات (۳) خاوند والی عورت یہی والمحصنات من النساء اس صورت میں جمہور کے نزدیک آیت کے یہ معنی ہوئے کہ تم پر شوہر دار عورتیں بھی حرام ہیں الا ما ملکت ایمانکم مگر وہ شوہر دار عورتیں جو جہاد میں مقید ہو کر آویں اور ان کے شوہر ساتھ نہ ہوں جیسا کہ ابو حنیفہ کہتے ہیں یا ہوں جیسا کہ امام شافعی کہتے ہیں تب یہ عورتیں جو لونڈیاں ہو کر آئی ہیں جنکو ہاتھ کا مال کہا ہے ملکوں کیلئے حلال ہیں ایک حیض آنیکے بعد کس لئے کہ فرقہ کا نکاح اسی موقع میں فسخ ہوگا اور اس اسیری کا اثر بمنزلہ طلاق کے بلکہ اس سے بھی زیادہ واقع ہوگا اور ابو العالیہ اور عبیدہ سلیمانی اور طاؤس اور سعید بن جبیر اور عطاء اور حضرت عمرؓ کے نزدیک اس آیت کے یہ معنی ہیں کہ تم پر محصنات یعنی پارسا عورتیں حرام ہیں مگر جن کی عصمت بسبب نکاح یا ملک کے تمہارے قبضہ میں آ جاوے وہ حلال ہیں ان عورتوں کا بیان ختم کر کے جنسے نکاح حرام ہے فرماتا ہے و احل لکم ما وراء ذلکم کہ ان کے سوا اور عورتیں تم پر حلال ہیں مگر نہ مطلقاً کہ جس عورت سے ان عورتوں کے علاوہ جو چاہا کر لیا جاوے جیسا کہ اجنبی عورتوں سے زنا کر لیا جاتا ہے بلکہ چند شرطیں ہیں جنکے مجموعہ سے عرف میں نکاح ثابت ہوتا ہے اول ان تبتغوا باموالکم یعنی اپنے مال صرف کر کے انکو حاصل کرو اگرچہ ہر قوم میں شادی کے وقت مال صرف کرنا بالخصوص شائستہ ملکوں کا قدیم دستور ہے کہیں نکاح سے پیشتر کچھ ہدیہ جسکو چڑھاوا کہتے ہیں بھیجا جاتا ہے اور منگنی کے ایام میں بھی گہنا کپڑا برتن وغیرہ حسب دستور بھیجے جاتے ہیں تاکہ شوہر کی خواہش اور بیوی کا اعزاز ثابت ہو اور لوگوں میں یہ بات شہرت پا جاوے آشنائی اور خفیہ سازش نہ معلوم ہو۔ تاکہ کل کو اس کی اولاد کو عار و ننگ اور بیوی کے کنبہ کو ذلت کا باعث نہ ہو اور پھر اس میں اور اس کے کنبے میں محض اجنبیت نہ پائی جاوے جو تمدن کے بارہ میں زہر ہے عرب میں یہ دستور تھا کہ بوقت نکاح عورت کی خوشی اور عزت کیلئے اس کو کچھ نقد دیا جاتا تھا جس کو مہر کہتے ہیں اقل مرتبہ اس مہر کا امام ابو حنیفہ کے نزدیک دس درہم ہونے چاہئیں جو تخمیناً ساڑھے تین یا پونے چار روپیہ چہرہ شاہی ہوتے ہیں کیونکہ ابتغاء باموال فرمایا ہے اور اسکے کم مقدار کو ایسے موقع میں مال صرف کرنا نہیں کہتے اور اسلئے چور کے ہاتھ کاٹتے ہیں بھی جو مال کی چوری پر کٹتا ہے دس درہم معتبر ہیں امام شافعی کے نزدیک اقل مرتبہ کوئی حد نہیں خواہ ایک پیسہ ہو یا کچھ اور ہو بلکہ احادیث میں بعض عورتوں کا مہر تعلیم قرآن بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرار دیا تھا دوم محصنین کہ اس سے مقصود ان عورتوں کو پابند کرنا اور اپنی پاکدامنی مقصود رکھنا ہو غیر مسافحین نہ شہوت رانی مطلوب ہو سو یہ ساری باتیں گواہوں کے روبرو ایجاب و قبول سے ہوتی ہیں اور اسی کو عرف شرع میں نکاح کہتے ہیں خلاصہ یہ کہ محرمات کے علاوہ اور عورتیں نکاح کرنے سے حلال ہیں ورنہ وہ بھی حرام کس لئے کہ والمحصنت عطف امہات پر ہے اور حرمت علیکم المحصنات چونکہ مہر بسا اوقات وقت پر نقد نہیں دیا جاتا تھا بلکہ ذمہ پر واجب کر لیا جاتا تھا اور اس کو کچھ عرب واجب الادا خیال نہ کرتے تھے اسلئے اسکے بعد یہ بھی فرما دیا فما استمتعتم بہ منہن فآتوہن اجورہن استمتاع لغت میں نفع حاصل کرنا اور جس چیز سے نفع حاصل کیا جاتا ہے اسکو متاع کہتے ہیں پھر آیت کے معنی حسن اور مجاہد وغیرہما کے نزدیک یہ ہیں کہ جس چیز پر تم نے ان عورتوں سے نفع حاصل کیا ہے جماع اور عقد نکاح کر کے تو اس چیز کو کہ جو ان کا مہر ہے دیدو اجر اجر کی جمع ہے اور مہر چونکہ عورتوں کے منافع کا بدل ہے اس لئے اسکو اجر کہدیا اور کئی جگہ قرآن میں اجر بمعنی مہر آیا ہے از انجملہ یہ آیت ہے لا جناح علیکم ان تنکحوہن اذا آتیتموہن اجورہن اس ترکیب میں ضمیر میں عائد محذوف مانی جاویگی اور یوں بھی معنے ہو سکتے ہیں کہ ما بمعنی من لیا جاوے یعنی جن عورتوں سے تم نے نفع بطور جماع و عقد نکاح حاصل کیا ہے اُن کے مہر انکو دیدو۔ مگر

سلہ قید کی سلامتہ

جمہور کے نزدیک یہاں بھی نکاح مراد ہے اس کو اس لئے بیان کیا ہے کہ جب عورت سے نکاح کر کے صحبت کر چکے تو نفع اٹھالیا اس کا پورا مہر واجب ہو گیا ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ پہلی آیتوں میں نکاح مراد تھا اس آیت میں نکاح متعہ مراد ہے جو ابتداء اسلام میں کسی ضرورت سے جائز ہو گیا تھا پھر اس کو شریعت نے حرام کر دیا اور قرات ابی بن کعبؓ ابن عباس و سعید ابن جبیر کہ جس میں الیٰ اجل مسمیٰ آیا ہے اس کی موید ہے متعہ ایک قسم کا نکاح ہے جس میں مرد عورت کو کسی مقدار معین مال پر ایک مدت معین تک اپنے پاس رکھے اور ایجاب و قبول اس میں بھی شرط ہے پھر اس کو زنا یا بازی کہنا فضول ہے جمہور امت کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ نکاح منع خیبر اور فتح مکہ میں جائز ہوا تھا پھر اسکو نبی علیہ السلام نے ابداً حرام کر دیا جیسا کہ حضرت علیؓ سے منقول ہے کہ آنحضرتؐ نے خیبر کے روز گدھوں کے گوشت اور نکاح متعہ سے منع کر دیا یہ حدیث بخاری اور صحیح مسلم میں ہے اور بھی

احادیث اس قسم کی وارد ہیں علاوہ اسکے جبکہ یہ آیت نازل ہوئی والذین ہم لفروجہم حافظون الا علی ازواجہم او ما ملکت ایمانہم کہ سوائے بیوی اور لونڈی کے اور کوئی عورت درست نہیں تو پھر اسکے منسوخ ہونے میں کیا کلام ہے؟ کیونکہ متعہ والی عورت نہ بیوی ہے کیونکہ بیوی کو میراث ہے اسکو نہیں اور نہ لونڈی ہے اور بعض علماء متعہ کو بدستور جائز رکھتے ہیں جیسا کہ صحابہ میں سے ابن عباسؓ اور عمران ابن حصینؓ وہ کہتے ہیں کہ یہ عورت بھی بیوی ہے مگر اسکے لئے چند روزہ ہونے کی وجہ سے میراث نہیں ہے مگر ابن عباسؓ اسکو حالت اضطرار میں جائز سمجھتے تھے پھر آخیر میں رجوع کر لیا اور اس فریق کے بھی دلائل ہیں مگر وہ نہایت کمزور ہیں جنکو علماء اسلام نے رد کر دیا ہے فرقہ شیعہ بھی اسکے جواز کا قائل ہے اور حضرت علیؓ سے اس کا جواز منقول کرتے ہیں وہ دوسری بحث ہے یہ عورتیں جو شریعت نے حرام کی ہیں وہ ہیں کہ جنکی حرمت سلیم الطبع لوگوں میں فطری امر ہے مثلاً ماں کہ جس کا دودھ پیکر انسان اکثر پرورش پاتا ہے ایک ایسی عورت ہے کہ اگر کوئی شریعت یا پیغمبر بھی دنیا میں آکر منع نہ کرتا تو انسان کی طبیعت سلیمہ اسکی طرف جماع تو کیا خیال بد کی بھی اجازت نہ دیتی بلکہ بوقت ہیجان طبع ایسی عورتوں کا خیال بھی اس شعلہ شہوت کیلئے سرد پانی کا حکم رکھتا ہے اور یہ بات سب سلیم الطبع لوگوں میں یکساں ہے اسیطرح بہن بیٹی بھتیجی بھانجی خالہ پھوپھی کا حال ہے علاوہ اسکے اگر بغور دیکھئے تو صدہا قباحتیں بھی ہیں منجملہ ان کے طبعی قباحت یہ ہے کہ ہر وقت کے پاس رہنے اور انکے روبرو پرورش پانے سے نفس کو انکی طرف ہیجان نہیں ہوتا اگر انسے نکاح درست ہوتا تو بلاشک یہ جماع اسکو سخت مضرت پہنچاتا اور اولاد بھی نہایت کمزور ہوتی چنانچہ جیسا کہ جب اس قسم کی جفتی سے بچہ لیا جاتا ہے تو وہ نہایت کمزور ہوتا ہے اسکا تماشا حال نے بھی تجربہ کیا ہے تمدنی قباحت یہ ہے کہ اگر ان عورتوں سے نکاح درست ہوتا تو اول باپ بیٹے اور بھائیوں اور دیگر اقارب میں کہ جنکے اجتماع بغیر خانہ داری کا کوئی سامان ہی نہیں ہو سکتا اس محبت کے اختلاط سے کہ جو ان عورتوں کو اپنی پیاری بھائی بیٹی بھتیجی باپ سے ہے فطرتاً تہمت ہو کر بڑا فساد پھیلتا دوم جب انہیں پر پرستوں سے نکاح درست ہوتا تو حقوق زوجیت عمدہ طور پر قائم نہ ہوتے اور نہ صورت عام قیام پھر بیچاری عورت کیطرف سے کون مطالبہ کرنے کھڑا ہوتا روحانی قباحت یہ ہے کہ ملاء اعلیٰ کے لوگوں کو اس بہیمیت سے ایک نفرت خاص ہے جیسا کہ بدبو سے دماغ انسانی کو ہے پھر اس نفرت کا اثر اسکی روح تک اسطرح سرایت کرتا ہے کہ جسطرح اجرام علویہ آفتاب ماہتاب کا اثر زمین کے نباتات پر جس سے اسکی روح پر ایک ظلمت سی چھا جاتی ہے جو بعد مردن اس کیلئے عذاب الیم اور نار جہیم کا مزہ دکھاتا ہے۔ رہیں اور سات عورتیں انمیں سے دودھ کی ماں اور بہن میں تو یہی قباحت ہے جو حقیقی میں ہے رہی ساس سالی جو بیوی کی بیٹی باپ کی منکوحہ سو اگر انکے پاس لوگ نہ آویں جاویں تو خانہ داری میں فرق آتا ہے اور بیوی بمنزلہ قیدی کے ہو جاتی ہے اور اس صورت میں نکاح گر جائز ہو تو طمع لگانے کا موقع ملتا اور پھر باپ بیٹے ماں بیٹی بہنوں میں رقابت سے وہ فساد پیدا ہوتا کہ جو بیان سے باہر ہے اور نیز باہمی حقوق

وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ

اور جس کو تم میں سے (اس بات کا) مقدور نہ ہو کہ وہ آزاد مسلمان عورتوں سے نکاح کر سکے تو تم تمہارے قبضہ میں مسلمان لونڈیاں ہوں (ان) سے ہی نکاح کر لے)

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِكُمْ بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ

اور اللہ تمہارے ایمان سے خوب واقف ہے تم آپس میں ایک ہو سو ان سے ان کے مالکوں کی اجازت سے نکاح کرو اور انکو ان کے مہر دستور کے موافق دو بشرطیکہ

مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ فَاِذَآ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ

(نکاح) بیوی میں بنانے کیلئے ہو نہ کہ شہوت رانی کیلئے اور نہ مخفی آشنائی کیلئے پھر جب وہ نکاح میں آجائیں (اور نکاح میں آگئے پیچھے) پھر اگر وہ زنا کریں تو جو

مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ وَاَنْ تَصْبِرُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

سزا ان پر ہے یہ (لونڈیوں سے نکاح کی اجازت) اس کیلئے ہے کہ جو تم میں گناہ کر بیٹھنے کا اندیشہ رکھتا ہو اور جو صبر کرو تو تمہارے لئے بہتر ہے اور اللہ معاف کرنے والا مہربان ہے

تلف ہو جاتے۔ اسلئے خدا نے انبیاء کی معرفت ان کو حرام کیا اور جو پھر کوئی مرتکب ہو تو اسی کے لئے دنیا و آخرت میں حکم صدولی کی سزا معین کی اس پر بھی ملحدوں کا یہ کہنا کہ ماں اور بیوی میں کچھ بھی فرق نہیں صرف رسم و رواج مانع ہے اور مصلحت کیلئے دینی رفارمروں نے منع کر دیا ہے اور نہ عذاب و ثواب کچھ نہیں) سخت بیوقوفی ہے بعد اس کے مہر کی بابت یہ بھی رخصت دیدی کہ مہر مقرر ہونے کے بعد باہمی رضامندی سے اسکو کم زیادہ بھی کر سکتے ہو خواہ بالکل عورت معاف کر دے تو جائز ہے ان سب امور کی حکمت کی طرف ان اللہ کان علیما حکیما میں اشارہ فرما دیا آزاد عورتوں سے نکاح کرنے میں مہر بھی زیادہ دینا ہوتا ہے اور مصارف بھی زیادہ ہوتے ہیں اور تجرد بھی ایک مصیبت ہے زنا کا دروازہ بند کر دیا گیا ہے اس لئے لونڈیوں چھوکریوں سے نکاح کی اجازت دی

ترکیب ومن لم یستطع شرط فمن ما ملکت جواب طولا مفعول یستطع ان ینکح منصوب ہے طولا کی وجہ سے محصنات حال ہے ضمیر ہن سے ولا متخذات الخ معطوف ہے محصنات پر اخدان جمع خدن مثل عدل و اعدال یعنی پوشیدہ آشنائی فاذا الخ شرط فان اتین شرط و جزا کا مجموعہ جواب ان تصبروا مبتدا خیر لکم خبر۔

تفسیر قال الخ ومن لم یستطع الخ کہ جس کو آزاد مسلمان عورتوں سے نکاح کرنیکا مقدور نہ ہو تو کسی مسلمان لونڈی سے نکاح کرلے بشرطیکہ وہ محصنہ ہو یعنی پاکدامن ہو زانیہ اور پردہ آشنائی کرنے والی نہ ہو وہ مگر یہ نکاح اُن کے مسلمان لونڈی سے اُن کے مالک کی اجازت سے کرلے کیونکہ خدا کو تمہارے ایمان اور دلی حالات معلوم ہیں اور اس میں کوئی عار بھی نہیں کس لئے کہ بنی آدم بلحاظ نسل کے یکساں ہیں لونڈی ہونا عارضی بات ہے اور جو کچھ قدر قلیل دستور اور رواج کے موافق اُن کے مہر و مصارف ہوں دیتے رہو نہ کہ ان کے مصارف کا بار مالکوں ہی پر ڈالدو اور نہ یہ کہ اُن سے نکاح نہ کرو مخفی آشنائی کرکے شہوت رانی کرو۔

فوائد (۱) ومن لم یستطع منکم طولا طول تونگری اور فراخی اور بالضم فقد قصر ہے یعنی ابن عباس اور مجاہد اور سعید بن جبیر اور سدی اور ابو زید وغیرہم نے لئے ہیں اور قتادہ اور نخعی اور ثوری کے نزدیک صبر مراد ہے من لم یستطع کی شرط سے بطور مفہوم مخالف امام شافعی نے یہ بات نکالی ہے کہ لونڈیوں کا نکاح درست ہے جبکہ اسکو حرہ سے نکاح کرنیکی قدرت نہ ہو ورنہ نہیں اور مومنات کی قید سے یہ بات ثابت کی ہے کہ کافرہ لونڈی ہو خواہ اہل کتاب ہی کیوں نہ ہو نکاح درست نہیں امام ابو حنیفہ کہتے ہیں یہ شرط وجودی بات کیلئے ہے نہ کہ عدمی کیلئے اور مومنات کی قید بطور فضیلت کے ہے یعنی افضل یہی ہے ورنہ جب نکاح حرہ کتابیہ ہو سکتا ہے تو لونڈی کتابیہ سے کیوں نہیں ہو سکتا؟ من فتیاتکم یعنی اہل اسلام کی لونڈی سے نکاح کرو نہ یہ کہ خود اپنی لونڈی سے کیونکہ اس سے نکاح کی کیا ضرورت ہے؟ آتوہن اجورہن لونڈی کو مہر دینا اس کے مالک کو دینا ہے کیونکہ اس کی ہر ایک جائز آمدنی کا وہی مالک ہے پھر ان دونوں باتوں میں تعارض ثابت کرکے قرآن پر اعتراض کرنا نادانی ہے اور امام مالک ظاہر الفاظ سے استدلال کرکے مہر کو خاص لونڈی کا ہی حق بتلاتے ہیں (۲) فاذا احصن یعنی جبکہ نکاح میں آجائیں اور پھر زنا کریں تو جو حرہ کی زنا میں سزا ہے اس کی نصف لونڈی کی ہے حرہ پر سو درے ہیں تو لونڈی پر پچاس درے اور رجم چونکہ تنصیف کے قابل نہیں اسلئے لونڈی پر رجم نہیں اور یہی غلام کا حکم ہے اور یہ اسلئے کہ بسبب خدمتگاری کے اسکو باہر جانا مردوں سے اختلاط کرنا پڑتا ہے اسلئے محفوظ رہنا بہ نسبت حرہ کے مشکل ہے اور نیز سزا بقدر نعمت ہوتی ہے فاذا کی شرط کو بعض

یہ لکھا ہے کہ اگر لونڈی نکاح میں نہ آئی ہو اور پھر زنا کرے تو اس پر حد نہیں، رجم نہ کی جائے گی۔ ہاں تعزیر ہوگی چنانچہ طاؤس اور سعید اور ابو عبید اور داؤد ظاہری کا یہی مذہب ہے

يُرِيدُ اللَّهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ وَيَتُوبَ عَلَيْكُمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ

اللہ (یہ) چاہتا ہے کہ جو (نیک لوگ) تم سے پہلے ہو گزرے ہیں ان کا طریقہ تم کو بتلائے اور ان کے رستے پر تمکو چلائے اور تم پر مہربانی کرے اور اللہ

حَكِيمٌ ۝ وَاللَّهُ يُرِيدُ أَن يَتُوبَ عَلَيْكُمْ وَيُرِيدُ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الشَّهَوَاتِ أَن

خبردار حکمت والا ہے اور اللہ تو تم پر مہربانی کرنا چاہتا ہے اور جو شہوت کے بندے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ تم سیدھے رستے سے) بہت دور جا

تَمِيلُوا مَيْلًا عَظِيمًا ۝ يُرِيدُ اللَّهُ أَن يُخَفِّفَ عَنكُمْ ۚ وَخُلِقَ الْإِنسَانُ ضَعِيفًا ۝

پڑو (اور) اللہ چاہتا ہے کہ تم سے تخفیف کر دے (کیونکہ) انسان ضعیف پیدا کیا گیا ہے۔

ترکیب یرید کا مفعول ذلک محذوف لیبین کا لام یرید سے متعلق ہے اور ممکن ہے کہ لام زائدہ ہو تقدیرہ یریدان یبین یرید الذین یتبعون معطوف ہے واللہ ان یرید ان یتوب پر ضعیفا حال ہے انسان سے اور بعض کہتے ہیں تمیز ہے وفیہ مافیہ۔ تفسیر لونڈیوں سے نکاح کی اجازت کے بعد یہ بھی فرما دیا تھا کہ یہ اسکے لئے ہے کہ جسکو حرامکاری میں گرفتار ہونیکا ڈر ہو ورنہ صبر کرنا بہتر ہے کیونکہ لونڈیوں کی عادتیں اچھی نہیں ہوتیں اسکے بعد یہ بتلاتا ہے کہ یہ احکام اور نصائح ہم تمہارے فائدہ کیلئے بیان کرتے ہیں تاکہ تم صالحین امم سابقین کے طریقہ پر چل کر مقصود تک پہنچو ویتوب علیکم سے یہی مراد ہے اور جو تمہیں کہیں شبہ ہو کہ فلاں چیز کو کیوں حلال کیا فلاں کو کیوں حرام کیا اور اس کی حکمت تمہاری سمجھ میں نہ آوے تو تم وسوسۂ شیطانی میں نہ پڑو بلکہ یہ خیال کر لو کہ اللہ علیم ہے ہر چیز کی ابتدا و انتہا اسکو معلوم ہے اور نیز حکیم ہے ہر امر میں مزید حکمت مرعی رکھتا ہے پھر جو اس نے حکم دیا ہے اس میں ضرور کچھ نہ کچھ حکمت ہے خدا تعالیٰ احکام کے بیان کرنے اور زنا سے بچنے کیلئے رستہ نیک بتانے میں تم پر مہربانی کر رہا ہے اور شہوات و لذات کے فریفتہ یہ چاہتے ہیں کہ تم کو راہ راست سے بہت ہی دور لیجا کر ڈالدیں کیونکہ مجوسی یہودی عیسائی مشرکین فرقوں میں بڑی آزادی ہے خدا تمہارے لئے آسانی کرنا چاہتا ہے کیونکہ انسان جبلی طور پر خواہش کے ساتھ مقابلہ کرنے میں نہایت کمزور ہے بہت لوگ دیو شہوت کے مقابلہ میں ذرا بھی نہیں ٹھہر سکتے انسان کیلئے جس طرح نہایت بے مہار ہو کر لذات و شہوات میں آزادانہ کامرانی کرنا بلا قید حلال و حرام و پاک و ناپاک بہائم جیسی زندگی ہے جو کمالات روحانیہ کو محروم رکھتی ہے جیسا کہ یورپ کی قوموں میں یہ لوسی بلا ہے سب پھیلا ہے اسی طرح مباح اور جائز اشیاء کو بھی از خود اپنے اوپر حرام کر کے معیشت کے دائرہ کو تنگ کر لینا ہے جیسا کہ ہنود کیں برہمنوں نے کر رکھا ہے اور ان کے ہاں چچا ماموں خالہ پھوپھی کی بیٹی سے نکاح ممنوع غیر کے ہاتھ لگ جانے سے انکا کھانا پینا ناپاک بغیر نہائے خونی سردی ہو یا گرمی جنابت ہو یا نہ ہو کھانا پینا ممنوع وغیرہ دنیا میں تو میت کو بربلا کر خیالی چیز ہے یہ کام حضرات انبیاء کا ہے ہر چیز کی حلت و حرمت کا نتیجہ روحانی بلکہ جسمانی وہی خوب سمجھ سکتے ہیں جن قوموں نے یہ کام اوروں کے سپرد کیا وہ گمراہ ہو گئیں اسلام نے یہ خدمت حضرات انبیاء بالخصوص خاتم المرسلین علیہ السلام کیساتھ مخصوص رکھی اسلئے وہ اس افراط و تفریط سے محفوظ ہے جس میں ہر قسم سے انسان کیلئے سہولت بھی ملحوظ رکھی ہے مگر اور قومیں مسلمانوں کو بھی اپنے رستے پر لیجانیکی کوشش کرتی ہیں جو مسلمان اس طریقہ انبیاء کو چھوڑ کر جسقدر ان کے طریقہ کو اختیار کریگا اسیقدر گمراہی میں پڑ کر راہ راست سے دور جا پڑیگا اور ایسا ہی واقعہ ہوا بھی ہے جن لوگوں پر افراط کی ہوا لگی وہ یورپ کی قوموں کی طرح بیقدر ہو گئے یہانتک کہ فرائض کو چھوڑ بیٹھے اور جن پر ہنود کا اثر پڑا ان میں ہزاروں رسوم بیجا پیدا ہو گئیں نسدہ شدہ انکو مذہبی قوانین بھی اسی رنگ میں رنگین ہو گئے بلکہ جسطرح وہ اپنے بزرگوں کی پرستش کرتے ہیں یہ بھی اپنے بزرگوں کی پرستش کرنے لگے تعزیہ پرستی قبر پرستی فال اور شگون کی پابندی ان میں پیدا ہو گئی آیت کے الفاظ میں دونوں فرقوں میں اہل افراط و تفریط کیطرف اور درمیانی رستہ کیطرف کس خوبی سے اشارہ ہے درمیانی رستہ کی طرف تو یرید اللہ لیبین لکم ویہدیکم سنن الذین من قبلکم (اے طریق الانبیاء السابقین) میں اشارہ ہے اور افراط کی طرف ویرید الذین یتبعون الشہوات ان تمیلوا میلا عظیما میں اشارہ ہے اور دراصل یہ آزادی بہت ہی دور لیجا کر ڈال دیتی ہے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ وَلَا تَقْتُلُوْٓا

مسلمانو (تم) آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھا جایا کرو ہاں اگر آپس کی رضامندی سے سودا ہو تو کچھ مضائقہ نہیں اور نہ آپس میں خونریزی کیا کرو۔

اَنْفُسَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ۝ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا وَكَانَ ذٰلِكَ

(بیشک) خدا (تم پر بڑا) مہربان ہے اور جو کوئی یہ کام سرکشی اور ظالم بن کر کرے گا سو ہم عنقریب اس کو آگ میں ڈال دیں گے۔ اور یہ بات اللہ

عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ۝ اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا ۝

پر (بہت) آسان ہے۔ اگر تم ممنوعات میں سے بڑے بڑے گناہوں سے پرہیز کرو گے تو ہم تمہارے گناہ (صغائر) دور کر دیں گے اور علاوہ اس کے تم کو عزت کے مقام میں داخل کریں گے

اور تفریط کی طرف یرید اللہ ان یخفف عنکم میں اشارہ ہے کہ انہوں نے تو رستہ دشواری اور مشکل کر دیا خدا آسانی کرنا چاہتا ہے وخلق الانسان ضعیفا اس کی علت ہے کہ انسان ایسی دشواری کا متحمل ہونے میں ضعیف ہے۔

ترکیب بینکم ثابت سے متعلق ہو کر حال ہوا اموال سے بالباطل لاتاکلوا سے متعلق ہے الا استثنا منقطع تکون کا اسم ضمیر جو اموال کی طرف پھرتی ہے تجارت خبر بعض نے کان تامہ قرار دیکر تجارۃ کو بالرفع بھی پڑھا ہے عن تراض موصوف منکم صفت مجموعہ تجارت کی صفت ومن یفعل مرفوع بالابتدا فسوف الخ خبر مدخلا بالضم مصدر و بالفتح ظرف۔

تفسیر جبکہ عورتوں کے متعلق نکاح کے احکام بیان کئے گئے اور مصارف مہر کے ادا کرنے کی تاکید فرمائی گئی تو اسکے بعد جو بعض کج اخلاقی اور جور وستم کی بدرگی سے بری نتائج پیدا ہوتے ہیں انکی اصلاح فرماتا ہے کہ تم باہم اپنے مال مکر وفریب کے طور پر نہ کھا جایا کرو نہ بیوی میاں کے مال میں ایسا کرے نہ میاں بیوی کے مال میں ایسا کرے ہاں باہم رضامندی سے تجارت ہو تو کچھ مضائقہ نہیں اور نہ میاں کسی بات پر ناراض ہو کر یا کسی طمع فاسد سے یا کسی بدگمانی سے بیوی کو قتل کر دیا کرے نہ بیوی کہ میاں کا مال لینے کیوجہ سے یا کسی اور شخص سے نکاح کرنے کے لئے میاں کو زہر دے یا کسی اور ترکیب سے قتل کرے اور جو ایسا کریگا تو اس کی سزا جہنم ہے اور خدا کو تم سے محبت اور مہربانی ہے کسی محبوب چیز کو قتل کرنا برا ہے یا یوں کہو نکاح میں مالکانہ صرف تھا اس کیساتھ اور ناجائز تصرفات کا منع کرنا بھی مناسب ہوا اپنے مالوں کو باطل طور سے نہ کھاؤ اس میں اپنا لغو اتلاف مال بھی آگیا اس میں اسراف اور طرح طرح کی فضول خرچی کرنا جو عموماً شادی بیاہوں میں ہوتی ہیں باطل طور سے کھانا ہے جو انجام کار اپنے آپ کو ہلاک کرنا ہے لاتقتلوا انفسکم اسکی طرف اشارہ کرتا ہے اور اس میں غیر کا مال بھی آگیا کیونکہ برادران دینی یا تمام بنی آدم بمنزلہ نفس واحد کے ہیں ان کا مال باطل طور سے کھانا یہ ہے کہ چوری قزاقی غصب رشوت سے یا انکار حق کر کے یا کسی فریب دیگر کسی کا مال کھایا جاوے غرض اس میں سب ناجائز طریقے مراد ہیں سوائے اسکے کہ وہاں تجارت کا کچھ مضائقہ نہیں خواہ اس میں بائع کو فائدہ مشتری کو نقصان ہو یا بالعکس یا نہ ہو۔ اور جو کوئی ایسا کرتا ہے گو اپنے بھائی کو قتل کرتا ہے لاتقتلوا انفسکم بھی عام ہے خودکشی کرنا جیسا کہ رنج کی حالت میں اکثر نادان قتل کرتے ہیں یا بہ نیت تقرب کسی دریا میں ڈوب مرنا یا آگ میں جل مرنا یا برف میں دب جانا جیسا کہ ہنود کرتے ہیں اس میں شامل ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو کوئی اپنے آپ کو قتل کریگا اسی چیز سے اس کو حشر تک اس عالم میں عذاب دیا جاویگا اور اس میں غیر کا قتل کرنا بھی مراد ہے کیونکہ سب بنی آدم بمنزلہ نفس واحد ہیں سو یہ بھی حرام ہے اول تو اس فعل سے اسطور منع فرماتا ہے کہ اللہ کی تم پر مہربانی ہے انسان مظہر اسرار اور ربانی ہے اور یہ مخلوق اسی کی عیال ہے اس کو اپنی ہر ایک بنا پر رحمت کمال ہے جس طرح کہ ماں باپ کو اپنے بال بچوں پر ہوتی ہے پھر دیکھو ان کا قتل کرنا یا ناجائز طور سے مال کھا جانا ماں باپ کو کہ جن کا تعلق خالق مخلوقیت کا نہیں کس قدر برا معلوم ہوتا ہے اور یہ بھی اشارہ ہے کہ ہم نے تمہاری توبہ بنی اسرائیل کی طرح قتل نفس مقرر نہیں کی کیونکہ ہم تم پر مہربان ہیں اسکے بعد اس کی سزا سنا کر ڈراتا ہے کہ ایسے کیلئے جہنم ہے عدوانا وظلما سے اسطرف اشارہ ہے کہ قصاص وغیرہ حقوق میں قتل مباح ہے اس گناہ کے بعد توبہ کی رغبت دلاتا ہے کہ اگر تم گناہ کبائر سے بچتے رہو گے تو ہم تمہارے چھوٹے گناہ معاف کر دیں گے خواہ صغائر ہوں خواہ کبائر بشرطیکہ حقوق عباد نہ ہوں یا صغائر کو معاف کر دیں گے کبائر شرک کرنا قتل کرنا چوری کرنا زنا کرنا سحر کرنا ماں باپ کی نافرمانی کرنا وغیرہ جن کی تشریح احادیث

ف۱ احکام کے بعد معاملات جو برے نتائج پیدا ہو جاتے ہیں دغا فریب سے مال اور کسی کی بیوی پر دست تطاول دراز کرنا جس کا آخری نتیجہ ملامت اور آخر قتل تک نوبت پہنچتی ہے اس انجام کی خرابی جتا کر ان آیات میں کون بیہودہ آمیز الفاظ سے رد کیا جاتا ہے ۔۔۔ حالانکہ وہ عیال اطفال سب سے پاک ہے لم یلد ولم یولد منہ

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ؕ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ

اور جس چیز میں سے خدا نے تم میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے اس کی ہوس نہ کیا کرو مردوں کو اپنی کمائی کا حصہ ہے اور عورتوں کو اپنی کمائی کا حصہ

مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ؕ وَاسْئَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمًا ۝ وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِیَ

اور اللہ سے اس کا فضل مانگا کرو بیشک اللہ ہر ایک چیز جانتا ہے اور ہم نے ماں باپ اور اقارب کے ترکہ میں ہر ایک کیلئے

مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ؕ وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِيْدًا ۝

٥ ع ٨ ٣

وارث بنا دیئے ہیں اور جن سے تم نے عہد باندھ لیا ہے انکو بھی ان کا حصہ دیدیا کرو بیشک اللہ کے روبرو ہر چیز حاضر ہے

میں موجود ہے کبار سے بچنے کی یوں قید لگائی کہ کبائر صغائر سب سے بچنا بجز خاصان خدا ہر ایک کا کام نہیں۔

ترکیب ما بمعنی الذی یا نکرہ موصوفہ اور عائدہ بہ میں ضمیر ہے بعضکم مفعول ہے فضل کا نصیب مبتدا للرجال خبر مقدم مما کان نصیب سے متعلق ہو د لکل کا مضاف الیہ محذوف ای لکل احد جعل کا مفعول اول ہے ای جمع مولی ہے اور ثانی لکل ای جعلنا وارثا لکل احد مما ترک قوال محذوف کی صفت ہے ای من مال ترکہ الوالدان یا متعلق ہے یرثون محذوف سے والذین عقدت الخ مبتدا فاتوہم خبر جملہ کا عطف کلام سابق پر ہے

تفسیر پہلی آیت میں قتل کرنے اور ناحق کسی کے مال کھانے سے منع فرمایا تھا اور عجب لطف کیساتھ ممانعت کی تھی اب یہاں نفوس کی اصلاح اور اس قتل و ناحق مال خوری کے مادہ کو کہ جو اکثر حسد و رشک ہی قطع کرتا ہے کیونکہ بیشتر انسان جب کسی کے مال کیطرف یا اسکو رتبہ و منصب خداداد کی طرف دیکھتا ہے تو اپنے آپ کو کم پایہ جانکر اسکے دل میں لالچ اور حسد کا شعلہ بھڑکتا ہے جو اسکو اسکے قتل کرنے یا مال لینے پر آمادہ کرکے دنیا و آخرت کی سعادت سے محروم کر دیا کرتا ہے اسلئے اس مرض کی دوا تعلیم فرماتا ہے کہ تم ہر ایک فضیلت و منصب مختلفہ کی دل میں خالی ہوس نہ کیا کرو جو ہر وقت سوخت و گداز اور غمگینی اور خدائی ناشکری کا باعث ہو جاتی ہے اور انجام کار حسد و لالچ پیدا کرکے قتل اور ناحق مال لینے وغیرہ فسادات میں مبتلا کر دیتی ہے بلکہ رضاء الٰہی و قسمت ازلی پر راضی و شاکر ہو کر اس سے اسکی عنایت و فضل کا سوال کیا کرو وہ دیگا اور یہ جان لو کہ ہر مرد و عورت کو اس کی جو کچھ تقدیر میں ہے وہی ملتا ہے اور ہر ایک کو جو خدا نے ویسا مال و نعمت نہیں دیا تو اس میں مصلحت و حکمت ہے جسکو وہی جانتا ہے بکل شیء علیما۔ واضح ہو کہ جب انسان کسی کو مال و نعمت و اولاد میں اپنے سے فائق دیکھتا ہے تو اسکے لئے دو باتیں پیدا ہوتی ہیں یا تو یہ کہ اس کی نعمت کا زوال چاہتا ہے اسکو حسد کہتے ہیں سو یہ حرام ہے کیونکہ یہ تمام فسادات قطع محبت و مودت کی جڑ ہونیکے علاوہ خود اس کیلئے بھی ہر وقت جلنے کا باعث ہوتا ہے یا یہ کہ زوال تو نہیں چاہتا مگر ویسا اپنے لئے بھی چاہتا ہے اس کو غبطہ کہتے ہیں گرچہ یہ حرام نہیں مگر انجام کار ایسی آرزوؤں کا دل میں رکھنا بھی خدا سے ناراضی اور ناشکری اور دنیا میں ہر وقت قلق و اضطراب کا باعث ہو جاتا ہے کیونکہ وہ کون ہے کہ جس کی تمام آرزوئیں حاصل ہو گئی ہیں ع۔ بلکہ ہی بسا آرزو کہ خاک شدہ اسلئے کسی عارف نے نفس کو ان باتوں میں ہر وقت خدا سے لڑائی اور ناراضی کرتے دیکھکر یہ کہا ہے

سر مدگلہ اختصار میباید کرد ✣ یک کار ازیں دو کار میباید کرد ✣ یا تن برضائے دوست میباید داد ✣ یا قطع نظر یار میباید کرد۔

احادیث میں بھی ایسے مضامین بکثرت ہیں اسلئے ان سب رنجوں سے نجات پانیکے لئے یہ فرما دیا ولا تتمنوا یا یوں کہو میراث کے بارے میں لوگوں کو خدا نے کم زیادہ حسب مصلحت حصہ مقرر کئے تھے اس پر کم حصے والے کہتے تھے کہ ہم کو کم کیوں دیا بلکہ مجاہد نے روایت کیا ہے کہ ام سلمہ نے حضرت سے عرض کیا کہ ہم سے مردوں کو دو چند میراث دلائی کاش ہم پیدا ہی نہ ہوتیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی پھر اس کے بعد فرمایا کہ ہر میت کے لئے ہمنے اسکے وارث موالی مقرر کئے ہیں اس کی مصلحت ہم خوب جانتے ہیں یا یوں کہو کہ عورت و مرد کے حقوق بیان فرما کر مردوں کو فضیلت دی تھی جس سے عورتوں کے دل میں مساوات کی آرزو پیدا ہونا ممکن تھا اس لئے اس خیال سے روک دیا کیونکہ ایک کو دوسرے پر برتری نہو تو انتظام عالم درہم برہم ہو جائے سوا اس کے جمع مولی جسکے معنی آزاد کرنیوالے اور آزاد کئے گئے کے ہیں

[1] ابتداء اسلام میں لوگ خویش و اقارب چھوڑ کر مدینہ میں آ رہے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین کا آپس میں رشتہ قائم کر دیا تھا یہ بھائی کا بھائی ہے ایک دوسرے کا وارث ہوتا تھا جب آیت میراث اتری تو یہ حکم جاتا رہا۔ جس سے جو اصلی وارث تھے وہی میراث کے مستحق ٹھہرائے گئے مگر ان لوگوں کے لئے بھی عہد کے موافق سلوک کرنے کا۔

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ؕ فَالصّٰلِحٰتُ

مرد عورتوں پر اس لئے حاکم ہیں کہ خدا نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اور اس لئے بھی کہ وہ اپنا مال صرف کرتے ہیں پھر جو نیک بیویاں ہیں وہ تو خدا کی

قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَیْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ؕ وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ

فرمانبردار اور مرد کی تابعدار ہیں اور اس کے غائبانہ ہر چیز کی حفاظت کیا کرتی ہیں اور جن عورتوں کی نافرمانی کا ڈر ہو تو (اول مرتبہ) انکو سمجھا دیا کرو اور پھر انکے

وَاضْرِبُوْهُنَّ ۚ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَیْهِنَّ سَبِیْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیًّا كَبِیْرًا ۝ وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَیْنِهِمَا

اور اگر پھر بھی نہ سمجھیں تو انکو مارو پھر اگر وہ تمہاری اطاعت کرنے لگیں تو تم بھی ان پر کوئی حیلہ نہ ڈھونڈو کیونکہ اللہ (سب سے) بڑا بالادست ہے اور اگر تم کو میاں بی بی

فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ یُّرِیْدَآ اِصْلَاحًا یُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَیْنَهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیْمًا خَبِیْرًا ۝

ایک منصف مرد کے کنبہ کا اور ایک منصف عورت کے کنبہ کا مقرر کر دو اگر یہ دونوں منصف اصلاح کرانا چاہیں تو اللہ میل ملاپ میں موافقت کرا دیگا بیشک اللہ جانتا اور خبر رکھتا ہے۔

اور حلیف اور ابن عم اور عصبہ کو بھی کہتے ہیں یہاں عصبات مراد ہیں یا عموماً وارث والذین عقدت الخ اسلام میں پہلے جن میں بھائی چارہ ہو جاتا تھا وہی وارث ہوتے تھے پھر جبکہ آیات میراث نازل ہوئیں تو اقارب کیلئے میراث رہ گئی اور بھائی چارہ والے لوگوں کو کہ جن سے عقد ایمان یعنی باہم اہم قسمی ہوگئی کچھ بھی نہیں دیتے تھے اس لئے یہاں تو بطور صلہ محبت ان کیلئے دینا فرمایا کہ جو ان کی تقدیر میں ہے وہ دیدو (نصیبہم کے یہ معنی ہیں) یا در صورت نہ ہونے اقارب کے وہ وارث ہیں۔

ترکیب الرجال مبتدا قوامون خبر علی النساء متعلق ہے قوامون سے بما بھی اسی کے ہے وبما انفقوا کا ما مصدریہ ہے۔ فالصلحت مبتدا قانتات خبر بما حفظ کا ما بمعنی الذی اور نکرہ موصوفہ بھی ہو سکتا ہے دونوں صورتوں میں عائد محذوف ہوگا اور مصدریہ بھی ہو سکتا ہے والتی الخ مبتدا فعظوھن خبر فی المضاجع واہجروھن کا ظرف بھی ہو سکتا ہے ای اترکوا مضاجعہن دون مکانہن اور بمعنی سبب بھی ہو سکتا ہے یعنی جدائی کسبب ساتھ سلانے کے کرو۔

تفسیر پہلے فرمایا تھا کہ ہم نے میراث میں عورتوں پر مردوں کو فضیلت دی ہے اس جگہ اس فضیلت کو بیان فرماتا ہے کہ وہ کس بات میں ہے؟ فرماتا ہے اس بات میں کہ مرد عورتوں کے سرپرست اور کارکن ہیں اور نیز یہ مہر اور نان و نفقہ میں نیز اپنا مال صرف کرتے ہیں قوامون جمع قوام ہے یہ مبالغہ ہے قیام فی الامر کیلئے کہتے ہیں ہذا قیم المرأۃ وقوامہا کہ یہ شخص عورت کا سرپرست اور کارگزار ہے یعنی اس کا کاروبار اور اسکی حفاظت کرتا ہے۔ مرد کو عورت پر دو قسم کی فضیلتیں ہیں ایک ذاتی کہ جو مرد کی ذات میں خدا تعالیٰ نے پیدا کی ہے کیونکہ انسان کو تمام کائنات پر فخر ہے تو صرف قوت نظریہ اور قوت عملیہ کیوجہ سے ہے چونکہ عورتوں کی سرشت میں مردوں کی نسبت تضاد قدرتی برودت رکھی ہے اور مردوں میں حرارت جو اسکو ادراکات اور عجائب علوم و فنون حاصل کرنیکا آلہ ہے سواس میں بھی مرد عورتوں سے بڑھے ہوئے ہیں اور اعمال شاقہ اور غیرت و شجاعت وغیرہ مردانگی کے اوصاف کا بھی سرچشمہ یہی قوت و حرارت ہے اس میں بھی مردوں کو فوقیت ہے اسلئے آپ تاریخوں کو کھول کر دیکھ جائیے انبیاء اور اولوالعزم اور حکماء باکمال اور شاہان باعزو شان اور دیگر کاملین کی فہرست میں بجز مردوں کے آپکو اور کوئی نظر نہ آئیگا الا شاذ و نادر اور نیز قدرتی طور پر مرد اور عورت کی بناوٹ سے مرد کی فوقیت کا ثبوت دے رہی ہے اس فضیلت کیطرف الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللہ بعضہم علی بعض میں اشارہ ہے دوسری فضیلت عرضی ہے وہ یہ کہ عورت چونکہ وسائل معاش میں بھی قاصر ہے اور نیز اس میں ایک خلق محبوبیت ہے جو اسکو مرد پر ناز اور طلب کیطرف برانگیختہ کیا کرتی ہے اسلئے اسکے تمام مصارف روٹی کپڑا بلکہ مہر وغیرہ سب مرد کے ذمہ ہیں لہذا وہی وقتاً فوقتاً اسکو اپنی کمائی سے شاد و خرم رکھتا ہے یہ اس کی دست نگر رہتی ہے یہ اسکا آقا و ولی النعمۃ ہے اس فضیلت کیطرف وبما انفقوا من اموالہم میں اشارہ ہے ان وجوہ سے مرد کو حکمہ قضاء و قدرے سرداری کی مند ملی ہے ابن عباسؓ نے اس آیت کی شان نزول میں یوں فرمایا ہے کہ محمد ابن مسلمہ کی بیٹی کو کسی بات پر

لے یعنی اقل زمی سے سمجھا دینا چاہئے اس پر نہ مانیں تو بے التفاتی کر دسا تھ سونا چھوڑ دو اگر کوئی دیکھے اس پر بھی نہ مانے تو ہاتھ سے دھول دھپا کر کے سیدھا کر دو

خفا ہو کر اُس کے میاں سعد بن الربیع انصاری نے ایسا طمانچہ مارا کہ اسکے مُنہ پر نشان پڑ گیا وہ بیوی فریادی آنحضرت کے پاس
آ کر معاوضہ کی طالب ہوئیں آنحضرت نے اس میں وحی کا انتظار کیا تو یہ آیت نازل ہوئی جس میں فضائل مرد کے بعد اسطرف اشارہ
ہے کہ مرد سردار ہے ایسی باتوں میں اُس سے برابری کرنا نہیں چاہیے ان صفات سے امام مالک شافعی وغیرہم نے یہ بات نکالی کہ اگر مرد نان
نفقہ سے عاجز ہو جاوے تو نکاح فسخ کر دیا جاوے اسکے بعد خدا تعالیٰ عورتوں کو فرمانبرداری اور نیک رہنے کی ترغیب عجب لطف کے
ساتھ دیتا ہے وہ یہ کہ مردوں کی سرداری اور وجہ فضیلت بیان کر کے عورتوں کی وہ فضیلت بیان فرماتا ہے جس سے انکی پارسائی اور
فرمانبرداری نکلتی ہے عورت کی دو حالت ہیں ایک مرد کے روبرو ہونیکا وقت دوسرا اسکے غائب ہونیکا زمانہ روبرو کے زمانہ میں
عورت کی یہ خوبی ہے کہ وہ فرمانبردار ہو جو مرد کہے وہ کرے جب سونیکے لئے پاس بلائے فوراً تعمیل حکم کرے نرمی سے بات کرے
اور جو میاں سختی سے بولے تو آپ جواب ترش نہ دے خانہ داری کے معاملات میں اسکی خوشنودی کو مقدم رکھے اس وصف کو اس لفظ
میں لکھا کیا فالصالحات قانتات کہ نیک عورتیں فرمانبردار ہوتی ہیں قنوت کے معنی طاعت کے ہیں اسمیں خاوند اور خدا دونو
کی اطاعت کی طرف اشارہ ہے دوسری حالت جو سفر کی ہے اسمیں عورت کی یہ خوبی ہے کہ اپنی عصمت اور مرد کا مال حفاظت سے رکھے
اس کی طرف حافظات للغیب بما حفظ اللہ میں اشارہ کر دیا اسکے بعد انکے برعکس عورتوں کا ذکر کر کے انکی اصلاح کی تدبیر بیان فرماتا
ہے والتی تخافون نشوزہن نشوز کے معنی لغت میں بلندی کے ہیں بولتے ہیں نشز الشی اذا ارتفع اور چونکہ عورت کی نافرمانی اور
سرکشی میں اس کا سر اٹھانا پایا جاتا ہے اسلئے اسکو نشوز کہتے ہیں پس جو عورت بلا کسی حجت شرعیہ کے مرد کی نافرمانی کرے ساتھ
سونا چھوڑ دے یا سخت کلامی کرے یا ستر و پردہ اور غیر محارم کے روبرو ہونے میں کہا نہ مانے یا والدین کے گھر رہا کرے
خاوند کے پاس نہ آوے اس عورت کو ناشزہ کہتے ہیں اسکو نان و نفقہ دینا خاوند پر واجب نہیں رہتا جب میاں بیوی میں
ایسی حالت پیدا ہو جاوے تو اول مرتبہ یہ ہے کہ اسکو خاوند نرمی سے نصیحت کرے فعظوہن کہ تمکو ایسا کرنا مناسب نہیں اس میں تمہاری دنیا اور
آخرت کی شرمندگی ہے اگر اسپر بھی نہ مانے تو واہجروہن فی المضاجع اسکو ساتھ نہ سلاوے کیونکہ اگر اسکو میاں سے محبت ہے تو یہ امر اسپر شاق گذریگا پھر ضرور اطاعت
کریگی اور جو اسکی بھی پرواہ نہ کرے تو ایسی بیہودہ کو واضربوہن کسی قدر دھول دھپے سے درست کرے امام شافعی فرماتے ہیں گو یہ بات
مباح ہے مگر نہ مارنا اولیٰ ہے مگر ایسا مارنا کہ جسمیں اسکی ہڈی پسلی ٹوٹ جاوے یا زخم پڑ جاوے یا اسکے چہرہ یا کسی عضو میں نقص پیدا ہو بالاتفاق
ممنوع ہے پھر اگر وہ سیدھی ہو جاوے تو مرد کو بھی نہ چاہیے کہ خواہ مخواہ کی نکتہ چینیاں کر کے اسکو تنگ کرے بلکہ اسمیں جو کجی ہو درگذر کرے جو بالادست ہے
اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ شریعت نے عورت کی عزت و حرمت بہت کچھ قائم کی ہے چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اپنے
اہل و عیال سے اچھا نہیں اور ان پر نرم نہیں وہ ہرگز اچھا نہیں اور کہیں فرمایا کہ میں وصیت کرتا ہوں عورتوں سے نرمی سے پیش آؤ ان کی
جبلت میں کجی ہے اسپر صبر اور برداشت کرو اور یہ بھی فرمایا کہ وہ عجب شخص ہے کہ صبح کو تو بیوی کو مارتا پیٹتا ہے پھر رات کو ساتھ لیکر
سوتا ہے یعنی مارنا نہ چاہیے اور یہ ظاہر ہے کہ بیوی میاں کی وزیر ہے اسکی رضامندی اور اسی سے بخوشی و خورمی پیش آنا خوش گذرانی کا
باعث ہے ورنہ زندگی تلخ ہو جاویگی مگر اسکے ساتھ عورت پر جیسا کہ آڑ میں تک تہدید بھی رکھی ہے اگر تہدید نہو تو معاذ اللہ بڑی خرابیاں
پیش آتی ہیں جیسا کہ اس زمانہ میں سکولوں میں پڑھ کر عورتیں بالکل آزاد ہوتی چلی جاتی ہیں بیحیائی اور فحش اور زناکاری کا نام تہذیب کہا جاتا
ہے ادھر خاوند بھی دیوث بنکر اسکی آزادانہ آمد و رفت پر برداشت کریگا اور اسکے دوستوں سے ملنے کا نام تہذیب کی بدولت جاری
ہو جاتا ہے اسکے بعد بھی اگر عورت نہ سمجھے تو ایک شخص عورت کے کنبہ کا اور ایک مرد کے کنبہ کا جو دونوں کیحالات سے بخوبی واقف ہوں باہم مصالحہ
کرا دیں مگر نیک نیتی اور اصلاح مد نظر رکھیں تاکہ خدا ان میں توفیق دے کہ پھر ملاپ ہو کر خانہ آبادی ہو جاوے اور جو کنبہ کے بیچ نہ ملیں تو دو نیک لوگ قائم کر لئے جاویں

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ

اور اللہ کی عبادت کیا کرو اور اس کے ساتھ کسیکو بھی شریک نہ کیا کرو اور ماں باپ اور قرابت داروں اور یتیموں اور مسکینوں کیساتھ نیکی کیا کرو اور

ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ

قرابت دار ہمسایہ اور اجنبی ہمسایہ کے ساتھ اور پاس بیٹھنے والے دوستوں کے ساتھ بھی اور مسافر اور غلاموں کیساتھ بھی (نیکی کیا کرو) بیشک اللہ کو اترانیوالے شیخی باز نہیں بھاتے

مُخْتَالًا فَخُوْرَا ۙ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ

یہ وہ ہیں جو خود بھی بخل کرتے اور لوگوں کو بھی بخل کرنا سکھاتے ہیں اور جو کچھ ان کو اللہ نے اپنے فضل سے دیا ہے اسکو چھپاتے ہیں اور ہم نے منکروں کیلئے ذلت کا عذاب تیار

عَذَابًا مُّهِيْنًا ۚ وَالَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَنْ يَّكُنِ الشَّيْطٰنُ لَهٗ قَرِيْنًا فَسَآءَ قَرِيْنًا

کر رکھا ہے۔ اور یہ وہ ہیں جو اپنا مال لوگوں کو دکھانیکو خرچ کرتے ہیں اور نہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ قیامت کے دن پر اور جسکا شیطان ساتھی ہو تو برا ہی ساتھی ہے

امام شافعیؒ اور مالکؒ اور اسحقؒ اور اوزاعیؒ بلکہ حضرت عثمانؓ و علیؓ و ابن عباسؓ کا یہ قول ہے کہ اگر پنچوں کو بغیر طلاق کے اور کوئی چارہ نہو اور باہم کسی طرح ملاپ ہوتا نظر نہ آوے تو ان کو اختیار ہے کہ طلاق دیدیں اور عطاؒ اور حسنؒ اور ابن زیدؒ اور امام ابوحنیفہؒ وغیرہم علماء یہ فرماتے ہیں کہ طلاق کا اختیار پنچوں کو نہیں یہ بات میاں کے اور حاکم شہر کے ہاتھ میں ہے اُن کی اجازت ہو تو مضائقہ نہیں حکمًا من اہلہ میں ایک لطیف اشارہ اس طرف بھی ہے کہ حاکم و قاضی جو فیصلہ کرے تو فریقین کے حال سے بخوبی واقف بلکہ اُسی قوم کا ہو تاکہ کوئی بات اس پر مخفی نہ رہے ولے برحال ملکے کہ جن کے مجسٹریٹ محض اجنبی ہوں اور طلاق وغیرہ امور شرعیہ کا فیصلہ کریں۔

ترکیب احسانًا کے نصب میں چند وجہ ہیں جو سورہ بقرہ میں بیان ہو چکیں الجنب بضمتین اور بفتح جیم اور سکون نون دونوں طرح سے پڑھا جاسکتا ہے جس کے معنے اجنبی کے ہیں یہ وصف ہے الجار کا بالجنب کی با بمعنی فی ہے یہ حال ہے الذین یبخلون مبتدا اور خبر مبغضون وغیرہ محذوف والذین ینفقون اس پر معطوف ہے۔

تفسیر جبکہ خدا تعالیٰ مردوں کی فضیلت بیان فرما چکا اور باہم میاں بیوی کے معاملات کا فیصلہ خاوند کی فضیلت ملحوظ رکھکر فرما چکا اس کے بعد تمام بنی آدم کو یہ بات بتلاتا ہے کہ یہ فضیلت دنیاوی ہے اور فضیلت اُخروی اور چیز ہے اس میں کبھی غلام آقا سے بڑھ جاتا ہے اور فقیر بیکس شہنشاہ سے اور بیوی خاوند سے اسلئے اسجگہ اُخروی فضیلت بیان کیجاتی ہے جو اصل مقصود ہے اور جو ہمیشہ باقی رہیگی انسان کی اصلی فضیلت کا دو چیز کی تکمیل پر دارو مدار ہے ایک قوت نظریہ دوسری قوت عملیہ اور انکی تکمیل کا نام سعادت ہے قوت نظریہ کی تکمیل یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کو وحدہٗ لاشریک جانکر خالصًا اُس کی عبادت میں مصروف ہوجاوے جس سے روح پر آئینہ کیطرح آفتاب غیبی کے انوار پڑکر یہ بھی بعد مردن قدسیین کی جماعت میں جا ملے سو اسی کیطرف واعبدوا اللہ الخ میں اشارہ ہے یہاں دونوں قوتوں کیلئے دس حکم دیئے گئے ان میں سے یہ پہلا حکم ہے قوت عملیہ کی تکمیل دو طرح سے ہے ایک یہ کہ اہل حقوق کیساتھ نیکی اور احسان سے پیش آوے سو اس کی بابت دوسرا حکم ماں باپ کیساتھ احسان اور نیکی کرنیکا دیا گیا وبالوالدین الخ تیسرا حکم عمومًا اور اہل قرابت کیساتھ سلوک کرنا علی قدر مراتبہم چوتھا حکم یتیموں کیساتھ نیکی کرنا پانچواں حکم عمومًا ہر فقیر تنگدست کیساتھ نیکی کرنا چھٹا حکم ہمسایہ قریب کیساتھ ساتواں حکم ہمسایہ بعید کیساتھ قریب سے مراد یا تو اہل قرابت یا متصل رہنے والا اسیطرح بعید سے مراد اجنبی شخص یا فاصلہ سے رہنے والا آٹھواں حکم دوست ہم پہلو کیساتھ نیکی کرنا بالجنب کے معنی ہم پہلو کے ہیں جو کہ مکتب یا کسی اور کار کو شریک ہوتے ہیں یا جو سفر و حضر میں ہر وقت مصاحب رہتے ہیں بعض کہتے ہیں اس سے مراد بیوی ہے کہ جو پہلو میں رہتی ہے نواں حکم مسافر کیساتھ سلوک کرنا دسواں حکم غلاموں کیساتھ سلوک کرنا جو ملک اور قبضہ میں ہیں اور ماملکت سے ہر جانور بھی مراد ہے اس کیساتھ بھی نیکی اور بھلائی کرنی چاہئے دوسری طرح یہ ہے کہ کسی کو ضرر نہ دے اور چونکہ بنیاد ضرر تکبر اور غرور پر ہے اسکی طرف ان اللہ لا یحب من کان مختالا فخورا میں اشارہ فرمایا اور زیادہ تر ضرر یہ ہے کہ

۱ حاکم و محکوم و عورت ۱۲

وَمَاذَا عَلَيْهِمْ لَوْ آمَنُوا بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَأَنْفَقُوا مِمَّا رَزَقَهُمُ اللَّهُ ۚ وَكَانَ اللَّهُ بِهِمْ عَلِيمًا ۝ إِنَّ

اور ان کا کیا (نقصان) ہو جاتا اگر وہ اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لے آتے اور خدا کے دیئے میں سے کچھ دیتے اور اللہ ان سے خوب واقف ہے اللہ تو

اللَّهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۖ وَإِنْ تَكُ حَسَنَةً يُضَاعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَدُنْهُ أَجْرًا عَظِيمًا ۝ فَكَيْفَ

کسی پر ذرہ کے برابر (بھی) ظلم نہیں کرتا اور اگر نیکی ہوتی ہے (تو) اس کو دو چند کر دیتا ہے اور اپنے پاس سے (بھی) بڑا بدلہ دیتا ہے پھر کیا حال ہوگا

ع
إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا ۝ يَوْمَئِذٍ يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا

جبکہ ہم ہر ایک قوم سے ایک گواہی دینے والا لائیں گے اور آپ کو بھی (اے نبی) ان لوگوں پر گواہ بنا کر لائیں گے اُس دن تو منکر

وَعَصَوُا الرَّسُولَ لَوْ تُسَوَّىٰ بِهِمُ الْأَرْضُ وَلَا يَكْتُمُونَ اللَّهَ حَدِيثًا ۝

اور جنہوں نے کہ رسول کی نافرمانی کی ہے (یہی) آرزو کریں گے کہ کاش زمین کا پیوند ہو جاویں اور اللہ سے کوئی بھی بات چھپا نہ سکیں گے

باوجود نعمت و قدرت کے اہل حقوق کو کچھ نہ دیا جاوے بلکہ اوروں کو بخل سکھایا جاوے اور دینے کے ڈر کے مارے مفلسی ظاہر کی جاوے اس کی طرف الذین یبخلون الخ میں اشارہ ہے کہ دیا تو جاوے مگر بے محل و بے موقع دیا جاوے کہ اس سے نیت بخیر مقصود ہو نہ صلہ رحمی بلکہ دکھلاوا اس کی طرف والذین ینفقون الخ میں اشارہ ہے یہاں تک قوت عملیہ کی تکمیل میں خلل انداز باتیں بیان فرمائیں پھر قوت نظریہ میں خلل انداز باتیں ولا یؤمنون باللہ الخ میں ذکر فرمائیں کیونکہ تعرف الاشیاء باضدادہا ف فخور و متکبر کے دو جملوں میں یہ اوصاف رذیلہ بیان فرمائے اول الذین یبخلون الخ میں بخل کرنا اور لوگوں کو تعلیم دینا اور اسی لئے اپنا مال چھپانا ایک ایسی ردی اور ذلیل حالت ہے جو اسکے فخر اور تکبر کو خاک میں ملا دیتی ہے دوم والذین ینفقون اموالہم شیخی میں ریاکاری کے لئے مال دینا اور خلوص ندارد نہ اللہ پر ایمان نہ آخرت پر اس احمق کا شیطان رفیق ہے پھر جس کا وہ رفیق و یار بنے تو پھر اُس سے جس قدر برائیاں سرزد ہوں کم ہیں۔

ترکیب) ماذا مبتدا علیہم خبر اور صرف ما مبتدا اور ذا موصول علیہم صلہ مجموعہ بھی خبر ہو سکتی ہے لو آمنوا الخ شرط کم یضرہم جزا محذوف اس سے ترغیب مقصود ہے لو مصدریہ بھی ہو سکتا ہے مثقال صفت ہے مصدر محذوف کی ای لا یظلم ظلما قدر مثقال ذرۃ ای وزن ذرۃ مصدر اور اس کی صفت کو حذف کر کے مضاف الیہ کو اس کی جگہ قائم کر دیا و ان تک اصل میں تکن تھا نون صرف کثرت استعمال کی وجہ سے حذف کر دیا گیا ہے کیونکہ نون غنہ سکون کی وجہ سے مشابہ واو ہے اگر حرکت دی جائیگی نون حذف نہ ہوگا جیسا کہ لم یکن الذین وغیرہ میں یومئذ ظرف یود الذین کفروا وعصوا الرسول اس کا فاعل لو تسوی بہم الخ اسکا مفعول لو بمعنی ان تسوی فعل مجہول الارض مفعول مالم یسم فاعلہ۔

تفسیر پہلے ذکر تھا کہ نہ تو ان لوگوں کا اللہ پر ایمان ہے نہ قیامت کے دن پر جو انسان کو عمل خیر کی طرف اور امید ثواب کی اللہ کی راہ میں صرف کرنے کی طرف اور ہر طرح کی نیکی کی طرف برانگیختہ کرتا ہے سو یہ بڑی بدنصیبی اور حرمان کا باعث ہے اسلئے یہاں بطور ترغیب فرماتا ہے کہ اگر وہ اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لاتے اور اللہ کی راہ میں صرف بھی کرتے تو ان کا کیا بگڑ جاتا؟ یعنی یہ بات خلاف عقل سلیم نہیں نہ اس میں کسی قسم کی مضرت ہے اس پر مجھکو ایک حکایت یاد آئی کسی ملحد نے کسی مومن سے کہا تمہارا اللہ اور قیامت پر ایمان لانا اور خیر و خیرات کرنا فضول ہے کیونکہ نہ کوئی اللہ ہے نہ قیامت پھر لئے دیئے کا ثواب کہاں ناحق مال کو فرضی ڈھکوسلوں پر صرف کرنا اور نماز روزہ ہر ایک قسم کی عبادت کی تکلیف اٹھانا شراب کباب رنڈی لونڈی لڑکی کی باتوں سے رکنا عبث ہے اور صریح ضرر ہے مومن نے جواب دیا اگر تیرا ہی کہنا سچ ہوا تو بھی ہمارا کچھ نقصان نہیں عبادت میں کچھ نہ کچھ فائدہ جسمانی ہے اور نہ ہو نہ سہی کسی قدر تکلیف اور بلذائذ فانیہ جو ناجائز ہیں محروم رہنے میں کچھ قباحت نہیں دنیا اور انسان کی عمر باد صبا کی طرح آنا فانا گذر جاتی ہے تمام لذتیں اور سب عیش عالم خواب کے مزوں سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے چند روز کے بعد ہم تم دونوں برابر ہیں اور اگر تیرا کہنا غلط نکلا اور مرنے کے بعد

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَقْرَبُوا۟ ٱلصَّلَوٰةَ وَأَنتُمْ سُكَٰرَىٰ حَتَّىٰ تَعْلَمُوا۟ مَا تَقُولُونَ وَلَا جُنُبًا إِلَّا عَابِرِى

(اے ایمان والو نشہ کی حالت میں نماز کے پاس نہ جاؤ (یعنے نہ پڑھو) جبتک کہ تم اپنی بات نہ سمجھنے لگو اور ناپاکی کی حالت میں جبتک کہ غسل نہ کر لو

سَبِيلٍ حَتَّىٰ تَغْتَسِلُوا۟ ۚ وَإِن كُنتُم مَّرْضَىٰٓ أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ أَوْ جَآءَ أَحَدٌ مِّنكُم مِّنَ ٱلْغَآئِطِ أَوْ لَٰمَسْتُمُ

مگر سفر میں (ریا) اگر نہ ملے تو تیمم کر کے پڑھ لینا کچھ مضائقہ نہیں) اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم سے کوئی پاخانہ ہو کر آوے یا عورتوں سے صحبت کی ہو

ٱلنِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوا۟ مَآءً فَتَيَمَّمُوا۟ صَعِيدًا طَيِّبًا فَٱمْسَحُوا۟ بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ ۗ إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُورًا

پھر تم کو پانی نہ ملے تو تم پاک مٹی لیکر اس سے اپنے منہ اور ہاتھوں کو مسح کر لو بیشک اللہ درگزر کرنے والا اور معاف کرنے والا ہے)

اس عالم خواب میں عذاب کا بازار بھی گرم ہوا اور اللہ اور قیامت برحق نکلے تو فرمائیے وہاں تیرا کیا حال ہوگا اب محل خطر میں تم ہو یا ہم؟ یہ سن کر ملحد کو ہوش آگیا اور ایمان لے آیا اسکے بعد فرماتا ہے اللہ خبردار ہے تمہاری کوئی حالت مخفی نہیں اور نیز وہ کسی پر ذرہ بھر بھی ظلم نہیں کرتا اور جو کوئی نیکی کرتا ہے تو وہ اس کو اپنے فضل سے عالم آخرت میں دوگنا کر کے دیتا ہے اور اسکے علاوہ اپنی طرف سے بھی اجر عظیم دیتا ہے پھر نیکی نکرنا اور آخرت کے ساز و سامان سے غافل رہنا سخت غفلت اور صریح بدبختی ہے لیضاعفہا سے اس عالم کی سعادت جسمانیہ کیطرف اور یؤت من لدنہ سے سعادت روحانیہ کیطرف اشارہ ہے اسکے بعد اور حسرت ناک واقعہ جو پیش آنیوالا ہے یاد دلاتا ہے کہ جس روز ہم ایک گروہ کے ہادی کو انپر انکی نافرمانی ثابت کرنیکے لئے گواہ بنا کر لائینگے اور تمکو اے نبی ان مخلوق پر گواہ بنائینگے (اور اسیطرح عقل بھی جو اسکو بری باتوں سے مانع تھی گواہی دیگی) تو ان کا کیا حال ہوگا اس دن تو اللہ اور رسول کے نافرمان یہی آرزو کرینگے کہ کاش ہم زمین میں سما جاویں۔ بخاری نے روایت کی ہے کہ آنحضرت نے ابی بن کعب سے فرمایا کہ خدا نے مجھے حکم کیا ہے کہ تجھ سے کچھ قرآن سنوں ابی نے کہا کیا خدا نے میرا نام لیا ہے فرمایا ہاں اس سے ابی کو ایک وجد ہو گیا پھر آیتیں پڑھنی شروع کیں جب یہانتک نوبت پہنچی تو آنحضرت زار زار قوم کی حالت پر رونے لگے اور فرمایا اے ابی بس کر۔

ترکیب وانتم الخ جملہ حال ہے فاعل لاتقربوا سے سکاری جمع سکران حتی تعلموا بمعنی الی ان ولا جنبا حال ہے والتقدیر ولا تصلوا جنبا جنب میں جماعت اور ایک دونوں شامل ہیں علی لغۃ فصحیٰ الا عابری ان بسبب اضافت کے گر پڑا یہ بھی حال ہے والتقدیر ولا تقربوھا فی حالۃ الجنابۃ الا فی حال السفر حتی تغتسلوا غایۃ ہے ولا تصلوا جنبا کی وان کنتم شرط مرضی جمع مریض من الغائط مفعول ہے جار کا غائط بروزن فاعل ہے غاط یغوط اذا اطمأن سے فلم تجدوا معطوف ہے ماقبل پر داخل ہے شرط میں فتیمموا فعل انتم فاعل صعیدا مفعول طیبا اسکی صفت جملہ جواب فامسحوا جملہ تفسیر ہے

تفسیر پہلے تھا کہ اگر وہ ایمان لاتے اور خیر کرتے تو ان کا کیا نقصان تھا یعنی وہ جو ایسا نہیں کرتے تو عقل سلیم کبھی برخلاف کر رہی ہیں گویا کہ وہ دنیا کے نشہ میں مست و مدہوش ہیں جسطرح کہ مست شراب پیکر خلاف عقل باتیں کرتا ہے ایسا ہی یہ بھی کر رہے ہیں اس مناسبت سے خدا نے مسلمانوں کو جسطرح اس نشہ سے منع کیا اسیطرح ظاہری نشہ شراب وغیرہ سے بھی اسجگہ تجب نرمی کیساتھ منع فرمایا کہ تم نشہ کی حالت میں نماز نہ پڑھا کرو جبتک کہ تم کو ہوش نہ ہوا اور اپنی بات کو سمجھنے نہ لگو گو بظاہر نشہ کی حالت میں نماز پڑھنے کی ممانعت ہے مگر رمز آ نشہ کی بھی برائی ہے کہ یہ ناپاک چیز اس قابل نہیں کہ اسکو پیکر دربار الٰہی میں حاضر ہو پھر سورہ مائدہ میں تو بالکل تصریح کر کے نشہ کی ممانعت کر دی ہے اور اس کو ناپاک کہدیا اور یہ اسلئے کہ لوگ اسکے عادی تھے ایسی چیزوں کو بتدریج منع کرنا عین حکمت ہے۔ اور اس آیت کا شان نزول یہ ہے عبد بن حمید و ابو داؤد و ترمذی و نسائی و ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی حاتم و حاکم نے روایت کی ہے کہ عبدالرحمٰن نے لوگوں کی دعوت کی تھی اور اس وقت شراب حرام نہ ہوئی تھی لوگوں نے کھانا کھایا شراب پی اس میں نماز کا وقت آگیا حضرت علی کو پیش امام کیا تو انہوں نے نشہ میں قل یا ایہا الکافرون لا اعبد ما تعبدون و نحن نعبد ما تعبدون پڑھ دیا تب یہ آیت نازل ہوئی بعض روایات میں ہے کہ عبدالرحمٰن بن عوف نے نماز پڑھائی تھی بعض میں ہے کہ نماز مغرب کا وقت تھا

شان نزول

۱۔ یہ شراب کی حرمت سے پہلے کا مسئلہ ہے اور شراب کی حرمت کی طرف یہیں سے اشارہ ہے کہ یہ نماز سے روکتی ہے ۱۲ منہ ۲۔ سفر میں نہانے کی حاجت ہو اور پانی نہ ملے

(۱) لاتقربوا الصلوۃ جمہور مفسرین اور امام ابوحنیفہ رض کے نزدیک الصلوۃ سے نماز مراد ہے اور ابن عباس رض اور امام شافعی کہتے ہیں نماز کی جگہ یعنی مسجد کے اندر جانے کی بھی حالت نشہ میں ممانعت ہے (۲) سکاری جمع سکران جو صفت فعلان کے وزن پر آتی ہے اسکی جمع فعالی آتی ہے سکر کے معنی لغت میں بند کرنے کے ہیں اور نشہ بھی عقل کو بند کر دیتا ہے اسلئے اسکو سکر کہتے ہیں جمہور صحابہ و تابعین کے نزدیک شراب کا نشہ مراد ہے ضحاک کہتے ہیں نیند کا نشہ مراد ہے کہ نیند کیوقت نماز نہ پڑھو یہ قول ضعیف ہے (۳) ولاجنبا الا عابری سبیل کہ نماز ناپاکی کی حالت میں بھی نہ پڑھو کہ جس کو جنابت کہتے ہیں جبتک کہ غسل نہ کرلو مگر سفر میں تیمم کر کے پڑھنا کچھ مضائقہ نہیں اور حضر میں بھی پانی نہ ملے تو تیمم درست ہے مگر سفر کی قید اسلئے ہے کہ سفر میں بیشتر پانی نہیں ملتا۔ اور جو لوگ الصلوۃ سے مسجد مراد لیتے ہیں انکے نزدیک یہ معنی ہیں کہ نشہ کی حالت میں مسجد میں نہ جاؤ نہ جنابت کی حالت میں مگر بطریق گزر جانیکے کچھ مضائقہ نہیں یعنی ٹھہرو نہیں نہ وہاں جا کر کچھ عبادت کرو ہاں کسی طرف جاتے ہو اور وہاں سے رستہ ہو تو نکل جانیکا مضائقہ نہیں عابری سبیل کے ان کے نزدیک یہ معنی ہیں چونکہ اس آیت میں تیمم کیطرف اشارہ تھا اسلئے اسکے بعد تیمم کے مواقع اور اس کا حکم بھی بیان فرماتا ہے (۴) وان کنتم مرضی الخ چار شخصوں کے لئے تیمم کا حکم دیا گیا ہے ایک بیمار کیلئے عام ہے کہ پانی کے استعمال سے ہلاک ہونیکا خوف ہو یا صرف زیادتی مرض کا پھر عام ہے کہ اسکو ضرر کا یقین ہو یا ظن غالب اور یہ تیمم بھی عام ہے خواہ غسل کیلئے ہو خواہ وضو کیلئے دوسرے مسافر بعض نے سفر کو عام رکھا ہے خواہ وہ سفر ہو کہ جس میں نماز قصر پڑھی جاتی ہے یا نہ بعض کہتے ہیں وہی سفر مراد ہے اس میں بھی اگر پانی نہ ملے تو تیمم جائز ہے عام ہے کہ غسل کیلئے ہو یا وضو کیلئے تیسرے پائخانہ پھرنیوالے کیلئے مگر اسجگہ عام حدث مراد ہے خواہ پیشاب خواہ پائخانہ خواہ نیند یا ہوا کا نکلنا سب سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اگر پانی نہ ملے تو تیمم کرے چوتھے جماع کرنیوالے کے لئے لامستم النساء امام ابوحنیفہ رض وغیرہ کے نزدیک اس سے مراد جماع ہے کس لئے کہ صرف عورت کو چھونے سے بغیر دخول کے یا مذی برآمد ہونیکے وضو نہیں ٹوٹتا جس سے پھر پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمم کرنا پڑے کیونکہ احمد رح و ابن ابی شیبہ و ابوداود و نسائی و ابن ماجہ نے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بعض اوقات وضو کرنے کے بعد بھی عائشہ کا بوسہ لے لیتے تھے مگر دوبارہ وضو نہ کرتے تھے بلکہ اسی وضو سے نماز پڑھ لیتے تھے امام شافعی رض کے نزدیک اس سے مراد بدن سے بدن کا ملجانا ہے اس سے وضو کرنا پڑیگا ورنہ تیمم رہا جماع سو اس کیلئے غسل ہے اور جو پانی نہ ملے یا کچھ عذر ہو تو تیمم کرے جیسا کہ احادیث عمار و عمران بن حصین و ابی ذر سے ثابت ہے اور عمر بن الخطاب اور عبداللہ بن مسعود ابتدا میں فرماتے تھے کہ جنبی کیلئے تیمم نہیں صرف وضو کی جگہ تیمم ہے نہ غسل کی جگہ پھر اگر جنبی کو پانی نہ ملے تو نماز نہ پڑھے مگر بعد میں انہوں نے رجوع کیا کیونکہ جمہور صحابہ اسکے برخلاف تھے فلم تجدوا کی قید چاروں قسموں کی طرف رجوع کرتی ہے بظاہر یہ سمجھا جاتا ہے کہ اگر بیمار و مسافر و پائخانہ پھرنے والے بھی اور جماع کرنے والے کو پانی ملجاوے تو اس کو بموجب اس قید کے تیمم نہ چاہیے حالانکہ ان کے لئے گو پانی ملے مگر کسی مرض کیوجہ سے وضو یا غسل نہ کر سکے تو تیمم کا حکم ہے اور اسیطرح مسافر کی کیا قید ہے اگر انسان گھر بیٹھا ہو اور تندرست ہو اور پانی نہ ملے تو تیمم کر سکتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ قیود باعتبار اس امر کے ہیں کہ یہ وہ مواقع ہیں کہ جہاں غالباً تیمم ہوتا ہے اور پانی نہیں ملتا تشریح مقام یہ ہے کہ تیمم کی ضرورت یا حدث اصغر میں پڑتی ہے جیسا کہ پائخانہ پیشاب وغیرہ یا حدث اکبر میں جیسا کہ بیوی سے صحبت کرنا سو ان دونوں کو او جاء احد منکم من الغائط (حدث اصغر) او لامستم النساء (حدث اکبر) میں بیان کیا اور یہ ضرورت وضو اور غسل کرنے پر قادر نہونے سے ہوتی ہے اور یہ قادر نہونا بیشتر مرض یا سفر کیوجہ سے ہوتا ہے اسلئے اسکے مواقع کو سب سے پہلے ان کنتم مرضی او علی سفر میں بیان فرمایا اسلئے سفر میں اگر پانی نہ ملے تو تیمم نکرے اور اس پر علماء نے ان مواقع کو قیاس کیا ہے کہ جہاں گرانی قیمت آب یا ڈول رسی نہ ہونے کیوجہ سے وضو اور غسل پر قادر نہو اسکے بعد تیمم کی ترکیب بیان فرماتا ہے فتیمموا صعیدا طیبا فامسحوا بوجوہکم وایدیکم یہاں اس بات کی کچھ تشریح نہیں کہ دو ضرب ماری یا ایک امام ابوحنیفہ رض وغیرہ ائمہ کبار فرماتے ہیں کہ اول دفعہ مٹی پر ہاتھ مار کے منہ پر پھیرے

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِنَ الْكِتَابِ يَشْتَرُونَ الضَّلَالَةَ وَيُرِيدُونَ أَنْ تَضِلُّوا السَّبِيلَ ؏

(ای نبی) کیا آپ نے لوگوں کو نہیں دیکھا کہ جن کو کتاب سے (کچھ) بہرہ ور کیا گیا ہے وہ گمراہی مول لے رہے ہیں اور تمکو بھی راہ سے بہکانا چاہتے ہیں اور اللہ

وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِأَعْدَائِكُمْ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ وَلِيًّا وَكَفَىٰ بِاللَّهِ نَصِيرًا مِنَ الَّذِينَ هَادُوا يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ

تمہارے دشمنوں کو خوب جانتا ہے اور اللہ ہی کافی ہے حمایت کیلئے اور اللہ ہی کافی ہے مدد کیلئے بعض یہودی ایسے بھی ہیں کہ جو کلام کو اسکے موقع سے بدلتے

وَيَقُولُونَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ وَرَاعِنَا لَيًّا بِأَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا فِي الدِّينِ وَلَوْ أَنَّهُمْ قَالُوا

اور زبان توڑ مروڑ کر سمعنا وعصینا واسمع غیر مسمع اور راعنا کہتے ہیں اور دین (اسلام) میں عیب لگانے کیلئے اور کاش وہ

سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَانْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ وَأَقْوَمَ وَلَٰكِنْ لَعَنَهُمُ اللَّهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُونَ إِلَّا قَلِيلًا

سمعنا و اطعنا اور اسمع وانظرنا کہتے تو (ان کے حق میں) بہت ہی بہتر اور درست ہوتا لیکن اللہ نے تو انپر اُن کے کفر کی وجہ سے لعنت کردی ہے اسلئے بہت ہی کم۔

دوسری دفعہ ہاتھ مار کے کہنیوں تک پھر مارے جیسا کہ احادیث اور فعل صحابہ و تابعین سے ثابت ہے بعض ائمہ کہتے ہیں ایک ضرب کافی ہے یعنی ایکبار زمین پر ہاتھ مار کر منہ اور ہاتھ پر پھرانا جیسا کہ حدیث عمارؓ سے سمجھا جاتا ہے جسکو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے صعیداً کے معنی زمین کے ہیں خواہ ریتا ہو یا چکنا پتھر ہو یا غبار ہو۔ سب پر تیمم جائز ہے اور طیباً سے مراد یہ ہے کہ نجس نہ ہو اور یہی مذہب امام مالکؒ اور ابو حنیفہؒ اور سفیان ثوریؒ کا ہے اور امام شافعیؒ اور احمدؒ کہتے ہیں مٹی کے سوا اور کسی چیز سے تیمم درست نہیں کیونکہ صعیداً کے معنی زمین اور طیباً کے معنی عمدہ جسپر گھاس اگنے کی صلاحیت ہو۔ اس آیت کا شان نزول یوں ہے کہ آنحضرتؐ مع حضرت عائشہؓ ایکبار جہاد میں گئے ایک جگہ پر عائشہؓ کا گلوبند کھو گیا جسکو وہ اپنی بہن سے مانگ کر ساتھ لائیں تھیں اس پر آنحضرتؐ نے قافلہ کو ٹھہرنے کا حکم دیا ابوبکرؓ نے عائشہؓ کو جھڑکا کہ تیری وجہ سے بیابان میں قیام کرنا پڑا نہ پانی ہے نہ اناج لوگ نالاں ہیں اس پر یہ آیت تیمم نازل ہوئی جس سے لوگ بہت خوش ہو گئے۔

ترکیب الم تر فعل انت فاعل الی الذین مفعول اول یشترون مفعول ثانی من الذین ہادوا خبر ہے مبتدا محذوف کی ای الیھم من الذین الخ یحرفون حال ہے فاعل ہادوا کی یا یوں کہو کہ من الذین نصیرا کو متعلق ہے والذین اوتوا نصیبا کا بیان بھی ہو سکتا ہے عن مواضعہ متعلق ہے یحرفون سے ویقولون معطوف ہے یحرفون پر غیر مسمع حال ہے اور قولا محذوف کی صفت بھی ہو سکتا ہے۔

تفسیر جبکہ تیمم کا مسئلہ پہلی آیت میں بیان ہوا تو یہودی علماء نے اپنے ہاں کے سخت احکام کے مقابلہ میں اسپر تمسخر کیا اور کہنے لگے پانی سے نجاست کا دور ہونا تو ایک معقول بات تھی بھلا خاک پر ہاتھ مار کے ہاتھ منہ پر پھرانے سے کیا ہوتا ہے؟ اس سے معلوم ہوا کہ یہ شخص یعنی آنحضرتؐ نبی برحق نہیں اس کا یہ زور و شور چند روز میں مٹ جائیگا بالخصوص ان میں سے وہ یہودی عالم عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین کے پاس جا کر اسلام کی ہجو کیا کرتے اور مسلمانوں کے دلوں میں شکوک ڈالا کرتے تھے اسلئے خدا تعالیٰ نے ان کا رد ان آیات میں نازل فرمایا اور چونکہ اول اس سورہ سے یہاں تک احکام بیان ہوتے تھے اس جگہ سے مخالفوں کے شکوک و شبہات کا رد اور جہاد فی سبیل اللہ کی ترغیب شروع ہوتی ہے تاکہ ایک قسم کی کلام سے مخاطب کی طبیعت پر گرانی نہ پیدا ہو اور اسی لئے قرآن میں یہ طریقہ رکھا گیا کہ ایک علم کے بعد

ل مدینہ کے یہود اس مجموعہ میں بھی کہ جو توریت کے نام سے نامزد تھا۔ اپنی اغراض فاسدہ سے تحریف لفظی اور معنوی کر دیا کرتے تھے۔ ایک لفظ کی جگہ اپنے مطلب کے موافق دوسرا لفظ لکھ دیتے تھے اور کبھی لکھے کے خلاف پڑھ دیتے تھے۔ کبھی معنی نئے پیدا کر دیتے تھے تاکہ ان پر الزام عائد نہ ہو ان کی بات دراز ہے ۲ اطراف مدینہ کے یہود جب آنحضرت صلعم کی مجلس میں آتے تو قابلیت جتلاتے اور نبی علیہ السلام اور مسلمانوں کو احمق بنانے کیلئے یہ الفاظ استعمال کرتے تھے۔ سمعنا وعصینا سن لیا اور نہ مانا عرب میں بزرگ کے کلام کو سنکر سمعنا واطعنا کہا کرتے تھے۔ کہ سن لیا اور مان لیا مگر یہ عصینا کہتے تھے ۳ اور بزرگوں کو مخاطب بناتے وقت اسمع وانظرنا کہتے تھے کہ سنئے ہماری طرف التفات فرمایئے مگر یہ اسمع غیر مسمع کہتے تھے جو گستاخی کا کلمہ ہے کہ جس کے معنی ہیں کہ سن اور پھر سننا نصیب نہ ہو اور انظرنا کی جگہ زبان دبا کر راعنا ۲

جو کہتے تھے ظاہر تو اس کے معنی ہیں ہماری حمایت کیجئے مگر اس کو کھینچ کر کہنے سے راعینا ہو جاتا ہے جسکے معنی ہیں ہمارا چرواہا یہ انکی گستاخانہ اور بیہودہ حرکات خدا کی پھٹکار کا نتیجہ تھیں اور اسیطرح السلام علیکم کی جگہ زبان مروڑ کر السام علیکم بھی کہتے تھے سام موت یعنی تم کو موت آجائے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ انکی قابلیت نہیں خدا کی پھٹکار ہے۔

دوسرا علم بیان ہوتا رہتا ہے فرماتا رہتا ہے کہ اے نبی دیکھو جنکو کتاب کا کچھ حصہ دیا گیا ہے یعنی فی الجملہ انکو الہامی شریعت اور کلام انبیاء سے آگاہی ہے وہ باوجود اسکے دین حق اور اسکے سچے رہبروں پر طعن کر کے گمراہی خرید رہے ہیں اور لوگوں کو بھی گمراہ کرنا چاہتے ہیں خود گمراہ ہو اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں یہ دونوں وصف جس میں ہوں خدا کی پناہ اس کی شقاوت اور بدبختی کا کیا ٹھکانا ہے پھر فرماتا ہے وہ تمہارے دشمنوں کو جانتا ہے وہ تمہارا حامی ہے تم کچھ انسے خوف نکرو اسکے بعد خصوصاً یہود کی چند عادات ذکر فرماتا ہے تاکہ یہ بات معلوم ہو وہ کونسی باتیں ہیں جن سے گمراہی خرید رہے ہیں اور خود گمراہ ہو کر اوروں کو بھی گمراہ کرنا چاہتے ہیں (۱) اول یحرفون الکلم عن مواضعہ کی ضمیر کلم کیطرف راجع ہے گرچہ قیاس ظاہری بھی یہ چاہتا تھا کہ کلم چونکہ کلمۃ کی جمع مونث ہے جس کی طرف مونث کی ضمیر مواضعہا مراد ہی چاہیے تھی مگر چونکہ اس جمع کے حروف مفرد سے کم ہیں لہٰذا ایسی جمعوں میں تذکیر و تانیث دونوں طرح کی ضمیریں جائز ہیں قال الواحدی تحریف بدلنا کم زیادہ کرنا یا تاویل فاسد کرنا خواہ زبانی خواہ کتابی یہ یہود کے اقبال بلکہ دین کی عمر طبعی ہو چکی تھی اس لئے ان میں ایسی ایسی باتیں رائج ہو گئیں تحقیق یہ بات ہے کہ سالہا سال سے ان میں تھی ان کے علماء دنیاداری طمع کر کے ہر ایک قسم کی تحریف اور تاویلات فاسدہ کرتے تھے چنانچہ جن مقامات توریت میں ابتک حضرت مسیح علیہ السلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خبریں پائی جاتی ہیں انکے عجیب و غریب معانی لگا کر ان دونوں رسولوں کا انکار کرتے ہیں اور نفس کتاب میں بھی انہوں نے ایسا کیا کہ عہد عتیق کے کسی نسخہ کا بھی اعتبار منصف مزاج کے نزدیک نہیں رہا یہ مانا کہ حوادث دہر اور مخالفوں بادشاہوں کے حملوں اور حفظ کے دستور نہ ہونے اور قلت کاغذ و کتابت سے بھی عہد عتیق بلکہ عہد جدید کو بھی الٹ پلٹ کر دیا مگر کاتبوں کی خود غرضی اور سہو نے بھی ہزاروں اختلاف پیدا کر دیئے اور پھر عیسائیوں میں بھی یہی بات پیدا ہو گئی تھی کیونکہ بیشتر وہ بھی یہودی الاصل تھے یہانتک کہ آنحضرت علیہ السلام کے عہد میں اس طوفان بے تمیزی کا کچھ ٹھکانا ہی نہ رہا تھا اسلئے ان کی علماء وقت استدلال ہی کتابوں سے کسی کو پتا ہی نہ لگنے دیتے تھے گرچہ عیسائی علماء نے بارھویں تیرھویں صدی عیسوی میں بائبل کی درستی کرنے میں بہت کچھ کوشش کی مگر جب مقابلہ کیا تو بھی ہزاروں ہی اختلافات باقی رہ گئے آجکل عیسائی مشنری کا اہل اسلام کے مقابلہ میں بداہتہ اس تحریف کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں بھلا کوئی اپنی مذہبی کتاب میں ایسا کر سکتا ہے اور جو کسی نے کیا تو اور لوگ اس کی خیانت کب چلنے دیتے ہیں؟ یہ انکار شاید ناواقف لوگوں کو تو تردد میں ڈالتا ہو مگر جو بائبل سے بخوبی واقف ہیں انکے روبرو یہ ہٹ دھرمی اس بات کا کامل ثبوت ہے کہ اب بھی اس قوم میں عادت قدیمانہ کا اثر باقی ہے اس مختصر میں گنجائش نہیں کہ میں ہر ایک قسم کی تحریف پر سینکڑوں شواہد پیش کروں مگر کسی قدر بطور مثال نقل کر کے نمونہ دکھاتا ہوں تاکہ ناظرین کو تصدیق ہو (۱) شاہد اول متی نے اپنی انجیل کے دوسرے باب تیئیسویں آیت میں لکھا ہے کہ یوسف عیسیٰ کو مصر سے لیکر ایک شہر میں جس کا نام ناصرہ تھا جا کے رہا تاکہ وہ جو نبیوں نے کہا تھا پورا ہو کہ وہ ناصری کہلائیگا حالانکہ اب کسی نبی کی کسی کتاب میں نہیں کہ عیسیٰ پیدا ہو کر ناصری کہلائیگا اور اسلئے مسٹر وارڈ رومن کیتھولک نے اپنے سوالات مطبوعہ لنڈن ۱۸۴۱ع میں لکھا ہے کہ اس مقام پر کریزاسٹم اپنی نویں تفسیر میں لکھتا ہے کہ یہودیوں نے کتب انبیاء کو نہ صرف غفلت بلکہ بد دیانتی اور عناد سے جلا دیا اور کسی میں تبدیل کر دیا انتہی کلامہ اب اس سے بڑھکر اور کیا ثبوت ہو گا (۲) کتاب خروج کے اکیسویں باب میں آٹھویں آیت عبرانی توریت کے متن میں ہے کہ جو کوئی اپنی منگیتر سے ناراض ہو اسکو روا نہیں کہ اجنبی قوم کے ہاتھ بیچے بلکہ نہ پہلے اسکے حاشیہ کے ایک نسخہ میں برخلاف لکھ دیا اور اسیطرح کتاب احبار کے ۲۵ باب تیس آیت میں ہے کہ جو کوئی شہر پناہ کے اندر اپنا گھر فروخت کر کے برس بھر تک نہ پھرائیگا تو ہمیشہ کیلئے مشتری کا ہو گا وہ اول بیچے سال میں چھوٹ نہ جائیگا اسکے حاشیہ میں ایک نسخہ لکھا ہے کہ جس سے ثابت ہے اب دیکھئے کس کا اعتبار کیا جاوے احکام میں بھی تحریف تھا

تحریف کی تعریف

شاہد اول

شاہد دوم

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا

اے اہل کتاب اس دن سے پہلے کہ ہم چہرے بگاڑ کر الٹے دیں یا ان پر اصحاب سبت کی طرح لعنت کر دیں اس کتاب پر ایمان لاؤ جو ہم نے نازل کی ہے جو تمہارے

عَلٰٓى اَدْبَارِهَآ اَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّآ اَصْحٰبَ السَّبْتِ ۭ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ۝ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ

پاس ہے اس کی بھی تصدیق کر رہی ہے۔ اور اللہ کا حکم ہو کر رہتا ہے بیشک اللہ اس بات کو نہ بخشے گا کہ اس کے ساتھ شریک کیا جائے

يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى اِثْمًا عَظِيْمًا ۝

اور اس کے سوا جس کو چاہے گا بخش دے گا۔ اور جس نے اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرایا تو اس نے بڑا ہی طوفان باندھا۔

پائی گئی (۳) انجیل متی کے ۲۷ باب ۳۵ درس میں یہ فقرہ کہ مسیح کو سولی دی اور اس کے کپڑوں پر چٹھی ڈال کر انکو بانٹ لیا تاکہ نبی کا کہا پورا ہو الحاقی ہے اگر لیباخ نے بھی اس کا اقرار کیا ہے اور ہارون صاحب نے اپنی تفسیر کے صفحہ ۳۳۰ و ۳۳۱ جلد ثانی میں دلائل سے اس کا الحاقی ہونا بیان کیا ہے مگر اب تک یہ فقرہ انجیل میں موجود ہے۔ یوحنا کے اول خط کے ۵ باب ۷ درس میں یہ فقرہ جو تثلیث کی بنیاد ہے محققین بالخصوص ہارون صاحب اور گرلیباخ اور آدم کلارک اور شولز کے نزدیک قطعاً الحاقی ہے اور وہ یہ ہے تین ہیں جو آسمان پر گواہی دیتے ہیں باپ اور کلام اور روح القدس اور یہ تینوں ایک ہیں الخ بائبل مطبوعہ ۱۸۷۰ء کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ یہ الفاظ کسی قدیم نسخہ میں نہیں پائے جاتے حالانکہ متن میں درج ہیں زیادہ تحقیق منظور ہو تو مقدمہ تفسیر کو دیکھیے (دوم) یہود آنحضرت کی مجلس میں آکر زبان موڑ کر تمسخر کی نیت سے یہ کلمات کہہ جاتے تھے سمعنا وعصینا کہ ہم نے سن لیا اور نہ مانا۔ واسمع غیر مسمع کہ سن ان سنی بات یعنی تجھکو مکروہ باتیں سننی نصیب ہوں سمعنا کو پکار کر کہتے عصینا دل میں اور اسی طرح اسمع پکار کر غیر مسمع آہستہ سے و راعنا زبان دبا کر جس سے راعینا پیدا ہوتا تھا جو گالی ہے اور تفاخر کرتے تھے کہ ہم یہ باتیں کہہ آتے ہیں اگر وہ نبی ہوتے تو معلوم کر لیتے اس لئے آنحضرت کو اللہ تعالیٰ نے خبردار کر دیا اور ان بے ادبوں کی حرکات ناشائستہ پر صبر اور برداشت کرنیکا حکم دیا اور ان بے ادبوں کو ادب سکھایا کہ بجائے ان کے یوں کہتے تو ان کے حق میں بہتر ہوتا مگر یہ شقی ازلی محروم از سعادت ہیں۔

ترکیب من قبل متعلق ہے آمنوا سے علی ادبارہا حال ہے وجوہا سے ویغفر جملہ مستانفہ ہے ما دون ذلک مفعول ہے یغفر کا مادون کے معنی سوا کے ہیں اور دون بمعنی کمتر بھی ہو سکتا ہے او نلعنہم والضمیر عائد الی اصحاب الوجوہ اخری متعلق فعل لانہ کما یطلق حقیقۃ علی القول یطلق علی الفعل ایضاً مجازاً

تفسیر اہل کتاب کے قبائح بیان فرما کر ان کو سعادت دارین کیطرف بلاتا ہے کہ تم ایمان لاؤ پہلے قبائح بیان کرنا اور پھر اصلاح کی تدبیر بتلانا حکمت الٰہیہ کا دستور ہے کیونکہ جب تک طبیب مریض کے مرض مہلکہ کو بیان نہیں کرتا اور اس کے مآل کا خوف نہیں دلاتا تو مریض کی طبیعت تلخ دواؤں کے پینے پر مائل نہیں ہوتی اسلئے ان آیات میں مرض بتلا کر علاج بتایا کہ اس کتاب اور شریعت پر ایمان لاؤ جو تمہارے پاس کی چیز یعنی اصول مذہب اور مضامین باقیماندہ تورات و دیگر کتب انبیاء کی تصدیق کرتی ہے اس میں یہ اشارہ ہے کہ دین محمدی کوئی ایسی سخت چیز نہیں کہ جس کے تسلیم کرنے میں کسی منصف مزاج کو (اپنے دین قدیم کے لحاظ سے بشرطیکہ وہ الہامی تھی اور اس میں تحریفات اور پچھلے مشائخ اور ریفارمروں کی اقلیعی نہ چڑھائی گئی ہو) کچھ تردد ہو اسکے اصول وہی ہیں جنکو الہام کے علاوہ دنیا کے عقلاء بھی بصدق دل قبول کرتے ہیں اسکے ساتھ اس علاج سے روگردانی کی صورت میں جو کچھ بد نتائج پیش آنیوالے تھے ان کی طرف بھی اشارہ کر کے ان کو خواب غفلت سے بیدار کر دیا اور وہ بد نتیجہ دو تھے ایک دنیا کی بربادی اور بداقبالی اور ذلت و خواری جیسا کہ

[1] سبت ہفتہ کے دن کو کہتے ہیں بنی اسرائیل میں اس روز شکار اور دنیاوی کاروبار کی سخت ممانعت تھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کئی سو برس بعد بنی اسرائیل کے کچھ لوگوں نے جو کسی دریا کے کنارے بستے تھے ہفتہ کے روز بھی مچھلیوں کا شکار کرنا شروع کر دیا اس حیلہ سے پانی کی نالیاں بنا کر ہفتہ کے روز پہلے ان کے منہ کھول دیتے تھے مچھلیاں آجاتی تھیں پھر اتوار کو پکڑ لیتے تھے اس وقت کے علماء نے منع بھی کیا نہ مانا لہذا عذاب الٰہی آیا سو کر بندروں جیسے چہرے ہو گئے

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يُزَكُّونَ أَنفُسَهُمْ ۚ بَلِ اللَّهُ يُزَكِّي مَن يَشَاءُ وَلَا يُظْلَمُونَ فَتِيلًا ۝ انظُرْ كَيْفَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ

(اے نبی) کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اپنے آپ کو مقدس ٹھہراتے ہیں بلکہ اللہ جس کو چاہتا ہے مقدس کرتا ہے اور ان پر کسی تاگے کے برابر بھی ظلم نہ کیا جاوے گا۔ دیکھو اللہ پر کیسے

الْكَذِبَ ۖ وَكَفَىٰ بِهِ إِثْمًا مُّبِينًا ۝ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِّنَ الْكِتَابِ يُؤْمِنُونَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوتِ وَ

جھوٹ باندھتے ہیں صریح گنہگاری کیلئے تو یہی کافی ہے (اے نبی) کیا آپ نے انکو نہیں دیکھا جن کو کتاب کا کچھ حصہ دیا گیا ہے وہ بتوں اور شیطان کو مانتے ہیں اور

يَقُولُونَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا هَٰؤُلَاءِ أَهْدَىٰ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا سَبِيلًا ۝ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ ۖ وَمَن يَلْعَنِ

کافروں کی نسبت کہتے ہیں کہ مسلمانوں سے تو یہی سیدھے رستے پر ہیں یہ وہی لوگ ہیں کہ جن پر خدا نے لعنت کر دی ہے اور جس پر خدا لعنت کرے

اللَّهُ فَلَن تَجِدَ لَهُ نَصِيرًا ۝ أَمْ لَهُمْ نَصِيبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَإِذًا لَّا يُؤْتُونَ النَّاسَ نَقِيرًا ۝ أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ

تم اسکے لئے کوئی (بھی) مددگار نہ پاؤ گے کیا ان کا بادشاہی میں کچھ حصہ ہے پھر جب تو کسی کو رائی کے برابر بھی نہ دیں گے کیا لوگوں پر اس بات

عَلَىٰ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ ۖ فَقَدْ آتَيْنَا آلَ إِبْرَاهِيمَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَآتَيْنَاهُم مُّلْكًا عَظِيمًا ۝

سے جلے مرتے ہیں کہ خدا نے ان کو اپنے فضل سے نعمت دی ہے سو بیشک ہم ابراہیم کے خاندان کو کتاب اور حکمت اور نیز ان کو بڑا ملک عنایت کر چکے ہیں

سلطنت سے بغاوت کرنیوالے کیلئے ضرور پیش آتی ہو اس کی طرف من قبل ان نطمس وجوھا فنردھا علی ادبارھا میں اشارہ فرمایا یعنی ایمان اُس شندنی سے پہلے لاؤ کہ جس میں چہروں کو بگاڑ کر ان کی پشت کی طرف یعنی الٹا کر دیں گے یعنی وہ جو اقبال اور ترقی تھی اس کو الٹا دیں گے منہ کا بگاڑ نا کنایہ عزت کے بگاڑنے سے ہے اور پیٹھ پشت منہ کو کر دینا اس کی سعادت سے شقاوت کی طرف پھیر دینا ہے یہ محاورہ کی بات ہے اب اس میں اس طرف بھی اشارہ ہو کہ ہم تمکو پہلی اصلی حالت غلامی اور اسیری کیطرف رجوع کر دینگے یا پھر عرب سے ملک شام کیطرف جلاوطن کر دیں گے چنانچہ اس پیشین گوئی کے مطابق یہود و نصاریٰ کو صحابہ کے فتوحات سے یہ ماتحتی جو بمنزلہ غلامی اور اسیری کے ہے پیش آئی اور یہود مدینہ سے جلاوطن ہو کر جو منہ سے پر دھر کر شام کو گئے۔ اور اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ انسان عالم محسوسات میں سن تمیز کو پہنچکر گونا گوں صنائع دیکھ کر عالم معقول کی طرف چلتا ہے اگر یہ ترقی کرتا چلا جاتا ہے۔ تو شہر مقصود تک پہنچ جاتا ہے اور رجوع شہوانی اور حیوانی باتوں میں پڑ جاتا ہے تو ادھر سے منہ کے بل الٹ کر پھر اسی عالم کی طرف آجاتا ہے حقیقی معنی بھی مراد ہو سکتے ہیں کہ چہروں کو بگاڑ کر پشت کر دیں بری صورت بنا دیں دوسرا عذاب آخرت اس کی طرف او نلعنہم کما لعنا اصحاب السبت میں اشارہ ہے کہ جس طرح سبت میں تعدی کرنے والوں پر عہد داؤد علیہ السلام میں ہم نے لعنت کی تھی ایسی تم پر نہ کر دیں۔ چونکہ اس اعلان اور اذن عام آمنوا سے بعض لوگوں کے دلوں میں یہ بات تھی کہ ہم بہت سے گناہ کر چکے ہیں اب ہمارا قصور کیونکر معاف ہو سکتا ہے پھر ہمارا اسلام میں داخل ہونا کیا فائدہ دیگا؟ اسلئے اسکے بعد معافی کا اعلان دیا کہ ان اللہ لایغفر ان یشرک بہ ویغفر مادون ذلک مگر اس لئے کہ کسی کو حقوق عباد میں یا عموماً گناہوں پر جرأت نہ ہو لمن یشاء کی قید بھی لگا دی کہ جس کو چاہے گا معاف کرے گا جس کو چاہیگا نہیں خدا شرک کے سوا اور سب گناہ معاف کر دیتا ہے اور توبہ سے شرک بھی معاف کر دیتا ہے۔

ترکیب کیف یفترون کیف منصوب ہے یفترون کے سبب اور جملہ محلاً منصوب ہے انظر کی وجہ سے ویقولون معطوف ہے یومنون پر للذین کفروا متعلق ہے یقولون سے ہؤلاء مبتدا اہدیٰ خبر جملہ مقولہ۔

تفسیر ان پہلی آیات میں یہود پر ان کی بد افعالیوں کے سبب عتاب تھا جس کو وہ اپنے انبیائی خاندان کے سبب قابل التفات نہ سمجھتے تھے اور اس پر بھی تقدس کا دم بھرتے تھے کہ ہم فلاں بزرگ کی اولاد ہیں تقدس ہمارا موروثی حق ہے اور ہم ابناء ابراہیم

فَمِنْهُم مَّنْ آمَنَ بِهِ وَمِنْهُم مَّن صَدَّ عَنْهُ وَكَفَىٰ بِجَهَنَّمَ سَعِيرًا ۝ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا

پھر ان میں سے کچھ تو اس کتاب پر ایمان لے آئے اور کچھ اس سے رک گئے اور کافی ہے جہنم (اُن کے) جلانے کو بیشک جن لوگوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا

سَوْفَ نُصْلِيهِمْ نَارًا كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُودُهُم بَدَّلْنَاهُمْ جُلُودًا غَيْرَهَا لِيَذُوقُوا الْعَذَابَ إِنَّ

عنقریب ہم ان کو آگ میں داخل کریں گے جبکہ ان کی کھالیں جل جاویں گی تو اس کے عوض ہم اور کھالیں بدل دیں گے تاکہ وہ (خوب) عذاب چکھیں بیشک اللہ

اللَّهَ كَانَ عَزِيزًا حَكِيمًا ۝ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا

زبردست (اور) حکمت والا ہے اور جو ایمان لائے اور (انہوں) نے اچھے کام (بھی) کئے (سو) انکو ہم (بہت جلد) ایسے باغوں میں داخل کریں گے کہ جنکے

الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا لَّهُمْ فِيهَا أَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيلًا ۝

نیچے نہریں بہہ رہی ہونگی ان میں وہ ہمیشہ رہا کریں گے ان کے لئے وہاں پاک بیویاں (بھی) ہونگی اور ہم ان کو ٹھنڈی چھاؤں میں بٹھائیں گے۔

واسحاق کی نسل ہیں جن پر آتش دوزخ از خود حرام ہے اور ہم رات کو گناہ کرتے ہیں تو صبح تک خود بخود پاک ہو جاتے ہیں اور دن کو کرتے ہیں تو شام تک پاک ہو جاتے ہیں اور نصاری میں بھی پولوس کا قول کہ مسیح سب کے گناہ سر پر اٹھا کر لے گئے بہت ہی کچھ موثر تھا اس لئے یہ لوگ اپنے آپ کو پاک اور جنتی سمجھتے تھے اور اسی طرح بعضوں یعنی وہ اور بہت سی قومیں ایسی ہی ڈھکوسلے ہیں کہ جن پر وہ نازاں رہا کرتے ہیں چنانچہ ان کی تقلید سے اسلام کے جاہل فرقوں میں بھی آجکل یہ بات پائی جاتی ہے کہیں یہ مشہور ہے کہ ہم فلاں پیغمبر یا فلاں بزرگ کی اولاد ہیں ہمارے گناہ سب نیست ہو جاتے ہیں ہم خدا کے ایسے اور ایسے ہیں جس طرح کہ یہود اپنے تئیں خدا کے فرزند اور اسکے پیارے کہتے اور اقبال رفتہ کی پھر (البس) آنکی ان حرکات پر امید کرتے تھے اس لئے ان کے رد میں فرمایا گیا کہ یہ کیوں ناحق اپنی تعریفیں کرتے اور پاکیزہ ہونیکا دعویٰ کرتے ہیں پاکیزہ تو وہی ہے کہ جسکو اللہ نے توفیق پرہیزگاری کی دی ہے اسکے بعد حکیمانہ طور پر انکی خیانت ظاہر فرماتا ہے (۱) انظر کیف یفترون الخ کہ وہ ایسے ایسے دعوے کر کے خدا پر جھوٹے ڈھکوسلے بناتے ہیں کہ ہم اس کے فرزند اور محبوب ہیں ہم پر آتش دوزخ حرام ہے اور جھوٹ باندھنا بجائے خود اثم مبین ہے (۲) باوجود علم کتاب اور رہنمی شریعت کے جو جتاتے ہوئے جبت کیطرح کسقدر زمانہ میں باقی تھی جبت بت اور طاغوت یعنی شیطان پر ایمان لاتے ہیں یعنی انکو ماننے والوں کو خدا پرستوں پر ترجیح اور فوقیت دیتے ہیں چنانچہ یہود مدینہ میں سے حیی بن اخطب اور کعب بن اشرف مکہ کے پاس اس لئے گئے کہ قریش کو آنحضرت کے خلاف لڑنے پر آمادہ کریں تو قریش مکہ نے پوچھا کہ آیا ہم حق پر ہیں یا اہل اسلام جو صرف ایک اللہ کی عبادت جائز ٹھہراتے ہیں؟ تو کہدیا کہ تم حق پر ہو سو یہ بات اسلئے تھی کہ خدا نے ان پر ان کے کفر کے سبب لعنت کر دی ہے وہ قریش کی مدد پر بھروسہ نہ کریں دشمنان خدا کا کوئی حامی نہیں ہو سکتا یہ عیوب تو اخلاق میں جہل سے متعلق تھے جو قوت علمیہ کا نقصان ہے اسکے بعد قوت عملیہ کا نقصان بیان کرتا ہے اور قوت عملیہ کا سب سے زیادہ نقصان بخل اور حسد سے ہوتا ہے سو یہ دونوں صفتیں ان میں تھیں (۱) ام لہم نصیب من الملک کیا انکو انکی آرزو کے موافق سلطنت تو کیا اسکا کوئی حصہ بھی ملا ہے چونکہ بخل کے جو منافی سلطنت ہے ملکیت ہو تا ہے اور بخل کی یہ علت کہ اگر سلطنت مل جاوے تو کسی کو نقیر یعنی ذرہ بھی نہ دیں (۲) ام یحسدون الناس آنحضرت کی شوکت روز افزوں اور نبوت اور دینی ترقی پر حسد کرتے ہیں تو یہ ان کے حسد کا حال ہے پھر تسلی دیتا ہے کہ ہم نے ابراہیم کے خاندان میں خود داؤد سلیمان کو سلطنت اور نبوت دی تھی اب تم ابراہیم ہی کے خاندان پر کیوں حسد کرتے ہو

ترکیب من آمن بہ مبتدا منہم خبر مقدم فالجملۃ جملہ ہو داخل ہے سوف نصلیہم جملہ خبر ان کلما شرطیہ بدلناہم جواب والذین الخ مبتدا سندخلہم خبر لہم فیہا الخ جملہ ثانیہ صفت جنات

تفسیر یہ اسی بیان کا تتمہ ہے کہ جو باوجود اسکے کہ ہم نے خاندان ابراہیم کو خصوصاً نسل اسحق اسرائیل کو کتاب یعنی ظاہر شریعت و حکمت

(۱) کس لئے کہ سلطنت کیلئے فوج اور کار پرداز ضروری ہیں اور حب الانسان بخل کرتا ہے تو صفت کوئی کسی کی فوج نہیں کرتا نہ یہ تنگ سر پر رہتا ہے پھر حب بہر کو کون سر کیسا کیسے پھر کس طرح سے ملک ہاتھ آئے ان اخلاق رذیلہ پر بعد زمانہ گذشتہ کے اقبال کو جو داؤد سلیمان کے عہد میں تھا سو یہ خیال محال تھا ۱۲ نقیر النقر سے مشتق ہے جس معنی کھودنا ہے اس سے مراد خرما کا چھلکا اور یہ ضرب المثل عام ہے مراد قلت ہے اور اسی طرح فتیل اور قطمیر سے قلیل مراد ہے ۱۲ فالجبت صنم الجبیر تبدلات

من السین تمادی قطرب وہو الذی لا خیر فیہ فاختلف فی معناہ فقیل السحر وقیل کعب بن الاشرف الیہودی وقیل الشیطان وقیل صنم لقریش مجدلا الیہود للدخلت مکہ لوضاۃ

إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمٰنٰتِ إِلٰٓى أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ إِنَّ

بیشک اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ تم امانتوں کو جن کی امانت ہوں ان کو دیدیا کرو۔ اور جب لوگوں میں (کسی جھگڑے کا) فیصلہ کرو تو انصاف سے

اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيعًا بَصِيرًا ۝ يٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوٓا

بیشک اللہ تم کو (بہت ہی) اچھی نصیحت کرتا ہے بیشک اللہ (سب کچھ) سنتا (اور) دیکھتا ہے ایمان والو!

أَطِيعُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنٰزَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ

اللہ کی فرمانبرداری کرو اور رسول کی اور اپنے فرماں رواؤں کے حکم پر چلو پھر اگر کسی چیز میں بلحاظ اختلاف ہو جائے تو اسکو اللہ اور

إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ۝

رسول کی طرف لیجاؤ اگر تم کو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان ہے یہ (بہت ہی) اچھی بات ہے اس کا انجام (بھی) اچھا ہے

یعنی علم و اسرار اور ملک عظیم یعنی قدرت دی تھی اس پر بھی ان میں سے کچھ لوگ تو خدا پرست تھے اور کچھ منکر اور مخالف رہے (جیسا کہ تاریخ بنی اسرائیل سے واضح ہوتا ہے) جب ان کا اپنے ایسے انبیاء کی نسبت یہ حال تھا تو اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی نسبت انکار اور نکتہ چینی جسقدر ہے تو وہ اس بدبخت قوم کے حسد کے خیال سے کچھ بھی زیادہ نہیں ہم ایسے بدبختوں کو جہنم میں جلا دینگے جس طرح دنیا میں آتش حسد اور عناد میں یہ نئے نئے رنگ بدلتے ہیں اسیطرح عالم آخرت میں ان کے عذاب کی صورت ہوگی کہ جب آگ سے ایک جلد جل جاویگی تو دوسری جلد یعنی جھڑی اور پیدا ہو جاویگی اس سے یہ غرض ہے کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ اگر وہ جہنم میں ڈالے جاوینگے آخر وہ آگ ہے گھڑی دو گھڑی میں جل بھن کر مر جاوینگے یہ تکلیف منقطع ہو جاویگی بلکہ وہ جہنم میں ہمیشہ جلتے رہینگے اور ایک جسم کے بعد پھر دوسرا جسم جلنے کیلئے مبدء غیب سے پیدا ہوگا تاکہ پورا عذاب چکھیں اور اس زندگی کو کوئی عجیب محال اور خلاف نہ سمجھے بلکہ یہ سب ممکن اور اسکے قبضہ قدرت میں ہے کیونکہ ان اللہ کان عزیزا حکیما کہ وہ زبردست بھی ہے یعنی قادر مطلق ہے اور تادیر قائم رہنے کی اسکو سینکڑوں تدبیریں معلوم ہیں کیونکہ وہ حکیم ہے۔ قرآن کی عادت ہے کہ جہاں کہیں مخالفوں کیلئے عذاب وغیرہ عقوبات دنیا و آخرت بیان کئے ہیں اس کے ساتھ ہی نیک لوگوں کیلئے ثواب اور جنت کی نعماء بھی بیان ہوتی ہیں تاکہ مخاطب کیلئے کامل ترغیب و ترہیب حاصل ہو کر عذاب سے ڈر کر ثواب پر نظر کرکے دنیا اور اسکے لذائذ سے نفرت اور نیک روی اور عالم باقی کا شوق دل میں پیدا ہو یہاں ان کیلئے کہ جو ایمان لاکر اچھے کام کرتے ہیں یہ وعدہ ہے کہ ہم ان کو ایسے باغوں میں (نہ دنیا کے باغ بلکہ عالم قدس کے باغوں میں) بساوینگے کہ جنکے نیچے نہریں بہتی ہونگی اور یہ عیش ان کیلئے دنیا کے عیش کیطرح یا عالم شباب کیطرح چند روزہ نہ ہوگا بلکہ دائمی ہوگا اور وہاں ان کے انس کیلئے عالم قدس کی بیویاں بھی ہونگی اور دراز سایہ میں ہونگے بعض علماء فرماتے ہیں کہ جنت میں دور تک درخت متصل ہونگے اسلئے ان کا سایہ بھی دراز ہوگا بعض کہتے ہیں کہ سایہ دراز سے خدا کی مہربانی اور دائمی عنایت مراد ہے جو اسکے تقرب اور روحانی محبت کی طرف اشارہ ہے۔

ترکیب ان تؤدوا بتاویل مصدر مفعول ثانی ہوا یامرکم کا واذا کا عامل یامرکم ہے یہ سب شرط ان تحکموا ای بان تحکموا جملہ جواب نعما یعظکم بہ جملہ خبر ان نعما کا ما بمعنی الشیء معرفۃ تامہ یعظکم محذوف کی صفت ہے جو مخصوص بالمدح ہے تقدیرہ نعم الشیء شیء یعظکم بہ یا نعم کا فاعل اور ما بمعنی الذی بھی ہو سکتا ہے اسکا مابعد اس کا صلہ اور یہ بھی فاعل نعم ہے اور مخصوص بالمدح محذوف ای نعم الذی یعظکم بہ تادیۃ الامانۃ اور ما نکرہ موصوفہ بھی ہو سکتا ہے تب فاعل مضمر ہوگا اور مخصوص محذوف جیسا کہ بئس للظالمین بدلا میں ہے۔

تفسیر جبکہ اہل کتاب کی خیانت کا ذکر آیا کہ وہ توریت و انجیل کی بشارت کو جو نبی محمدی کے برحق ہونے کی بابت ہیں چھپا رہے اور

تحرف کرکے کفار کو مومنین سے اچھا بتلاتے ہیں عموماً اہل اسلام کو ابدالآباد کیلئے امانت داری کا حکم دیا یا یوں کہو کہ جب ایمان لانیوالوں اور اچھے کام کرنیوالوں کیلئے جنت اور حیات ابدی کا وعدہ کیا گیا تو انجملہ اعمال صالحہ میں جو عمدہ چیزیں ہیں انکو بیان کرتا ہے یعنی امانت اور عدالت اس آیت کے شان نزول کی بابت یہ روایت ہے کہ جب آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مکہ فتح کیا اور کعبہ کے اندر نماز کیلئے جانا چاہا تو عثمان بن طلحہ نے کہ جس کے پاس کعبہ کی کنجی تھی قفل بند کر دیا اور کنجی دینے سے انکار کیا حضرت علی رضی نے اسکا ہاتھ مروڑ کر اسکے ہاتھ سے کنجی چھین کر قفل کھولا آنحضرت نے اندر جا کر نماز پڑھی اور حضرت عباس نے چاہا کہ یہ کنجی مجھے ملے اسپر یہ آیت نازل ہوئی تب عثمان کو کنجی واپس کی گئی بعض روایات سے یہ بھی ثابت ہے کہ آنحضرت نے عثمان سے امانت لی تھی اس پر عباس نے اپنی تولیت کی درخواست کی تو یہ آیت نازل ہوئی اور آپ نے فرمایا یہ ہمیشہ تیرے خاندان کیلئے ہے بجز ظالم کے تجھسے کوئی نہیں لیگا پھر عثمان نے اپنے بھائی شیبہ کو دی جو آجتک اسکے خاندان میں چلی آئی ہے۔ خدا تعالیٰ کو موجب اپنے اس وعدہ کے جو اس نے یسعیا علیہ السلام کی معرفت بنی قیدار کیساتھ کیا تھا جیسا کہ ابتک کتاب یسعیاہ کے بیالیسویں باب سے پایا جاتا ہے یہ منظور ہوا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمانی سلطنت کا دنیا میں قائم کرنیوالا بنادے اور پھر ان کے جانشینوں کو اس انصاف و عدالت کی کرسی پر بٹھادے اور تمام دینی مقدمات کا فیصلہ انہیں کے حکم سے دلوائے تو اس لئے اولاً امانت کا حکم دیا امانت مصدر ہے جس کا اطلاق مفعول پر بھی ہوتا ہے اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ جو کسی کا حق تجھپر ہو تو اس کو بخوشی خاطر ادا کر دیا کرو حقوق کی تین قسم ہیں اول اللہ تعالیٰ کے حقوق اس کی عبادت اور توحید اور شکر گزاری کرنا اور بری باتوں سے باز رہنا اور جس کا اس نے حکم دیا ہے انکو عمل میں لانا پھر یہ بھی ایک دریائے بیکنار ہے اس میں اعلیٰ امانت کا ادا کرنا اس کی ذات و صفات میں محو ہوجانا ہے ع این جان عاریت کہ بحافظ سپردہ است دوست روزے رخش ببینم وتسلیم وے کنم۔ اسی کی طرف بہت سی آیات میں اشارہ ہوا ہے منجملہ ان کے یہ ہے انا عرضنا الامانۃ علی السموٰت والارض الآیۃ دوم تمام مخلوقات کے حقوق اس میں ادائے امانت پورا تولنا۔ راز کو افشا نہ کرنا۔ کسی کی چیز کو مستعار لیکر واپس دینا یا کوئی چیز اس کے پاس رکھی جائے تو اس کو بوقت واپس دینا ہے۔ بیوی کو میاں کے مال اور آبرو کو محفوظ رکھنا۔ بادشاہوں اور ذی اختیار لوگوں کو اپنے ماتحتوں سے بنرمی پیش آنا ظلم نہ کرنا۔ علما کو مسائل اور کتاب الٰہی کے بیان کرنے میں کمی زیادتی نکرنا۔ ان کو تعصبات بیجا سے روکنا۔ گھر والیکو بیوی بچوں کے حقوق برابر ادا کرنا ان کی تربیت میں کوشش کرنا وغیرہ امانت کا ادا کرنا ہے سوم اپنے نفس کے حقوق اس میں امانت یہ ہے کہ روح کو شہوانی لذائذ سے ملوث نکرے گناہوں میں مبتلا ہو کر اپنے تئیں جہنم میں نہ پہنچا دے غرض جو اس کیلئے دنیا و آخرت میں بہتر ہے غصہ اور شہوت کے نشہ میں آکر اس کے برخلاف نہ کرے تو اولاً امانت کا حکم اس لئے دیا کہ جب خود اصلاح پذیر ہو جاویگا تو اسکے بعد کرسی عدالت پر بیٹھنے کی صلاحیت رکھیگا اس لئے کہ اس کے بعد ثانیاً فیصلوں میں انصاف کرنے کا حکم دیا اور سمیع و بصیر ہونا جتلا کر متنبہ کر دیا اور یہ ظاہر ہے کہ اس فیصلہ کے لئے کوئی قانون آسمانی بھی ضرور ہے اس لئے اسکے بعد ثالثاً یہ فرمایا کہ اللہ اور رسول کی اطاعت کرو اور ان فیصلوں کو اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرو یعنی قرآن اور حدیث کو دستور العمل بناؤ اور یہ ظاہر ہے کہ قرآن مجید میں گو بطور اجمال یا قواعد کلیہ ہر ایک قسم کے احکام ہیں اور اس دریائے بیکنار سے جسقدر چاہو بذریعہ فکر غوطہ لگا کر موتی نکال لو اور اسی قرآن میں ہے تفصیلاً لکل شیء وتبیانا لکل شیء کہ قرآن میں ہر ایک چیز کا بیان ہے اور احادیث میں بھی آیا ہے اس لئے کہ ظاہر و باطن اور ہر حد کے لئے مطلع ہے اور اس کے عجائب کم نہیں ہوتے ہر ایک شخص بقدر فہم ان عجائب سے مستفید ہوتا ہے اور احادیث جہاں تک ہیں سب گویا قرآن مجید کی شرح ہیں خواہ بطور فعل خواہ بطور قول اور اسی لئے پیغمبر علیہ السلام کے بعد کوئی شخص ایسا نہیں کہ

صرف قرآن پر بس کرے اور اس کی شرح سنت کی طرف متوجہ نہ ہو یہ کسی مکلف کا منصب نہیں اور اسی لئے نبی علیہ السلام نے فرمادیا کہ بعض پیٹ بھرے پلنگ پر لیٹ کر یہ کہنے لگیں گے کہ ہم کو قرآن کافی ہے جو اس میں حلال ہے وہی حلال ہے اور جو حرام ہے وہی حرام ہے حالانکہ رسول نے بھی اللہ کی طرح بہت سی چیزیں حرام بیان کی ہیں منجملہ ان کے گدھا ہے جو گھروں میں رہتا ہے منجملہ ان کے درندوں میں سے جنگل والا جانور حرام ہے الخ رواہ ابو داؤد وابن ماجہ الی قولہ کما حرم اللہ اور چونکہ قرآن کے باریک نکتوں پر کماینبغی واقف ہونا نبی کا کام ہے اور ان باریک چشموں سے حکم کی کوئی نہریں جاری کرنا گو ناواقف کے نزدیک اپنی طرف سے پیدا کرنا ہے اسلئے آنحضرت نے اس کی تشریح کو از خود بیان کرنا فرمایا اس لئے اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول باعادہ واطیعوا ذکر کیا اور اسکے بعد فردوہ الی اللہ والرسول فرمایا لیکن یہ تمام باتیں نہ تو قرآن میں اس طور سے جمع ہو سکتی تھیں کہ ہر جھگڑے کے وقت ہر شخص اس سے فیصلہ کرے نہ احادیث میں تمام وکمال تشریح اصول غیر متناہی کی ہو سکتی تھی اور دین کی اصول کے تکمیل ہو چکی تھی الیوم اکملت لکم دینکم آچکا تھا اور رسالت کا دروازہ بند کر دیا گیا اس لئے اس کے بعد واولی الامر منکم فرمایا کہ اپنے لوگوں میں سے اولی الامر کی بھی اطاعت کرو اولی الامر سے بعض کہتے ہیں حکام وسلاطین وقضاۃ وغیرہم مراد ہیں کہ جن کو ولایت شرعیہ حاصل ہو شیعہ کہتے ہیں ائمہ اثنا عشر مراد ہیں بعض کہتے ہیں صحابہ اگر غور کیا جاوے تو سب کا نتیجہ یہی نکلے گا کہ اس سے مراد اہل علم اور شریعت کے مفتی اور مجتہد و مستنبط ہیں اور یہی قول جابر بن عبداللہ ومجاہد وحسن بصری وابو العالیہ وعطاء ابن ابی رباح وابن عباس وامام احمد کا بلکہ امام مالک وابوحنیفہ وضحاک کا بھی یہی مذہب ہے اور اس کی وجہ جیسا کہ اعلام الموقعین میں حافظ ابن القیم نے بیان کی ہے کہ بعد نبی علیہ السلام کی امت محمدیہ میں جو کسی اور کا کہنا مانا جاتا ہے تو صرف اس وقت کہ وہ علم کے موافق حکم دے کتاب وسنت کے بموجب حکم کرے خواہ وہ علماء آپ حکم کریں یا ان کے فتوی سے امراء وسلاطین حکم دیں پس جس طرح کہ علماء نبی علیہ السلام کے پیرو ہیں اسیطرح ان کے امراء ہیں اب جو احکام کہ کتاب وسنت میں بصراحت مذکور ہیں ان میں تو علماء کا قول علیحدہ پر ماننا فرض وواجب ہے اس میں شاید کسی کو بھی اختلاف نہ ہو۔ رہے وہ احکام ومسائل کہ جو بصراحت کتاب وسنت میں نہ پائے جائیں بلکہ حکم تفصیلاً کل شئی بطور اسرار مودعہ بردہ الفاظ میں مستطور رہیں اور حکماء میں سے جو غواص اور مستنبط ہیں جیسا کہ اگلی آیت میں ہے ورددوہ الی الرسول والی اولی الامر منہم لعلمہ الذین یستنبطونہ منہم جن کو مجتہد کہتے ہیں وہ ان مسائل کو استنباط اور اجتہاد کرکے نصوص سے ظاہر کرتے ہیں آیا ان کی ان مسائل میں بھی پیروی غیر مجتہد لوگوں کو چاہیئے یا نہیں؟ اور اس پیروی کو عرف فقہا میں تقلید کہتے ہیں اہل اسلام میں سے جمہور سلف سے خلف تک ان مسائل میں بھی اتباع کرنا واجب اور ضروری کہتے ہیں ان چند وجوہ سے اول آیات مذکورہ تبیانا لکل شیئ والیوم اکملت لکم دینکم سے یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ قرآن میں خدا تعالیٰ نے خواہ تفصیلاً خواہ اجمالاً کہ وہ اجمال بھی نظر مجتہد میں تبیان وتفصیل ہے جمیع احکام کو بیان فرما کر کتاب اور دین کو کامل کر دیا اور اسی لئے آئندہ کسی اور نبی کی حاجت نہ رکھی خاتم النبیین فرمادیا (۲) اور یہ بھی ثابت ہے کہ قرآن وسنت واجب العمل ہے خواہ وہ مسائل کتاب وسنت سے ہم کو معلوم ہوں یا نہ ہوں وجوب عمل ہماری علم پر موقوف نہیں اگر ایسا ہو تو پھر منصوصات کہ جن کا ہم کو یا عامی کو علم نہ ہو وہ بھی واجب العمل نہ رہیں اور لا فرق بین ذلک وبین ہذا فسادہ لا یخفی علی ارباب العقول منصوصات وغیر منصوصات میں کچھ فرق ہوگا کہ وہ بمنزلہ ایک ایسے خزانہ کے ہیں جو گھر میں رکھا ہوا ہر ایک بصیر کو معلوم ہے اور غیر منصوصات بمنزلہ خزانہ مدفون کے ہیں جس کو

۵ ورنہ درحاصل کریم وتکمیل احمد کا فعل ہے جیسا کہ فرماتا ہے ان الحکم الا للہ ۱۲ منہ

بجز ماہر کے اور کوئی نہیں جانتا اگر جس کو خزانہ کی ضرورت ہو تو وہ ضرور اس ماہر کے کہنے پر عمل کر کے اس سے مستفید ہوگا اسی طرح کچھ قرآنی جو مستور رہے اسکے ماہر مستنبط و مجتہدین کما لا یخفی۔ ہاں یہ ضرور ہے منصوصات قطعیات ہیں۔ اور یہ مسائل ظنیہ ہیں کیونکہ اصل مسئلہ کو جو کتاب و سنت میں منصوص ہے مجتہد اصل قرار دیتا ہے اور اس حکم کی احادیث و اقوال علماء صحابہ سے نیز اپنے دلائل سے ایک علت معین کرتا ہے پھر دوسری جگہ اس علت کو دیکھ کر وہی حکم ظاہر کر دیتا ہے مثلاً قرآن اور احادیث صحیحہ میں شراب کو حرام قرار دیا ہے اب مجتہد نے دیکھا کہ کیوں حرام قرار دیا ہے کیا سرخ رنگ سے کیا رقیق ہونے سے کیا تلخی ہونے سے پھر دیکھتا ہے کہ یہ وصف تو اور چیزوں میں بھی پائی جاتی ہیں حالانکہ وہ حرام نہیں پس معلوم ہوا کہ نشہ کی وجہ سے اسکو حرام قرار دیا ہے کیونکہ احادیث میں جن چیزوں کی شراب بنتی ہے جیسا کہ انگور کا شیرہ انکو نشہ لانے سے پہلے پیغمبر علیہ السلام نے مباح قرار دیا اور صحابہ نے پیا ہے اور نشہ کے بعد اسکا نام شراب رکھکر حرام بنا دیا پس معلوم ہوا کہ علت نشہ ہے اور اب بھنگ و چرس و افیون میں بھی نشہ معلوم ہوا تو مجتہد نے کہہ دیا کہ یہ بھی حرام ہیں اور ان کی حرمت شراب کی حرمت پر ضمناً مذکور ہے سو اس تعیین علت میں مجتہد سے غلطی بھی ہو جاتی ہے اور کبھی وصف خاص کو عام سمجھ لیتا ہے ان احتمالات کی وجہ سے حرمت بھنگ کو ظنی کہتے ہیں اور ان غلطیوں کی اصلاح کیلئے فن اصول فقہ قرار دیا ہے اور مجتہد کے اس استنباط کو قیاس کہتے ہیں (دوم) یہ آیت ہے لعلمه الذین یستنبطونه اس آیت میں اولی الامر میں سے ان کی طرف رجوع کرنا فرمایا جو استنباط کرتے ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ نص کی موجودگی میں استنباط نہیں کہا جاتا اگر اگر استنباط جو قیاس کا ہم معنی ہے حجت شرعیہ نہ ہوتا تو مکلف پر اس کی طرف رجوع کرنا واجب نہ کیا جاتا اور یہ کہنا کہ اولی الامر سے مراد امراء لشکر ہیں اور استنباط سے مراد محاربات میں تدابیر کا استنباط ہے نص کو بلا وجہ خاص کر دینا ہے جو ایک قسم کا نسخ ہے (سوم) یہ آیت ہے کہ جس کی ہم تفسیر لکھ رہے ہیں کیونکہ اس میں ہے فان تنازعتم فی شیء فردوه الی الله والرسول کیونکہ تنازعہ کی صورت میں جو رد کرنا فرمایا تو یہ وہی صورت ہے کہ جس کا کتاب و سنت میں حکم منصوص نہیں کیونکہ اگر منصوص ہوتا تو یہ تو اطیعوا الله و اطیعوا الرسول میں آگیا تھا اور کلمہ ان شرطیہ پھر کیا فائدہ دیتا تھا؟ بلکہ خدا تعالیٰ نے وقائع کو دو قسم بنایا ایک وہ کہ ان کے احکام منصوص ہیں دوم وہ کہ منصوص نہیں اول میں اطیعوا الله و اطیعوا الرسول اور ان کے نائب اولی الامر کی اطاعت کا حکم دیا اور دوسری قسم میں اللہ اور رسول یعنی کتاب و سنت کی طرف رد کرنا فرمایا (چہارم) محمد بن علی الشوکانی نے اپنی مختصر میں لکھا ہے کہ قیاس کا حجت ہونا معاذ کی حدیث سے بھی ثابت ہوتا ہے جبکہ انکو نبی صلعم یمن کا قاضی بنا کر بھیجا اور پوچھا تھا کہ کس طرح سے فیصلہ کرو گے عرض کیا کہ کتاب اللہ سے فرمایا اگر کتاب اللہ میں نہ ہو عرض کیا سنت رسول اللہ سے فرمایا اگر وہاں بھی نہ ہو عرض کیا تو اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اس حدیث کے راوی اور طرق بھی ایک جگہ مستقل طور سے بیان کر دیئے ہیں و فی ذیل المرام ایک فرقہ جن میں سے ایک گروہ ظاہریہ کے نام سے موسوم ہے قیاس کا منکر ہے وہ اس قطرہ کا جواب مع احادیث یہ کہتے ہیں کہ جنہوں نے کتاب و سنت پر عمل کرنے کی تاکید اور قیاس خلاف کتاب و سنت کی برائی بیان کی ہے لیکن جمہور کیا اس سے کب انکار ہے بلکہ کتب اصول فقہ میں احناف و شوافع کے علماء اعلام نے تصریح کر دی ہے کہ اول کتاب اللہ پھر سنت رسول اللہ پھر اجماع امت پھر قیاس اور جو قیاس حدیث کے برخلاف ہو اس پر عمل کرنا درست نہیں نہ وہ قیاس درست ہے بلکہ امام ابو حنیفہ رح تو صحابہ کے قیاس کے مقابلہ میں بھی اپنے قیاس کو معتبر نہ سمجھا چہ جائیکہ حدیث و اجماع کے خلاف۔ رہا یہ اعتراض کہ چار امام ابو حنیفہ مالک احمد شافعی کو معین کرنا اور آئندہ اجتہاد کا دروازہ بند کرنا اور انہیں کی تقلید

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُوا بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنزِلَ مِن قَبْلِكَ يُرِيدُونَ أَن يَتَحَاكَمُوا إِلَى

(اے نبی) کیا آپ نے انکو بھی دیکھا کہ جو دعویٰ تو یہ کرتے ہیں کہ جو کچھ آپ پر نازل ہوا اور آپ سے پہلے نازل ہوا سب پر ایمان رکھتے ہیں اور چاہتے یہ ہیں کہ کسی شیطان سے فیصلہ کرانا

الطَّاغُوتِ وَقَدْ أُمِرُوا أَن يَكْفُرُوا بِهِ وَيُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَن يُضِلَّهُمْ ضَلَالًا بَعِيدًا ۝ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ

چاہتے ہیں حالانکہ انکو اس سے منکر ہو جانیکا حکم دیا جا چکا ہے اور شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ انکو گمراہ کر کے بہت ہی دور جا ڈالے اور جب انکو کہا جاتا ہے کہ جو کچھ اللہ نے نازل کیا

تَعَالَوْا إِلَىٰ مَا أَنزَلَ اللَّهُ وَإِلَى الرَّسُولِ رَأَيْتَ الْمُنَافِقِينَ يَصُدُّونَ عَنكَ صُدُودًا ۝ فَكَيْفَ إِذَا

ہے اس کی طرف اور رسول کی طرف (فیصلے کیلئے) چلو تو آپ منافقوں کو دیکھیں گے کہ آپ سے اکڑ کر رہ جاتے ہیں پھر اس وقت کیا ہوتا ہے کہ جب ان کی بداعمالی

أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ ثُمَّ جَاءُوكَ يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ إِنْ أَرَدْنَا إِلَّا إِحْسَانًا وَتَوْفِيقًا

جو وہ کر چکے ہیں اس پر کوئی مصیبت آ پڑتی ہے تو (اس وقت) آپ کے پاس وہ قسمیں کھاتے ہوئے آتے ہیں کہ ہم نے تو صرف بھلائی اور ملاپ چاہا تھا

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَعْلَمُ اللَّهُ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ وَقُل لَّهُمْ فِي أَنفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيغًا

یہ وہ لوگ ہیں کہ خدا ان کے دلوں کی بات جانتا ہے سو آپ (بھی) ان سے درگذر کیجئے اور ان کو نصیحت کرو اور ان کے حق میں اثر کرنے والی بات کہہ دو۔

انحصار کرنا اور حنفی شافعی کہلانا بدعت و شرک ہے سو یہ محض تعصب ہے دیکھو سینکڑوں محدث اور بیشمار حدیث کی کتابیں ہیں مگر ان میں سے جس طرح صحاح ستہ اور صحیحین کو علماء نے منتخب کر لیا ہے اسی طرح انکو بھی اگر وہ بدعت نہیں تو یہ بھی نہیں اور جس طرح بخاری و مسلم جیسا محدث ہو جانا ممکن ہے اسیطرح ائمہ اربعہ کا مجتہد ہونا بھی امکان عقلی رکھتا ہے مگر عادتاً بوجہ مفقود ہونے شرائط کے نہیں پایا جاتا اور چاروں میں انحصار ایک انتظامی بات ہے اسپر علماء کا اتفاق ہے جیسا کہ صحیح بخاری کی صحت پر تقلید غیر کے قول کو بلا دلیل حسن ظن سے تسلیم کرنا ہے جو ایک قسم کی تصدیق ہے خواہ وہ کوئی ہو اور جس قول کو بلا دلیل تسلیم کیا ہے خواہ وہ مسائل فقہیہ میں سے ہو خواہ الٰہیات فلکیات وغیرہا امور میں سے ہو اور مقلد کے پاس اس قول کے برحق ہونے کے لئے بجز حسن ظن کے اور کوئی دلیل نہیں ہوتی ہاں جس کی تقلید کرتا ہے اس کے پاس ہوتی ہے اب یہ کیا کم تعجب کی بات ہے کہ تقلید ائمہ اربعہ خصوصاً مسائل فقہیہ پر اعتراض مگر قاضی شوکانی و ابن تیمیہ و ابن حزم و امام بخاری وغیرہ ان لوگوں کی تقلید کہ جن سے ان کو حسن ظن ہے مقبول ہو ورنہ اس تقلید کا وجوب اور اس کی حرمت مخالف کے ذمہ پر ہے ہاں جو کوئی نصوص قرآنیہ یا احادیث کو قیاس کے مقابلہ میں نہیں مانتا یا تاویل رکیک کرتا ہے وہ بیشک برا کرتا ہے۔

ترکیب یریدون حال ہے الذین یزعمون سے انہم اور اس کا معمول قائم مقام دو مفعولوں کی ہے وقد امروا حال ہے فاعل یریدون سے ضلالاً کے فیضلوا ضلالاً اور بمعنی اضلال بھی ہو سکتا ہے فی انفسہم متعلق ہے قل سے۔

تفسیر پہلی آیتوں میں تھا کہ اللہ اور رسول کی اطاعت کرو اور رضا بالقضا یعنی فیصلے انہیں کے سپرد کرو یہاں اسباب کو ظاہر کیا جاتا ہے کہ ایسے بھی تیرہ باطن لوگ ہیں کہ باوجودیکہ انکو اس بات کا اقرار ہے کہ ہم قرآن اور سب اگلی کتابوں پر ایمان رکھتے ہیں مگر اس وجہ سے کہ انکے دلوں میں نور ایمان نہیں صرف ظاہری ایمان ہے اپنے قضایا ناپاک اور شیطانی لوگوں کے پاس فیصلہ کیلئے لیجانا چاہتے ہیں اس امید سے کہ وہ رشوت لیکر یا کسی خاص وجہ سے ہماری رعایت کرینگے اور اللہ و رسول اور انکے جانشینوں کے پاس یہ بات کہاں؟ وہاں سوا حق کے اور کچھ نہیں انسان کی تاریکی باطن کی یہ بھی پوری علامت ہے کہ وہ معاملات میں انصاف ملحوظ نہ رکھے اور دور نزاع جھگڑے کو چھوڑ کر خدا پرست لوگوں کی طرف سے اٹھا کر ناخدا ترس لوگوں کی طرف بامید رعایت رجوع کرے ایسی صورتمیں

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَاۗءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ

اور ہم نے ہر ایک رسول کو اسی لیئے بھیجا ہے کہ اللہ کے حکم سے اس کا حکم مانا جاوے اور کاش وہ لوگ جنہوں نے اپنا برا کیا ہر آپ کے پاس آتے اور پھر خدا سے

وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۝ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ

معافی مانگتے اور رسول بھی ان کیلیئے معافی مانگتا تو البتہ وہ اللہ کو بڑا معاف کرنیوالا مہربان پاتے (اے نبی) آپکے رب کی قسم وہ ہرگز مومن نہ ہونگے جبتک کہ آپکو آپس کے جھگڑوں میں منصف

بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝ وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْٓا

نہ بنائیں پھر ان کے دل میں آپ کے فیصلہ سے کچھ ناراضی (بھی) پیدا نہو اور (اس کو) بخوشی خاطر قبول بھی کر لیں اور اگر ہم ان پر یہ بات فرض کر دیتے کہ اپنے آپ

اَنْفُسَكُمْ اَوِ اخْرُجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ مَّا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِيْلٌ مِّنْهُمْ ۭ وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ

کو خود ہلاک کر دیا یا ہجرِ ملک سے نکل جاؤ تو اس کو ان میں سے بہت ہی کم لوگ کرتے اور اگر وہ یہی بات عمل میں لاتے جس کی ان کو نصیحت کی جاتی ہے

خَيْرًا لَّهُمْ وَاَشَدَّ تَثْبِيْتًا ۝ وَّاِذًا لَّاٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ لَّدُنَّآ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ وَّلَهَدَيْنٰهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۝

تو ان کیلیئے بہت ہی بہتر ہوتا اور ان کے دین میں، ثابت قدمی کا باعث ہوتا اور بیشک اس وقت ہم بھی انکو اپنے پاس سے بڑا (بھی) اجر دیتے اور انکو راہ راست

اس کا ظاہری ایمان اور لاف زنی کچھ فائدہ مند نہیں مدینہ میں کچھ اہل کتاب اور کچھ قبیلہ انصار سے ایسے لوگ بھی تھے کہ جو بظاہر دعوی ایمان کرتے تھے اور جب کوئی معاملہ آ پڑتا اور کوئی جھگڑا قائم ہو جاتا تو اسکیلیئے کعب بن اشرف یہودی وغیرہ رشوت خواروں کو پنچ بناتے اور جو کوئی انسے کہتا خدا کے کلام اور اسکے رسول کی طرف چلو وہاں کا فیصلہ منظور کرنا چاہیئے تو وہ رسول کے پاس جانے سے اپنی باطنی خیانت کے سبب انکار کرنے لگتے تھے اور جب ان پر کوئی سختی اور مصیبت پیش آجاتی تھی جو نتیجہ انسان کے اعمال بد کا نتیجہ ہوتا ہے تو اپنے مطلب کیلیئے آنحضرت کی خدمت میں دوڑ کر حاضر ہوتے اور اس عدم حاضری کے جھوٹے عذر کرتے اور قسمیں کھاتے کہ یا حضرت اس میں بعض مصلحتیں تھیں ورنہ کوئی اور بات نہ تھی اسلیئے پیغمبر کو حکم دیتا ہے کہ یہ منافق جھوٹے ہیں ان کے دل کا حال ہم کو خوب معلوم ہے مگر تم ان کی ان باتوں پر گرفت نہ کرو بلکہ اپنے خلق عظیم کی وجہ سے درگذر کرو اور انکو نہایت نرم اور اثر بخش بات سے نصیحت کرو تاکہ ان کی طبیعتوں میں اثر پیدا ہو چنانچہ آنحضرت صلعم ایسا ہی کرتے تھے جس کا اثر یہ ہوا کہ بہت سے منافق سچے ایماندار ہو گئے اس آیت میں جس طرح بہت سے فائدہ مند اصول امت کو تعلیم دیئے گئے ہیں اسی طرح واعظ اور ناصح لوگوں کو بھی نرمی کی تلقین فرمائی ہے

ترکیب الا لیطاع موضع نصب میں ہے مفعول لہ ہوکر اور لام ارسلنا سے متعلق ہے باذن اللہ موضع حال میں ہے ضمیر لیطاع سے اور مفعول بہ بھی ہو سکتا ہے ای بسبب امر اللہ ولو انہم شرط اذ اس میں خبر ان عامل ہے جو جاؤک ہے لو جملہ وا اللہ جملہ جواب شرط فلا وربک لا یؤمنون میں اصل لا انہ ایکم ہے والتقدیر فو ربک لا یؤمنون اور ممکن ہے کہ دوسرا لا زائد ہو اور قسم نفی اور منفی کے درمیان واقع ہو

تفسیر پہلی آیت میں تھا کہ جب انکو رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تو وہ باوجود ادعائے ایمان کے اس سے انحراف کرتے ہیں یہاں یہ بات بیان کی جاتی ہے کہ ان کو رسول سے انحراف نکرنا چاہیئے تھا کیونکہ رسول دنیا میں اس لئے بھیجے جاتے ہیں کہ لوگ انکی اطاعت کریں (۲) پھر انکے بروقت حضوری جھوٹی قسمیں کھانے اور ناحق کی باتیں بنانیکی نسبت فرماتا ہے کہ اگر وہ بجائے اسکے اسوقت رسول کے پاس حاضر ہوکر خدا سے معافی مانگتے اور رسول بھی ان کیلیئے معافی مانگتا تو خدا غفور رحیم ہے معاف ہی کر دیتا رسول کا معافی مانگنا باعث قبولیت ہے اور نیز رسول اللہ اور بندہ میں واسطہ ہے اس لیئے اسکا ذکر آیا پھر اس روگردانی اور دعوی ایمانی کی نسبت فرماتا ہے کہ قسم ہے تمہارے رب یعنی اپنی ذات کی قسم وہ اس ظاہری ایمان پر نازاں نہ ہوں وہ ہرگز سچے مومن شمار نہ ہوں گے

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ

اور جو لوگ اللہ اور رسول کی اطاعت کرتے ہیں تو وہ اُن کے زمرہ میں ہیں کہ جن پر خدا نے کرم کیا ہے (یعنی) انبیاء اور صدیقین

وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۝ ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ۝

اور شہدا اور صالحین اور اُن کی رفاقت کیا ہی عمدہ ہے یہ اللہ کا فضل ہے اور اللہ کا جاننا کافی ہے۔

جبتک کہ وہ آپ کو اپنے جھگڑوں میں پنچ اور حکم مقرر نہ کریں گے اور پھر اس سے دل میں بھی راضی ہوں اور زبان سے بھی تسلیم کریں۔ بیشک انسان جبتک کہ نبی کے حکم پر راضی نہ ہوگا ہرگز مومن نہ ہوگا اور اگر اُس کی کسی بات کو بھی رد کریگا بشرطیکہ قطعی الثبوت ہو کافر ہوگا اسکے بعد یہ بات بتائی جاتی ہے کہ ہم رسول کی معرفت سخت اور دشوار حکم بھی نہیں دیتے جس سے وہ رُکتے ہیں کیونکہ اگر ہم کوئی ایسا سخت حکم دیتے کہ بنی اسرائیل کی طرح اپنے آپکو قتل کر ڈالو یا اپنے ملک سے نکل جاؤ تو اسپر تو بہت ہی کم لوگ عمل کرتے یعنی صرف سچے ایماندار پھر فرماتا ہے کہ یہ تو بڑی بات ہے کاش وہ انہیں سہل احکام پر عمل کریں تو بھی انکے حق میں بہتر ہو لکان خیرا لہم سے اخیر تک اس حکمت اور سر کی طرف اشارہ ہے جو رسول کی اطاعت پر مترتب ہوتے ہیں اور اس بات کا بھی اظہار ہے کہ اس فرمانبرداری سے اللہ اور رسول کا کچھ فائدہ نہیں بلکہ تمہارا ہی فائدہ ہے۔

ترکیب من یطع شرط فاولئک جواب اور ممکن ہے کہ مبتدا ہو اور خبر ہو من النبیین بیان ہے الذین انعم اللہ علیہم کا حسن کا فاعل اولئک رفیقا تمیز ذلک مبتدا الفضل خبر۔

تفسیر اس سے پیشتر کئی ایک آیتوں میں پے درپے اللہ اور اسکے رسول کی فرمانبرداری کی تاکید چلی آتی ہے اور ہر ایک جگہ اس اطاعت کا جداگانہ فائدہ بھی بیان ہوتا آیا ہے چنانچہ اس پہلی آیت میں چار فائدے بیان کئے تھے (۱) لکان خیرا لہم (۲) واشد تثبیتا کہ اس سے خوب ثابت قدمی حاصل ہوتی (۳) واذا لاتیناہم الایہ (۴) ولہدیناہم اب اس آیت میں ایک اور نہایت لطیف کبیر و ایک بڑے فائدے کے ضمن میں اشارہ کرتا ہے فائدہ یہ کہ اللہ و رسول کی اطاعت کہ جس پر انسان طوعا و کرہا مامور کیا جاتا ہے کوئی عبث بات ہے نہ اس میں اللہ اور اسکے رسول کا کچھ فائدہ ہے کہ وہ زبردستی اپنے بندوں سے نوکری یا خدمت لیتا ہے بلکہ اس میں بندوں کا ایک بڑا فائدہ ہے وہ یہ کہ آدمی بسبب غلبہ قوائے بہیمیہ کے سعادت آخرت کے سیدھے رستہ پر نہیں چل سکتا وہم اور شہوات و غضب و طمع راہزن بنکر اُس رستہ سے بہکا دیتی ہیں بری بات کو بھی بنا کر دکھا دیتے ہیں البتہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اپنا ہادی اور رسول بھیجتا ہے اور جو اسکو سیدھی راہ کیطرف بلاتے ہیں کہ شیاطین ادھر ادھر نہ مائل ہو تا سیدھے پیچھے چلا آؤ عقل اور الہام الٰہی کی مشعل ہاتھ میں لئے پیر کرقدم بقدم چلو سو جس نے اس کا کہا مان لیا اور رسول کے فرمودہ پر عمل کیا تو وہ سیدھا منزل مقصود دار البقا تک پہنچ گیا جہاں ابرار انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین رہتے ہیں جہاں نہ کچھ غم ہے نہ رنج بلکہ سرور ابدی اور حیات جاودانی ہے اُن کے سلام علیکم سے یہ بات نہیں پائی جاتی کہ ان کے درجات میں کچھ تفاوت نہ ہوگا جیسا کہ امیر و وزیر و عام رعایا ایک شہر میں ہوتے ہیں اور ہر ایک کے درجات اور مقامات جداگانہ ہوتے ہیں۔ ثوبان غلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جواب پر اشتیاق زیارت آنحضرت سے عالم آخرت میں جدا رہنے پر رنج ظاہر کیا کہ آپ تو اعلیٰ مقامات میں ہونگے جہاں ہمارا گزر نہ ہوگا اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ وہاں جدائی نہ ہوگی کیونکہ اس عالم میں جبکہ ارواح ناقصہ کو ارواح صافیہ کی محبت و اتباع کا تعلق کامل ہو جاتا ہے تو جب اس عالم کو چھوڑ کر دوسرے عالم میں جاتی ہیں تو اس تعلق کیوجہ سے ان میں انوار و تجلیات اس طرح منعکس ہونگے کہ جسطرح باہم آمنے سامنے کے آئینوں میں کی روشنی صفائی کیوجہ سے ایک دوسرے میں چمکتی ہے۔ تر لطیف یہ ہے کہ ہر چیز اپنے جز اصلی کی طرف بخود کھینچی جاتی ہے پھر جن کا جز طبعی عالم قدس اور صحبت انبیاء و صدیقین و شہداء و صالحین ہے وہ از خود ادھر جاتی ہیں یہ معنی ہوئے کہ اللہ اور اُس کے رسول کا ساتھی بنتے ہیں جو ان لوگوں کے زمرے کے ہیں برخلاف بدبخت جہنمیوں کے نیک لوگوں کے بہ ترتیب چار مرتبہ ہیں (۱) نبی النبیین (۲) نبی کی قوت نظریہ کا دوسرا پر تو اسے صدیق ہوتا ہے جس کی صفت اسرار نبوت کی تصدیق کرنا ہے (۳) اور قوت عملیہ کا پر تو شہیداء ہے جس کا کام عالم غیب کے برحق ہونے کی گواہی دینا ہے خواہ قلم سے خواہ زبان سے خواہ بیان سے اور اسی لئے شہیداء کچھ مقتول فی سبیل اللہ ہی میں آنحضرت نے منحصر نہیں کیا بلکہ عام کر دیا (۴) ان کے بعد وہ ہیں کہ جن میں پہلے درجوں سے کم نبی کی دونوں قوتوں کا پر تو ہے اس کو صالح کہتے ہیں۔ چونکہ یہ مقام محبت کا تھا اس لئے مناسب تھا کہ انکو پہلے بیان کیا جاوے اسلئے اول النبیین پھر الصدیقین الخ بیان ہوا اسی طرح ان درجات کی کیفیت اور رفاقت کے خواص معلوم کرنے کیلئے وکفی باللہ علیما نہایت ہی مناسب ارشاد ہوا۔

لہ بنی اسرائیل پران کی سرکشی کے سبب سخت سخت احکام جاری ہوئے تھے منجملہ ان کے مصر سے جو مدتوں سے ان کا وطن ہو گیا تھا نکلنا پھر گوسالہ پرستی کی توبہ میں اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالنا وغیرہ ۱۲ منہ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا خُذُوا حِذْرَكُمْ فَانفِرُوا ثُبَاتٍ أَوِ انفِرُوا جَمِيعًا ۝ وَإِنَّ مِنكُمْ لَمَن لَّيُبَطِّئَنَّ فَإِنْ

ایمان والو اپنے ہتھیار لے لو پھر ٹکڑے ٹکڑے ہو کر یا سب مل کر (کوچ) کرو اور بیشک تم میں ایسے بھی ہیں کہ جو نکلنے میں سستی کرتے ہیں

أَصَابَتْكُم مُّصِيبَةٌ قَالَ قَدْ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيَّ إِذْ لَمْ أَكُن مَّعَهُمْ شَهِيدًا ۝ وَلَئِنْ أَصَابَكُمْ فَضْلٌ

مصیبت آتی ہے تو کہنے لگتا ہے کہ مجھ پر اللہ کی بڑی عنایت تھی جو میں تمہارے ساتھ موجود نہ تھا اور جو تم پر فضل الٰہی ہو جاتا

مِّنَ اللَّهِ لَيَقُولَنَّ كَأَن لَّمْ تَكُن بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُ مَوَدَّةٌ يَا لَيْتَنِي كُنتُ مَعَهُمْ فَأَفُوزَ فَوْزًا عَظِيمًا ۝

تو ایسا بن کر گویا کبھی تم میں اور اس میں کوئی محبت ہی نہ تھی (یہ کہنے لگتا ہے) کہ اے کاش میں بھی ان کے ساتھ ہوتا تو بڑی مراد پاتا۔

ترکیب ثبات جمع ثبۃ بمعنی جماعت اور اس کی اصل ثبوۃ اور تصغیر ثبیۃ یہ حال ہے فانفروا سے اور اسیطرح جمیعا حال ہے لمن اسم ان لیبطئن موصول یا موصوف اس کا صلہ یا صفت منکم خبر ان سے متعلق اصابتکم شرط قال الخ جواب اذ ظرف ہے انعم کا کان لم تکن بینکم وبینہ مودۃ جملہ معترضہ ہے لیقولن اور اسکے مفعول یلیتنی الخ میں یہاں منادیٰ محذوف ہے یا قوم لیتنی ابو علی الیسی جگہ منادیٰ محذوف نہیں مانتے۔

تفسیر جبکہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا حکم مؤکد ہو چکا اور اسکے فوائد بیان ہو چکے تو منجملہ ان چیزوں کے کہ جن پر موافق حکم اللہ اور رسول کے پابندی اور اطاعت ضروری ہے بڑی اصل الاصول بات جہاد ہے اسلئے اس تمہید کے بعد اسکا حکم دیتا ہے کہ اے ایماندارو ہتھیار اٹھاؤ اور دشمن کے مقابلہ کیلئے ایک ایک جماعت ہو کر نکلو یا سب ملکر خذوا حذرکم واحد ہی کہتے ہیں حذر سے مراد ہتھیار ہیں کیونکہ یہ دشمن سے بچنے اور محفوظ رہنے کا سبب ہیں اور در اصل حذر کے معنی بچاؤ اور ڈر کے ہیں یعنی دشمن سے غافل نہ رہو فانفروا نفر کے معنی کوچ کرنے اور تیار ہونے کے ہیں اور ایسے امادہ جنگ لوگوں کو نفیر کہا کرتے ہیں یعنی اگر تھوڑی جماعت کہ جسکو سریہ کہتے ہیں ضرورت پڑے تو وہ نکلے اگر اور سب کی ضرورت ہو تو سب چلیں لڑائی کا انجام یا فتح و ظفر و دشمن کا مال وملک قبضہ میں آنا یا شکست پانا زخم اٹھانا ہے چونکہ یہ جنگ دنیاوی بادشاہوں کی جنگ نہیں جس کی صرف فتحمندی میں فائدہ تصور ہو اور یہاں بظاہر فتح نظر نہ آوے یا مشقت و تکلیف دکھائی دے تو کنارہ کشی اور پہلو تہی کی جائے بلکہ یہ اس آسمانی سلطنت کی جنگ ہے کہ جس کے ظہور کی انبیاء علیہم السلام خصوصاً یسعیاہ اور داؤد و دانیال و حضرت مسیح علیہم السلام خبر دیتے آئے ہیں جس جنگ کا منشاء بت پرستی کی شوکت کو توڑنا اور ستی اور تہذیب اور توحید کے مٹانے والوں کا مٹانا ہے جس کی فتح تو فتح ہے مگر شکست میں بھی عالم آخرت کیلئے اس فوج کے سپاہیوں کو حیات ابدی اور جنان الفردوس کی دائمی بخشش ملتی ہے سو اس کی شکست کو قہر اور مصیبت اور ہزیمت کو زہر سمجھکر اس میں سستی نکرنا چاہئے مگر مدینہ میں کچھ لوگ منافق اور سست ایمان ایسے بھی تھے کہ جو اس جنگ کے شریک ہونے میں حیلہ جوئی اور سستی کرتے تھے اور جو کبھی اس لشکر اسلام پر مصیبت و ہزیمت پڑ جاتی تھی تو خوش ہو کر یہ کہتے تھے کہ خدا نے ہم پر بڑی مہربانی کی جو ہم اس جنگ میں شریک نہ ہوئے ورنہ ہم پر بھی مصیبت پڑتی وہ اپنے شریک نہ ہونے کو حالت شکست میں انعام الٰہی سمجھتے ہیں۔ اور فتح و نصرت کے وقت تاسف کرکے اور اپنے آپ کو بالکل اجنبی سمجھکر کہ گویا ان میں اور اہل اسلام میں کبھی کوئی علاقہ محبت و مودت ہی نہ تھا جو اس فتح میں ان کا کوئی حصہ مقرر کرتا، یہ کہتے ہیں کہ کاش ہم بھی ان کے ساتھ ہوتے تو اس غنیمت میں شریک ہو کر بڑے ہی نہال ہوتے اس سے اللہ تعالیٰ کی یہ غرض ہے کہ اے ایماندارو تم کو ایسا سست ایمان اور حیلہ جو نہ ہونا چاہئے خصوصاً ایسے کام میں کہ جس پر تمہاری سعادت دارین موقوف ہے

[1] فتح و غنیمت ۱۲ منہ

فَلْيُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ الَّذِينَ يَشْرُونَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ وَمَنْ يُّقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلْ اَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ

پھر خدا کی راہ میں ان لوگوں کو لڑنا چاہیے کہ جو حیات دنیا کو آخرت کے لئے بیچتے ہیں اور جو کوئی اللہ کی راہ میں لڑے پھر مارا جائے یا غالب آجائے سو ہم اسکو

نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ

جلد اجر عظیم دیں گے اور تمہیں کیا ہو گیا جو اللہ کے لئے اور ناتواں مردوں اور عورتوں اور بچوں کیلئے نہیں لڑتے

الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ

کہ جو دعا کیا کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمکو ظالم لوگوں کی اس بستی سے نکال دے اور ہمارے لئے اپنی طرف سے کسی کو حامی کر دے اور ہمارے لئے اپنی طرف سے کسی کو مددگار بنا دے

ترکیب فلیقاتل فعل فی سبیل اللہ اس کا متعلق الذین الخ فاعل ومن یقاتل شرط فسوف نؤتیہ جواب وما لکم استفہام مبتدا اور خبر لاتقاتلون موضع حال میں ہے والمستضعفین معطوف ہے اسم اللہ پر ای وفی سبیل المستضعفین ای فی تخلیصہم من الرجال الخ ان کا بیان ہے الذین یقولون جملہ صفت ہے مستضعفین کی یا منصوب باضمار اعنی۔

تفسیر مشرکین مکہ نے جب آنحضرت اور دیگر ایمانداروں پر بیحد ظلم و ستم کرنے شروع کئے ایمانداروں کی خرید و فروخت بیاہ شادی بند کر دی اور سہر کسی ایماندار بلال و صہیب جیسے کو گرم زمین پر لٹا کر کوڑوں مار جاتی ہیں کہیں کوئی خاندان کا بزرگ ان عورتوں اور بچوں پر جو ایمان لے آئے ہیں ظلم کر رہا ہے قید میں ڈال رکھا ہے خاص آنحضرت کے قتل کے ہر روز منصوبے باندھے جاتے ہیں جابجا ایمانداروں پر مار پیٹ ہوتی ہے تو نوبت یہ ہوا کہ مسلمانوں کو جب برداشت نہ رہی تو ہجرت کی اجازت ہوگئی خود آنحضرت اور خلفاء اربعہ اور بہت سے مرد و زن کہ جو مکہ سے نکل سکتے تھے نکل کر مدینہ میں آگئے اور بہت سے چھوٹے لڑکے اور غلام عورتیں اور ضعیف و بیمار یا اور کسی وجہ میں گرفتار وہیں مشرکین کی قید میں رہ گئے اب تو یہ سمجھکر کہ مبادا یہ بھی بھاگ کر مدینہ نہ چلے جاویں ان پر اور بھی ظلم و ستم ہوتا تھا اور سخت قید تھی (عشق الٰہی کی بدولت) منجملہ ان موقعوں کے کہ جہاں جہاد فرض ہو جاتا ہے ایک یہ بھی موقع تھا اس لئے ان آیات میں خدا تعالیٰ ایمانداروں کو طرح طرح کی حمیت دلا کر جہاد پر آمادہ کرتا ہے تاکہ ایمانداروں کو کفار کے جور و ستم سے مخلصی ہو اول کو خذوا حذرکم فرمایا تھا پھر یہاں فلیقاتل الخ فرما کر مالکم لاتقاتلون فی سبیل اللہ فرماتا ہے اور ان گرفتاروں کے کلمات نقل کر کے رقت دلاتا ہے فلیقاتل یعنی اللہ کی راہ میں لڑنا اور جان دینا ہر شخص اور ہر بوالہوس کا کام نہیں ہے سوز و غم پروانہ مگس را ندہند بلکہ ان کا کام ہے جنہوں نے آخرت اور وہاں کے نعماء و نعیم باقیہ کیلئے اپنی زندگی دنیا کو بیچ دیا ہے تمام مزہ اور دل ہوس خدا کی نذر کر چکے ہیں۔ اگر فلیقاتل کا فاعل اہل ایمان وغیرہ قرار دیا جاوے تو الذین الخ اس کا مفعول ہو گا جس کے یہ معنی ہونگے کہ اللہ کی راہ میں ان بدبخت لوگوں سے لڑنا چاہیے کہ جو آخرت دیکر دنیا خریدتے ہیں یشترون مضارع کا صیغہ دونوں صورتوں میں عجیب لطف دے رہا ہے اسکے بعد یہ بات بتلاتا ہے کہ تم صرف عقلمندی ہی پر اجر آخرت کا حاصل ہونا منحصر نہ سمجھو بلکہ مغلوب و مقتول ہونے کی صورت میں بھی ہم اجر عظیم دینگے یعنی شکست میں بھی فتح ہے مالکم فرماتا ہے کہ تم کو کیا ہوا کہ جو تم

لہ یعنی آخرت اور رضائے الٰہی میں جانبازی کرنیوالوں کو دشمنوں سے لڑنا چاہیے ۱۲ منہ ع ۱ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینے چلے آئے تو آپ کے بہت سے ضعیف لوگ بڈھے عورتیں بچے جو ایمان لے آئے تھے کفار کے پنجے میں گرفتار رہ گئے انپر طرح طرح کی تکلیفیں پڑتی تھیں مار پیٹ گالی گلوچ سے گزر کر ان کو زنجیروں میں باندھ رکھا تھا وہ یہ دعا کرتے تھے کہ اے خدا ہم کو یہاں سے نکال اور ہمارے لئے کوئی حمایتی کھڑا کر دے ان کی رستگاری کیلئے مسلمانوں کو جہاد و قتال کی ترغیب دلائی جاتی ہے اور ان پر رحم دلایا جاتا ہے کہ تم کو کیا ہو گیا کہ اللہ کی راہ میں ان ضعفاء کی رستگاری کیلئے نہیں لڑتے یہ وہ امور تھے کہ جنہوں نے جہاد و قتال پر مسلمانوں کو مجبور کیا تھا جس کو مخالف ملک گیری سے تعبیر کرتا ہے ۱۲ منہ حقانی

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِيَآءَ

جو ایماندار ہیں وہ تو اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں اور جو منکر ہیں وہ شیطان کی راہ میں لڑتے ہیں سو تم شیطان کے حامیوں

الشَّيْطٰنِ ۚ اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا ۚ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوْٓا اَيْدِيَكُمْ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ

سے لڑو بیشک شیطان کا فریب کمزور ہے (رہے نبی) کیا آپ نے انکو نہیں دیکھا کہ جن کو (چند روز) ہاتھ روکنے اور نماز پڑھنے

وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۚ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللّٰهِ اَوْ اَشَدَّ

اور زکوۃ دینے کیلئے کہا گیا تھا پھر جب ان پر جہاد فرض ہوا تو ان میں سے ایک فریق لوگوں سے ایسا ڈرنے لگا جیسا کہ اللہ سے ڈرتے ہیں یا اس سے

خَشْيَةً ۚ وَقَالُوْا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ ۚ لَوْلَآ اَخَّرْتَنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۗ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ ۚ

بھی زیادہ اور کہنے لگے اے رب تو نے ہم پر کیوں جہاد فرض کر دیا ہم کو تھوڑی مدت اور مہلت دی ہوتی (اے نبی) آپ کہہ دیجئے کہ دنیا کا سامان تو تھوڑا ہے

وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى ۚ وَلَا تُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ۝ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ ۗ

اور آخرت (کی نعمتیں) پرہیزگاروں کیلئے بہت (بہتر ہیں) اور تم پر ذرہ برابر بھی ظلم نہ ہوگا تم جہاں کہیں بھی ہو گے موت تم کو آ لے گی اگرچہ ..

اللہ کی راہ میں نہیں لڑتے و المستضعفین جو کمزور مکہ میں پڑے ہوئے یہ کہہ رہے ہیں الخ اس میں ابھارا ہے کہ اللہ کی راہ میں لڑنا تو ان مرد عورتوں بچوں کی خلاصی کے لئے لڑنا ہے ابن عباس کہتے ہیں کہ میں اور میری والدہ بھی منجملہ انہیں قیدیوں کے تھے الذین یقولون یہ ان قیدیوں کا قول نقل کرتا ہے اس کے بموجب اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حامی کھڑا کیا کہ آنحضرت نے مکہ فتح کر کے ان کو قید سے چھڑایا۔

ترکیب فلما کتب شرط اذا فریق الخ جواب اذا یہاں مفاجات کیلئے ہے جو ظرف مکان ہے اس موقع پر اس اسم کی خبر ہو سکتا ہے جو اسکے بعد ہے وہ یہاں فریق ہے منھم اسکی صفت اور یخشون حال ہے اور ممکن ہے کہ اذا خبر نہ ہو بلکہ فریق مبتدا اور منھم اسکی صفت اور یخشون خبر اذا فریق اور ما زائد ہے اور این شرطیہ پر تقویت معنی شرط کیلئے جزا داخل ہوتا ہے یدرکم جواب

تفسیر اس آیت میں اور طرح سے جہاد کی ترغیب دلائی جاتی ہے وہ یہ کہ جب کفار شیطانی کام پر لڑتے اور شیطان کی سپاہ بنکر نیک کاموں سے روکتے اور موحدین کو ستاتے ہیں تو پھر ایمانداروں کو کیا ہوا جو اللہ کی راہ میں حق پر نہ لڑیں بلکہ جو حقیقی ایماندار ہیں وہ ضرور اس کی راہ میں جان دینے سے دریغ نہیں کرتے پھر فرماتا ہے کہ شیطان کے گروہ اور جماعت سے لڑو کیونکہ شیطان کی فوج ہمیشہ ہزیمت کھایا کرتی ہے کہاں فرعون اور کہاں اس کا لشکر آخر نمرود کا کیا حال ہوا؟ حضرت مسیح کے ستانے والے کیا ہوئے؟ اس آیت میں اور چند اسرار کی طرف اشارہ ہے اول یہ کہ جو لوگ اسلام کی اس تعلیم پر اعتراض کرتے ہیں کہ دینیات اور تعلیم کا سلسلہ تو صرف وعظ و پند اور معجزات پر ہونا چاہیئے تھا اس میں اربیت قتال جدال کیا جیسا کہ مسیح علیہ السلام نے ایسا نہیں کیا بلکہ صبر اور برداشت کا حکم دیا ہے) اس میں انکے جواب کی طرف اشارہ ہے وہ یہ کہ ہر چند حق کا اصل منشا یہی ہے کیونکہ لا اکراہ فی الدین ہے مگر جب بد بہت سے راستی کے دشمن اہل حق پر بے انتہا ظلم کریں اور یہ چاہتے ہیں کہ اسکو مٹا دیں الذین کفروا یقاتلون فی سبیل الطاغوت تو ان کے مقابلے میں بشرط قوت اگر تلوار اٹھانے کی اجازت نہ دی جائے تو اور کیا کیا جاوے؟ حضرت موسیٰ کو یہ قدرت تو قوم کیوجہ سے بہم پہنچی مخالفوں کے ساتھ لڑنے کا حکم دیا گیا اور حضرت مسیح علیہ السلام بلکہ ان کے حواریوں کو یہ قدرت بہم نہ پہنچی اسلئے بجز صبر کے اور کیا کرتے مگر اس پر بھی آپ نے حواریوں کو جس وقت

ف ابتداء اسلام میں بعض جلد باز منافق آنحضرت صلعم سے بار بار تقاضا کیا کرتے تھے کہ ہمکو جہاد کا حکم دیجئے اور جہاد کے متعلق آیات نازل ہونے کا برا

شوق رکھتے ہے مگر مصلحت الٰہی اجازت نہ دیتی تھی اور کہا جاتا تھا کہ صرف نماز پڑھ لیا کرو صدقہ خیرات کر دیا کرو تمہارا فریضہ یہی ہے پھر جہاد فرض ہو گیا

کہ گرفتار ہوئے ہتھیار بندی کا حکم دیا اور ایک حواری کی تلوار سے فریق مخالف کے ایک شخص کا کان اڑ گیا انجیل لوقا اسی طرح مکہ میں جب ایمانداروں کے پاس ساز و سامان نہ تھا نہ مقابلہ کیلئے قوت تھی اور بعض دل چلے صحابہ جیسا کہ عبدالرحمٰنؓ بن عوف و مقدادؓ و قدامہؓ بن مظعون و سعدؓ بن ابی وقاص حضرت سے کفار کے ظلم و ستم بیان کر کے اجازت مقابلہ کی مانگتے تھے مگر آنحضرت کسی مصلحت الٰہیہ کی وجہ سے رخصت نہ دیتے تھے اور یہ فرماتے تھے کہ اپنی اصلاح کی طرف متوجہ ہو نماز پڑھو صدقہ و خیرات دیا کرو چنانچہ اگلی آیت الم تر الی الذین قیل لھم کفوا ایدیکم واقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ کے شان نزول میں کلبی وغیرہ نے یہی روایت کی ہے پھر جب مدینہ میں آنحضرت تشریف لے گئے اور صحابہ مہاجرین و انصار کی جانبازی سے فوج اسلام میں داخل ہوئیں تو پھر ان بجرموں کی تہذیب کیلئے تلوار اٹھانے کا حکم دیا جس میں یہ بھی فعل بد کا جواب کلہ بلکہ دیگر ان کی درستی اور ضعفاء اسلام کی خلاصی کی گئی ۔ ماحصل جواب یہ کہ جب شیطان کی راہ میں اور دنیاوی اغراض کیلئے لڑنا کسی عقلمند کے نزدیک عیب نہیں تو پھر اظہار توحید و دادرسی اور حق کی اعانت کے لئے کیوں عیب ہوگا دوم فتحمندی کا وعدہ ہے گو اس وقت کہ صرف مدینہ میں مٹھی بھر مسلمان تھے تمام روئے زمین پر کفر کی کالی گھٹا محیط تھی اس پیشین گوئی کا ظہور عقل ظاہر بین کے نزدیک محال تھا مگر چونکہ عالم غیب میں یہ بات مقرر ہو چکی تھی اسلئے بے تردد قرآن نے متعدد مقامات پر اس بات کی صاف صاف خبر دی یہاں ان کید الشیطان کان ضعیفا فرمایا پھر لیظھرہ علی الدین کلہ فرمایا پھر تو صاف صاف وعدہ اللہ الذین آمنوا لیستخلفنھم فی الارض کما(؟) یا (سوم) یہ کہ لڑنا کوئی عمدہ بات نہیں کیونکہ کفار بھی شیطان کی راہ میں لڑتے ہیں بلکہ اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے ہونا چاہیئے اس میں شہرت و شجاعت مقصود نہ ہو الم تر الی الذین یہ انہیں جلد بازوں کی بابت بیان فرما کر پھر جہاد میں سستی کرنے سے ان پر الزام قائم کرتا ہے کہ تم جہاد فرض ہونے سے پہلے تو یہ کچھ کہا کرتے اور کہتے تھے پھر جب جہاد فرض ہوا تو موت سے ڈرنے لگے اور کہنے لگے کہ کاش ابھی جہاد فرض نہ ہوتا کہ ہم چند مدت اور جیتے اگرچہ جہاد کے آرزو مند مخلصین لوگ تھے مگر چونکہ منافقین بھی بظاہر انہیں میں شامل ہیں اس لئے اذا فریق منھم یخشون کہنا درست ہوا یعنے منافق دشمنوں سے ایسا ڈرتے ہیں کہ جیسا کوئی خدا سے ڈرتا ہے یا اس سے بھی زیادہ اور جانتے ہیں کہ جہاد میں جانا مر جانا ہے اس کے جواب میں نبی کو یوں تعلیم فرماتا ہے کہ ان سے کہدو اگر یہ بھی تسلیم کر لیا جاوے کہ جہاد میں جانا باعث موت اور گھر بیٹھنے سے زندگی ہے تو یہ زندگی کب تک یہاں کی نعمتیں کیا ہیں آخر ہے فانی ہیں البتہ عیش کہ پرہیزگاروں کیلئے دار آخرت میں ہے جو کبھی فانی نہیں نہ کلفت پر مبنی ہے نہ اس کے بعد کلفت ہے بر خلاف لذائذ دنیا کے جب تک گرمی اور پیاس کی تکلیف نہ اٹھائی جائے سایہ اور برف کا مزہ نہ آئے اور پھر زیادہ دیر کے بعد طبیعت مکدر ہو جائے ورنہ دراصل یہ خیال غلط ہے موت کا وقت مقرر ہے خواہ اسوقت جہاد میں ہو خواہ مضبوط برجوں میں بیٹھا ہو خواہ مخواہ آویگی پھر نامردی اور بزدلانہ عبث ہے

• انجیل لوقا کے بائیسویں باب میں ۳۶ درس میں ہے اور جس پاس نہ ہو اپنا کپڑا بیچے اور تلوار مول لے پھر ۴۹ درس میں ہے کہ جب مسیح کو یہود کی جماعت ہتھیار بند ہو کر شب کو زیتون پہاڑی پر گرفتار کرنے آئی تو حواریوں نے ان کے مقابلہ میں تلوار چلانے کی اجازت مانگی یہاں تک کہ مخالفین میں سے ایک کا کان کٹ گیا پھر یسوع نے فرمایا ابھی تک رہنے دو دیکھو کہ یہ امر شدنی ہے، بلکہ خود مسیح نے رسی کا کوڑا بنا کر لوگوں کو ہیکل میں سے مارتے ہوئے نکال دیا۔

وَاِنۡ تُصِبۡهُمۡ حَسَنَةٌ يَّقُوۡلُوۡا هٰذِهٖ مِنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ‌ۚ وَاِنۡ تُصِبۡهُمۡ سَيِّئَةٌ يَّقُوۡلُوۡا هٰذِهٖ مِنۡ عِنۡدِكَ‌ؕ قُلۡ كُلٌّ

اور اگر ان کو کوئی بھلائی پہنچے تو کہتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے اور اگر ان کو کوئی برائی پہنچتی ہے تو کہتے ہیں اے نبی یہ تیری طرف سے ہے۔ کہہ دو سب کچھ

مِّنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ‌ؕ فَمَالِ هٰٓؤُلَۤاءِ الۡقَوۡمِ لَا يَكَادُوۡنَ يَفۡقَهُوۡنَ حَدِيۡثًا‏ ۚ مَاۤ اَصَابَكَ مِنۡ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ‌ ۚ

اللہ ہی کی طرف سے ہے پھر اس قوم کو کیا ہو گیا ہے جو بات بھی نہیں سمجھتے (اے انسان) جو کچھ تم کو فائدہ پہنچے (وہ) اللہ کی طرف سے ہے

وَمَاۤ اَصَابَكَ مِنۡ سَيِّئَةٍ فَمِنۡ نَّفۡسِكَ‌ ؕ وَاَرۡسَلۡنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوۡلًا‌ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيۡدًا‏ ۝

اور جو کچھ تم کو نقصان پہنچے سو (وہ) تیری شامت سے ہے (اور اے نبی) ہم نے تم کو لوگوں کی ہدایت کے لئے رسول بنا کر بھیجا ہے اور اس پر خدا کی گواہی کافی ہے

ترکیب وان تصبہم شرط یقولوا الخ جواب فما مبتدا لہؤلاء القوم خبر لا یکادون الخ جملہ حال ہے ما اصابک شرطیہ واصابک بمعنی یصیبک فمن اللہ جواب وارسلنا فعل با فاعل ک مفعول للناس متعلق ہے فعل سے رسولا حال موکد۔

تفسیر جہاد سے منہ چھپانے والوں کا ایک یہ بھی بہانہ تھا کہ وہ عالم اسباب پر نظر کر کے جو کچھ کبھی ہزیمت یا تکلیف پیش آتی یا مال و جان کا نقصان پہنچتا تھا تو وہ اس کو الزام دینے کے لئے آنحضرت کی طرف منسوب کر دیتے تھے کہ یہ برائی آپ کی وجہ سے پیش آئی اور جو فتح و ظفر غنیمت حاصل ہو جاتی تھی اس کو کہتے یہ خدا کی طرف سے ہے غرض یہ کہ برائی صرف اے نبی تیری وجہ سے پیش آتی ہے اور بھلائی تو مقدر بات ہے جہاد میں بجز برائی کے اور کچھ حاصل نہیں اس کا جواب خدا تعالیٰ نے دیا کہ کہہ دو اگر تم اسباب سے قطع نظر کر کے مسبب الاسباب اور فاعل حقیقی کی طرف خیال کرتے ہو جیسا کہ حسنہ یعنی فتح و ظفر وغیرہ سمجھتے ہیں ہر چیز کا فاعل حقیقی اور موجد اصلی اللہ ہی ہے تو پھر برائی اور بھلائی میں تفرقہ کرنا ایک کو بندے کی طرف ایک کو اللہ کی طرف منسوب کرنا حماقت ہے بلکہ سب کچھ اللہ ہی کی طرف سے ہے جس کی نسبت فرماتا ہے فمال ہؤلاء القوم لا یکادون یفقہون حدیثا کہ ان کو کیا ہوا جو بات بھی نہیں سمجھتے۔ اور اگر عالم اسباب کی طرف نظر کرتے ہو تو نیکی کو جس طرح عمدہ اسباب کی وجہ سے اللہ کی طرف منسوب کرتے ہو تو سختی اور مصیبت کا باعث بھی تمہاری معصیت اور سوء تدبیری ہے سو اس کو اپنے اعمال بد کا نتیجہ کیوں نہیں کہتے پس ادب کا مقتضا یہی ہے کہ برائی کو اپنی طرف اور بھلائی کو خدا کی طرف منسوب کر دو ورنہ درحقیقت ہر خیر و شر اسی کی طرف سے ہے۔

کس لئے کہ عالم وجود میں ہر چیز یا واجب لذاتہ ہے کہ اس کو کسی کی حاجت نہیں یا ممکن کہ اپنی ذات اور وجود بلکہ جمیع صفات میں واجب الوجود کی محتاج کیونکہ اگر ممکن کا محتاج مانیں گے تو انتہی اسی واجب لذاتہ کا محتاج ماننا پڑے گا ورنہ تسلسل لازم آئیگا اور یہ مسلم ہے کہ واجب لذاتہ تو صرف ایک ہی ہے جس کو اللہ کہتے ہیں اور باقی جو موجود ہے ممکن اور اس کے وجود کا پرتو ہے خواہ اس میں خیر ہو خواہ شر خواہ فعل ہو خواہ قول جوہر ہو خواہ عرض بعض پادری اور آریہ اس کلام کا مطلب نہ سمجھے اور کل من عند اللہ اور من نفسک میں تعارض سمجھ کر قرآن پر اعتراض کر بیٹھے پھر فرماتا ہے کہ لوگوں کا خیر و شر کو تیری طرف منسوب کرنا نادانی ہے آپ تو اے نبی صرف رسول ہیں خالق نہیں اور ہم اس کی شہادت دیتے ہیں۔

مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ أَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيظًا ۝ وَيَقُولُونَ طَاعَةٌ

جس نے رسول کی اطاعت کی بیشک اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جو پھر گیا تو ہم نے (بھی) آپکو انکا نگہبان بنا کر نہیں بھیجا اور (منافق) کہتے ہیں (ہمارا کام) فرمان

فَإِذَا بَرَزُوا مِنْ عِنْدِكَ بَيَّتَ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ غَيْرَ الَّذِي تَقُولُ ۖ وَاللّٰهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُونَ ۖ

لینا ہے پھر باوجود اسکے) جب وہ آپکے پاس سے باہر جاتے ہیں تو ان میں سے ایک گروہ جو کچھ آپ نے کہا تھا اسکے برخلاف منصوبہ باندھنے لگتا ہے اور جو کچھ وہ راتوں کو ایں

فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۚ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيلًا ۝

بنایا کرتے ہیں اللہ انکو لکھتا ہے آپ ان سے درگزر کرو اور اللہ پر توکل رکھو اور اللہ کافی ہے کام بنانے کے لئے۔

ترکیب من شرطیہ فقد اطاع اللہ جواب حفیظاً حال ہے کی مفعول سے علیہم متعلق ہے حفیظاً سے فاذا شرط بیت جواب طائفۃ خبر ہے مبتدار محذوف کی اے امر طاعۃ یقول حاضر و غائب دونوں کیلئے حاضر کیلئے تو آنحضرت کو خطاب ہوگا اور غائب کیلئے ہوگا تو ضمیر طائفۃ کی طرف پھرے گی دونوں کہنا جائز۔

تفسیر پہلے فرمایا تھا کہ ہمکو رسول بنا کر بھیجا ہے کہ ہمارے احکام بندوں کے پاس پہنچادو۔ اور باقی جو کچھ لوگ چوں و چرا کرتے ہیں آپکو اسنے کیا وہ خدا سے سرکشی کرتے ہیں یہاں یہ بات بتاتا ہے کہ جو آپ کا حکم مانتے ہیں وہ اللہ کی فرمانبرداری کرتے ہیں کس لئے کہ رسول تو واسطہ ہے جس نے اسکو مانا تو اس نے اسکو مانا کہ جس نے وہ بھیجا ہے اور جو نافرمانی کرتے اور طرح طرح کی حجتیں اور حیلہ کرکے آپ کے حکم سے سرتابی کرتے ہیں تو وہ ہماری نافرمانی کر رہے ہیں آپ کا کام صرف تبلیغ احکام تھا سو کر چکے باقی ان کا ہدایت پر لانا آپ کا ذمہ نہیں کہ ان کے باطن پر بھی ہر وقت مطلع ہو کر نگہبانی کرتے رہو یا ان کے دلوں کو پھیر دو پھر ان منافقوں کی کجروی اور سیاہ باطنی بیان فرماتا ہے کہ آپ کے روبرو تو شوق کر کہہ دیتے ہیں طاعۃ کہ ہم نے قبول کرلیا ہمارا شیوہ طاعت ہے (جیسا کہ ہماری زبان سن کر لوگ بجا بجا یا بسر و چشم کہہ دیا کرتے ہیں)، مگر جب ان منافقوں کی کوئی جماعت آپ کی مجلس سے باہر نکلتی ہے تو جو کچھ آپ نے فرمایا ہے اس کے برخلاف منصوبہ باندھتے ہیں بیت تبییت سے مشتق ہے جس کے معنی شب گزاری کرنا اور رات کو گھر میں رہنا اور چونکہ گھر میں خصوصاً رات کو بیٹھ کر فکر کرنے اور سوچنے کا خاصہ موقع ملتا ہے اسلئے ہر فکر اور سوچ کرنے اور منصوبہ باندھنے کو بیت فلاں کہنے لگے۔ فرماتا ہے خدا ان کے ان منصوبوں کو ان کے نامۂ اعمال میں لکھ رہا ہے یعنی ان کی اس حرکت سے واقف ہے ان کو سزا دے گا۔ پھر آنحضرت کو نصیحت فرماتا ہے کہ تم ان سے درگزر کرو اور خدا پر توکل کرو اپنے کسی کاروبار کو ان پر یا کسی اور پر موقوف نہ سمجھو بلکہ اللہ ہی کارساز ہے وہ دم بھر میں اسباب پیدا کر دیتا ہے۔ مدبر عالم وہی ہے ہر کاروبار میں اس کی طرف نظر کرنا چاہیئے یہ چند منافق کیا اسلام کا بگاڑ سکتے اور کیا اس کی مدد کر سکتے ہیں۔

أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا ۝ وَإِذَا جَاءَهُمْ

کیا وہ قرآن میں غور نہیں کرتے اور اگر وہ (قرآن) خدا کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو اس میں بہت کچھ اختلاف پاتے اور جب کہ ان کے پاس

أَمْرٌ مِنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَىٰ أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ

امن یا خوف کی کوئی بات پہنچتی ہے تو اس کو مشہور کر دیتے ہیں اور اگر اس کو رسول کے پاس اور اپنے اختیار والوں کے پاس پہنچا دیتے تو ان میں سے

يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطَانَ إِلَّا قَلِيلًا ۝

تحقیق کرنے والے اس کی تحقیق کر لیتے اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو بجز چند لوگوں کے تم شیطان کے تابع ہو گئے ہوتے

ترکیب ولو شرطیہ ... واجاب اذا جاءہم شرط اذاعوا اذاع یذیع بمعنی افشار اذاعوا افشار ظاہر کیا یہ جواب شرط ولو ردوہ الی الامر شرط فعلہ جواب منہم حال ہے الذین سے یا یستنبطونہ کی ضمیر سے الا قلیلا فاعل اتبعتم کے مستثنیٰ ہے بعض کہتے ہیں لعلمہ الذین یستنبطونہ سے مستثنیٰ ہے۔

تفسیر پہلی آیتوں میں منافقین کا مکر و کید اور در پردہ مخالفت کا بیان تھا جس کا باعث اصلی یہی تھا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ رکھتے تھے نہ قرآن کو کتاب الٰہی جانتے تھے اسلئے یہاں ان کے لئے آنحضرت کی نبوت اور قرآن کا کلام الٰہی ہونا ثابت کرتا ہے اور چونکہ وہ لوگ نہایت بدفہم اور بلید الطبع تھے انکو قرآن کے اور بیشمار دلائل نہ بتائے گئے جو قرآن میں موجود ہیں بلکہ صرف ایک موٹی سی بات صداقت کیلئے بتلائی کہ اگر قرآن خدا کا کلام نہ ہوتا بلکہ خود محمد کا تصنیف کیا ہوا ہوتا جیسا کہ وہ سمجھ رہے تھے تو اس میں اختلاف کثیر پاتے اختلاف کثیر کے معنی ابو بکر اصم کے نزدیک یہ ہیں کہ منافقین در پردہ بہت کچھ مکر و فریب کر رہے تھے جن کی وقتاً فوقتاً خدا نے رسول کو قرآن میں اطلاع دی اگر قرآن کتاب الٰہی نہ ہوتا تو ایسی خبروں میں ضرور بالضرور تفاوت اور اختلاف کثیر واقع ہوتا جیسا کہ قیاسی اور تخمینی باتوں میں ہوا کرتا ہے اور باوجودیکہ منافقوں کی یہ بھی عادت تھی کہ جہاں کوئی بات امن و خوف کی ان کے کان میں پہنچی تھی تو بلا تحقیق اس کو مشہور کر دیتے تھے اگر ان باتوں میں بھی اختلاف پاتے تو ضرور اس کو بھی مشہور کرتے ... بجز تسلیم کے کبھی کوئی چارہ ہی نہ ہوا جمہور متکلمین کہتے ہیں قرآن باوجودیکہ ایک بڑی ضخیم کتاب ہے اور بہت سے علوم ہیں کہیں انبیاء گزشتہ کے حالات کہیں عالم آخرت کا بیان کہیں طہارت و نجاست کے مسائل کہیں علم الشرائع والاحکام باوجودیکہ اس کا ظہور آنحضرت سے ہے کہ جنہوں نے کبھی کچھ لکھا پڑھا تھا نہ کسی سے تعلیم پائی تھی اس پر ہر روز کی محاربات و مخالفین کے جور و ستم کی برداشت پھر ایک بات مختلف سورتوں میں مکرر بیان ہوئی ہے مگر کہیں کچھ بھی تفاوت نہ ہونا صریح دلیل ہے کہ یہ عالم غیب اس شخص کی طرف سے ہے کہ جو ہر ایک بھول چوک سے پاک ہے۔ فقیر کہتا ہے کہ اسکے علاوہ یہ ہے کہ جو طرز ہدایت ہے وہ ہر جگہ برابر ہے مثلاً یہ وہ مشرکین کی مذمت ہے تو وہیں تک کہ جو اصلی ہے نہ یہ کہ حد سے تجاوز ہو جاوے جیسا کہ بندے حصہ میں کر بالکل صفائی کر دیتے ہیں یا سخاوت کا حکم اور اسراف سے ممانعت اوصاف متضادہ میں ہر ایک جا وہی طرز ہے یہ بات کسی بندہ کے کلام میں پائی نہیں جاتی فلسفے امور میں ان سے ضرور اختلاف و تفاوت سرزد ہوتا ہے واذا جاءہم اسکے بعد منافقوں کی عادت بیان کرتا ہے کہ وہ امن یا خوف کی بات کو بلا تحقیق مشہور کر دیتے ہیں جس سے مسلمانوں کا ضرر ہوتا ہے کیونکہ ان دنوں میں اہل اسلام اور

[1] اگر کوئی کہے کہ قرآن میں اختلاف ہے کیونکہ کہیں ہے خدا کو دیکھیں گے ... لا تدرکہ الابصار کہ اس کو لوگ نہیں دیکھ سکتیں ... التسلسل کہ ہم سے سوال کریں گے پس ... لا یسئل عن ذنبہ انس ولا جان کہ کسی سے گناہ سے سوال نہ ہوگا چنانچہ بعض پادریوں نے بائبل کے اختلاف کثیر کے جواب میں ایسے اختلافات قرآن گنوائے ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ ان آیات میں ہرگز اختلاف نہیں اس کی تشریح ان کے مواقع میں موجود ہے بخلاف اختلافات بائبل کے [2]

اس جگہ سے قیاس کا جو استنباط کا ہم معنی ہے حجت شرعیہ ہونا ثابت ہے اس مقام پر امام رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں ان العامی یجب علیہ تقلید العلماء فی احکام الحوادث کہ عامی پر علماء کی تقلید واجب ہے احکام حوادث میں [3] فضل اور رحمت سے مراد قرآن اور آنحضرت کی رسالت ہے یعنی اگر قرآن اور نبوت تمہارے لئے نہ آتی تو بجز چند لوگوں کے کہ جن کو ازلی ہدایت ہے سب شیطان کے تابع شرک و بدکار ہو جاتے اور نفوس زکیہ بھی نبوت کے ...

فَقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا تُكَلَّفُ إِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ عَسَى اللَّهُ أَنْ يَكُفَّ بَأْسَ الَّذِينَ

پس اللہ کی راہ میں لڑو (اے نبی) آپ پر بجز اپنی ذات کے کسی کی ذمہ داری نہیں اور مسلمانوں کو ابھارو عجب نہیں کہ اللہ کافروں کی جنگ کو روک دے

كَفَرُوا وَاللَّهُ أَشَدُّ بَأْسًا وَأَشَدُّ تَنْكِيلًا مَنْ يَشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَكُنْ لَهُ نَصِيبٌ مِنْهَا

اور اللہ کی سب سے زیادہ سخت لڑائی اور سخت سزا ہے جو کوئی نیک کام کی سفارش کرتا ہے (تو) اس میں سے اس کو بھی ایک حصہ ملتا ہے

وَمَنْ يَشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَكُنْ لَهُ كِفْلٌ مِنْهَا وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ مُقِيتًا

اور جو کوئی برے کام کی سفارش کرتا ہے تو اس پر بھی اسکے وبال کا ایک حصہ ہوتا ہے اور اللہ ہر چیز پر نگاہ رکھنے والا ہے

کفار میں باہم جنگ و جدال کی تیاریاں ہوا کرتی تھیں سو مخالفین کے پاس ایسی خبروں کے پہنچنے سے مسلمانوں کی عزت منظور تھی اس لئے فرمایا کہ اگر وہ ایسی باتوں کو رسول یا علماء مستنبطین سے دریافت کر لیا کرتے تو بہتر ہوتا۔ استنباط طلب نبط اس پانی کو کہتے ہیں جو کوئیں سے اوّل بار کھودنے سے نکلتا ہے جس بات کو اجتہاد کر کے نکالتے ہیں وہ گویا فکر کے آلات سے کھود کر نکالی جاتی ہے۔

ترکیب فقاتل میں ف عاطفہ ہے فلیقاتل فی سبیل اللہ پر یا قاتلوا پر لا تکلف حال ہے فاعل قاتل سے الا نفسک مفعول ثانی ہے لا تکلف کا اور اوّل ضمیر مخاطب ہے باسناد تنکیلا تمیز ہیں واللہ اشد سے من یشفع شرط یکن لہ نصیب منہا جواب مقیتا ہیں ہی۔ ویسے بدل ہے جو اصل میں مفعل ہے قوت سے۔

تفسیر پہلی آیت میں مذکور تھا کہ منافق بلا تحقیق خبریں اڑایا کرتے ہیں کہ فلاں قوم مسلمانوں پر چڑھ کر آتی ہے انہوں نے ایسی تیاری کی ہے تمام عرب اب عنقریب مدینہ کو آ کر غارت کر دینگے جنسے خبر عام مسلمانوں کو دلوں میں خلجان پیدا ہوتا تھا اور ایک قسم کی پست ہمتی جو عادتاً انسان کو اپنی بے سروسامانی اور مخالفین کے سامان اور انبوہ سے پیدا ہوتی ہے اسلئے آنحضرت کو فرمایا کہ تم اللہ کی راہ میں لڑو یہ شر فتنہ کے مٹانے پر اسکے توکل پر کمر ہمت باندھو اور اگر کوئی آپ کا ساتھ نہ دے تو کچھ پروا نہیں کیونکہ تم اور کسی کے ذمہ دار نہیں (خدا کا اسو عدہ کا اعتماد پر جو آپ اپنے رسول ہے کیا تھا) تن تنہا آنحضرت علیہ السلام روئے زمین کے مشرکوں اور بت پرستوں کی بت پرستی مٹانے اور لڑنے پر آمادہ ہوگئے چنانچہ بدر صغریٰ میں ابوسفیان کے مقابلہ میں تنہا نکلے پیچھے دیکھا تو صرف ستر آدمی ساتھ آ رہے تھے اور کتاب یسعیاہ میں جو نکلا اس بات کیطرف اشارہ ہوا ہے اور زبور میں بھی اگر اس بے سروسامانی پر یہ عزم و ہمت آپکی صرف اس اعتماد پر نہ تھی تو عادتاً کوئی عقلمند ایسا قصد بھی نہیں کر سکتا اور آپ کے سچے عزم کا اثر صحابہ کے دلوں میں بالخصوص ابوبکر صدیق کے دل میں پیدا ہوا کہ آپ کے بعد عربوں کی تھوڑی سی جمعیت سے ہر جہت خاص روم کا مقابلہ کیا کہ جو اس وقت یورپ اور ایشیا کے اکثر ملکوں کا بادشاہ تھا پھر یہ فتوحات اگر اسو عدہ الٰہی کا ظہور نہ تھا تو اور کیا بات تھی؟ اسکے ساتھ مسلمانوں کو بھی جہاد کی ترغیب دینے کا حکم دیا گیا کیونکہ یہ نیک کام ہے اسلئے کہ اس جہاد کا منشاء اصلاح دنیا کو بدی سے پاک کرنا اور زمین پر آسمانی سلطنت قائم کر کے شر و فساد مٹانا ہے پھر اس سے بڑھ کر اور کونسا نیک کام ہوگا؟ اور جو کوئی نیک کام میں رغبت دلاتا یا سفارش کرتا ہے تو اسکو بھی اس میں سے ثواب کا حصہ ملتا ہے اسیطرح کہ بری بات کیلئے رغبت دلانے اور سفارش کرنیکو اسکو بری بات کا حصہ ملتا ہے عسی اللہ اپنے رسول سے وعدہ کرتا ہے کہ ہم عنقریب کفار کے شرک کو روک دینگے آنحضرت کی ترغیب اور رغبت کے وعدہ کے اثر نے یہ کیا کہ تخمیناً ایک صدی کے اندر ہی اندر تمام دنیا پر کوئی ایسی بت پرست و کافر سلطنت باقی نہ رہی کہ جو آسمانی سلطنت کا مقابلہ کر سکے ادھر جبل الطارق سے لیکر چین تک ادھر کوہ قاف اور آذربائیجان سے لیکر

وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَسِيْبًا ۝ اَللّٰهُ

اور اے مسلمانو! جب تم کو کسی طرح پر بھی سلام کیا جاوے تو تم بھی اسکے جواب میں اس سے بہتر طور پر سلام کرو یا وہی کلمہ جواب میں لوٹا دو بیشک اللہ ہر چیز کا حساب لینے

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ؕ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا ۝

والا ہے اللہ ہے کہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں اس میں کچھ بھی شک نہیں کہ وہ تم کو قیامت کیدن جمع کر کے رہیگا اور اللہ سے بڑھکر کس کی بات سچی ہو سکتی ہے پھر تم کو کیا ہوا

فَمَا لَكُمْ فِى الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا ؕ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَهْدُوْا

کی کیا بری بات ہے جو تم دو ٹکڑے ہو گئے ۔ اور اللہ نے تو ان کے اعمال کی وجہ سے انکو اوندھا کر دیا ہے کیا تم چاہتے ہو کہ جس کو خدا نے گمراہ

مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ۝

کیا اسکو ہدایت پر لے آؤ اور جس کو اللہ گمراہ کر دیتا ہے تو آپ کو اس کے لئے کوئی رستہ نہیں ملے گا ۔

افریقہ تک بڑے بڑے ملک اس جھنڈے کے تلے آگئے جو مدینہ میں خدا نے قائم کیا تھا ۔ اب اس سے بڑھ کر اور کونسا معجزہ اور کونسی دلیل ثبوت نبوت کیلئے ہو سکتی ہے ؟ اس جنگ اس سے مراد مخالفوں کا زور اور انکی لڑائی اور عذاب ہے ۔ نکال عذاب دہندہ شفاعت شفع سے مشتق ہے جسکے معنی دو ہو جانیکے ہیں شفیع چونکہ ذوحاجت کے شریک ہو کر اپنے آپکو اسکے ساتھ ملا دیتا ہے اسلئے اسکو شفیع کہتے ہیں مقیت کے معنی قادر کے بھی ہیں جیسا کہ نضر بن شمیل شاعر کہتا ہے ؎ تجلد لا تجزع وکن ذا حفیظة ۔ فانی علیٰ ما ساءہم لمقیت ، اور یہ قوت سے مشتق ہو کر بمعنے حفیظ بھی آتا ہے یہاں دونوں معنی مراد ہو سکتے ہیں ۔

ترکیب وَاِذَا حُیِّیْتُمْ شرط تحیۃ اصلا تحییۃ تفعلۃ من حییت ہی کی حرکت نقل کر کے ح کی طرف آگئی باہم ادغام ہو گیا ۔ فحیوا جواب اس کی اصل حییوا تھی لیجمعنکم جواب ہے قسم محذوف کا ۔ پھر یہ جملہ مستانفہ بھی ہو سکتا ہے اور مبتدا کی دوسری خبر بھی ہو سکتا ہے فما مبتدا لکم خبر فی المنفقین متعلق ہے محذوف سے ای صرتم فئتین اس محذوف کی خبر ۔

تفسیر یقاتل فی سبیل اللہ میں جس طرح کہ شرک و فساد مٹانے کیلئے لڑنے کی تاکید کی تھی اسیطرح اس کیساتھ یہ بھی حکم دیا جاتا ہے کہ یہ لڑائی صرف اپنے موقع پر رہے اور خاص حقوق الٰہی کیلئے اس سے یہ مراد نہیں کہ تم اپنی اخلاق اور معاشرت میں درندہ پن اختیار کر و گاہ بیگاہ جسکو پاؤ مار ڈالا کرو بات بات پر تلوار کھینچ کر دشمنی کو پہلے آمادہ ہو جاؤ ۔ فرانٹ نہ بنجاؤ جیسا کہ مخالفین کہ بعض وحشی قوموں سے آجکل اسلام پر عیب لگایا کرتے ہیں ، بلکہ اسکے ساتھ نرمی اور خوش اخلاقی اور حلم و تواضع کی بھی عادت کرو یہانتک کہ جب تمکو کوئی سلام کرے تو تم بھی اسکو اسی طرح سے سلام کرو یا اس سے عمدہ اور بڑھ کر جواب دو تاکہ تم سے اسکو وحشت دور ہو اور لوگ تم سے احکام الٰہی اور اخلاق حمیدہ کی تعلیم پانیکا قصد کریں ۔ تحیہ دعاء حیات کرنا ۔ عرب کا اسلام سے پہلے باہمی بجائے سلام علیکم کے حیاک اللہ کہنے کا دستور تھا جیسا کہ ہر ایک قوم میں ایک دستور ہے چونکہ زندگی بغیر عافیت کے کوئی اچھی چیز نہیں اور لفظ سلام میں سلامتی اور عافیت دارین کی بھی دعا ہے اور نیز یہ اللہ کا بھی نام ہے اور نیز اس میں تسلیم یعنی فروتنی کیطرف بھی اشارہ ہے اور مذہب اسلام کیطرف بھی رمز ہے اسلئے اسکی جگہ السلام علیکم کہنا قرار پایا خواہ السلام علیکم کہے خواہ سلام علیکم اسکا اسیطرح سے رد کرنا تو وعلیکم السلام کہنا ہے اور بہتر طرح سے رد کرنا یعنی جواب دینا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہنا ہے آنحضرت کے پاس جب کفار آتے تھے تو آپ کے اخلاق اور فروتنی سے از حد خوش ہو کر جاتے تھے انہی شیریں اخلاق عرب کے وحشیوں کو چند روز میں مسخر کر دیا تھا اور پھر صحابہ کا بھی یہی دستور تھا کتب تاریخ اس پر شاہد ہیں ان اخلاق حمیدہ کی

مدینہ کے چند لوگ ابتدا اسلام میں ایسے بھی تھے کہ ظاہر میں تو مسلمان ہو گئے تھے مگر در پردہ حب جاہ وغیرہ اسباب دنیا کے سبب آنحضرت صلعم اور مہاجرین سے سخت عداوت رکھتے تھے مسلمانوں پر نکتہ چینیاں بھی کیا کرتے تھے مخالفوں کو بھی اسرار سے مطلع کرتے تھے اور لڑنے کو ابھارتے تھے مسلمان جلتے تھے

کہ ان منافقوں کو نکال دیا جائے مگر بعض رحم دل انصاری قرابتوں کے سبب درگزر کی طرف آتے تھے اس لئے ان کے بارہ میں مسلمانوں کے دو گروہ

وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوْنَ سَوَآءً فَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ اَوْلِيَآءَ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا فِىْ سَبِيْلِ

وہ چاہتے ہیں کہ جس طرح وہ کافر ہیں ویسے تم بھی کافر ہو جاؤ تاکہ برابر ہو جائیں پس تم ان میں سے کسی کو بھی دوست نہ بناؤ جب تک وہ اللہ کی راہ میں ہجرت

اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا

نہ کریں۔ پھر اگر وہ نہ مانیں تو ان کو پکڑو اور جہاں کہیں پاؤ تو مار ڈالو اور نہ ان میں سے کسی کو دوست بناؤ اور نہ مددگار

اِلَّا الَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ اِلٰى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ اَوْ جَآءُوْكُمْ حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ اَنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ

مگر جو لوگ کہ اس قوم سے ملتے ہیں کہ ان میں اور تم میں معاہدہ ہے یا وہ تمہارے ساتھ یا اپنی قوم کے ساتھ لڑنے سے تنگ دل ہو کر تمہارے پاس آ گئے ہوں۔

اَوْ يُقَاتِلُوْا قَوْمَهُمْ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَسَلَّطَهُمْ عَلَيْكُمْ فَلَقٰتَلُوْكُمْ فَاِنِ اعْتَزَلُوْكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ

تو ان سے طلب کا مضائقہ نہیں) اور اگر اللہ چاہتا تو تم پر ان کو غلبہ دیتا تو وہ تم سے لڑتے پھر اگر وہ تم سے کنارہ کریں اور تم سے نہ لڑیں اور تمہاری

وَاَلْقَوْا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ فَمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيْلًا سَتَجِدُوْنَ اٰخَرِيْنَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّاْمَنُوْكُمْ

طرف صلح کا پیغام ڈالیں تو اللہ نے تمہارے لئے ان پر الزام کا کوئی رستہ نہیں رکھا ہے عنقریب تم کو ایسے لوگ بھی ملیں گے کہ جو تم سے بھی امن میں رہنا چاہتے ہیں

وَيَاْمَنُوْا قَوْمَهُمْ كُلَّمَا رُدُّوْا اِلَى الْفِتْنَةِ اُرْكِسُوْا فِيْهَا فَاِنْ لَّمْ يَعْتَزِلُوْكُمْ وَيُلْقُوْا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ وَ

اور اپنی قوم سے بھی امن میں رہنا چاہتے ہیں مگر جب فساد کیلئے بلائے جاتے ہیں تو اس میں کود پڑتے ہیں پھر اگر وہ تم سے کنارہ نہ کریں اور صلح نہ ڈالیں اور ہاتھ نہ

يَكُفُّوْا اَيْدِيَهُمْ فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَاُولٰٓئِكُمْ جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا

روکیں تو انکو پکڑو اور جہاں کہیں پاؤ قتل کر دو یہی وہ لوگ ہیں کہ جن پر خدا نے تمہارے لئے صاف حجت قائم کر دی ہے۔

تاکید کیلئے دو باتیں ذکر فرمائیں اول ان اللہ کان علی کل شیء حسیبا دوسری اللہ لا الٰہ الا ہو میں توحید لیجمعنکم الی یوم القیمۃ میں الٰہ کی طرف اشارہ ہے اور قیامت کے برحق ہونے کی دلیل من اصدق الخ سے فرمائی جنگ احد میں جبکہ عبداللہ بن ابی اپنا گروہ لیکر عین مقابلہ کیوقت لیکر بھاگ آیا اور مسلمانوں کو ہزیمت ہوئی تو مدینہ میں مسلمانوں کے دو فریق ہو گئے ایک کہتا تھا انکو قتل کرنا چاہئے دوسرا کہتا تھا خدا انکی اصلاح کر دیگا قتل میں بدنامی ہے اسپر خدا تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی فما لکم فی المنافقین کہ تم انکے پیچھے کیوں پڑے ہو انپر اللہ نے انکے اعمال کی شامت ڈالدی ہے کیا جس کو خدا نے گمراہ کیا تم اسکو ہدایت کر سکتے ہو؟ رکس اور رکس دونوں کے ایک ہی معنی ہیں یعنی الٹ دینا یعنی اسلام کی راہ راست سے الٹے کفر میں جا پڑے یہ بھی اخلاقی تعلیم ہے کہ کسی کی کسی لغزش کے سبب سمجھے۔
ترکیب لو تکفرون بتاویل مصدر مفعول ہے ودوا کا کما کفروا کا نعت ہے مصدر محذوف کی ما مصدریہ ہے ای کفروا کلکفرہم الا الذین مستثنیٰ ہے واقتلوہم سے بینکم وبینہم میثاق جملہ خبریہ صفت ہے قوم کی او جاء عطف ہے یصلون پر حصرت صدورہم جملہ بتقدیر قد حال ہے فاعل جاؤکم سے ان یقاتلوکم ای ان یقاتلوکم عن تعلق حصرت سے ہے او یقاتلوا قومہم معطوف ہے ان یقاتلوکم پر فان اعتزلوکم شرط فلم یقاتلوکم الخ اس کی ضمیر فاجعل جملہ جواب فان لم یعتزلوکم شرط فخذوہم جواب شرط۔
تفسیر ابھی فرمایا تھا کہ جس کو خدا گمراہ کرے کیا تم اس کو ہدایت کر سکتے ہو اب یہاں یہ ظاہر کر کے تم ان کی ہدایت چاہتے ہو اور وہ ازلی گمراہ خود تمکو ہی اپنے جیسا کافر بنانا چاہتے ہیں پھر اب تمہارے کوئی عبث محبت نہ رکھو کیونکہ اس میں ان کی محبت ہے تمہارے لئے دنیا و آخرت کا ضرر ہے مگر جب وہ ایمان لا کر خدا کی راہ میں ہجرت کریں تب ان کے ایمان کا امتحان ہو چکا اب ان سے محبت اور دوستی کرنیکا مضائقہ نہیں اسکے بعد حکم عام دیتا ہے کہ اگر وہ پھر جاویں یعنی نہ اسلام لاویں نہ ہجرت کریں تو ان کو جہاں پاؤ قتل کرو کیونکہ وہ آسمانی سلطنت کے باغی ہیں بظاہر اس حکم میں ہر ایک کافر سے جنگ کرنا پایا جاتا ہے خواہ اہل اسلام سے

لڑتا ہو یا نہ ہو خواہ اس نے اسلامیوں سے عہد کیا ہو یا نہ کیا ہو گویا ہر ایک کو زبردستی مسلمان بنانا چاہیئے حالانکہ پہلے حکم ہو چکا تھا کہ لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی کہ دین میں کسی پر زبردستی نہیں ہدایت اور ضلالت خود واضح ہو چکی ہے" اس لئے اس جگہ دو قوموں کا استثنار کرتا ہے اول الا الذین یصلون الخ وہ لوگ کہ جو اس قوم سے علاقہ رکھتے ہوں کہ جس سے اہل اسلام سے باہمی معاہدہ ہو مثلاً ایک ایسی قوم ہے کہ اس کا اہل اسلام سے عہد ہے کہ نہ ہم تم پر چڑھائی کرینگے نہ تم ہم پر یا ہم تمہارے مددگار تم ہمارے اب کوئی مسلمان ہو اور دار الاسلام میں بسبب ان کافروں کے نہ آسکے کہ وہ مانع آتے ہیں اور وہ قوم ان سے عہد کر لے سو وہ بھی مسلمانوں کے عہد میں ہیں ان سے بھی لڑنا نہ چاہئے اور اگر وہ مسلمان نہ ہوں اور یوں بھی ان سے عہد کر لیں تب بھی ان سے لڑنا نہ چاہئے کیونکہ آیت کا حکم عام ہے الغرض جس قوم سے اہل اسلام کا عہد ہو یا عہد والی قوم سے عہد ہو وہ حکم قتل وجہاد سے مستثنیٰ ہیں اب رہی یہ بات کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کفار عرب کی کس کس قوم کیساتھ عہد تھا بعض کہتے ہیں اسلمیے لوگوں سے تھا کیونکہ آنحضرت نے مکہ سے ہجرت کرتے وقت ہلال بن عویمر اسلمی سے عہد کر لیا تھا کہ نہ تم ہم سے سرکشی کرنا نہ ہم تم پر چڑھائی کرینگے اور جو تم سے پناہ لیگا ہم بھی اسکو پناہ دیں گے ابن عباس کہتے ہیں وہ ہم عہد بنو بکر بن زید مناۃ تھے مقاتل کہتے ہیں خزاعہ و خزیمہ بن عبد مناف سے عہد تھا یہ بنی جو خود آنحضرت کے دامن تلے اور عہد میں آگئے ان سے کیونکر جنگ کی جا سکتی تھی دوم او جاؤکم حصرت صدورہم کہ وہ تنگ آگئے ہوں نہ اہل اسلام تم سے لڑتے ہوں نہ تمہارے ساتھ ہو کر اپنی قوم سے لڑتے ہوں یعنی یک طرفہ ہوں پھر عام ہے کہ آنحضرت یا اہل اسلام کے پاس آویں اپنے مقام ہی سے یہ بات اور امن قائم کرنا ظاہر کر دیں او جاؤکم کے یہی معنی ہیں بیضاوی کے حاشیہ میں اس مقام پر لکھا ہے المراد بالمجئ الاتصال وترک المعاندۃ والمقاتلۃ لا حقیقۃ المجئ اور یہ قوم جو آنحضرت کی خدمت میں تنگ ہو کر آئی تھی بنو مدلج تھی ایسی قوموں سے بھی لڑنا نہ چاہیئے خدا کی شکر گذاری کرنا چاہیئے کیونکہ خدا چاہتا تو انکو تم پر مسلط اور قادر کر دیتا پھر اسی فرق کی تشریح فرماتا ہے فان اعتزلوکم فلم یقاتلوکم کہ اگر وہ تم سے کنارہ کشی کریں اور لڑائی نہ کریں اور تم سے صلح اور امن کے خواہاں ہوں والقوا الیکم السلم تو انسے ہرگز نہ لڑو اور ان پر خدا نے تمہارے لئے کوئی حجت نہیں رکھی ہے خلاصہ یہ کہ جو کفار و مشرکین اسلام نہ لائیں معاہدہ کر لیں تو انسے جنگ نہیں نہ ان کا قتل کرنا جائز ہے ان کو آزادی ہے جن سے لڑنے کا اور جہاں کہیں ملجائیں مار دینے کا حکم خاص ان لوگوں سے ہے کہ جن کا حال ان جملوں میں بیان کیا جاتا ہے کہ ان لوگوں کے برعکس دوسری چالاک اور بدمعاش تمکو عنقریب ایسے ملینگے جو صلح و امن یا اسلام تم سے ظاہر کر کے تمسے بھی امن میں رہنا چاہتے اور اپنی قوم کے پاس جا کر اسی کفر و سرکشی میں شریک ہو کر انسے بھی امن میں رہنا چاہیں گے بلکہ جب وہ اسلام کے مقابلہ میں جنگ کرنے کیلئے بلائے جاوینگے تو اس فتنہ فساد میں کود پڑینگے جیسا کہ اسد اور غطفان کی قوم کا حال تھا پھر اگر ایسے لوگ اپنی شرارت سے باز نہ آویں یعنی تم سے کنارہ کشی نکریں یعنی صلح نکریں اور تم سے لڑنے سے ہاتھ نہ روکیں تو ان کو جہاں پاؤ قتل کرو ان کی عہد شکنی کیوجہ سے تمہارے لئے خدا نے حجت قائم کر دی ہے بلاشک اگر ایسے لوگوں سے یہ نہ کیا جاوے تو پھر کیا کیا جاوے۔ حتی یہاجروا ہجرت جدائی اور ترک کرنا ہے حقیقۃ ہجرت وہ ہے کہ جس کی تشریح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے والمہاجر من ہاجر ما نہی اللہ عنہ۔ رواہ البخاری کہ مہاجر وہ ہے کہ جو خدا کی منع کی ہوئی باتوں کو چھوڑ دے اس میں اس شہر اور وطن کا رہنا بھی آگیا کہ جہاں کفار کا ایسا غلبہ ہو کہ جو شرائع اسلام با آزادی ادا نکر نے دیں ایسی صورت میں وہاں سے ترک وطن کرنا اور مسلمانوں کے ملک میں چلا جانا ضروری ہے آنحضرت کے عہد میں جب تک کہ مکہ فتح نہ ہوا تھا اور وہاں کفار کا غلبہ تھا وہاں سے ہجرت کرنا ضروری تھا اسکی بڑی تاکید کیجاتی تھی سو لوگ ہجرت کر کے مدینہ میں آ رہتے تھے پھر جب مکہ فتح ہو گیا تو فرمادیا اب ہجرت کی کچھ ضرورت نہیں نیک نیتی اور جہاد چلے گئے ہندوستان

ہندوستان کے دار الاسلام یا دار الحرب ہونے کا مسئلہ

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ أَنْ يَقْتُلَ مُؤْمِنًا إِلَّا خَطَأً ۚ وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَأً فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ وَدِيَةٌ

اور کسی مومن کا یہ کام نہیں کہ وہ کسی مومن کو قتل کرے مگر غلطی سے ہو تو وہ اور بات ہے) اور جو کوئی کسی مومن کو (غلطی سے) قتل کر ڈالے تو اس کو ایک مسلمان غلام آزاد

مُسَلَّمَةٌ إِلَىٰ أَهْلِهِ إِلَّا أَنْ يَصَّدَّقُوا ۚ فَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ ۖ

(اس) دیت پہنچانی چاہیئے (ہاں) اگر وہ خود معاف کردیں (تو خیر) پھر اگر وہ (مقتول) مومن (اس قوم کا ہو کہ جو تمہاری دشمن ہے تو مسلمان غلام آزاد کرے

وَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِيثَاقٌ فَدِيَةٌ مُسَلَّمَةٌ إِلَىٰ أَهْلِهِ وَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ ۖ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ

اور اگر وہ اس قوم سے ہو کہ تم میں اور ان میں باہم معاہدہ ہے تو اس کے وارثوں کو دیت دینی چاہیئے اور مسلمان غلام (بھی) آزاد کرنا چاہیئے پھر جس کو میسر نہ ہو

فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ تَوْبَةً مِنَ اللَّهِ ۗ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝ وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا

لگاتار دو مہینے روزے رکھے خدا سے معافی چاہنے کیلئے اور اللہ علم والا حکمت والا ہے۔ اور جو کوئی کسی مومن کو عمداً قتل کر دے

فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا

تو اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور (نیز) خدا کا غضب اس پر نازل ہوگا اور ہمیشہ اس کی [illegible] رہیگی اور اس کے لئے بڑا عذاب تیار ہے

آجکل اگرچہ عیسائیوں کے قبضہ میں ہے پہلے مسلمانوں کے قبضہ میں آکر دار الاسلام صدیوں تک رہ چکا ہے اب دار الاسلام تو نہیں مگر یہ لوگ ابتک شرائع اسلام سے منع بھی نہیں کرتے اسلئے دار الحرب بھی نہیں ہے بلکہ دار الامن ہے ہجرت کرنا

ترکیب ان یقتل اسم کان لمومن خبر ای ما شان المومن قتل المومن فی ای حال الا خطأ ای فی حال الخطا او یمکن ہے کہ الا بمعنی لکن ہو ومن قتل شرط فتحریر خبر ہے مبتدا محذوف کی ای فالواجب وقیل خبرہ محذوف ای فعلیہ تحریر مضاف رقبۃ مومنۃ مضاف الیہ و دیۃ معطوف ہے تحریر پر جملہ جواب شرط الا ان یصدقوا استثناء منقطع ہے وقیل متصل والمعنی فالواجب دیۃ فی کل حال الا فی حال التصدق فان شرطیہ کان اس کا اسم المقتول من قوم خبر عدو لکم اس کی صفت وھو مومن جملہ حال ہے مقتول کی یہ سب شرط فتحریر الخ جواب۔

تفسیر پہلی آیت میں ان لوگوں کے قتل کی اجازت تھی کہ جو مسلمانوں میں آکر مسلمان اور کافروں میں جاکر انکے ساتھ ہوکر مسلمانوں کو قتل کرنے پر آمادہ ہو جاتے تھے ایسے موقع میں کبھی وہ لوگ بھی آجاتے ہیں کہ جو صدق دل سے مسلمان ہیں مگر اہل اسلام ان کو کافر ہی سمجھتے ہیں سو ایسے لوگوں کے قتل سے منع کیا اور اسکے ضمن میں عموماً ایمانداروں کے قتل کرنیکا مسئلہ بھی بیان کرنا مناسب ہوا۔ فرماتا ہے کہ کسی مومن کو کسی مومن کا قتل کرنا درست نہیں مگر بھول چوک ہو تو معذور ہے چنانچہ اس آیت کے نازل ہونیکا یہی سبب ہوا کہ اسلام میں ایک دو موقع ہو چکے تھے۔ عروہ بن زبیر سے روایت ہے کہ جنگ احد میں ایسا اتفاق ہوا کہ حذیفہ بن الیمان کے والد یمان بوقت جنگ ایک بھیڑ میں آگئے مسلمانوں نے انکو کافر سمجھکر ان پر تلوار مارنی شروع کردیں گو حذیفہ کہتے رہے کہ میرے والد میرے والد مگر اس ہنگامہ میں کوئی نہ سمجھا یہانتک کہ وہ قتل ہوگئے پھر جب معلوم ہوا تو مسلمانوں کو سخت ملال ہوا اس پر یہ آیت کفارہ بتانیکے لئے نازل ہوئی اور اسی میں دیت کا بھی فیصلہ کر دیا۔ اس آیت کا یہ حکم ہے کہ جو مسلمان کسی مسلمان کو خطاءً یعنی نادانستہ قتل کردے تو مقتول کے وارثوں کو دیت دیجاوے اگر وہ معاف کردیں تو مضائقہ نہیں اور ایک مسلمان غلام آزاد کرنا چاہیے۔ دیت اسلئے کہ مسلمان کے خون کا جو بلا وجہ مارا گیا ہے معاوضہ نہ لینے کی کوئی وجہ نہیں چونکہ خطاءً مارا گیا ہے اسلئے قاتل کو معاوضہ میں قتل کرنا خلاف انصاف تھا مگر دیت یعنی خون بہا لینا مقرر کیا اور غلام آزاد کرنا اسلئے فرمایا کہ اگرچہ اس نے یہ کام قصداً نہیں کیا مگر بے احتیاطی تو ہوگئی ہے اسلئے جسطرح اس نے ایک مسلمان کو مار ڈالا اسکے کفارہ میں مسلمان غلام کو آزاد کرے گویا آزاد کرنا زندہ کردینا ہے کیونکہ غلامی انسان کی صفت مالکیت اور آزادی کو جو اسکی فطرت میں رکھی گئی ہے اور جو اسکی

حیات کا مقتضی ہے زائل کرتا ہے اور اس میں بنی نوع پر احسان بھی ہے، پھر اگر وہ مقتول مسلمان جو دانستہ مارا گیا ہو اس قوم کا ہو کہ جس سے اہل اسلام سے معاہدہ اور دوستی نہیں بلکہ دشمنی قائم ہے تو اس صورت میں صرف کفارہ میں مسلمان غلام ہی آزاد کرنا چاہئے وارثوں کو دیت نہ دی جائے کیونکہ اس سے مخالفوں کو روپیہ کی مدد ملتی ہے اگرچہ ایسی صورت میں آیت میں صرف غلام آزاد کرنے کا ذکر ہے دیت دینے کا ذکر نہیں مگر معرض بیان میں سکوت کرنا نفی پر دلالت کرتا ہے اور اگر وہ اس قوم کا ہو کہ جس میں اور اسلام میں باہم عہد ہے تو وہاں دیت وارثوں کو دیجائے اور مسلمان غلام بھی آزاد کیا جائے اور جو غلام آزاد کرنیکا مقدور نہ ہو تو اسکی جگہ پے در پے دو مہینے روزے کفارہ میں رکھے اگر بیچ میں بجز عذر معمولی کے جو عورتوں کو لاحق ہوتا ہے روزہ ترک ہوگا تو پھر پورے دو مہینے پورے کرنے پڑیں گے۔ اور دو مہینے کے روزے مقرر ہونے میں ایک سر روحانی ہے جس کے بیان کی یہاں گنجائش نہیں اسجگہ چونکہ مقتول کیلئے مومن کی قید نہیں اس سے بعض علماء نے ذمی مقتول کا بھی یہی حکم نکالا ہے اس حکم کے بعد کسی مسلمان کو قصداً قتل کرنیکی بابت فرماتا ہے ومن یقتل مومنا متعمدا الآیۃ چونکہ قتل عمد کا حکم قصاص و دیت سورہ بقرہ میں بیان ہو چکا ہے یا ایہا الذین آمنوا کتب علیکم القصاص فی القتلی الخ اسلئے یہاں صرف آخرت کی سزا بیان فرماتا ہے کہ وہ قاتل ہمیشہ جہنم میں رہیگا اور اس کیلئے لعنت اور غضب الٰہی اور اسکو عذاب عظیم ہے ابن عباسؓ آیت کو ظاہر طور پر محمول کرکے قاتل عمد کے لئے ہمیشہ کا عذاب ثابت کرتے ہیں اور اس کی توبہ کو بھی غیر مقبول کہتے ہیں اور خوارج نے بھی اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ قتل عمد گناہ کبیرہ بالاتفاق ہے باوجودیکہ اس کی سزا ابدی جہنم ہے ثابت ہوا کہ کبیرہ کے مرتکب کیلئے ابدی جہنم ہے جمہور علماء کہتے ہیں کہ اس قتل عمد سے مراد وہ ہے کہ جو جائز جانکر کیا جاوے تو بیشک اس کی یہی سزا ہے کیونکہ کبیرہ کا جائز جاننے والا کافر ہے اور کافر کی ابدی جہنم سزا ہے یا یہ کہ جزا تو اس کی یہی ہے مگر وہ کریم بوجہ ایمان کے قاتل کو بحکم آیت ویغفر ما دون ذلک لمن یشاء ابدی جہنم سے نجات دیگا اب ہم آیت کا مطلب بیان کر چکے اس کے بعد چند ابحاث لکھتے ہیں جو احکام دیت اور قتل خطا کے متعلق ہیں (۱) قتل کی پانچ قسمیں ہیں پہلا قتل عمد تلوار وغیرہ ہتھیار سے جانکر قتل کرنا اس میں قاتل مارا جائیگا خواہ کوئی قاتل کیوں نہ ہو بحکم آیت کتب علیکم القصاص اور آخرت کا گناہ بحکم آیہ فجزاؤہ جہنم ہاں اگر مقتول کے وارث معاف کردیں یا دیت پر راضی ہو جائیں تو دیت دلائی جائیگی اور یہ قاتل اگر وارث کو قتل کرے گا تو یہ میراث سے بھی محروم ہوگا۔ دوسرا قتل خطاء مثلاً شکار سمجھکر دور سے کسی آدمی پر گولی چلادی اور وہ مرگیا یہ خطاء یعنی چوک قصد میں واقع ہوئی یا کسی مسلمان کو جنگ میں کافر سمجھکر مار ڈالا اور ایک خطا فعل میں بھی ہوتی ہے یہ کہ نشانہ پر گولی چلاتا تھا کسی انسان کے لگ گئی ہے اس کا حکم آیت میں بیان ہو چکا اس میں بھی میراث سے محروم رہتا ہے علاوہ اس سے ایک اور بھی قتل ہے دونوں کے درمیان ثابت ہوا ہے شبہ بالعمد ہے یہ قتل ابو حنیفہ کے نزدیک وہ ہے جو ان آلات سے واقع ہو جو قتل کیلئے موضوع نہوں جیسا کہ لٹھ اور پتھر صاحبین اور امام شافعیؒ کے نزدیک یہ بھی قتل عمد ہے اور شبہ عمد یہ ہے کہ جس سے غالباً آدمی نہیں مرتا اس سے مارے جیسا کہ بغیر قصد ہلاک کے چھڑی یا تنکہ مارے اور وہ مرجاوے شبہ عمد میں دیت مغلظہ اور کفارہ اور میراث سے محرومی ہے۔ چوتھا قتل خطاء کے قائم مقام جیسا کہ سوتا ہوا آدمی کسی پر گر پڑا اور جسپر گرا ہے وہ مر جاوے اس کا حکم بھی قتل خطا کا حکم ہے۔ پانچواں قتل بالسبب جیسا کہ رستہ میں کنواں کھودے اور اس میں گر کر کوئی مر جاوے اس میں نہ دیت ہے نہ کفارہ نہ حرمان میراث۔ امام شافعیؒ کہتے ہیں کفارہ بھی ہے اور حرمان میراث بھی ہے (۲) دیۃ ودی سے مشتق ہے جیسا کہ شیۃ وشی سے واو حذف ہو گیا اس کے معنی معاوضہ کے ہیں مگر عرب میں صرف خون کے معاوضہ کو دیت کہا جاتا ہے یعنی خون بہا اس کی دو قسم ہیں مغلظہ یعنی سخت سو وہ شبہ عمد میں آتی ہے اس میں سو اونٹ چار قسم کے ہیں ۲۵ بنت مخاض

ؔ خواہ وہ لڑکا ہی کیوں نہو لیکن شرط یہ ہے کہ اسکے والدین میں کوئی مسلمان ہو۔ یہ شافعی مالک اوزاعی ابو حنیفہ کا مذہب ہے اور ابن عباس اور حسن وشعبی اور نخعی [illegible]

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰۤى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ

ایماندارو جب تم اللہ کی راہ میں سفر کرو (یعنے جہاد کو نکلو) تو تحقیق کر لیا کرو اور جو شخص تم کو سلام کرے اسکو یہ نہ کہا کرو کہ تو مسلمان نہیں تم دنیا کے اسباب لینے کے لئے

لَسْتَ مُؤْمِنًا ۚ تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۫ فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ ؕ كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ

ایسا کہتے ہو تو مسلمان نہیں سو اللہ کے پاس تو بہت غنیمتیں ہیں اسلئے تم بھی تو ایسے ہی تھے لیکن اللہ نے تم پر فضل کر دیا

قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۝

لہٰذا تحقیق کر لیا کرو بے شک جو کچھ بھی تم کر رہے ہو اللہ اس سے (خوب) واقف ہے۔

۵ ۲ بنت لبون ۵ ۲ حقہ ۵ ۲ جذعہ شافعیؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک تین قسم کے لینے چاہئیں ۳۰ جذعہ ۳۰ حقہ ۴۰ ثنیہ حاملہ دوسری مخففہ وہ قتل خطا میں آتی ہے اس میں سو اونٹ پانچ قسم کے ہیں ۲۰ بنت مخاض ۲۰ بنت لبون ۲۰ ابن مخاض ۲۰ حقہ ۲۰ جذعہ یا ہزار دینار۔ اور یہ نہوں تو دس ہزار درہم امام شافعیؒ بارہ ہزار درہم کہتے ہیں مسلمان اور ذمی کی برابر ہے خلافاً للشافعیؒ۔ یہ دیت تین سال میں بتدریج قاتل کے کنبہ اور قوم سے وصول کی جاتی ہے جسکو عاقلہ کہتے ہیں کیونکہ وہ اسکے ہر ایک نفع کے اور نقصان کے شریک ہیں اس ناگہانی حادثہ میں بھی ان کو شریک ہونا چاہیئے تاکہ آئندہ اسکو احتیاط پر مجبور کیا کریں۔ یہ مذہب جمہور کا ہے اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے مگر ابوبکر اصم کے نزدیک خاص قاتل سے لینی چاہیئے باقی قتل اور نقصان مال اور تاوان کے مسائل احادیث سے ثابت ہیں واللہ اعلم۔

ترکیب۔ اذا ضربتم ای سافرتم للجہاد شرط فتبینوا جواب السلم اور سلم دونوں طرح سے آیا ہے اول کے معنی تحیہ دوسرے کے معنے انقیاد یا کلمہ شہادت تبتغون حال ہے فاعل لاتقولوا سے کذلک خبر کنتم ضمیر انتم اس کا فاعل ان اللہ کو بالکسر جملہ مستانفہ ہونے کی وجہ سے پڑھا ہے اور بالفتح بھی معمول تبتغون کا بنا کر۔

تفسیر قتل خطا کے بارہ میں ابھی تہدید ہو چکی تھی اور یہ قتل ابتدا اسلام میں مسلمانوں کو بغیر جہاد میں پیش آتا تھا اس لئے یہاں جہاد میں ہوشیاری اور احتیاط کرنیکے لئے یہ آیت نازل فرمائی بعض اہل اسلام کو جہاد میں یہ بات پیش آئی کہ جب دشمن پر انہوں نے قابو پایا تو اس نے لا الہ الا اللہ جان بچانیکو کہا مگر صحابہ نے یہ سمجھا کہ یہ دل سے نہیں صرف جان بچانے کے لئے کہتا ہے اسلئے اس کہنے پر بھی قتل کر دیا جس کی خبر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوئی اور آنحضرت سخت ناخوش ہوئے چنانچہ بخاری اور مسلم نے اسامہ بن زید سے روایت کیا ہے کہ ہمکو آنحضرت نے جہینہ قبیلہ کیطرف بھیجا ہم ان میں سے ایک شخص سے ملے میں نیزہ سے اسکو مارنے لگا تو وہ لا الہ الا اللہ کہنے لگا انجام کار میں نے اسکو قتل کر دیا پھر آکر میں نے آنحضرت کو اطلاع کی تو فرمایا کیا تو نے اس کو باوجود اس کہنے کے مار ڈالا؟ اسامہ نے کہا اس نے بچنے کیلئے کہا تھا فرمایا تو نے اسکا دل چیر کر کیوں نہیں دیکھ لیا یعنی تجھے اسکے دل سے کیا کام احکام شرع ظاہری ہیں اور مسلم کی روایت میں ہے کہ قیامت میں تو اس لا الہ الا اللہ کا کیا جواب دیگا اسی طرح ایک روایت صحیحین میں مقداد بن اسود کے بارہ میں ہے اس پر خدا نے یہ آیت نازل فرمائی کہ جب تم جہاد میں باہر جاؤ (اللہ کی راہ میں سفر کرنا عام ہے مگر یہاں مراد جہاد ہے) تو خوب تحقیق کر لیا کرو یہ کون شخص ہے یہ نہیں کہ ویسے ہی اسکا کام تمام کر دیا جاوے یا شبہ میں کسیکو قتل کیا جاوے۔ اور نیز جو تم سے ڈر کر اسلام پیش کرے یعنی کلمہ توحید کہے جیسا کہ روایت صحیحین سے پایا جاتا ہے یا صرف سلام کہے اور امان مانگے جیسا کہ ترمذی کی اس حدیث سے پایا جاتا ہے کہ جسکو اس نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ قبیلہ بنی سلیم کا ایک آدمی صحابہ کے پاس بکریاں لیکر گزرا اس نے سلام کیا مگر اس کو

لہ یعنی جو تمہارے سامنے آئے اسکو بے دریغ تہ تیغ نہ کر دیا کرو دریافت کر لیا کرو کہ یہ کون ہے دشمن ہے یا دوست یا کوئی راہ گیر ۱۲ منہ

لَا یَسْتَوِی الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ غَیْرُ اُولِی الضَّرَرِ وَالْمُجَاھِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ بِاَمْوَالِھِمْ وَاَنْفُسِھِمْ

وہ مسلمان جو بغیر کسی (معقول) عذر کے (جہاد کو) بیٹھ رہے ہیں ان مجاہدوں کے برابر نہیں ہو سکتے جو اللہ کی راہ میں اپنی مال اور جان سے جہاد کر رہے ہیں

فَضَّلَ اللّٰہُ الْمُجَاھِدِیْنَ بِاَمْوَالِھِمْ وَاَنْفُسِھِمْ عَلَی الْقَاعِدِیْنَ دَرَجَۃً وَکُلًّا وَّعَدَ اللّٰہُ الْحُسْنٰی وَفَضَّلَ اللّٰہُ

اللہ نے اپنی مال اور جان سے جہاد کرنیوالوں کو (بلا عذر یا بعذر) بیٹھنے والوں پر درجہ میں فضیلت دی ہے اور (یوں تو) اللہ کا نیکی کا وعدہ سب (مسلمانوں) سے ہے اور

الْمُجَاھِدِیْنَ عَلَی الْقَاعِدِیْنَ اَجْرًا عَظِیْمًا دَرَجٰتٍ مِّنْہُ وَمَغْفِرَۃً وَّرَحْمَۃً وَکَانَ اللّٰہُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا

مجاہدین کو بیٹھنے والوں پر اجر عظیم کے اعتبار سے بڑی فضیلت دی ہے (وہ اجر عظیم کیا ہے) اپنے ہاں کے درجات بخشش اور رحمت اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

صحابہ نے مار ڈالا اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ تم ایسے شخص کو یوں نہ کہو کہ تو مسلمان نہیں کیا تم غنیمت کے لئے ایسا کرتے ہو اور دنیا کا مال چاہتے ہو جو عرض یعنی فانی ہے سو اللہ کے پاس بہت سی غنیمتیں ہیں ان پر نظر رکھو پہلے تم بھی کافر ہی تھے اسی کلمہ کی بدولت خدا کے فضل و احسان سے تم اسلام میں آئے۔ جو اس پر متنبہ ہونے کیلئے ان اللہ کان بما تعملون خبیرا فرمایا۔

ترکیب من المومنین بیان ہے القاعدون کا غیر کو بالضم بھی پڑھا ہے کیونکہ یہ قاعدون کی صفت ہے اور بالفتح بھی کیونکہ یہ استثناء ہے قاعدون یا مومنین سے اور بالکسر بھی پڑھا ہے صفت مومنین کی بنا کر درجۃ مصدر ہے بمعنی فضیلۃ تب یہ مفعول مطلق ہے اور تمیز بھی ہو سکتا ہے اور ظرف بھی اے فی درجۃ ومنزلۃ وعد فعل اللہ فاعل الحسنیٰ مفعول ثانی کلا مفعول اول درجات و مغفرۃ و رحمۃ اجرا عظیما کا بیان ہے۔

تفسیر جہاد میں چونکہ قتل خطا بھی پیش آجاتا تھا جس کے لئے کفارہ اور دیت کا ذکر ہوا اور نیز بعض وہ لوگ بھی کہ جنہوں نے لا الٰہ الا اللہ کہہ دیا تھا مارے گئے تھے اور اس پر تہدید صادر ہوئی تھی اس سے کسیقدر مسلمانوں کو دل میں یہ خیال پیدا ہوا ہو کہ گھر بیٹھکر عبادت و ریاضت کرنا ہی بہتر ہے کیونکہ اس میں ایسی بات پیش نہیں آتی مگر خدا کو دنیا میں آسمانی سلطنت کہ جسکی خبر انبیاء دیتے آئے ہیں قائم کر کے دنیا کو بدی اور شرک سے پاک کرنا تھا اور یہ بات بغیر لشکر مجاہدین کے عالم اسباب میں ممکن نہ تھی اسلئے یہاں فرما دیا کہ بغیر ضرر یعنی مرض کے جو لوگ گھر میں بیٹھے رہتے ہیں وہ اُن لوگوں کے برابر نہیں جو اپنے مال اور جان سے اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں اس سے نفی مساوات کی تو ہوئی مگر مجاہدین کی بھی فضیلت بیان ہوئی تھی۔ اس لئے فضل اللہ المجاہدین الخ فرمایا کہ جو بغیر عذر کے گھر میں بیٹھ رہتے ہیں اُن کا تو کیا ذکر ہے مگر جو عذر سے بھی بیٹھتے ہیں اُن پر بھی خدا نے اللہ کی راہ میں مال اور جان سے جہاد کرنیوالوں کو درجہ میں فضیلت دی ہے مگر چونکہ عذر والے بھی دل میں اُس کی نیت رکھتے ہیں صرف نا چاری سے شریک نہیں ہو سکتے اسلئے اُن کے لئے بھی خدا نے بہتری کا یعنی جنت و مغفرت کا وعدہ کیا چنانچہ ترمذی نے روایت کی ہے کہ جب لا یستوی القاعدون الخ نازل ہوا تو عبداللہ بن ام مکتوم جو نابینا تھے آنحضرت صلعم کے پاس آکر رونے لگے کہ یا حضرت مجھے کیا حکم ہے تب غیر اولی الضرر نازل ہوا اور وکلا وعد اللہ الحسنیٰ سے ان کو بھی بوجہ نیت کے شریک کیا گیا مگر چونکہ مجاہدین ایک بھاری کام میں مصروف ہیں اور جان و مال کو اللہ پر قربان کر رہے ہیں اس لئے ان کو مخصوص کر کے فرمایا وفضل اللہ المجاہدین علی القاعدین اجرا عظیما پھر اس اجر عظیم کی تفصیل فرماتا ہے درجٰت منہ و مغفرۃ و رحمۃ کہ خدا نے ان کو جنت کے درجات اور مغفرت مخصوصہ میں کہ جو وہاں کی فرحت ابدی ہے اور رحمت مخصوصہ میں جو اس کے دیدار کی تجلی ہے خاص کر لیا ہے مگر کچھ اور یہ ریاضت و عبادت والوں کی طرف بھی اشارہ کر کے وکان اللہ غفورا رحیما فرما دیا۔

إِنَّ الَّذِينَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيٓ أَنفُسِهِمْ قَالُوا فِيمَ كُنتُمْ ۖ قَالُوا كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ فِي الْأَرْضِ

بیشک جن لوگوں کی فرشتے ایسے حال میں (روح) نکالتے ہیں کہ وہ اپنا اوپر ستم کر رہے ہیں ان سے پوچھیں گے کہ تم (دارالحرب میں) کیا کرتے تھے وہ کہینگے کہ ہم اسجگہ مجبور تھے

قَالُوٓا أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوا فِيهَا ۚ فَأُولٰٓئِكَ مَأْوٰهُمْ جَهَنَّمُ ۖ وَسَآءَتْ مَصِيرًا ۝ إِلَّا

فرشتے کہینگے کہ کیا خدا کی زمین کشادہ نہ تھی کہ تم اس میں کہیں چلے جاتے سو یہ وہ لوگ ہیں کہ جنکا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ (بہت ہی) بری جگہ ہے مگر

الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدٰنِ لَا يَسْتَطِيعُونَ حِيلَةً وَّلَا يَهْتَدُونَ سَبِيلًا ۝

جو مرد اور عورت اور لڑکے (لڑکیاں) بے بس ہیں کہ نہ کوئی (نکلنے کا) حیلہ کر سکتے ہیں۔ اور نہ انہیں کو کوئی رستہ ملتا ہے

فَأُولٰٓئِكَ عَسَى اللَّهُ أَن يَعْفُوَ عَنْهُمْ ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَفُوًّا غَفُورًا ۝ وَمَن يُهَاجِرْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَجِدْ فِي

سو ان کے لئے امید ہے کہ خدا معاف کر دے (کیونکہ) اللہ معاف کرنیوالا (اور) بخشنے والا ہے اور جو کوئی اللہ کی راہ میں ہجرت کرے گا تو اس کو

الْأَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيرًا وَّسَعَةً ۚ وَمَن يَخْرُجْ مِنۢ بَيْتِهِ مُهَاجِرًا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ

زمین میں آسائش (اور) فراخدستی (بہی) ملیگی اور جو کوئی اپنے گھر سے ہجرت کرکے اللہ اور اس کے رسول کیطرف نکلے پھر اس کو موت آلیوے

فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ ۗ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ۝

تو بیشک اس کا اجر تو اللہ پر ثابت ہو چکا اور اللہ بخشنے والا (بڑا) مہربان غفور رحیم ہے۔

ترکیب ظالمی مضاف انفسہم مضاف الیہ یہ حال ہے ضمیر ہم سے توفیہم میں ہے فتہاجروا منصوب ہے جواب بنکر استفہام کا کیونکہ نفی بسبب استفہام کے اثبات ہوگئی الا المستضعفین استثناء ہے اولٰئک ماوٰہم جہنم سے من الرجال خبر الا نساء والولدان مستضعفین بیان ہے لایستطیعون اس سے حال منتیہ ہے خبر ان قالوا وقیل فاولٰئک وقیل محذوف ہے ہلکوا۔

تفسیر مدینہ میں چونکہ لوگ ہجرت کرکے مجتمع ہو گئے تھے جو جہاد قائم ہونیکا باعث ہوا اور جہاد کی رغبت پچھلی آیت میں بیان ہو چکی تھی اور بعض لوگ جو کہ مکہ میں یا اور شہروں میں ایمان تو لے آئے تھے بسبب حب وطن کے ہجرت کرکے اس جماعت میں شریک ہونے سے پہلو تہی کرتے تھے اور نیز کفار کے شہروں میں وہ ادائی مراسم دینیہ سے بھی رو کے جاتے تھے ان آیات میں ہجرت کی تاکید اور بوقت مرگ یا بعد مرگ جو کچھ ملائکہ سے جواب سوال ہوگا اسکا ذکر فرماتا ہے کہ جن ظالموں کی فرشتے جان قبض کرتے ہیں تو ان سے پوچھتے ہیں کہ تم کیا کیا کرتے تھے یعنی دین میں کیا مدد کی وہ اپنا عذر بیان کرینگے کہ ہم مجبوری سے رہ گئے تھے وہ کہیں گے کیا خدا کی زمین تنگ تھی کیوں ہجرت کرکے نہیں چلے گئے ظلم سے مراد گناہ ہے کہ اس سے انسان اپنے نفس پر ظلم کرتا ہے جو اس کو عذاب کا مستحق بناتا ہے پھر ان لوگوں کو اس عتاب سے مستثنیٰ کرتا ہے جو در حقیقت معذور ہو جیسا کہ بیمار یا عمر رسیدہ یا ضعیف مرد یا عورت اور ہجرت نکر سکنے میں بیشتر یہی دو سبب ہوتے ہیں ایک یہ کہ یہ اس میں یہ عافیت اور آرام جو وطن ہے جاتا رہیگا اس کی نسبت خدا تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے۔ فی الارض مراغما کثیرا وسعۃ کہ اس کو خدا کشائش اور آرام دے گا چنانچہ دیا۔ مراغم رغام سے مشتق ہے جسکے معنی خاک کے ہیں بولتے ہیں رغم انف فلاں کہ خاک میں مل گئی اس کی ناک یعنی شرمندہ و ذلیل ہوا چونکہ مہاجر کا دار ہجرت میں کشائش پانا اسکے مخالفین کے لئے شرمندگی کا باعث ہے اسلئے اس کشائش کو مراغم کہا دوم یہ کہ شاید ہم رستہ میں مر جاویں اس کی بابت فرماتا ہے ومن یخرج من بیتہ کہ جو اپنے گھر سے ہجرت

لہ ان آیات میں ان لوگوں پر عتاب ہے جو ایمان لانیکے بعد اپنے گھروں اور مال و اسباب میں پڑے رہتے ہیں اور مخالفوں کے خوف سے ارکان اسلام نہیں بجا لا سکتے حالانکہ جہاں ارکان اسلام بجا لانے کی ممانعت ہو وہاں سے نکل جانا فرض ہے اور اسیکو ہجرت کہتے ہیں جہاں کہیں جس کو آزادی ملے چلا جاوے پس ایسے دنیا پرست مصلحت اندیش لوگوں سے بوقت مرگ فرشتے یوں پوچھینگے اور انکو ہجرت نکرنا اپنی جان پر ظلم کرنا تھا۔ ۱۲ منہ

وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَلَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ ۖۗ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ یَّفْتِنَكُمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا

اور (مسلمانو) جبکہ تم سفر میں ہو تو تم پر کچھ (بھی) گناہ نہیں کہ نماز میں قصر کرو اگر تم کو خوف ہو کہ کافر تم کو ستائیں گے

اِنَّ الْكٰفِرِیْنَ كَانُوْا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِیْنًا ۝ وَاِذَا كُنْتَ فِیْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ

کیونکہ کافر (تو) تمہارے کھلے دشمن ہیں اور جبکہ (اے نبی) آپ (بھی) (سفر میں) ان میں موجود ہوں ان کے لئے نماز کرو (یعنی امام ہو تو چاہئے کہ) ان میں سے

وَلْیَاْخُذُوْا اَسْلِحَتَهُمْ ۫ فَاِذَا سَجَدُوْا فَلْیَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآئِكُمْ ۪ وَلْتَاْتِ طَآئِفَةٌ اُخْرٰی لَمْ یُصَلُّوْا فَلْیُصَلُّوْا

ایک گروہ تو آپ کے ساتھ کھڑا ہو اور وہ اپنے ہتھیار بھی ساتھ رکھیں پھر جب سجدہ کر چکیں تو ہٹ جائیں تمہارے پیچھے ہو جائیں اور دوسرا گروہ کہ جس نے آپ کیساتھ

مَعَكَ وَلْیَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَاَسْلِحَتَهُمْ ۚ وَدَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ وَاَمْتِعَتِكُمْ

اور چاہئے کہ وہ بھی ہوشیار رہیں اور اپنے ہتھیار (بدستور) لئے رہیں (اور) کافر تو چاہتے ہیں کہ اگر تم اپنے ہتھیاروں اور اسباب سے غافل ہو جاؤ تو تم پر

فَیَمِیْلُوْنَ عَلَیْكُمْ مَّیْلَةً وَّاحِدَةً ۭ وَلَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًی مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤی اَنْ تَضَعُوْۤا

ایک ہی دفعہ ٹوٹ پڑیں اور تم پر (اس میں بھی) کچھ گناہ نہیں کہ اگر تم کو مینہ سے کچھ تکلیف ہو یا تم بیمار ہو تو اپنے ہتھیار اتار کر رکھ دو

اَسْلِحَتَكُمْ ۚ وَخُذُوْا حِذْرَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابًا مُّهِیْنًا ۝ فَاِذَا قَضَیْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ

اور اپنی ہوشیاری رکھو بیشک اللہ نے کافروں کیلئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے پھر جب تم نماز سے فارغ ہو چکو تو اللہ کو یاد کرو

قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِكُمْ ۚ فَاِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ فَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ ۚ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ

کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر اور لیٹ کر پھر جب تم کو اطمینان ہو جاوے تو نماز قائم کرو بیشک نماز ایمانداروں پر وقت پر

كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ۝ وَلَا تَهِنُوْا فِی ابْتِغَآءِ الْقَوْمِ ؕ اِنْ تَكُوْنُوْا تَاْلَمُوْنَ فَاِنَّهُمْ یَاْلَمُوْنَ كَمَا تَاْلَمُوْنَ ۚ

فرض کی گئی ہے اور ان کے تعاقب کرنے میں ہمت نہ ہارو اگر تم تکلیف اٹھا رہے ہو تو وہ (بھی) تمہاری طرح سے تکلیف اٹھا رہے ہیں اور

وَتَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا یَرْجُوْنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَكِیْمًا ۝

تم کو (تو) اللہ سے (وہ) امید ہے جو ان کو نہیں اور اللہ خبردار حکمت والا ہے

کے لئے نکلے اور رستہ میں موت آجاوے تو اس کا اجر عند اللہ ثابت ہو چکا ہجرت کا مسئلہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ یہ اس ملک اور شہر میں کہ جہاں کفار کی وجہ سے شرائع اسلام کو آزادی سے ادا نہ کر سکے واجب ہے جیسا کہ قبل فتح اہل مکہ پر تھا۔
ترکیب واذا ضربتم شرط فلیس الخ جواب ان تقصروا ای فی ان تقصروا من الصلوٰۃ کان زائدہ ہے عدوا بمعنی اعداء وقیل مصدر علی فعول مثل القبول ولذا لم یجمع واذا كنت شرط فاقمت کنت پر معطوف فلتقم جواب لم یصلوا صفت ہے طائفہ اخری کی قیاماً وقعوداً وعلی جنوبکم یہ تینوں حال ہیں فاعل فاذکروا اللہ سے موقوتاً مقدراً وقتها فلا تؤخر عنه (جلالین)
تفسیر منجملہ ان چیزوں کے کہ جن کی مجاہد کو جہاد میں احتیاج ہے نماز کی کیفیت دریافت کرتا ہے کہ سفر میں کس طرح سے اور بوقت جنگ کیونکر ادا کرنی چاہئے اسلئے خدا تعالیٰ ان آیات میں صلوٰۃ قصر و صلوٰۃ خوف کے متعلق مسائل بیان فرماتا ہے واذا ضربتم سے لیکر عدوا مبینا تک صلوٰۃ قصر کا مسئلہ مذکور ہے قصر کے معنی لغت میں کم کرنے کے ہیں اور تخفیف خواہ کمیت میں خواہ کیفیت میں اسلئے اس مسئلہ میں علماء کے دو قول ہیں ایک طاؤس کا اور عبداللہ بن عباس سے بھی یہی روایت ہے کہ قصر سے مراد بوقت جنگ

لہ قصر چار رکعت کی جگہ دو پڑھنا یہ قصر مسافر کیلئے سنت ہے عام ہے کہ دشمن کا خوف ہو یا نہ ہو خوف کی قید احترازی نہیں بلکہ اتفاقی ہے ۱۲ منہ ف اس کو صلوٰۃ الخوف کہتے ہیں جو جماعت کی فضیلت کیلئے اسلام میں قائم ہوئی خود آنحضرت کے روبرو پیش آیا اس کی مختلف صورتیں ہیں اس کا خلاصہ یہ ہے کہ امام کیساتھ ایک گروہ مسلمین ایک رکعت پڑھ کر دشمن کے مقابلہ میں جا کھڑا ہو اور جو گروہ دشمن کے مقابلہ میں تھا وہ آکر امام کیساتھ دوسری رکعت میں شریک ہو

۳ ہو جاؤ اور ہر گروہ ایک ایک رکعت اپنے طور پر پڑھے اور نماز پڑھنے میں ہتھیار ساتھ رکھیں اور ہوشیار رہیں اور جب مقابلہ ہو اور اس کی بھی فرصت نہ ہو تو وہاں بھی اللہ کو یاد کر لینا چاہئے اور جو نماز قضا ہو گئی ہے اس کو بعد میں ادا کر لیں ۱۲ منہ

اشارہ سے نماز پڑھ لینا ہے اور رکوع و سجود کی جگہ صرف اشارہ کر دینا اور نماز میں ہتھیار چلانا اور چلنا اور خون آلودہ کپڑے سے نماز پڑھ لینا درست ہے کیونکہ رکوع و سجود میں دشمن کے غلبہ کا خوف ہے اور صحابہ نے عین مقابلہ میں ایسا ہی کیا ہے مگر یہ قول قوی نہیں کیونکہ کہ قصر بمعنی تغیر اسکے بعد دوسری آیت میں مذکور ہے اور وہ ایک جدا حکم ہے دوسرا جمہور صحابہ و تابعین کا قول ہے وہ یہ کہ سفر کے وقت نماز کی تعداد رکعت میں کمی کی جائے ظہر و عصر و عشا میں چار رکعت کی جگہ دو پڑھی جاویں مگر جابر بن عبداللہ اور ایک جماعت کے نزدیک سفر میں دو رکعت خوف کے وقت ایک رکعت پڑھی جاوے جمہور کے قول پر یعلی بن امیہ وغیرہ کی بہت سی احادیث صحیحہ دلیل قوی ہیں دوسرے قصر کے معنی عرف صحابہ میں یہی تھے اور نیز من الصلوٰۃ سے بھی یہی بات پائی جاتی ہے جمہور ائمہ مجتہدین کے نزدیک مسافر کو درست ہے کہ وہ چار رکعت کی جگہ دو پڑھے خواہ دشمن کا خوف ہو یا نہو و ان خفتم ان یفتنکم الذین کفروا کی شرط اسلئے ہے کہ دشمن کے خوف کے وقت یہ قصر غالباً واقع ہوتا ہے جیسا کہ لا تکرہوا فتیٰتکم کے بعد ان اردن تحصنا کی قید ہے اور نیز شرط کے وقت مشروط کا پایا جانا مفہوم ہوتا ہے یعنی اگر سفر میں خوف ہو تو قصر کرو یہ مفہوم نہیں ہوتا کہ شرط کے نہ پائے جانے سے مشروط نہ پایا جاوے یعنی اگر سفر میں خوف نہو تو قصر نہ کرنا ثابت نہیں ہوتا[1] علاوہ اسکے بہت سی احادیث صحیحہ ہیں آنحضرت اور صحابہ کا حالت سفر میں بغیر خوف دشمن کے قصر کرنا پایا گیا ہے چنانچہ حارث بن وہب سے بخاری اور مسلم نے روایت کی ہے کہ منیٰ میں باوجودیکہ ہم بہت سے اور نہایت امن سے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت پڑھائیں اور اسی طرح صحیحین میں انسؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت نے جب حج کیلئے مکہ آئے تھے عصر کی نماز ذی الحلیفہ میں دو رکعت پڑھی۔ داؤد ظاہری اور ان کے مقلدین کہتے ہیں کہ بغیر خوف کے سفر میں قصر درست نہیں قرآن مجید میں اس بات کی بھی کچھ شرح نہیں کہ کس قدر سفر پر قصر ہے اس میں دو منزل یا چار منزل کی کچھ قید نہیں بلکہ عرف پر چھوڑ دیا اور فرمایا اذا ضربتم فرمایا اسلئے داؤد ظاہری اور انکے مقلد قاضی شوکانی نے اسکو مطلق قائم رکھ کر ادنیٰ میل کے سفر پر بھی قصر کی اجازت دیدی جمہور علماء کے نزدیک یہ رائے غلط ہے کیونکہ اگر نص کو بالکل مطلق کیا جاوے تو ایک محلہ سے دوسرے محلہ جانے میں بھی الحکم اذا ضربتم قصر کرنا چاہیے حالانکہ اس کا اسلام میں کوئی بھی قائل نہیں اور ہر نص کو مقید کیا جاوے تو ضرور یہی معنی مراد لئے جاوینگے جو پیغمبر علیہ السلام اور صحابہ نے اس لفظ سے سمجھے ہیں اور وہ ایک مقدار خاص ہے جسکو عرف میں سفر کہہ سکتے ہیں جسکے اندازہ میں علماء کے مختلف اقوال ہیں … نخعی اور سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ اول مرتبہ تین روز کا راستہ ہونا چاہئے اور یہی امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے کیونکہ مسلم نے علیؓ سے روایت کی ہے کہ مسافر کیلئے مسح خفین میں تین رات دن کا حکم ہے جس سے سفر کی اقل حد تین رات دن ہو گئی امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک اقل مرتبہ یہ سفر چار برد کا ہونا چاہئے اور برد چار فرسخ کا اور ہر ایک فرسخ تین میل کا اور میل … رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم کئے ہیں وہ میل بارہ ہزار قدم کا ہے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں یہ قصر رخصت ہے خواہ مسافر چار پڑھے خواہ دو امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں قصر کرنا واجب ہے یہانتک کہ اگر مسافر چار رکعت پڑھے اور دو کے بعد بقدر تشہد نہ بیٹھے تو نماز فاسد ہو گی کیونکہ یعلی بن امیہ سے مسلم نے روایت کی ہے کہ میں نے قصر کے بارہ میں عمرؓ سے پوچھا انہوں نے کہا میں نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اب تو امن ہو گیا قصر کی کیا ضرورت ہے آنحضرت نے فرمایا یہ صدقہ ہے جو تم کو عنایت ہوا اسے تم قبول کرو اسکے بعد واذا کنت فیہم فاقمت لہم الصلوٰۃ سے لیکر ان الصلوٰۃ کانت علی المؤمنین کتاباً موقوتا تک صلوٰۃ خوف کا مسئلہ بیان فرماتا ہے ابو یوسف اور حسن ابن زیاد کے نزدیک یہ حکم آنحضرت کیساتھ مخصوص تھا کیونکہ اذا کنت فیہم کی قید موجود ہے جمہور کے نزدیک حکم عام ہے صلوٰۃ الخوف کی صورت یہ ہے کہ امام قوم کے دو ٹکڑے کرے اور انمیں سے ایک گروہ کو ایک رکعت پڑھاوے جب یہ گروہ امام کیساتھ ایک رکعت پڑھ چکے تو پھر کیا کرے اس میں مختلف اقوال ہیں …

[1] اس لئے کہ مفہوم مخالف کے اہل تحقیق قائل نہیں ۱۲ منہ

یہ گروہ ایک رکعت کے بعد سلام پھیر کر دشمن کے مقابلہ میں چلا جائے اور جو دشمن کے مقابلہ میں تھا وہ آکر صرف ایک رکعت امام کیساتھ پڑھ کر سلام پھیر دیں امام کی دو رکعت قوم کی ایک ہوگی یہ قول مجاہد اور جابر بن عبداللہ کا ہے (دوم) یہ کہ اول گروہ کو امام دو رکعت پڑھاوے وہ سلام پھیر کر مقابلہ میں چلے جاویں اور جو مقابلہ میں تھے وہ آویں انکو امام دو رکعت پڑھاوے یہ حسن بصریؒ کا قول ہے امام دو بار پڑھیگا (سوم) یہ کہ امام ایک گروہ کو ایک رکعت پوری پڑھاوے اور پھر جیسا ہوا ہے اور یہ لوگ اپنی دوسری رکعت از خود تمام کر کے سلام پھیر کر دشمن کے مقابلہ میں چلے جاویں اور جو مقابلہ میں تھے وہ آکر امام کیساتھ رکعت اخیر میں شریک ہو جاویں اور جتنی دیر تک وہ دوسری رکعت جو فوت ہوئی تھی تمام نکرلیں امام تشہد میں بیٹھا رہے پھر امام سلام پھیرے یہ بھی امام کے ساتھ سلام پھیر دیں یہ قول سہل بن ابی حثمہ کا ہے اور یہی مذہب امام شافعی کا ہے (چہارم) یہ کہ ایک گروہ امام کے ساتھ ایک رکعت پڑھ کر دشمن کے مقابلہ میں چلا جائے اور سلام نہ پھیرے اور جو لوگ مقابلہ میں تھے وہ آکر اخیر رکعت میں شریک ہو جاویں اور ایک رکعت پڑھکر دشمن کے مقابلہ میں چلے جاویں پھر اول گروہ آکر جو ایک رکعت فوت ہوئی ہے اسکو تمام کر کے دشمن کے مقابلہ میں چلے جائیں اور دوسرا گروہ آکر اپنی نماز تمام کرے فرق یہ ہے کہ اول گروہ نے اول الصلوٰۃ کو پایا اور دوسرے نے اخیر کو۔ یہ عبداللہ بن مسعودؓ اور امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے یہ سب صورتیں احادیث سے ثابت ہیں رخصت کا دائرہ وسیع کرنے کو آنحضرتؐ نے مختلف طور پر صلوٰۃ خوف ادا کی ہے۔ ان آیات سے یہ چاروں صورتیں ثابت ہو سکتی ہیں اب ہم آیت کی تشریح کرتے ہیں واذا کنت فیھم اے نبی جب تم مسلمانوں کے لشکر میں ہو اور حالت خوف کی ہو جیسا کہ غزوہ ذات الرقاع اور ذات نخل میں یہ معاملہ پیش آیا کہ لشکر اسلام کی پشت قبلہ کی طرف تھی تو آنحضرتؐ نے بوقت نماز یہ حکم دیا کہ دو ٹکڑے ہو جائیں چنانچہ ایک دشمن کے سامنے رہا اور ایک نے نبی علیہ السلام کے ساتھ نماز پڑھی فلتقم طائفۃ منھم معک۔ ان کے دو گروہ ہو کر ان میں سے ایک گروہ نماز میں آپ کے ساتھ کھڑا ہوا اور ایک دشمن کے سامنے رہا۔ ولیأخذوا اسلحتھم یعنی جو لوگ نماز میں آپ کے ساتھ ہوں ہتھیار رکھوا کر نہ کھڑے ہوں جیسا کہ تلوار و خنجر و تیر و کمان بندوق کیونکہ اگر حاجت پڑے تو دقت پیش نہ آوے اور ممکن ہے کہ یہ خطاب اُس جماعت کیلئے ہو جو دشمن کے مقابلہ میں ہو اور راجح یہ ہے کہ دونوں کیلئے خطاب ہے فاذا سجدوا فلیکونوا من ورائکم یعنی جو نماز میں نہیں ہیں اُن کو چاہئے کہ حراست کیلئے نمازیوں کے پیچھے دشمن کے مقابلہ میں کھڑے ہو رہیں جو لوگ نماز میں ایک رکعت پا چکے ہیں وہ اب جو نماز پڑھ رہے ہیں انکی حراست کیلئے دشمن کیسامنے کھڑے ہو دیں ولتأت طائفۃ اُخریٰ لم یصلوا فلیصلوا معک یعنی وہ گروہ جس نے ہنوز نبی علیہ السلام کیساتھ نماز نہیں پڑھی بلکہ وہ اول ہی سے مقابلہ میں تھے یعنی گروہ دوم وہ بقایا نماز میں نبی علیہ السلام کیساتھ شریک ہو جاویں اور پھر ان سب کو حکم ہے کہ ولیأخذوا حذرھم کہ اپنے بچاؤ کی چیزیں زرہ وغیرہ ساتھ لئے رہیں بعض کہتے ہیں حذر سے مراد ہوشیاری ہے واسلحتھم جمع سلاح یعنی ہتھیار بھی نہ اتاریں کیونکہ دوسری رکعت میں کفار کو معلوم ہو جائیگا کہ یہ نماز میں ہیں اور دفعۃً حملہ کرنا چاہیں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ود الذین کفروا لو تغفلون عن اسلحتکم وامتعتکم فیمیلون علیکم میلۃ واحدۃ مگر اس کے ساتھ مرض یا بارش[1] وغیرہ عوارض کی وجہ سے ہتھیار رکھ دینے کی بھی اجازت ہے جیسا کہ فرماتا ہے۔ ولا جناح علیکم الخ فاذا قضیتم الصلوٰۃ یعنی جب نماز سے فراغت پاؤ تو ذکر الٰہی سے غافل نہ ہو جایا کرو بلکہ کھڑے بیٹھے لیٹے اللہ کو یاد کیا کرو بعض کہتے ہیں اس سے مراد یہ ہے کہ اگر جنگ سخت ہو اور صلوٰۃ خوف کی بھی مہلت نہ ہو تو پھر جس حال میں ممکن ہو یاد الٰہی کر لو اور فاذا اطمأننتم فاقیموا الصلوٰۃ جب امن ہو جاوے

[1] بارش میں ہتھیار بھیگ جاتے ہیں اور نیز کپڑے بھی ایسی حالت میں خصوصاً نماز کے وقت ہتھیار طبیعت کو گراں معلوم ہوتے ہیں ۱۲ منہ

إِنَّا أَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللَّهُ ۚ وَلَا تَكُن لِّلْخَائِنِينَ خَصِيمًا ۝ وَاسْتَغْفِرِ اللَّهَ ۖ

بیشک ہم نے (اے نبی) آپ پر کتاب برحق نازل کی ہے کہ جیسا کچھ خدا نے تم کو بتایا ہے اسی کے موافق لوگوں کے جھگڑے فیصلہ کیا کرو اور دغابازوں کی

إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا ۝ وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِينَ يَخْتَانُونَ أَنفُسَهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَن كَانَ

مانگا کرو کیونکہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور جو لوگ اپنے آپ خیانت کر رہے ہیں آپ ان کی طرف سے نہ جھگڑیں کیونکہ اللہ کو کوئی بھی دغاباز گنہگار

خَوَّانًا أَثِيمًا ۝ يَسْتَخْفُونَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُونَ مِنَ اللَّهِ وَهُوَ مَعَهُمْ إِذْ يُبَيِّتُونَ مَا لَا يَرْضَىٰ

پسند نہیں لوگوں سے تو مخفی کر سکتے ہیں مگر اللہ سے مخفی نہیں کر سکتے کیونکہ جب وہ راتوں کو بیہودہ باتیں کیا کرتے ہیں اس وقت بھی (اللہ)

مِنَ الْقَوْلِ ۚ وَكَانَ اللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطًا ۝ هَا أَنتُمْ هَٰؤُلَاءِ جَادَلْتُمْ عَنْهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فَمَن

ان کے پاس موجود ہوتا ہے اور اللہ نے انکے عمل کا احاطہ کر رکھا ہے بھلا دیکھو تو دنیا میں تو تم ان کی طرف سے جھگڑتے ہو لیکن قیامت میں ان کی

يُجَادِلُ اللَّهَ عَنْهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَم مَّن يَكُونُ عَلَيْهِمْ وَكِيلًا ۝ وَمَن يَعْمَلْ سُوءًا أَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهُ ثُمَّ

طرف سے کون جھگڑے گا یا کون ان کا وکیل بنے گا۔ اور جس نے برا کام کیا یا اپنے نفس پر ظلم کر لیا پھر اس نے اللہ سے معافی

يَسْتَغْفِرِ اللَّهَ يَجِدِ اللَّهَ غَفُورًا رَّحِيمًا ۝ وَمَن يَكْسِبْ إِثْمًا فَإِنَّمَا يَكْسِبُهُ عَلَىٰ نَفْسِهِ ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا

چاہی (تو) وہ اللہ کو (بھی) معاف کرنے والا مہربان پائیگا۔ اور جو کوئی گناہ کرتا ہے سو اپنی ہی ذات کے لئے کرتا ہے اور اللہ کو تو سب کی خبر اور

حَكِيمًا ۝ وَمَن يَكْسِبْ خَطِيئَةً أَوْ إِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهِ بَرِيئًا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُّبِينًا ۝

حکمت معلوم ہے۔ اور جو کوئی خطا یا گناہ کر کے پھر اسکو کسی بے گناہ کے ذمہ لگاتا ہے تو وہ بڑا بہتان اور صریح گناہ اٹھاتا ہے۔

تو اس نماز کو جو جنگ میں فوت ہوئی قائم کرو۔ پھر آیت کو نماز کی تاکید پر تمام کرتا اور یہ بتلاتا ہے کہ یہ سب باتیں عارضی تھیں اصل یہ ہے کہ نماز کو ہمیشہ اس کے وقت پر قائم کیا کرو کیونکہ ان الصلوٰة کانت علی المؤمنین کتابا موقوتا ای فرضا موقوتا (کبیر) مکتوبا محدودا باوقات معلومة (مدارک) اس کے بعد پھر جہاد کی ترغیب دیتا ہے کہ تم سے اللہ نے فتح ونصرت کا وعدہ کیا ہے اور اس پر تمکو وہ امید ہے جو کفار کو نہیں کیوں ان کی لڑائی کی سستی کرتے ہو ولا تھنوا الخ و ترجون الخ

ترکیب اراک اللہ کا مفعول اول ک اور مفعول ثانی محذوف ہے ای اراکہ یرم بہ کی ضمیر اثما کی طرف راجع ہے اور خطیئة حکم اثم میں ہے اور بعض کہتے ہیں یکسب سے جو کسب سمجھا جاتا ہے اس کی طرف پھرتی ہے۔

تفسیر پچھلی آیتوں میں جہاد کے اندر نماز کا حال اور پھر جہاد کی ترغیب بیان ہوئی تھی جس سے مخالفوں پر حق و ناحق وقت بے وقت زیادتی کرنے کا خیال عام طبائع میں پیدا ہونیکا احتمال تھا کیونکہ عام طبائع میں یہ جبلی بات ہے کہ جب انکو جنگ کی طرف رغبت دلائی جاتی ہے تو اپنی طرف سے اور بھی شدت و سختی محل بے محل کرنیکی خواہش کیا کرتے ہیں کیونکہ افراط و تفریط انسان کی طبیعت میں خمیر کی گئی ہے۔ اسلئے اس کے بعد ان آیتوں میں اس بات کی تہدید کی گئی کہ جہاد اور قتال اپنے موقع پر ہے باقی ہر ایک معاملہ میں مومن و کافر یگانہ و بیگانہ کا لحاظ نہیں بلکہ حق اور انصاف کو معاملات میں موافق قانون الٰہی یعنی کتاب اللہ کے ملحوظ رکھنا چاہیئے ان آیات کا مطلب صاف سمجھ میں آنا ایک قصہ یا واقعہ کے سننے پر موقوف ہے جو آنحضرت علیہ الصلوٰة والسلام کے عہد میں ان آیات کے نازل ہونے سے پہلے گذرا جس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں اور وہ

سلہ جو دغابازی اور خدا کی نافرمانی کرتے ہیں درحقیقت وہ اپنے حق میں برا کرتے ہیں کس لئے کہ اس کا وبال اور انجام کار انہی پر پڑتا ہے ۱۲ منہ
ف ان آیات میں مدینہ کے منافقوں کی طرفداری و حمایت پر عتاب ہے۔ منافق بڑے چرب زبان تھے ان کی باتوں سے بعض مسلمان ان کی طرف سے وکالت کیا کرتے تھے کہ یہ ایسے نہیں کیا ان کو منع کیا جاتا ہے ۱۲ منہ

قصہ ان آیات کا سبب نزول ہے اور وہ یہ ہے کہ مدینہ میں طعمہ بن ابیرق ایک شخص بظاہر مسلمان اور در پردہ خراب دین تھا اُس نے قتادہ بن نعمان کی زرہ چُرا کر ایک یہودی کے ہاں رکھدی اتفاق سے وہ زرہ اُس یہودی کے ہاں سے برآمد ہو گئی یہودی نے کہدیا کہ میں نے چُرائی نہیں بلکہ میرے پاس طعمہ رکھ گیا ہے طعمہ سے پوچھا تو وہ صاف انکار کر گیا اور قسمیں کھانے لگا کہ میں نے ہرگز نہیں چرائی اور اس میں طعمہ کے بھائی بند اور اکثر مسلمان اس کو مسلمان سمجھکر مددگار بنکر جھگڑنے لگے اور آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کے روبرو بھی یہودی کو ملزم ٹھیرانے لگے اور یہودی چوری کی سزا کا بھی بیچارہ مستحق ٹھیرنے لگا۔ چونکہ بظاہر یہودی کے گھر سے مال برآمد ہوا تھا اور یہودی کے قول پر کوئی گواہ یا دلیل بھی نہ تھی کہ طعمہ نے اس کو دی ہے اسلئے آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کا خیال بھی اس باب میں یہودی کی طرف تھا کہ غالباً اس نے چُرائی ہے کس لئے کہ وحی تو ہنوز اس امر میں نازل ہوئی نہ تھی۔ کہ غیب کا حال منکشف ہوتا اس میں قریب تھا کہ یہودی کو قطع ید کی سزا دیجائے کہ یہ آیت نازل ہوئی جسکا خلاصہ مطلب یہ ہے انا انزلنا الیک ...الخ کہ ہم نے اے نبی آپ کے اوپر قرآن برحق اسلئے نازل کیا ہے کہ آپ لوگوں میں اس کے مطابق بما اراک اللہ (ای علمک فیہ) فیصلہ کیا کریں اور خیانت کرنیوالوں طعمہ وغیرہ کیطرف سے جوابدہی اور جھگڑا نکیا کریں بلکہ اس قصد سے واستغفر اللہ خدا سے معافی چاہو کیونکہ وہ غفور رحیم ہے پھر اس حکم کی تاکید کرتا ہے ولا تجادل عن الذین یختانون انفسہم کہ آپ ان خیانت کاروں کی حمایت نکرو کہ گنہگار ہیا چور غیر کی تو خیانت کرتا ہی ہے مگر دراصل اپنے نفس کی بھی خیانت کرتا ہے کہ اپنی نعماء جنت و آخرت کو برباد کرتا ہے کسلئے کہ ان اللہ لا یحب من کان خوانا اثیما خدا کو کسی دغا باز خائن گنہگار سے محبت نہیں خوان مبالغہ کا صیغہ ہے اور اس سے طعمہ وغیرہ کی طرف اشارہ ہے اگرچہ بظاہر اس نے ایک خیانت کی تھی مگر انکار کرنا اور کسی بے جرم پر جرم لگانا یہ بھی خیانت ہے علاوہ اسکے بعض روایات سے ثابت ہے کہ طعمہ ہاتھ کاٹنے کی سزا سے ڈر کر مرتد ہو کر مکہ چلا گیا اور پھر وہاں بھی اس نے کسی کے گھر میں نقب لگائی دیوار گر پڑی دبکر مرگیا اسلئے اسکو خوان اثیم کے الفاظ سے یاد کیا گیا آگے ان کی خیانت کی بوت میں فرماتا ہے یستخفون من الناس کہ وہ اس امر کو شرم یا ڈر کے مارے چھپاتے ہیں مگر اس سے کیا ہوتا ہے ولا یستخفون من اللہ خدا سے نہیں چھپا سکتے اسپر راز منکشف ہے پھر اسکا ثبوت دیتا ہے وہو معہم اذ یبیتون ما لا یرضی من القول کہ جب وہ رات کو ناپسند باتیں بناتے تھے تو وہ ان کیساتھ تھا بیت کے معنی ہم بیان کر چکے ہیں اور تبیت کے معنی شب گذاری کے بھی ہیں جس سے اس خفی امر کی طرف اشارہ ہے جو طعمہ نے زرہ برآمد ہونیکے وقت کی تھی وہ یہ کہ رات کو ایک گوشہ میں بیٹھکر طعمہ نے اپنے بھائیوں دوستوں سے یہ کہا کہ میں یہودی کے ذمہ لگا دونگا اور قسم کھا جاؤنگا تم بھی میری اس امر میں اعانت کرنا اسکے بعد عموماً مسلمانوں کو تنبیہ کرتا ہے جو طعمہ کے اسکی ظاہری دینداری کیوجہ سے طرفدار ہو گئے تھے ہانتم ہؤلاء جادلتم عنہم فی الحیوۃ الدنیا تم ان کی طرف سے دنیا میں تو جھگڑ کر حمایت کرتے ہو مگر فمن یجادل اللہ عنہم یوم القیامۃ ام من یکون علیہم وکیلا قیامت کو کون انکیطرف سے جھگڑیگا اور کون ان کا وکیل بنیگا (بلکہ کوئی بھی نہیں) جبکہ تہدید ختم ہو چکی تو اسکے بعد توبہ کی ترغیب دلائی جاتی ہے اور ترغیب کیلئے تین جملے کس حکمت بالغہ سے ذکر کئے جاتے ہیں (۱) ومن یعمل سوءا او یظلم نفسہ ثم یستغفر اللہ یجد اللہ غفورا رحیما سوء سے مراد وہ بری بات ہے کہ جس سے دوسرے کو تکلیف پہنچے جیساکہ طعمہ کا فعل چوری اور تہمت اور ظلم النفس سے مراد وہ گناہ کہ جو اپنے نفس سے خاص ہو جیساکہ زنا وغیرہ اس آیت میں عموماً خدا تعالیٰ بندوں کو اذن عام دیتا ہے کہ جو گنہگار ہماری جناب عالی میں معافی چاہیگا تو ہم اس کو معاف کر دینگے ۔

این درگہ ما درگہ نومیدی نیست ۔ صد بار اگر توبہ شکستی باز آ ۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ استغفار کیساتھ توبہ بھی شرط ہے۔

(۲) ومن یکسب اثما فانما یکسبہ علی نفسہ وکان اللہ علیما حکیما۔ کہ اے بندے گنہگار تیرے

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهٗ لَهَمَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ يُّضِلُّوْكَ ؕ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا

اور (اے نبی) اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو ان میں سے ایک جماعت نے آپ کے بہکانے کا قصد کر ہی لیا تھا اور تمکو تو وہ کیا گمراہ کرتے مگر اپنے ہی آپکو گمراہ کرتے اور

يَضُرُّوْنَكَ مِنْ شَيْءٍ ؕ وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ

وہ تم کو کچھ ضرر نہیں دے سکتے ہیں اور اللہ نے تمپر کتاب اور حکمت نازل کی اور تم کو وہ باتیں سکھائیں کہ جنکو تم نہیں جانتے تھے اور (اے نبی) تمپر اللہ کا بڑا ہی فضل رہا ہے

عَلَيْكَ عَظِيْمًا ۝ لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍۢ بَيْنَ النَّاسِ ؕ

(تمہارے مقابلہ میں) ان کے اکثر مشوروں بیکار ہیں مگر اس کا کہ جو خیرات یا نیک بات کا یا لوگوں میں باہم اصلاح کرنے کا مشورہ دے۔

وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ

اور جو ایسی باتیں خدا کی مرضی حاصل کرنیکے لئے کرتا ہے سو ہم اس کو عنقریب اجر عظیم دینگے اور جو کوئی ہدایت ظاہر ہونے کے بعد بھی رسول کی مخالفت

مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۝

کرتا ہے اور مسلمانوں کے برخلاف طریقہ پر چلتا ہے تو ہم بھی اسکو اسی رستہ پر چلائے جائینگے اور اسکو آگ میں لیکر ڈالیں گے اور وہ بہت ہی بری جگہ ہے۔

اس گناہ سے ہمارا کچھ ضرر نہیں ہوا بلکہ خاص تیرا ہی ضرر ہے پھر کیوں معافی نہیں چاہتا اگر تو دل میں نادم اور پشیمان اپنے فعل سے ہوگا تو ہم علیم و حکیم ہیں معاف کر دینا ہمارے علم و حکمت کا مقتضا ہے (۳) ومن یکسب خطیئۃ او اثما ثم یرم بہ بریا فذلک الکسب بریا فقد احتمل بہتانا و اثما مبینا خطیئۃ گناہ صغیرہ اثما کبیرہ اس میں اس بات کو جتلایا جاتا ہے کہ گناہ کر کے دوسرے بیگناہ کیطرف منسوب کرنا جیسا کہ طعمہ نے کیا یہ کوئی برأت کیوجہ نہیں کہ اس سے آدمی عنداللہ اور عندالناس بری ہو جایا کرے بلکہ اس کی تدبیر وہی توبہ و استغفار ہے اور یہ جو گنہگار تدبیر سوچتا ہے یہ اسکے حق میں دنیا اور آخرت میں مضر ہے بہتان سے اشارہ دنیا کی ندامت اور اثم مبین سے آخرت کی ندامت ترکیب لہمت جواب لولا ما یضرونک من شیء من زائدہ ہے و شیء بمعنی ضرر ہو کر مفعول مطلق ہے من نجوٰہم صفت ہے الا من امر استثناء لاخیر فی کثیر من نجوٰہم سے ہے نجوی مصدر ہے بمعنی مشورہ اور من ذات اشخاص کے لئے تو استثناء منقطع ہوگا اور یہ بھی بلغاء کے کلام میں بکثرت مستعمل ہے اور نجوی کا اطلاق کبھی مشورہ کرنے والوں پر بھی ہوتا ہے جیسا کہ آیا ہے اذ ہم نجوی اس صورت میں استثناء متصل ہوگا موضع جر میں بھی اور نصب میں بھی۔

تفسیر ان آیات میں بھی اسی واقعہ کی طرف بطور تکملہ او تتمہ کے اشارہ ہے فرماتا ہے کہ اگر خدا کا تمپر فضل و رحمت نہ ہوتی تو ایکگروہ نے ان میں سے (یعنی طعمہ اور اسکے اقارب نے) اے نبی تم کو بہکا دینے کا قصد ہی کر لیا تھا کہ آپ سے یہودی پر ظلم کرائیں لیکن ہمیشہ ہمیں کا تمپر فضل رہا ہے ہم نے وحی اور الہام سے تم کو مطلع کیا اور وہ جو آپ کے بہکانیکا قصد کرتے ہیں در اصل وہ اپنے تئیں گمراہ کرتے ہیں آپ کا کچھ بھی ضرر نہ کر سکیں گے اس میں آنحضرت کی عصمت کی طرف اشارہ ہے اللہ نے تمپر کتاب اور حکمت نازل کی اور بہت سے احکام و شرائع جو تم نہیں جانتے تھے تم کو بتلائے اس کا تمپر بڑا ہی فضل رہا ہے حقیقت میں ان کو خدا کیطرف سے نعمت وحی اور الہام اور کتاب و حکمت کا ملنا اور پھر اقتدار پاکر بیگانہ بیگانہ میں عدل و انصاف بھی قائم کرنا اور وہ تمام مکارم اخلاق کی تعلیم پر صبر برداشت کرنا ایذائیں چھپانا بھی بڑی نعمت ہے اور بڑا فضل ہے طعمہ اور اسکے اقارب جو اس امر میں خفیہ سرگوشی کیا کرتے تھے جنکو نجوی کہتے ہیں ان کی نسبت فرماتا ہے کہ یہ سرگوشی اور خفیہ باتیں اسلام اور دین حق میں کچھ نہیں جو بات ہو کھلم کھلا اور صاف ہونی چاہیئے ہاں اگر نجوی سے کوئی خیر مقصود ہو تو مضائقہ نہیں اسکے بعد خیر کی تین قسم ذکر فرماتا ہے۔ جو ان

۱۵ ان تینوں میں خفیہ ہی اچھا ہے صدقہ میں اسلئے کہ ظاہر کرنے میں لینے والے کو عار ہوگا نیک نصیحت میں اخفاء اسلئے بہتر ہے کہ ظاہر کرنے میں اس کی فضیحت ہے اصلاح باہمی میں اسلئے کہ ظاہر کرنے میں آثار رنجش اور اصلاح کے باعث بعض فوت ہو جاتے ہیں۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ ۚ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا

بیشک اللہ اس بات کو تو ہرگز نہیں بخشنے کا کہ اسکے ساتھ شریک کیا جائے اور اسکے سوا جسے چاہیگا معاف کر دیگا اور جس نے اللہ کا شریک ٹھہرایا تو وہ بڑی دور کی گمراہی میں جا پڑا

إِنْ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ إِلَّا إِنَاثًا وَإِنْ يَدْعُونَ إِلَّا شَيْطَانًا مَرِيدًا ۝ لَعَنَهُ اللَّهُ ۘ وَقَالَ لَأَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ

وہ مشرکین تو اسکے سوا عورتوں ہی کو پکارا کرتے ہیں مگر شیطان مردود کو کہ جسپر خدا نے لعنت کر دی ہے اور وہ کہہ چکا ہے کہ میں ضرور تیرے بندوں میں سے ایک حصہ

نَصِيبًا مَفْرُوضًا ۝ وَلَأُضِلَّنَّهُمْ وَلَأُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَآمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ آذَانَ الْأَنْعَامِ وَلَآمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ

معین اپنا مقرر کر لونگا اور یہ کہ میں انکو گمراہ کر کے ہی رہونگا اور انکو جھوٹی امیدیں دلاؤنگا اور حکم دیگا کہ جانوروں کے کان چیرا کریں اور انکو سکھاؤنگا کہ وہ

خَلْقَ اللَّهِ ۚ وَمَنْ يَتَّخِذِ الشَّيْطَانَ وَلِيًّا مِنْ دُونِ اللَّهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُبِينًا ۝ يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيهِمْ ۖ وَمَا يَعِدُهُمُ

صورت کو بدلیں اور جس نے خدا کو چھوڑ کر شیطان کو دوست بنا لیا سو وہ کھلا خسارہ میں پڑ گیا وہ انکو وعدہ دیا کرتا ہے اور امیدیں دلاتا ہے اور وہ شیطان کا جو وعدہ ہے

الشَّيْطَانُ إِلَّا غُرُورًا ۝ أُولَٰئِكَ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَلَا يَجِدُونَ عَنْهَا مَحِيصًا ۝ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

تو صرف دھوکہ ہی دھوکہ ہی ہوتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں کہ جنکا ٹھکانا جہنم ہے اور وہاں سے نکل جانیکا کوئی بھی رستہ نہ پائیں گے اور جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے

سَنُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۖ وَعْدَ اللَّهِ حَقًّا ۚ وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ قِيلًا

سو انکو ہم جلد ایسے باغوں میں داخل کرینگے کہ جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی وہ ان میں ہمیشہ رہا کرینگے اللہ کا وعدہ سچا ہے اور اللہ سے زیادہ کون بات کا سچا ہے

در آخرت کیلئے تریاق کا حکم رکھتے ہیں کیسلئے کہ خیر یا دوسرے کو نفع پہنچانے میں ہے یا دفع ضرر میں اور خیر یا جسمانی ہے جیسا کہ مال کا دینا اسکی طرف امر بصدقہ میں اشارہ ہے یا خیر روحانی - اس کی دو قسم ہیں تکمیل قوت نظریہ اور تکمیل قوت عملیہ یعنی علم و عمل ان کی مجموعہ کی طرف او معروف میں اشارہ ہے یا دفع ضرر کیلئے تو اس کا او اصلاح بین الناس میں اشارہ ہے اس کے بعد یہ بتلاتا ہے کہ ان میں بھی ریاکاری نہ ہو بلکہ خاص لوجہ اللہ یہ باتیں ہونی چاہئیں پھر رسول کی نافرمانی اور مسلمانوں کی جماعت سے علیحدگی کی برائی کا بر نتیجہ بتایا جاتا ہے کہ ایسے شخص کی سزا جہنم ہے جیسا کہ طعمہ نے علیحدگی اختیار کی اور مکہ میں مرتد ہو کر مر گیا اس آیت میں اجماع امت کے برحق ہونیکا ثبوت ہے اور یہ کہ اجماع کا مخالف گناہ گار ہے جیسا کہ احادیث میں آیا ہے -

ترکیب اللہ اسم ان اللہ لا یغفر خبر ان یشرک بہ مفعول ہے یغفر کا لمن کا لام یغفر سے متعلق ہے - اناثا جمع انثیٰ علی زعمائہم یرادبہ کل الارواح لا من الاحجار والاصنام والشمس ویمکن ان یقال انہم کانوا یعبدون الخبائث من الشیاطین والارواح الغیر المرئیہ ویستعینون بہا ویناد ونہا فی کل شدۃ وغمرۃ لعنہ اللہ صفت ہے شیطانا کی اور ممکن ہے کہ استانفہ ہو جملہ بد دعا کے لئے لاتخذن الخ مقولہ شیطان ہے -

تفسیر اگلی آیتوں میں گناہ کی معافی کیطرف اشارہ تھا یہاں اسبات کی تصریح ہے کہ گناہوں میں شرک ایسا سخت گناہ ہے کہ جسکی سزا ابدی جہنم ہے یہ بغیر توبہ کے ہرگز معاف نہیں ہوتا ہاں اگر اسکے سوا اور جسکو چاہیگا خدا بغیر توبہ کے بھی اپنی رحمت سے

لہ مشرکین عرب خیالی ارواح کو پکارتے تھے اور ان کو خدا کی بیٹیاں سمجھتے تھے جیسا کہ ہندو دیویوں کو پوجتے ہیں ۱۲ ؎۲ باوجود خدا کے بندے ہونے کے شیطان کے ہی حکم بردار ہوں گے ۱۲ ؎۳ شیطان جاہل بنی آدم کے دل میں طرح طرح کے خیالات فاسدہ پیدا کرتا ہے ایسا کرو گے تو یوں ہوگا فلاں معبود کو پکارو گے تو رستگاری کرے گا اولاد اور مواشی میں ان کی نذر و نیاز کرو گے تو برکت ہوگی اسی قسم سے تھا جو وہ مکہ کے کافروں کے دل میں ڈالتا تھا کہ بتوں کی نذر و نیاز کیلئے جانوروں کے کان چیر ڈالتے تھے اور داغ دیکر ان کی شکل بگاڑ دیتے تھے اس سے مقصود یہ ہوتا تھا کہ یہ بتوں اور غیر اللہ کے نام پر مخصوص ہو جائیں اب بھی جاہلوں بلکہ جاہل مسلمانوں میں بھی ایسے ہی دستور ہیں صرف فرق یہ ہے کہ بتوں کی جگہ صلحاء و اولیاء کرام کے نام پر ایسا کیا جاتا ہے ۱۲ منہ ؎۴ کیونکہ انسان کی سعادت و شقاوت قوت نظریہ و عملیہ کی تکمیل و تخریب پر موقوف ہے اور قوت نظریہ ہی بڑی چیز ہے مرنے کے بعد علم و ادراک ہی رہ جاتا ہے پھر جس نے قوت نظریہ کو اس درجہ خراب کیا کہ خدائے واحد کیساتھ اوروں کو شریک کیا ہے تو اس سے بڑھکر اور کیا گناہ ہوسکتا

ہے زنا چوری جسقدر بد اعمالیاں ہیں ہر چند بری ہیں مگر قوت عملیہ کا نقصان ہے جو بمقابلہ اسکے کچھ بھی نہیں اسلئے نجات کا مدار بھی تکمیل قوت نظریہ پر رکھا گیا ہے

بخشنے لگا۔ پھر اس کی وجہ ذکر فرماتا ہے ومن یشرک الخ کہ اس عالم میں ہر ایک عاقل مخلوقات اور اسکے مصنوعات پر غور کر کے
یہ کہہ سکتا ہے کہ اس تمام عالم اور اس کل کائنات کا پیدا کرنیوالا ایک شخص ہے یعنی اللہ تعالیٰ اور ہر چیز نبی ولی فرشتہ
جن چاند سورج اپنی ذات اور کمالات میں ہر دم اسکے دست نگر اور محتاج ہیں پھر جو کوئی ممکنات میں سے کسی کو خدائی میں
شریک کرے تو اس سے زیادہ کون گمراہ ہوگا جو راہ حق سے ہزاروں کوس دور بھٹک رہا ہے فقد ضل ضلالا بعیدا سو یہ بغاوت ہے اگر اس سے
توبہ و استغفار نکریگا تو یہ جرم ہی ہرگز عفو نہوگا اور ضلالا بعیدا کی دوسری وجہ یہ ذکر کرتا ہے ان یدعون الخ کہ یہ مشرک دو قسم کے لوگ
ہیں بعض تو اپنے بزرگوں اور ملائکہ یا قویٰ مدبر عالم کو اپنے نزدیک ایک خیالی صورت پتھر یا پیتل یا کسی اور چیز کی بنا کے لیک پوجتے ہیں
اور جن کی یہ تصویریں ہیں انکو بوقت پرستش یا ہر وقت حاضر جانتے ہیں دوسرے وہ ہیں کہ تصویر یا بت تو نہیں بناتے ہیں بلکہ
جن بھوت ملائکہ ارواح غیر مرئیہ کو عالم کا مدبر کار کن سمجھ کر انکی پرستش کرتے اور نذر و نیاز کرتے انکو پکارتے ہیں اور ان کو سمجھتے
ہیں سو اول گروہ کی نسبت فرماتا ہے ان یدعون من دونہ الا اناثا کہ وہ تبوں کو پکارتے ہیں یعنی جنکو وہ حاضر سمجھ کر پکارتے ہیں
وہ کہاں ہیں؟ یہ تو انہیں بتوں کو پکار رہے ہیں عرب کے بت پرست اپنے خیالی معبودوں کو عورتوں کے نام سے نامزد کیا کرتے تھے جیسا
لات اللہ کی تانیث اور عزیٰ عزیز کی تانیث ہے حسن کہتے ہیں کہ عرب میں ہر ایک قبیلہ کا ایک بت تھا جسکو وہ انثیٰ کہتے تھے انثیٰ
بنی فلاں اور اسکو عائشہ کی وہ قرأت کہ جس میں اناثا کی جگہ اوثانا ہے مؤید ہے ہندوستان میں بھی کالی بھوانی لالگوں والی اور
سی اور میں پوجی جاتی ہیں۔ دوسرے گروہ کی نسبت فرماتا ہے وان یدعون الا شیطانا مریدا کہ وہ گو اپنے نزدیک ارواح غیر مرئیہ
جن بھوت ملائکہ کو پوجتے ہیں اور حاضر اور موجود جانتے ہیں مگر وہاں بجز شیطان کے کہ جس پر خدا نے لعنت کی ہے اور کچھ نہیں ہوتا
اور جو کچھ کبھی ان لوگوں کو کوئی بات معلوم ہو جاتی ہے سو وہ بھی اسی کے کرشمے ہوتے ہیں اسکے بعد شیطان کے چند اقوال نقل
کرتا ہے اس کی مذمت کیلئے خواہ یہ بات شیطان نے زبان حال سے کہی خواہ زبان مقال سے اس وقت میں کہی ہو جبکہ وہ آدم
کے سجدہ نہ کرنے سے راندہ گیا تھا (۱) لاتخذن من عبادک نصیبا مفروضا فرض لغت میں قطع کو کہتے ہیں جس سے مراد
مقدار معین ہے یعنی میں تیرے بندوں میں سے ایک جماعت معین کو اپنے حصے میں لے لوں گا وہ میرے کہنے پر
چلیں گے یہ وہ لوگ ہیں کہ جو اس کے وسواس اور خطرات کی پیروی کرتے ہیں (۲) ولاضلنہم یعنی لوگوں کو
راہ راست سے گمراہ کر دوں گا (۳) ولامنینہم کہ میں ان کے دلوں میں طرح طرح کی آرزوئیں اور لمبی امیدیں ڈالوں گا اور
جب انسان کے دل میں اس قسم کی بیجا آرزوئیں پیدا ہوتی ہیں تو ان سے حرص اور طول امل پیدا ہوتا ہے جو آدمی کو اخلاق
ذمیمہ پر برانگیختہ کرتا ہے اس لئے نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ابن آدم بوڑھا ہو جاتا ہے اور اس کی حرص اور خواہشیں جوان
ہو جاتی ہیں یہ دونوں وصف انسان کے اندر نہایت بد اور تمام گناہوں کا سرچشمہ ہیں کس لئے کہ طول امل کی وجہ
سے دل میں اس بات کا خیال بھی نہیں آتا کہ کبھی مجھے اس دار فانی سے کوچ بھی کرنا ہے اس کے دل امیدوں کا محیط
ہوتا کہ جو کسی کو ساری عمر حاصل نہ ہوئی ہیں نہ ہوں گی اس کو خلق کی ایذا رسانی جھوٹ ظلم دغا بازی وغیرہ
باتوں میں مبتلا کرتا ہے کیونکہ یہ جانتا ہے کہ جس طرح سے ممکن ہو میری یہ آرزو حاصل ہو جائے پھر اس کے
دل میں نہ کسی کا وعظ اثر کرتا ہے نہ کوئی عبرت ناک بات اثر کرتی ہے۔

(۴) ولآمرنہم فلیبتکن آذان الانعام بتک کے معنی کاٹنے کے ہیں بولتے ہیں سیف باتک ای قاطع یعنی لوگوں کو سکھاؤنگا
کہ وہ بتوں کی قربانی کے لئے جانوروں کے کان کاٹا کریں گے عرب کے بت پرستوں میں یہ بھی دستور تھا کہ وہ

اپنے خیالی معبودوں کی نذر و نیاز اور قربانی کے لئے جانوروں کے کان کاٹ ڈالتے تھے اور یہ فعل اللہ کی نظر میں نہایت فسق اور ناپاک تھا (۵) ولامرنھم فلیغیرن خلق اللہ کہ میں ان کو یہ بات بھی سکھاؤں گا کہ وہ مخلوق الٰہی کو متغیر کریں گے۔ مفسرین کے اس قول میں دو قول ہیں اوّل سعید بن جبیر و سعید بن المسیب و حسن و ضحاک و مجاہد و سدی کا قول ہے کہ تغیر خلق اللہ سے یہ مراد ہے کہ اللہ نے ہر ایک انسان کی اصل فطرت میں راستی اور توحید پیدا کی ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ومامن مولود الا یولد علی الفطرۃ الحدیث کہ ہر شخص اصلی حالت میں فطرت پر پیدا ہوتا ہے جس کو اسلام کہا جاتا ہے مگر شیطانی خیالات اور قوت وہمیہ کی وجہ سے وہ کفر و بدعت میں پڑ کر مخلوق الٰہی میں تغیر کر دیتا ہے اور ممکن ہے کہ اس سے مراد حلال کو حرام اور حرام کو حلال کر دینا ہو دوم اسکو ظاہر معنی پر محمول کر کے اس سے یہ مراد لی ہے کہ انسان میں تغیر یہ ہے کہ جیسے اہل جاہلیت اسکے کان یا ناک چھید تے تھے اور عورتیں تزین کے لئے بالوں میں چٹا لگاتی تھیں اور گودواتی تھیں و انتوں کو ریت کر باریک و نہیں کراتی تھیں مرد کو خصی کرتے تھے خواجہ سرا بناتے تھے اس میں ڈاڑھی منڈوانا بھی آگیا اور جانوروں کے کان چیرتے تھے اور اس سے یہ بھی مراد ہے کہ ارواح البشریہ اس عالم میں بطور سفر کے اس لئے آئے ہیں کہ کمالات حاصل کر کے پھر اُس عالم قدس میں جاملیں اب غضبانی اور شہوانی اور جسمانی باتوں سے روح کو چیرہ و ناپاک کر دینا تغیر خلق اللہ ہے۔ ان باتوں سے شیطان کی غرض ضرر اور مرض دینی پیدا کر دینا ہے سو وہ غالباً یا تشویش سے یا نقصان یا بطلان سے ہوتا ہے پس تشویش کی طرف ولامنینھم میں اشارہ ہے کیونکہ جس کے دل میں ہر قسم کی آرزوئیں پیدا ہوتی ہیں وہ رات دن اسی تشویش میں ہوتا ہے کہ کسی طرح انکو حاصل کروں اور یہی مرض رہ جاتی ہے اور نقصان کی طرف فلیبتکن اذان الانعام میں اشارہ ہے اور بطلان کی طرف ولامرنھم فلیغیرن خلق اللہ میں اشارہ ہے کس لئے کہ تغیر سے وہ وصف جو مقصود ہوتا ہے باطل ہو جاتا ہے اس کے بعد فرماتا ہے کہ جو خدا کو چھوڑ کر شیطان کو دوست بناتا ہے وہ بڑے خسارہ میں رہتا ہے خدا کو چھوڑ کر شیطان کو یار بنانا یہ ہے کہ اس کے وسواس پر عمل کرنا الہام الٰہی کی طرف متوجہ نہ ہونا اور نقصان کی وجہ ظاہر ہے کہ عالم آخرت میں اس کا انجام ابدی جہنم ہے اس کے بعد ان امانی دفع کرنے کا علاج بتلاتا ہے اور اس کی حقیقت پر متنبہ کرتا ہے کہ ومایعدھم الشیطان الا غرورا غرور دھوکے کو کہتے ہیں مثلاً کوئی کسی چیز کو لذیذ اور شیریں سمجھکر منہ میں ڈالے اور وہ نہایت بدمزہ اور تلخ نکلے سو اسی طرح سے یہ شیطانی وعدے ہیں جو شیطان دل میں ڈالتا ہے کہ تو دنیا کے فراہم کرنے میں کوشش کر سو وہ عمر ضائع کرتا ہے مگر پھر بھی سب باتیں حاصل نہیں ہوتیں اور جو ہوئیں تو موت کے وقت اُن کی مفارقت سے نہایت رنج و الم ہوتا ہے اسی طرح وہ کہتا ہے نہ قیامت ہے نہ خدا نہ کوئی اعمال پر جزا و سزا دیتا ہے رسول سرف لوگوں کے سمجھانے کے لئے یہ بتایا کرتے ہیں پھر جب مرنے لگتا ہے تو ہر ایک بات کو رسول کے کہنے کے موافق دیکھتا اور حسرت کرتا ہے اس کے بعد اہل ایمان اور خدا کے فرمانبرداروں کی عمدہ خوبیاں بیان فرماتا ہے والذین آمنوا وعملوا الصلحت سندخلھم جنت تجری الایہ کہ یہ لوگ وہاں عالم خلد میں ہمیشہ سرور و راحت پاویں گے۔

لَيْسَ بِأَمَانِيِّكُمْ وَلَآ أَمَانِيِّ أَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ يَعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ وَلَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا

نہ تو تمہاری آرزوؤں پر کچھ موقوف ہے نہ اہل کتاب کی خواہشوں پر کہ جو کوئی برائی کریگا اس کی سزا پاویگا اور نہ اللہ کے مقابلہ میں کوئی اپنا حمایتی پاویگا

نَصِيْرًا ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ

اور نہ مددگار۔ اور جو کوئی نیک عمل کریگا (خواہ وہ) مرد ہو یا عورت اور وہ ایمان بھی رکھتا ہوگا سو وہ جنت میں داخل ہونگے اور ذرہ برابر ظلم نہ کیا جاویگا

نَقِيْرًا ۝ وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ

اور اس سے کس کا بہتر دین ہو سکتا ہے کہ جس نے اللہ کے آگے سر جھکا دیا ہو اور وہ نیکی بھی کئے جاتا ہو اور وہ ملت ابراہیم کا جو یکطرفہ تھا پیرو بھی ہو اور اللہ

اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا ۝ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطًا ۝

نے ابراہیم کو دوست بنا لیا ہے اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ کہ آسمانوں میں اور جو کچھ کہ زمین میں ہے اور اللہ ہی کے قابو میں ہر چیز ہے

ترکیب لیس کا اسم اور خبر دونوں محذوف اور بامانیکم خبر سے متعلق ہے ای لیس الامر منوطا بامانیکم من یعمل ہو شرط یجز بہ جواب ولا یجد معطوف ہے یجز پر من ذکر او انثیٰ بیان ہے من کا و من مبتدا احسن ممیز دینا تمیز ممن متعلق ہے احسن افعل التفضیل سے وہو محسن جملہ حال ہے فاعل اسلم سے و اتبع معطوف ہے اسلم پر پھر یہ سب مجموعہ خبر ہے۔

تفسیر پہلی آیت میں تھا وما یعدہم الشیطان الا غرورا کہ ان لوگوں سے شیطان جو کچھ وعدہ کرتا ہے۔ عام ہے کہ شیطان سے ابلیس مراد ہو یا قوت وہمیہ اور اس کے وعدہ دل میں خیالات باطلہ کہ جو ہر ایک قوم میں خلاف حق چلے آتے ہیں مثلاً عیسائیوں میں یہ ہے کہ تمام گناہ حضرت مسیح علیہ السلام اٹھا کر لے گئے اب ہم شریعت اور حلال حرام کی قید سے آزاد ہیں اسی طرح یہود میں یہ تھا کہ ہم انبیاء علیہم السلام کی اولاد اور خدا کے بیٹے ہیں نجات اور ہر ایک قسم کی کرامات کے ہم ہی مستحق ہیں یا ہنود وں میں مشہور ہے کہ برہمن خدا کے گھر اور نجات کے مالک ہیں اور چار قوم برہمن چھتری بیش شودر کے علاوہ سب پلید یعنی ناپاک جاتی ہیں یا مشرکین کے خیالات تھے کہ ہمارے یہ معبود ہم کو نجات دیں گے خواہ ہم کچھ ہی کیوں نہ کریں یا یہ خیالات کہ نہ حشر ہے نہ دوزخ نہ جنت نہ ثواب و عقاب یا بعض اہل اسلام کے یہ خیالات تھے کہ گو ہم کبائر کے مرتکب ہوں ہم پر کچھ پرسش نہ ہوگی اسلام کی وجہ سے ہم کو کچھ مضر نہ ہوگا جیسا کہ مرجیہ عقیدہ رکھتے ہیں ان سب کے جواب میں خدا تعالیٰ نے فیصلہ کے طور فرمایا ہے کہ نہ کچھ تمہارے خیالات پر ہے نہ اہل کتاب کے جو کوئی گناہ کرے گا اُس کو سزا پاوے گا اور اس سزا کے روکنے میں ان کا کوئی حامی نہ ہوگا نہ مددگار نہ مسیح علیہ السلام نہ موسیٰ علیہ السلام نہ کوئی اور جو کوئی کسی قوم کا ہو نیکی کرے گا بشرطیکہ وہ ایمان بھی رکھتا ہو اس کو جنت ملے گی اور اُن کے اجر سے کچھ بھی کم نہ کیا جاوے گا۔ حقیقت میں یہی ایک بات انصاف اور قانون عقل کے موافق قرآن اور مذہب کے برحق ہونے کے لئے کافی ہے کیونکہ خدا جب تمام عالم کا خدا ہے تو اس کو اپنے تمام بندوں سے نسبت مساوی ہے انہیں حق اور روح افزا تعلیموں کی تلوار نے چند روز میں سب مذاہب کو سرنگوں کر دیا اور شرق سے غرب تک تو موں کی قومیں اپنے مذاہب باطلہ سے توبہ کر کے اسلام قبول کر گئیں اور جبکہ نجات اور حیات ابدی کا مدار ایمان پر ٹھہرایا تھا جو دراصل دین اسلام میں پایا جاتا ہے اسکے بعد دین اسلام کے برحق ہونے پر دو دلیل کس لطف کے ساتھ بیان کرتا ہے کہ جن کے تسلیم کرنے میں کسی منصف مزاج کو انکار کی مجال نہیں اول دلیل عقلی مقدمات یقینیہ پر مبنی ہے وہ یہ کہ ہر ایک دین حق کے دو جزو

وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ ۖ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِيهِنَّ وَمَا يُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ فِي يَتَامَى النِّسَاءِ

اور (اے نبی) وہ آپ سے عورتوں کے بارے میں پوچھتے ہیں کہہ دو کہ اللہ تمکو اُنکے بارے میں اور اُن یتیم عورتوں کے بارے میں حکم تمکو کتاب میں سنایا جاتا

اللَّاتِي لَا تُؤْتُونَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُونَ أَن تَنكِحُوهُنَّ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الْوِلْدَانِ

ہے جن کا حق تو تم ادا کرنا نہیں چاہتے اور ان سے نکاح کرنیکی رغبت رکھتے ہو اور بیکس بچوں کے حق میں بھی (دیتا) حکم دیتا ہے جو سنایا جاچکا ہے اور یہ بھی

وَأَن تَقُومُوا لِلْيَتَامَىٰ بِالْقِسْطِ ۚ وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِهِ عَلِيمًا ۝

(حکم دیتا ہے) کہ تم یتیموں کی کارگزاری انصاف سے کرتے رہو اور جو کچھ تم نیکی کرتے ہو سو اللہ اس سے (خوب) واقف ہے

ہوتے ہیں یا اوّل عقائد صحیحہ توحید و نبوت و معاد کے متعلق دوم اعمال صالحہ عبادات و خیرات و صلہ رحمی لیس جس دین میں یہ دونوں جزو موجود ہوں اسکے برحق ہونے میں کیا کلام ہے اور اسلام میں یہ دونوں ہیں اول کیطرف من اسلم وجہہ میں اشارہ ہے اور دوسرے کیطرف وہو محسن میں اشارہ ہے یہ دو کیا مختصر سے جملہ ہیں کہ جنمیں سینکڑوں باریکیاں رکھی ہیں مثلاً اسلم وجہہ للہ میں یہود و نصاریٰ و مشرکین کی طرف ایک لطف کیساتھ الزام ہے کہ وہ خدا کے آگے سر نہیں جھکائے ہوئے ہیں بلکہ کہیں مسیح کو خدا کہتے ہیں کہیں عزیر کو کہیں کسی اور کو۔ دوسری دلیل مقدمات مسلمۂ اہل کتاب مشرکین عرب پر مبنی ہے وہ یہ کہ سکتے ہیں کہ سب نزدیک حضرت ابراہیم خدا کے برگزیدہ تھے جنکو بلفظ خلیل تعبیر کیا ہے اور ان کا مذہب برحق تھا اب ہر شخص اپنے مذہب کو اسی کے مطابق کرکے دیکھے کہ کون موافق اور کون مخالف ہے اور اسلام کی بنیاد ہی انہیں سچے اصولوں پر رکھی گئی ہے اسی دلیل کی طرف واتبع ملۃ ابراہیم حنیفا میں اشارہ کردیا اور ابراہیم کا وصف حنیف اور خلیل بیان فرماکر یہ بھی ظاہر کردیا کہ وہ کچھ خدا کے کارکن یا بیٹے نہ تھے کہ احتیاج کی وجہ سے اُن کو خلیل بنایا تھا بلکہ محض ان کی عبودیت کی وجہ سے اس بات کیطرف وللہ ما فی السموٰت وما فی الارض الخ میں اشارہ فرمادیا۔

ترکیب۔ وما یتلی معطوف ہے فیہن کی ضمیر پر ای یفتیکم فی ما یتلی علیکم فی الکتاب میں فی یتلی سے متعلق ہے اور فی یتمی النساء ای فی حکم یتمی النساء بھی یتلی سے متعلق ہے کس لئے کہ دونوں کے معنی مختلف ہیں اول ظرفیہ ثانی بمعنی الباء یتمی النساء میں صفت کو موصوف کی طرف مضاف کردیا ہے و ترغبون حال ہے والمستضعفین معطوف ہے ضمیر مجرور پر جو فیہن میں ہے وان بھی اسی پر معطوف ہے بغیر اعادۃ الجار وذلک جائز عند الکوفیین۔

تفسیر۔ قرآن مجید میں یہ ایک بڑا اثر بات ملحوظ رکھی گئی ہے کہ کچھ احکام بیان فرماکر اسکے بعد ترغیب ترہیب وعدہ وعید اور جلال کبریائی کی آیتیں نازل ہوتی ہیں تاکہ مخاطب کو اُن احکام کا نیک نتیجہ اور دنیا و آخرت میں تعمیل کا ثمرہ بھی معلوم ہوکر رغبت ہو اور نیز اس حکم دینے والے کی عظمت بھی دل پر بیٹھ جائے اسلئے اس سورہ کے اول میں چند احکام بیان فرما بھی ہوا اسکے بعد ترغیب و ترہیب اور نیز کفار و منکرین کی عدول حکمی کا نتیجہ اور عالم آخرت کی خوبیاں اور ذات باری اور اسکے صفات کاملہ کا ذکر فرماکر پھر احکام بیان فرماتا ہے اس آیت کے نازل ہونیکا یہ سبب ہے کہ عرب زمانہ جاہلیت میں نہ عورتوں کو حصہ دیا کرتے تھے اور نہ اُن یتیم لڑکیوں کا جنکے وہ ولی وارث بنکر اُنکی مال و جمال کا خیال کرکے آپ نکاح کرلیتے تھے پورا حق ادا کرتے تھے اور نہ انکو اور لوگوں سے نکاح کرنے کی اجازت دیتے تھے۔ نہ خود برضا و رغبت ان کا نکاح اس شخص سے کردیتے تھے جس سے انکو رغبت ہو اسلئے یہ آیت نازل ہوئی فرماتا ہے کہ اے نبی تم سے عورتوں کے بارہ میں فتویٰ دریافت کرتے ہیں چنانچہ

ف عموماً عورتوں سے نکاح اور ان کی میراث کا بھی پہلے بیان ہوچکا اور یتیم لڑکیوں کے ساتھ نکاح کرنے کا حکم بھی بیان ہوچکا فرماتا ہے کہ اب نئی بات

اور کیا پوچھتے ہیں سب احکام اُنکے موافق بیان کردیئے گئے اُن پر عمل کرو اور بے سہارا بچوں اور یتیموں کے معاملہ میں ان کے کارہ بار اگر تم ان کے ولی ہو انصاف و ایمانداری۔
[illegible] ۱۲ منہ۔

وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا ۭ وَالصُّلْحُ

اور اگر کوئی عورت اپنے خاوند کی بدمزاجی یا بے رغبتی سے ڈرے تو ان دونوں پر کچھ گناہ نہیں کہ باہم کچھ مصالحت کر لیں اور صلح بہتر (چیز) ہے

خَيْرٌ ۭ وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ ۭ وَاِنْ تُحْسِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۝ وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا

اور ہر ایک شخص کے سامنے لالچ حاضر کیا گیا ہے (یعنی لالچ انسان کی جبلی بات ہے) اور اگر تم نیکی کرو اور پرہیزگاری اختیار کرو تو اللہ کو تمہاری (سب)

اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَاۗءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْھَا كَالْمُعَلَّقَةِ ۭ وَاِنْ تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا

کے حقوق میں ہرگز برابری نہ کر سکو گے پر تم حرص کیا کرو پھر بالکل ہی پھر نہ جاؤ کہ اس کو اس طرح چھوڑ کر رکھو کہ گویا ادھر میں لٹکی رہی اور اگر تم ..

فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ وَاِنْ يَّتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا حَكِيْمًا ۝

تو بیشک اللہ غفور رحیم ہے اور اگر وہ دونوں الگ ہو جاویں گے (تو) ہر ایک کو اللہ اپنی فراخ دستی سے غنی کر دے گا اور اللہ کشائش والا حکمت والا ہے۔

عیینہ بن حصین نے پوچھا تھا کہ یا حضرت ہم تو اسکو حصہ دیا کرتے تھے جو لڑائی میں شریک ہوتا تھا۔ عورتوں کا کیا حکم ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم کو عورتوں کیلئے بھی حصہ دینے کا فتویٰ یعنی حکم دیتا ہے اور جو کچھ کتاب یعنی قرآن میں ان یتیم عورتوں کے بارہ میں تمہیں سنایا گیا کہ جنسے تم نکاح کی رغبت رکھتے ہو مگر ان کا حق و مہر پورا انہیں دیتے اور بیکس بچوں کے بارہ میں بھی وہی حکم دیتا ہے جو پڑھکر تم کو سنایا گیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یتیموں کے بارہ میں عدل کرو اور اسکے سوا جو نیکی کرو گے وہ سب اللہ کو معلوم ہوگی کیونکہ وہ ہر ایک چیز سے واقف ہے حاصل مطلب آیت یہ ہے کہ اللہ تم کو عورتوں کیلئے میراث کا فتویٰ یعنی حکم دیتا ہے اور قرآن میں پہلی آیتوں میں یتیم عورتوں اور بچوں کے حق میں جو کچھ تمہیں سنایا گیا اب سنایا جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ تم یتیموں کے حق میں عدل و انصاف اور بہتری ملحوظ رکھو یہی خدا تعالیٰ کا فتویٰ ہے اس کی پابندی کرو پہلے احکام کو جو اسی سورہ میں یتیموں کے حق میں نازل ہو چکے ہیں، یاد دلاتا ہے کہ ان پر عمل کرو جس طرح کوئی کسی سے کوئی بات پوچھے اور وہ اسکے جواب میں یہ کہدے کہ اس کا وہی جواب ہے جو ہم پہلے دے چکے۔ سورہ نساء میں وہ حکم بیان ہو چکے ہیں اور یہاں بھی مجملاً ان تقوموا للیتمیٰ بالقسط فرماتا ہے اور اس بات پر تنبیہ کرتا ہے کہ جو کچھ تم نیکی اللہ کیلئے کرو گے اسکا وہ تمہیں اجر دیگا یہ نہ سمجھو کہ یہ اسکو معلوم نہیں کیونکہ وہ ہر بات جانتا ہے ترکیب وان شرطیہ امراۃ مبتدا، خافت خبر اور صحیح یہ ہے کہ امراۃ خافت محذوف کا فاعل ہے اور یہ خافت اس کی تفسیر ہے فلا جناح جواب احضرت کا مفعول اوّل الانفس ہے جو فاعل بنایا گیا اور الشح مفعول ثانی۔

تفسیر عورتوں کے حقوق کا ذکر پہلی آیات میں آچکا ہے اسلئے یہاں بھی انکے بعض معاملات میں حکم دیا جاتا ہے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مرد بدمزاج سخت گیر ہوتا ہے اور غالباً یہ سخت گیری اور بدمزاجی اس پر پیدا ہوتی ہے کہ عورت اپنے حقوں اور مہر وغیرہ کا مطالبہ کرتی ہے اس کی بابت ارشاد ہوتا ہے کہ اگر کسی عورت کو اپنے شوہر کی بدمزاجی اور بے اعتنائی کا خوف ہو تو اس میں بھی کچھ مضائقہ نہیں کہ باہم کچھ حقوق چھوڑ کے مصالحت کر لی جائے کیونکہ انسانی جبلت ہے کہ وہ بخل کی طرف مائل ہوتا ہے مرد کو دینا ناگوار معلوم ہوتا ہے جب دینے میں کمی کی جاوے گی تو باہم رضامندی ہو جانا ممکن ہے مگر اس کیساتھ مردوں کو بھی تنبیہ کر دی کہ حقوق زائل کرنے کے بعد بھی بدمزاجی اور اعتراض نہ کریں وان تحسنوا و تتقوا فان اللہ کان بما تعملون خبیرا کہ اگر تم احسان اور نیکی کرو اور حقوق تلفی میں خدا سے ڈرتے رہو تو تمہارے لئے بہتر ہے کس لئے کہ خدا کو جو کچھ تم کرتے ہو معلوم ہے دوسری بات موجب اعتراض و بدمزگی یہ ہوتی ہے کہ مرد کو عورت کی صورت یا عمر کے سبب سے بے رغبتی پیدا ہو جاتی ہے اور اس کے دل میں دوسری عورت سے نکاح کرنے کا خیال پیدا ہو جاتا ہے مگر پہلی بیوی کو چھوڑنا جس نے ایک عرصہ تک گھرداری کی ہے اور اسکے بال بچے بھی ہیں ایک سخت دلی اور بڑی خانہ خرابی اور

وَلِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَلَقَدْ وَصَّیْنَا الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلِکُمْ وَاِیَّاکُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ

اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ کہ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ کہ زمین میں ہے اور البتہ ہمنے جنکو تم سے پہلے کتاب دی ہے انکو اور خاص تمکو بھی تاکید کر دیا ہے کہ اللہ سے ڈرتے رہو

وَاِنْ تَکْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَکَانَ اللّٰهُ غَنِیًّا حَمِیْدًا ۝ وَلِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا

اور اگر کافر ہو جاؤ گے تو اسکو بھی پرواہ نہیں کیونکہ اللہ ہی کا ہے جو کچھ کہ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ بے پرواہ ستودہ صفات ہے اور اللہ ہی کا ہے

فِی الْاَرْضِ وَکَفٰی بِاللّٰهِ وَکِیْلًا ۝ اِنْ یَّشَاْ یُذْهِبْکُمْ اَیُّهَا النَّاسُ وَیَاْتِ بِاٰخَرِیْنَ وَکَانَ اللّٰهُ عَلٰی ذٰلِکَ

اور جو کچھ زمین میں ہے اور کارسازی کیلئے اللہ ہی بس ہے۔ لوگو اگر خدا چاہے تو تم کو سمیٹ لیجائے اور دوسرے لوگ لے آئے اور اللہ اس پر قادر ہی ہے

ع ۱۹ ۱۶ قَدِیْرًا ۝ مَنْ کَانَ یُرِیْدُ ثَوَابَ الدُّنْیَا فَعِنْدَ اللّٰهِ ثَوَابُ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَکَانَ اللّٰهُ سَمِیْعًا بَصِیْرًا ۝

جو کوئی دنیا کا بدلہ چاہتا ہے تو اللہ کے پاس تو دنیا اور آخرت (دونوں) کا بدلہ موجود ہے اور اللہ (سب کی) سنتا (اور سب کچھ) دیکھتا ہے۔

بے لطفی بھی ہے اسکی نسبت بضرورت تعدد ازواج کی ضمناً اجازت تو دیتا ہے مگر اس کے ساتھ یہ بھی ارشاد ہے کہ عورتوں میں حقوق کی مساوات لازم ہے اور یہ تم سے ہونی مشکل ہے ولن تستطیعوا ان تعدلوا بین النساء ولو حرصتم کہ متعدد عورتوں میں تم سے برابری رکھنا ہرگز نہ ہو سکے گا گو تم کو دوسری عورت کی حرص ہو اور پھر ایسا نہ ہو کہ فلا تمیلوا کل المیل فتذروها کالمعلقة کہ تم ایک ہی کے ہو رہو اور دوسری کو ادھر میں لٹکتا ہوا رکھ چھوڑو تو اسکو طلاق ہی دو ورنہ اسکے حقوق ادا کرو لیکن وان تصلحوا وتتقوا اگر پہلی بیوی سے باہم مصالحت کر لو اور حق تلفی کرنے سے خدا سے ڈرو تو خدا معاف کرنیوالا ہے تمہاری بے اعتنائی اور حق تلفی کو جو اس عرصہ میں تم سے ہو چکی معاف کر دیگا وہ مہربان بھی ہے اس کو عورتوں اور انکی اولاد صغار پر بھی رحم آتا ہے اور خیر اگر پہلی بیوی سے بحسن سلوک پیش ہی نہیں آ سکتے تو ہر روزہ تکرار و باہمی حقوق تلفی سے تو یہی بہتر ہے کہ بمجبوری طلاق ہو جائے خدا ہر ایک کا کارساز ہے مرد کو اور عورت کو بھی اپنے فضل و کرم سے مستغنی کر دے گا خدا کے ہاتھ بڑی وسعت ہے جسکو بھی ہر اس طلاق میں بھی کوئی نہ کوئی حکمت ملحوظ ہے شاید مرد کو اس سے بہتر عورت ملجائے اور عورت کو اس سے بہتر مرد ملجائے۔

ترکیب: وایاکم معطوف ہے الذین پر ان اتقوا اللہ بیان ہے وصیت کا اور ب محذوف ہے ان شرطیہ یشاء کا مفعول محذوف ہے یذہبکم جواب ہے۔

تفسیر: یہاں وہ واسع ہونیکی دلیل اور کلمہ سابق کا تتمہ ہے وللہ ما فی السموت وما فی الارض کہ جو کچھ زمین و آسمان میں ہے سب اسی کا ہے اسکو کس چیز کی کمی ہے اور نیز اسی جملہ کو ولقد وصینا الآیۃ کیلئے تمہید اور دلیل بنا کر اور اپنی عظمت و کبریائی بتا کر یہ بات بتلاتا ہے کہ کچھ تمہیں کو شریعت اور احکام الٰہی پر چلنے کا حکم نہیں ہوا ہے بلکہ تمکو اور جو تم سے پہلے اہل کتاب ہیں انکو بھی خدا سے ڈرنیکا جو تمام شریعت اور احکام الٰہی پر چلنے کیلئے محرک ہے ہمنے بتاکید حکم دیا ہے۔ اور پھر یہ بھی ظاہر کرتا ہے کہ یہ حکم شریعت پر چلنے اور خدا سے ڈرنیکا خاص تمہارے ہی فائدہ کیلئے ہے کیونکہ جن چیزوں میں روحانی اور جسمانی اور تمدن کے بارہ میں سینکڑوں مصالح ہیں اُن کو فرض و واجب کیا ہے اور جن میں ہزاروں دنیا و آخرت کی خرابیاں ہیں اُن کو حرام و مکروہ قرار دیا ہے ورنہ اللہ کو کچھ بھی پرواہ نہیں نہ تو اس کو اس بات کی پروا ہے کہ تمہاری اطاعت سے اس کی شوکت و حکومت بنی رہیگی کس لئے فان للہ ما فی السموات وما فی الارض کہ آسمان و زمین کی ہر چیز کا وہ مالک ہے ہر شے پر اس کا قبضہ ہے اور نہ اس بات کی پروا ہے کہ اس کا کوئی ذاتی نفع و نقصان ہے کس لئے کہ کان اللہ غنیا حمیدا وہ اپنی ذات و صفات میں کسی کا بھی محتاج نہیں بلکہ سب خوبیاں اُسکو بلا توسط غیر حاصل ہیں اور تم یہ بھی غرور دل میں نہ کرو کہ ہم ہی پر خدا کی فرمانبرداری اور تسبیح و تقدیس کا انحصار ہے اگر ہم نہ کرینگے تو پھر اور کوئی اس کی فرمانبرداری نہ کرے گا یا اسکے اسرار ربوبیت ظاہر نہونگے کیونکہ للہ ما فی الخ یعنی وہ بڑا قادر

حقوق زوجین میں برابری لازم ہے

اور کارساز ہے ایسی صورت میں بدہ تمکو نیست و نابود اور ایک ایسی قوم فرمانبردار پیدا کر سکتا ہے کہ جو اس کی شریعت اور اسکے رستوں پر دل سے چلے گی وکان اللہ علیٰ ذلک قدیرا اس میں ضمناً اس بات کیطرف بھی اشارہ ہے کہ دین الٰہی اور اسکے جلال کبریائی زمین پر ظاہر کرنیمیں کسی قوم اور کسی شخص پر انحصار نہیں جب بنی اسرائیل نے از حد نافرمانی کی تو اس نے ان کو پامال کر کے حضرت مسیح علیہ السلام کے تابعداروں کو اور حواریوں کو سرفراز کیا پھر جب انہوں نے طرح طرح کی بدعتیں اختیار کیں اور شریعت سے انحراف کیا تو عربستان میں حضرت محمد علیہ السلام کو مبعوث کیا اور ایسی قوم کو کہ جو ہمیشہ لوگوں کی نگاہوں میں حقیر تھی روم و ایران کی سلطنتوں کو برباد کرا کے روئے زمین پر آسمانی سلطنت کو نور افگن کر دیا۔ پھر فرماتا ہے کہ شریعت پر عمل کرنیکا نتیجہ صرف دنیا کی بھلائی نہ سمجھنی چاہئے جو کسی وقت دنیا حاصل نہو تو اس سے روگردانی کرو بلکہ اسکا نتیجہ ثواب آخرت بھی ہے خلوص نیت شرط ہے وہ تمہاری باتیں سنتا تمہارے کام دیکھتا ہے کلام میں کیا خوبیاں ہیں اول وان یتفرقا یغن اللہ کلا من سعتہ کے بعد وللہ ما فی السموات وما فی الارض کو ذکر کر کے اپنا واسع الجود اور واسع الکرم ہونا ثابت کر دیا۔ دوم وان تکفروا کے بعد وللہ ما فی السموات وما فی الارض کو ذکر کر کے یہ بات بتلادی کہ اسکو کسی کی طاعت و عبادت سے کچھ نفع ہے اگر تمام عالم اور دیندار ہو جاویں تو اس کی خدائی میں ذرہ بھر بھی ترقی اور اسکا کچھ بھی فائدہ نہیں نہ اسکو کسی کے کفر اور بت پرستی اور فسق و فجور سے کچھ نقصان ہے اگر تمام جہان کے لوگ کافر و مشرک فاسق و فاجر ہو جاویں تو تو اسکے جلال کبریائی کا ذرہ بھر بھی نقصان نہیں اس سے مقصود یہ ہے کہ خدا کی شریعت اور احکام نبوت صرف بندوں کی بھلائی اور فائدہ دارین کیلئے ہیں پھر اس سے اغماض کر کے سرتابی اور سرکشی کو شیوہ بنانا محض حماقت ہے۔ مثلاً کوئی مریض حکیم کے حکم کو نہ مانے اور بد پرہیزی کرے تو حکیم کا کیا نقصان ہے اپنی ہی جان پر ظلم و ستم کرتا ہے خدا کی نافرمانی کر کے کوئی قوم سرسبز نہیں رہی ہر یوں تو ہر زمانہ کے لوگ دنیا کی تمام خوبیاں اپنے ہی زمانہ میں منحصر جانتے آئے ہیں مگر آگے بھی بہت سے بلند قومیں اس سرزمین پر جاہ و جلال کے پھریرے اڑا چکی ہیں جن کے باقیہ اور حیرت انگیز یادگاریں دنیا کو حیرت دلا رہی ہیں اور اپنی بنائی ہوئی محلوں کی چندروزہ بقا پر اشک حسرت بہا رہی ہیں اور فسق و فجور حد سے متجاوز ہوا غیب سے ایک ایسی بلا آئی کہ جس کا انکو شان و گمان بھی نہ تھا کوئی شخص ان کے عروج و اقبال کو دیکھ کر یہ خیال کر سکتا تھا کہ کبھی یہ قوم اس قدر بلندی سے اتنے عمیق گڑھے میں پھینکی جائیگی مگر خدا کا قہر جلدی نہیں کرتا اس مہلت پر نہ بھولنا چاہئے۔ سوم) ان یشاء یذہبکم ایہا الناس ویات باخرین کے پیشتر وللہ ما فی السموت وما فی الارض کو شریعت سے انحراف کے بد نتیجہ کو مدلل کرتا ہے اور جب کہ ایک دلیل چند مدلولات پر دلالت کرے تو بہ نسبت اس کو ایک بار ذکر کیا جاوے یہ بہت خوبی رکھتا ہے کہ مکرر لایا جاوے ایک مدلول کیلئے ایک بار وللہ ما فی السموات وما فی الارض کو ذکر کیا پھر دوسرے مدلول کیلئے اسی کو ذکر کیا پھر تیسری مدلول کے لئے اسی کلمہ کا اعادہ فرما کر کلام کو خوبی میں یکتا کر دیا کس لئے کہ جب ایک بار یہ کلمہ ذکر کیا گیا اور اس سے ایک مطلب یعنی صفت باری تعالیٰ کے ذہن میں آئی اور پھر اسی کلمہ سے دوسرے مقام پر دوسری صفت اور تیسرے مقام پر تیسری ذہن نشین ہو گئی تو ذہن میں یہ بات بھی پیدا ہو گی کہ آسمان و زمین کا پیدا کرنا سیکڑوں اسرار جلیلہ شریفہ پر دلالت کرتا ہے اگر کوئی اس کی ذات و صفات کیلئے دلائل ڈھونڈے تو گویا یہ اس کیلئے ایک خزانہ ہے اور جبکہ وہ جائیگا تو خواہ مخواہ اس میں غور و فکر کریگا جس سے مخلوق سے منہ پھیر کر خالق کی طرف ہونا پایا جاویگا اور کتب سماویہ سے بھی غرض بھی یہی ہے واضح ہو کہ قانون شریعت پر

فائدہ یورپ میں جب عروج کے سبب ... ہوا باستثنا ... تو ترکوں کو اسلام کا حامی کھڑا کر دیا اور اب دیکھئے اب کس قوم کو حامی بناتا ہے ۱۲ منہ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَىٰ أَنفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ ۚ إِن

ایمان والو انصاف پر قائم رہنے کیلئے خدا کی طرف کے گواہ بنے رہو اور گو تمہاری شہادت خود تمہارے یا تمہارے ماں باپ اور قرابت داروں کے خلاف ہی کیوں

يَكُنْ غَنِيًّا أَوْ فَقِيرًا فَاللَّهُ أَوْلَىٰ بِهِمَا ۖ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوَىٰ أَن تَعْدِلُوا ۚ وَإِن تَلْوُوا أَوْ تُعْرِضُوا فَإِنَّ اللَّهَ

نہ ہو۔ اگر وہ غنی یا فقیر ہو تو اللہ خود دونوں کا کارساز ہے ان کی رعایت نہ کرو پھر تم انصاف کرنے میں خواہش نفس کی پیروی نہ کرو اور اگر تم زبان مروڑ کر گواہی دو گے یا انکار کرو گے

كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي نَزَّلَ عَلَىٰ رَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي

تو بیشک اللہ بھی تمہارے کام سے خبردار ہے مسلمانوں اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسول پر نازل کی ہے اور اس کتاب پر جو

أَنزَلَ مِن قَبْلُ ۚ وَمَن يَكْفُرْ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا ۝

پہلے نازل کر چکا ہے ایمان لاؤ اور جس نے اللہ اور اسکے ملائکہ اور اسکی کتابوں کا اور اس کے رسولوں اور قیامت کے دن کا انکار کیا تو وہ بہت ہی دور بہک گیا۔

عمل کرنے کی تاکید کے لئے تین باتیں نہایت مناسب ہیں (۱) اپنی ذات کا استغنار کہ اس میں ہمارا فائدہ نہیں بلکہ تمہارا ہے (۲) عدول حکمی کا بد ثمرہ (۳) عمل کرنے کا نیک نتیجہ سو اول بات کو وکان اللہ غنیا حمیدا میں اور دوسری کو ان یشاء یذہبکم الخ میں تیسری کو فعند اللہ ثواب الخ میں بیان فرمایا۔

ترکیب، قوامین اور قائمین خبر اول کونوا کو بالقسط خبر سے متعلق شہداء للہ خبر ثانی ولو علی متعلق ہے فعل محذوف سے ای ولو کانت الشہادۃ علی انفسکم ان یکن اسکا اسم محذوف ہے ای المشہود علیہ غنیا او فقیرا جملہ شرط فاللہ اولی بہما جواب ان تعدلوا مفعول لہ تقدیرہ مخافۃ ان تعدلوا عن الحق اور ممکن ہے کہ فی مقدر ہو اے فی العدل وان مصدریہ ہو۔

تفسیر اس آیت سے پیشتر بہت سے احکام شریعت مذکور ہوئے تھے اور درمیان میں اُن احکام پر عمل کرنیکی نئی نئی خوبیاں بتائی گئی تھیں مگر یہاں دو باتیں بعد میں ایسی ذکر کیں جو شریعت پر چلنے والے کیلئے بمنزلہ دو آنکھوں کے ہیں یا بمنزلہ دو پیروں کے ہیں کہ ان کے بغیر انسان اس رستہ کو طے نہیں کر سکتا (اول) کونوا قوامین بالقسط قوام مبالغہ کا صیغہ ہے قائم کے لئے اور قسط بالکسر عدل یعنی عدالت کو خوب قائم رکھو۔ یہ ایک ایسا عام لفظ ہے کہ جس میں دنیاوی معاملات خانہ داری اور آلیس کے تمام برتاؤ اور کل معاملات اپنے اور بیگانہ کافر و مومن حیوان و انسان کے متعلق اور دینی معاملات سخاوت رضا تسلیم صبر جن کی تفصیل سورۂ فاتحہ میں ہوئی شامل ہیں اور درحقیقت جب انسان کے اندر صفت انصاف آجاتی ہے تو اس کی طبیعت اس کو خواہ مخواہ اُن آسمانی قوانین پر چلنے کیلئے مجبور کرتی ہے (دوم) شہداء للہ کہ اللہ کے گواہ بنے رہو دینی اور دنیاوی معاملات میں خدا کیلئے شہادت ادا کرو۔ نیک کو نیک اور بد کو بد کہو اور جو سچی بات ہو اسکے بیان کرنے میں کچھ بھی پروا نہ کرو خواہ اس میں تمہارا نقصان ہو۔ والدین یا کسی قرابت مند کا ہو اسمیں امیر و غریب کی کچھ بھی رعایت نہ کرو بلکہ اللہ کی رعایت رکھو چونکہ شاہد کیلئے یہ ضرور ہے کہ عادل ہو اسلئے قوامین بالقسط کو مقدم کیا قوامین بالقسط اور شہداء للہ کے معنی سے بظاہر اعمال صالحہ کی پابندی ضرور سمجھی جاتی ہے حالانکہ اسمیں نظریات یعنی تکمیل عقائد کی بھی بہت ضرورت تھی اسلئے اسکے بعد یا ایہا الذین آمنوا آمنوا باللہ الخ بھی فرمایا اس میں تین چیزوں پر ایمان لانے کی تاکید ہے (۱) اللہ پر یعنی اس کی ذات و صفات پر (۲) اسکے رسولوں پر جو اسکے وسائط ہیں (۳) کتاب خاص یعنی قرآن اور اس سے پیشتر جو کتابیں خدا نے انبیاء پر نازل کی ہیں۔ چونکہ انبیاء اور کتابوں پر ایمان لانا اس بات کا مستلزم تھا کہ انسان ملائکہ پر بھی جو انبیاء اور اللہ میں واسطہ ہیں ایمان لائے اور اسیطرح قیامت پر جو دار الجزاء ہے اسلئے ان کا ذکر نہ کیا

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا ثُمَّ كَفَرُوا ثُمَّ آمَنُوا ثُمَّ كَفَرُوا ثُمَّ ازْدَادُوا كُفْرًا لَّمْ يَكُنِ اللَّهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ

جو لوگ ایمان لائے پھر کافر ہو گئے پھر ایمان لائے پھر کافر ہو گئے پھر کفر (ہی) میں بڑھتے چلے گئے تو خدا (بھی) ایسا نہیں کہ ان کو بخشدے اور ان کو

سَبِيلًا ۝ بَشِّرِ الْمُنَافِقِينَ بِأَنَّ لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۝ الَّذِينَ يَتَّخِذُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِن دُونِ الْمُؤْمِنِينَ ۚ

راہ ہدایت پر لائے (اے نبی) منافقوں کو عذاب الیم کا مژدہ سنا دیجئے (اور) انکو جو ایمانداروں کو چھوڑ کر کافروں کو یار بناتے پھرتے ہیں۔

أَيَبْتَغُونَ عِندَهُمُ الْعِزَّةَ فَإِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا ۝ وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ أَنْ إِذَا سَمِعْتُمْ آيَاتِ اللَّهِ

کیا ان کے پاس عزت ڈھونڈتے ہیں سو عزت تو سب اللہ ہی کے پاس ہے حالانکہ وہ تم پر کتاب میں یہ بات بھی نازل کر چکا ہے کہ جب تم آیات الٰہی کا انکار کر

يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَأُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوا مَعَهُمْ حَتَّىٰ يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ ۚ إِنَّكُمْ إِذًا مِّثْلُهُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ

یا ان سے ٹھٹھا کرتے سنو تو ان لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھو جبتک کہ وہ اور کسی بات میں نہ لگیں (ورنہ) اسوقت تم بھی ویسے ہی ہو جاؤ گے ضرور اللہ

جَامِعُ الْمُنَافِقِينَ وَالْكَافِرِينَ فِي جَهَنَّمَ جَمِيعًا ۝ الَّذِينَ يَتَرَبَّصُونَ بِكُمْ فَإِن كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللَّهِ قَالُوا

منافقوں اور کافروں سب کو جہنم میں جمع کریگا (اور) انکو جو تمہارے لئے برائی کے منتظر رہتے ہیں پھر اگر خدا کی طرف سے تمکو فتح نصیب ہو جاتی ہو تو کہتے

أَلَمْ نَكُن مَّعَكُمْ وَإِن كَانَ لِلْكَافِرِينَ نَصِيبٌ قَالُوا أَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَيْكُمْ وَنَمْنَعْكُم مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ ۚ

ہیں کہ کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے! اور اگر کافروں کیلئے (فتح) نصیب ہوتی ہے تو کہتے ہیں کہ کیا ہم تم پر غالب نہ آگئے تھے اور تم کو مسلمانوں سے نہ بچا لیا تھا۔

فَاللَّهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۗ وَلَن يَجْعَلَ اللَّهُ لِلْكَافِرِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا ۝

پھر اللہ ہی تم میں قیامت کے دن تمہارا اور ان کا فیصلہ کر دے گا۔ اور ہرگز اللہ کافروں کیلئے مسلمانوں پر (غلبہ کا) کوئی رستہ پیدا نہ کریگا۔

مگر احتمال تھا کہ کوئی مائل تاویل کر کے انکار کر دے تو دوسرے جملہ میں ومن یکفر الخ میں ان تینوں چیزوں کے ساتھ ان دونوں کو ملا کر یہ کہدیا کہ جو ان چیزوں کا انکار کریگا کافر اور گمراہ ہو گا ف یا ایہا الذین آمنوا پھر ایمان کا حکم دینا یا آئندہ ایمان پر ثابت قدم رہنے کیلئے یا یہ کہ جو تقلیداً ایمان لائے ہیں ان کو تحقیقاً ایمان لانا چاہئے یا اس سے مراد منافقین و یہود ہیں کہ بظاہر اپنے تئیں ایماندار کہتے تھے ان کو نئے سرے سے ایمان لانے کا حکم ہوتا ہے۔

ترکیب بان کا عذاباً الیما اسم لہم خبر مجموعہ متعلق ہے لبشر سے الذین صفت ہے منافقین کی ان مخففہ ہے اس کا اسم محذوف ای انہ اذا سمعتم فعل با فاعل آیات اللہ مفعول یکفر بہا جملہ حال ہے آیات اللہ سے یستہزء بہا اس پر معطوف مجموعہ شرط فلا تقعدوا معہم جواب مجموعہ خبر ان اپنے اسم و خبر سے مفعول ہوا نزل کا اذا ملغا ہے کیونکہ ان کے اسم لم اور خبر کے بیچ میں واقع ہے اور اسی لئے اس کے بعد فعل نہیں آیا۔ نستحوذ برخلاف قیاس مستعمل تھا اسیطرح پر آیا اور قیاس نستحذ ہے۔

تفسیر یہ بھی آیت سابق کا تتمہ ہے کہ ایمان لا کر اس پر ثابت قدم رہنا چاہئے نہ کبھی ایمان ہے اور پھر کسی غرض سے کافر ہو گیا پھر جو کچھ مصلحت معلوم ہوئی مسلمانوں میں مل گیا پھر کسی غرض سے کافر ہو گیا اور پھر کفر میں ترقی کرتا گیا انکی بابت فرماتا ہے کہ خدا انکو معاف نہیں کریگا اور نہ انکو راہ حق کی ہدایت کریگا مفسرین کے اس آیت میں مختلف اقوال ہیں بعض کہتے ہیں کہ ان الذین آمنوا ثم کفروا الخ سے یہود کیطرف اشارہ ہے کہ وہ اول بار توریت اور موسیٰ پر ایمان لائے پھر چند مدت کے بعد بت پرستی اور فسق و فجور میں مبتلا ہو گئے پھر داؤد اور سلیمان علیہما السلام کے عہد میں ایمان لائے بت پرستی چھوڑی دین پر قائم ہوئے پھر عزیر کے بعد سے لیکر مسیح تک کفر میں پڑے رہے پھر حضرت محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کا انکار کر کے اور بھی زیادہ کفر میں ترقی کر گئے بعض کہتے ہیں اس سے منافقین کی طرف اشارہ ہے کہ وہ اول ایمان لائے پھر دل میں

نفاق پیدا کر کے کافر ہو گئے پھر جہاں شوکت اسلام دیکھی ایمان لے آئے پھر جب کوئی شکست یا تکلیف دیکھی پھر گئے میں کہتا ہوں اس آیت سے وہ لوگ مراد ہیں کہ جن کے دل پر نور ایمان کی تجلی نہیں پڑی ایمان اور کفر کو انہوں نے ایک ہلکی سی بات سمجھ رکھی ہے کبھی ادھر کبھی اُدھر ہو گئے اور ہنوز یقین کا آفتاب ان کے دل پر پرتو افگن نہیں ہوا وہ ظلمات شکوک میں بھٹکتے پھرتے ہیں کبھی ایمان اور کبھی کفر میں پڑ گئے خواہ یہود ہوں خواہ منافق یا کوئی اور کہ جس کے دل میں ایمان کی وقعت نہ ہو اور وہ ادنی سبب سے ایمان سے برگشتہ ہو جائے لم یکن اللہ لیغفر لہم اگر کوئی کہے کہ بغیر توبہ کے تو کوئی کفر بھی معاف نہیں ہوتا خواہ ایمان لا کر کفر اختیار کرے یا نہ کرے پھر اس قید کی کیا ضرورت ہے اور توبہ کے بعد تو شرع میں ہر ایک قسم کا کفر معاف ہے خواہ ہزار بار مرتد ہو کر اسلام لائے ایمان مقبول ہوگا اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں وہ کفر مراد ہے جس سے توبہ نہ ہو اور ان لوگوں سے وہی لوگ معین مراد ہیں کہ جو شقی ازلی ہیں جن کا علم الٰہی میں بغیر توبہ کے مرنا لکھا ہے اور ان کا یہ ذکر اس لئے ہے کہ ایسے لوگ کہ جو جلدی سے کفر اور ایمان اختیار کر لیتے ہیں ان کے نزدیک ایمان کی چنداں وقعت و عظمت نہیں ہوتی اور ایسے شخص غالباً کفر ہی کی حالت میں مرتے بھی ہیں۔ بشر المنافقین الخ اس میں منافقین کی طرف بھی اشارہ ہے کہ جو دنیا کے مقابلہ دین کی کچھ بھی پروا نہیں کرتے کبھی کرسٹان کبھی مسلمان الذین یتخذون الکافرین اولیاء الخ میں ان منافقوں کا شیوہ بیان فرماتا ہے کہ وہ کفار و مشرکین کا جاہ و حشم دیکھ کر ان پر جل مرتے ہیں اور ان کو اسلئے یار بناتے ہیں کہ ہمکو عزت و شوکت حاصل ہوگی۔ مدینہ کے منافق ایسا کیا کرتے تھے یہود کے پاس جا کر اسلام سے نفرت اور اسپر تمسخر کرتے تھے جیسا کہ آگے آتا ہے اور اس سے مقصد یہ تھا کہ ان باتوں سے یہ مخالفین ہم کو اپنا سچا دوست سمجھکر ہماری عزت کیا کریں گے اسکے جواب میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فان العزۃ للہ جمیعاً کہ عزت تو خدا ہی کے ہاتھ میں ہے جسکو وہ ذلیل کرنا چاہتا ہے کوئی بھی اسکو عزت نہیں دے سکتا چنانچہ ایسے لوگ ہمیشہ اُن کی نظروں میں بھی ذلیل و حقیر ہی رہتے ہیں اور اس میں اسطرف بھی اشارہ ہے کہ جن کے ہاں یہ عزت تلاش کر رہے ہیں اُن کو بھی ذلت ہو جائیگی ہاں خدا اور اسکے مطیعوں کیلئے عزت برقرار رہیگی چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ مخالفین کی شوکت خاک میں مل گئی۔ وقد نزل علیکم مکہ میں بھی ہجرت سے پہلے مشرکین اپنی مجلسوں میں قرآن کی نسبت کفر بکتے اور ہنسی کیا کرتے تھے مسلمانوں کو اس بارہ میں وہاں جانیکی بابت یہ حکم آیا تھا واذا رایت الذین یخوضون فی آیاتنا فاعرض عنہم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ کہ تم وہاں سے اُٹھ کھڑے ہوا کرو پھر جب مسلمان اور آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام مدینہ میں تشریف لائے تو یہاں کے احبار نے بھی وہی طریقہ اختیار کیا اور یہ بیدینوں کا قدیم دستور ہے کہ وہ انبیاء اور انکی باتوں پر قہقہہ اُڑایا کرتے ہیں اسپر خدا تعالیٰ منافقوں کو جو انکی خوشامد کیلئے اس مضحکہ میں شریک ہوتے تھے یہ فرماتا ہے کہ ہم پہلے بھی سپارہ میں حکم دے چکے ہیں کہ جہاں کہیں خدا کی آیات پر ہنسی ہوتی دیکھو تو وہاں سے اُٹھ جاؤ ورنہ تم بھی ان کے ساتھ کفر میں شریک ہو۔ مگر جو بے بسی سے نہ اُٹھ سکے تو وہ معذور ہے مگر دل میں ناراض ہونا شرط ہے الذین یتربصون بکم یہ اُن منافقین کا دوسرا حال ہے کہ جب مسلمانوں کو فتح اور کامیابی ہوتی ہے تو کہتے ہیں کہ کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے یعنی ہمیں بھی اس میں حصہ دو اور اگر کافروں کو کوئی دنیاوی کامیابی اسلام پر غلبہ پانے کا موقعہ ملتا ہے یعنی جب وہ کامیاب ہوتے ہیں تو کہتے ہیں کہ دیکھو ہم تم پر قابو پا سکتے تھے مگر پھر بھی ہم نے تمہاری مدد کر کے مسلمانوں کو تم سے روک دیا سو اس میں ہم کو بھی شریک کر دو یعنی دونوں سے ملے رہتے ہیں اسکے جواب میں فرماتا ہے کہ ہم اس بات کا قیامت میں فیصلہ

إِنَّ الْمُنَافِقِينَ يُخَادِعُونَ اللَّهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ وَإِذَا قَامُوا إِلَى الصَّلَاةِ قَامُوا كُسَالَىٰ يُرَاءُونَ

(اے نبی) بیشک منافق (اپنے نزدیک) تو خدا کو فریب دے رہے ہیں حالانکہ وہ انہیں کو دھوکا دے رہا ہے اور جبکہ وہ نماز کیلئے کھڑے ہوتے ہیں تو ہارے دل کھڑے ہوتے ہیں (صرف)

النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُونَ اللَّهَ إِلَّا قَلِيلًا ۝ مُذَبْذَبِينَ بَيْنَ ذَٰلِكَ لَا إِلَىٰ هَٰؤُلَاءِ وَلَا إِلَىٰ هَٰؤُلَاءِ ۚ وَمَن

لوگوں کے دکھانے کو اور اللہ کو تو بہت ہی کم یاد کرتے ہیں اس بیچ میں (یعنی کفر و ایمان میں) متردد ہیں نہ اِنکی طرف ہیں نہ اُنکی طرف اور جس کو خدا گمراہ کرے سو تم

يُضْلِلِ اللَّهُ فَلَن تَجِدَ لَهُ سَبِيلًا ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِن دُونِ الْمُؤْمِنِينَ ۚ

(اے نبی) اس کے لئے رستہ نہ پاؤ گے ایمان والو! ایمانداروں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بناؤ۔

أَتُرِيدُونَ أَن تَجْعَلُوا لِلَّهِ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا مُّبِينًا ۝ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَن تَجِدَ لَهُمْ

کیا تم اپنے اوپر اللہ کا صریح الزام قائم کر لینا چاہتے ہو۔ بیشک منافق آگ کے سب سے نیچے کے درجہ میں ہونگے اور تم کو ان کا کوئی بھی مددگار

نَصِيرًا ۝ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَاعْتَصَمُوا بِاللَّهِ وَأَخْلَصُوا دِينَهُمْ لِلَّهِ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ ۖ وَسَوْفَ

نہ ملیگا۔ مگر ان میں سے جنھوں نے توبہ کر لی اور وہ سنور گئے اور اللہ کو مضبوط پکڑ لیا اور وہ اللہ کے خاص فرمانبردار بھی ہو گئے سو وہ تو ایمانداروں کیساتھ ہیں

يُؤْتِ اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ أَجْرًا عَظِيمًا ۝ مَّا يَفْعَلُ اللَّهُ بِعَذَابِكُمْ إِن شَكَرْتُمْ وَآمَنتُمْ ۚ وَكَانَ اللَّهُ شَاكِرًا عَلِيمًا ۝

اور عنقریب اللہ ایمانداروں کو اجر عظیم دیگا اگر تم شکر گذاری کرو اور ایمان لاؤ تو خدا تم کو عذاب دیکر کیا کریگا اور اللہ قدر دان خبردار ہے

کردیں گے اور آئندہ وعدہ فرماتا ہے کہ کافروں کو مسلمانوں پر خدا کبھی سبیل یعنی غلبہ کی حجت اور فتح میں کوئی رستہ نہ دکھائے گا بشرطیکہ مسلمان اسلام پر قائم رہیں۔

ترکیب وہو خادعہم جملہ حال ہے اللہ سے کسالیٰ حال ہے فاعل قاموا سے اسیطرح یراءون الناس بھی حال ہے مذبذبین منصوب علی الذم ہے اور ممکن ہے کہ فاعل یذکرون سے حال ہو ہمزہ استفہام انکاری تریدون کا ضمیر انتم فاعل ان تجعلوا سلطانا مبینا مفعول اول جعل اللہ ثابت کے متعلق ہو کر مفعول ثانی او بالعکس یہ جملہ مفعول ہے تریدون کا من النار حال ہے الدرک سے فی الفعل ما دو وجہ ہیں اول یہ کہ یہ استفہام کیلئے ہو اور یفعل کا مفعول واقع ہو کر محل نصب میں ہو بعذابکم متعلق ہے یفعل سے دوم یہ کہ ما نافیہ ہو المعنی لا یعذبکم

تفسیر یہ آیات بھی پہلی آیت کا تتمہ ہیں ان میں منافقین کے اوصاف باقی ماندہ بتلاتا ہے کہ انسان کو ان اوصاف سے اجتناب کرنیکا خیال رہے اور یہ جانے کہ منافق کسی کی ذات نہیں جس میں یہ صفت ہیں وہی منافق ہے (۱) ان المنافقین یخادعون الخ کہ وہ لوگ ایمان اور ظاہری طاعات کو خلوص اور امید ثواب کیلئے نہیں بلکہ مسلمانوں میں شریک ہونیکیلئے اور دنیا کیلئے کرتے ہیں جس کو یہ سمجھتے ہیں کہ ہم اللہ کو فریب دے رہے ہیں گو ان کا یہ خیال تھو مگر اس قسم کی کارروائی اس علام الغیوب کے روبرو اسی بات کو ظاہر کرتی ہے اور اس کا وبال چونکہ خدا کیطرف سے انپر دنیا و آخرت میں پڑنیوالا تھا اس لئے وہو خادعہم فرمایا یعنی یخادعون خادعہم بطور استعارہ کے بولے گئے ہیں (۲) واذا قاموا الخ کسالیٰ بضم الکاف و فتحہا جمع کسلان بمعنی سست جیساکہ سکران کی جمع سکاریٰ آتی ہے چونکہ منافقوں کو نماز سے نہ آخرت میں امید ثواب تھی نہ ترک سے خوف عتاب بلکہ ظاہرداری تھی سو ایسے کام میں قطعاً سستی اور کاہلی ہوا کرتی ہے اسلئے اسکو سستی سے ادا کرتے تھے نماز میں سستی کئی طور سے ہوتی ہے وقت پر جماعت سے نہ پڑھنا مکروہ اوقات میں بلا رعایت شروط پڑھنا اور رکوع و سجود و قیام و قرأت میں خشوع و خضوع ملحوظ نہ رہنا یعنی جلدی جلدی ٹھونگیں مارنا ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اسی طرح سے نماز پڑھی تھی۔ آنحضرت نے فرمایا پھر کر پڑھ۔

[1] وہ اپنے زعم میں خدا کو بعض کہتے ہیں لفظ رسول محذوف ہے یعنی رسول خدا کو فریب دے رہے ہیں یا بطور استعارہ کے اُن کے حرکات کو فریب سے تعبیر کیا اور خدا جو انکو اس بدفعلی کی سزا دے رہا ہے یا قیامت میں دے گا۔ اس کو بطور استعارہ کے یا بطور مشاکلت کے خادعہم سے تعبیر کیا الفاظ کے لفظی معنی پر اعتراض کرنا بے عقلی ہے ۱۲

تونے نہیں پڑھی اسی طرح کئی بار اُس نے پڑھی اور آپ نے فرمایا آخر آپ نے سمجھایا کہ اس طرح پڑھ اہل حقیقت کے نزدیک نماز میں اگر سراسر حضور قلب اور محویت نہو تو نماز نہیں (۳۳) یراؤن الناس کہ وہ یہ نماز اور یہ سب باتیں ریاکاری یعنی لوگوں کے دکھانیکو کرتے ہیں اور خدا کو کم یاد کرتے ہیں کم یاد کرنیسے یہ مراد کہ نماز میں صرف تکبیرات کو پڑھتے ہیں اور نہ چپ چاپ کھڑے رہتے ہیں یا نماز ہی کم پڑھتے ہیں جب لوگوں کیساتھ ہوئے تو پڑھ لی اور گھر میں ندارد۔ اور یہ بھی معنی ہیں کہ نماز کے باہر رات دن بجز دنیاوی باتوں کے مُنہ سے ذکر الٰہی نہیں نکلتا۔ اب بھی سیکڑوں لوگ نام کے مسلمان ہیں۔ اگر آپ چند روز بھی اُن کے پاس رہیں تو بجز دنیا کے بکھیڑوں کے اللہ کا ذکر نہ سنئے گا۔ (۴۴) مذبذبین بین ذلک یعنی وہ حیرت اور شک میں ہیں جب اسلام کی روشنی دکھائی دیجاتی ہے تو اسلام کو حق جانکر اُس کی طرف مائل ہو جاتے ہیں اور جب کبھی ظاہر مصیبت اور فقر و فاقہ کی گھٹا اور اندھیری آجاتی ہے تو اُس کے فوائد پر نظر نہیں کرتے اسکے اندیشوں کی گرج اور کڑک سے انکار کی اُنگلی گوش قبول و یقین میں رکھتے ہیں بلاشک جبتک انسان کو نور یقین حاصل نہ ہو وہ آندھی میں پر کی طرح ادھر اُدھر اُڑتا پھرتا اور ڈانواں ڈول رہتا ہے یہ سخت بلا ہے واہ رے یقین تیرے کیا کہنے ہیں ۔ع۔ بدرد یقین پردہ ہائے خیال۔ نماند سراپردہ الا جلال۔ بلاشک جو تردد کے بیابان میں پڑا گویا ایسا ہی گمراہ ہوا کہ اس کا کوئی ہادی نہیں ومن یضلل اللہ فلن تجد لہ سبیلا سے یہی مراد ہے۔ خدا اُس وادی پُر خار سے بچاوے جبکہ خدا منافقوں کے اوصاف بیان فرما چکا تو اُس کے بعد مسلمانوں کو اُن کی عادت سے صراحۃً منع فرماتا ہے یا ایہا الذین آمنوا کہ تم کفار کو دوست نہ بناؤ اور نہ اُن منافقوں کو منہ لگاؤ کیونکہ یہ اللہ سے محبت نہیں رکھتے اُنکی صحبت تم کو غفلت اور دنیا کی خواہش کی طرف کھینچے گی اور ایک دل دو طرف نہیں رہتا خدا سے تم غافل ہو جاؤ گے اور جب یہ ہوگا تو تم پر محبت الٰہی میں الزام قائم ہوگا۔ اتریدون ان تجعلوا للہ علیکم سلطانا مبینا سے اسی طرف اشارہ ہے اسکے بعد منافقوں کا انجام بتلاتا ہے ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار درک بسکون الراء اور بعض کے نزدیک بفتح الراء بھی ہے۔ زجاج اس کو فصیح کہتے ہیں ابو حاتم کہتے ہیں درک کی جمع ادراک جیسا کہ جمل اور اجمال اور درک بھی جمع ہے جیسا کہ فلس کی افلس اور کلب کی اکلب درک کے معنی قعر اور نہایت کے ہیں جیسا کہ دریا کی تہ۔ اور وجہ اسکی کہ منافق جہنم کی سب سے نیچے کی تہ میں ہوں گے یعنے سخت عذاب میں مبتلا ہوں گے یہ ہے کفار چونکہ ظاہر و باطن منکر اور مخالف ہیں اُن سے اس قدر اسلام کو مضرت نہیں جس قدر کہ اُنسے ہے دیکھئے بہت سے ایسے خبیثوں سے جو درپردہ کافر و بے دین اور ظاہر میں مسلمان ہیں کس قدر اسلام کو مضرت پہنچی ہے ہزاروں بدعتیں انہیں کی ایجاد ہیں تاویلات رکیکہ کرکے یہی قرآن کو الٹ پلٹ کرتے ہیں تمام قرآن مجید میں یہ بات مرعی رکھی گئی ہے کہ ترہیب کے بعد ترغیب اور وعدہ کے بعد وعید اسلئے اپنی رحمت کاملہ سے اسکے بعد اُن کیلئے توبہ کی ترغیب اس پر معافی کا وعدہ دیتا ہے الا الذین تابوا مگر چار باتیں شرط ہیں اول تابوا کہ صدق دل سے توبہ کریں۔ دوم واصلحوا کہ نیک روش اختیار کریں جو کچھ علم و عمل میں فساد ہے اسکی اصلاح کریں سوم واعتصموا باللہ کہ اللہ کو مضبوط

لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا عَلِيْمًا ۝ اِنْ

خدا کو بری بات کا ظاہر کرنا پسند نہیں آتا مگر جن پر ظلم کیا گیا ہو۔ اور اللہ (خود) خوب سنتا جانتا ہے۔ اگر تم

تُبْدُوْا خَيْرًا اَوْ تُخْفُوْهُ اَوْ تَعْفُوْا عَنْ سُوْٓءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيْرًا ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ

نیکی کو ظاہر کرو یا اس کو چھپاؤ یا کوئی برائی معاف کرو تو اللہ بھی معاف کرنیوالا اور قدر دان ہے۔ بیشک جو لوگ اللہ اور اس کے

وَرُسُلِهٖ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ ۙ وَّيُرِيْدُوْنَ اَنْ

رسول کا انکار کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں میں تفرقہ کریں اور (یہ) کہتے ہیں کہ ہم بعض پر ایمان رکھتے ہیں اور بعض کا انکار کرتے

يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ۝ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا ۚ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۝ وَالَّذِيْنَ

کہ اس کے درمیان ایک اور راستہ نکالیں (سو) ایسے لوگ یقیناً کافر ہیں۔ اور کافروں کیلئے ہم نے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے اور جو لوگ

اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝

اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے اور انہوں نے ان میں سے کسی میں بھی تفرقہ نہ کیا (سو) انکو عنقریب اللہ تعالیٰ انکا اجر دیگا اور اللہ غفور رحیم ہے

کریں یعنے اُس کے دشمنوں اور دین کے مخالفوں کو چھوڑ کر اس کی ذات پر تکیہ کریں۔ چہارم واخلصوا دینہم کہ خلوص اور صدق نیت پیدا کریں۔ کیونکہ تمام چیزوں کا مدار اسی پر ہے اُن چار اوصاف ذمیمہ کے مقابلہ یہ چار اوصاف حمیدہ بیان فرمائے پھر اس کے بعد ان کو ابرار کی جماعت میں داخل کرتا ہے فاولئک مع المؤمنین اس کے بعد یہ بھی ظاہر فرماتا ہے کہ بندہ کو جو کچھ عذاب ہوگا اس کے اعمال بد کی وجہ سے ورنہ ہم نے اپنی مخلوق کو اس لئے نہیں پیدا کیا کہ ہم خواہ مخواہ اُن کو عذاب کریں یا ہم کو اُن سے دلی نفرت ہے بلکہ اگر تم ایمان لاؤ اور شکر کرو تو ہم تمہیں عذاب کرکے کیا کریں گے؟ اور جو کوئی کچھ بھی نیکی کرتا ہے تو ہم قدردانی کرتے ہیں۔

ترکیب بالسوء بالجہر سے متعلق ہے اے لا یحب ان یجہر بالسوء من القول بیان ہے السوء کا الا من استثناء منقطع ہے موضع نصب میں بعض کہتے ہیں متصل ہے اے لا یحب ان یجہر بالسوء احد الا من ظلم فلا باس علیہ ان یخبر عن ظلم ظالمہ و یدعو علیہ عند الحکام حقا مفعول مطلق اے حق ذلک حقا اور ممکن ہے کہ حال ہو اے اولئک ہم الکافرون غیر شک۔

تفسیر منافقوں اور گنہگاروں کو توبہ و استغفار کرنے اور خدا کی طرف رجوع کرنیکا اس خوبی اور عمدہ پیرایہ سے بیان ہوا تھا کہ جس سے طبائع سلیمہ پر عمدہ اثر پڑتا ہے مگر بعض لوگ انکے ایمان لانے اور خدا کی طرف رجوع کرنے کے بعد بھی اُن کے عیوب گزشتہ بیان کرکے طعن و طنز کیا کرتے تھے اسلئے ان طعن و تشنیع کرنیوالوں کی زبان بند کی جاتی ہے کہ لا یحب اللہ الجہر الخ کہ خدا کو برائی کا افشاء کرنا اور کسی کے عیوب ظاہر کرنا پسند نہیں مگر مظلوم کو اجازت ہے کہ وہ اُس کے ظلم و ستم بیان کرے کیونکہ بغیر بیان کرنے کے چارہ بھی نہیں مگر دراصل اب بھی ان میں کوئی بات بدی باقی ہے تو خدا خود سمیع و علیم ہے اور کو مناسب نہیں کہ اس کی عیب جوئی کرے اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ خود بھی اپنے گزشتہ عیوب

ا؎ تم بھی ہر حال میں بھلائی اور نیکو کاری کیا کرو ۱۲ منہ ٢؎ یعنے کفر و ایمان ۱۲ منہ

يَسْـَٔلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰۤى اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ

(اے نبی) اہل کتاب آپ سے سوال کرتے ہیں کہ آپ اُن پر آسمان سے کوئی کتاب اتار لاویں سو وہ تو اس سے (بھی) بڑھ کر موسیٰ سے سوال کر چکے ہیں

فَقَالُوْۤا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِنْۢ

(جبکہ انہوں نے یہ) کہا تھا کہ ہم کو کھلم کھلا خدا دکھا دے پھر تو اُن پر اُن کے ظلم کی وجہ سے بجلی آ گری پھر کھلی نشانیاں آنے کے بعد بھی انہوں نے بچھڑا

بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ فَعَفَوْنَا عَنْ ذٰلِكَ وَاٰتَيْنَا مُوْسٰى سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا

بنا لیا۔ پھر ہم نے یہ بھی معاف کر دیا۔ اور موسیٰ کو کھلا ہوا غلبہ دیا۔

لوگوں پر ظاہر نہ کرے اور نہ توبہ اس بات کی مقتضی ہے کہ کسی کے سامنے اپنا کچا چٹھا کھولے (جیسا کہ رومن کیتھلک عیسائیوں میں دستور ہے کہ پادری کے سامنے گذشتہ عیوب کا بوقت توبہ اقرار و اظہار کرایا جاتا ہے) کیونکہ خدا خود جانتا ہے وہ ستار ہے اب توبہ کے بعد یہ بات ضرور باقی رہتی ہے کہ اس پر کسی کے حقوق تھے یا اس نے لوگوں پر ظلم کئے تھے انکے انتقام و مطالبہ کی بات فیصلہ فرماتا ہے ان تبدوا خیرا کہ اگر تم کوئی نیکی ظاہر کر کے کرو بشرطیکہ ریاکاری مقصود نہ ہو تو اس کے اظہار میں کوئی مضائقہ نہیں تاکہ دوسروں کو بھی رغبت ہو یا تم ان توبہ کرنے والوں کی برائیاں معاف کر دو تو بہتر ہے کس لئے کہ خدا بھی غفور ہے اور اس کے انتقام لینے پر بھی قادر ہے پھر جب تم کسی کو معاف نہیں کرتے تو آخر تم بھی خدا کے گناہوں سے پاک نہیں قدیر کا لفظ کس لطف کے ساتھ معافی کی رغبت دلاتا ہے جس میں تہدید کی شان بھی ہے اس کے بعد پھر اُن ڈھیٹھ اور آپ کے سیاہ کاروں کی طرف روئے سخن کیا جاتا ہے کہ اپنی برائی پر اڑے ہوئے ہیں ان الذین یکفرون باللہ الخ کہ جو لوگ اللہ اور اُس کے رسول کا انکار کر رہے ہیں اور خدا اور اُس کے رسولوں میں تفرقہ پیدا کر رہے ہیں اور وہ تفرقہ یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم بعض رسولوں کو تو مانیں گے یعنی انبیاء بنی اسرائیل کو کیونکہ وہ ہمارے ہیں بعض کو نہیں جو ان کے غیر ہیں خصوصاً نبی عربی کو کس لئے کہ یہ گنوار عربوں کے نبی ہیں ہم کو انکی حاجت نہیں اور یہود تو حضرت مسیح کو بھی نہیں مانتے اور ایک اور میانہ راستہ جداگانہ پیدا کرنا چاہتے ہیں سو وہ مومن اور نیکوکار نہیں بلکہ اولئک ھم الکافرون حقا وہ یقینی کافر ہیں جن کے لئے ہم نے جہنم کا عذاب تیار کر رکھا ہے اس میں یہود و نصاریٰ کا رد ہے جنکو منافقین مدینہ اپنا مرشد اور انکو انبیاء کے سلسلہ کا کلید بردار سمجھکر ان باتوں کو بہت کچھ مانتے تھے اُن کے مقابلہ میں حقیقی مومنوں کی مدح اور اُن کا نیک نتیجہ بتلایا جاتا ہے کہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے اور برابر سب کو برحق مانتے ہیں تفرقہ نہیں کرتے ہیں وہ صرف حقیقی مومن ہی نہیں بلکہ اُن کو ہم بہت جلد اُن کے ایمان اور نیکوکاریوں کا نیک بدلہ دیں گے اور انکی لغزشوں کو بھی مٹا ڈالیں گے کیونکہ ہم غفور رحیم بھی ہیں جن کا یہ خیال ہے کہ خدا جرم کی سزا دینے پر مجبور ہے جیسا کہ آریہ اور عیسائیوں کا کفارہ مسیح کے معاملہ میں اعتقاد ہے تو انہوں نے خدا کو اس صفت سے معرا کر دیا جو ایک بڑا ہی نقص ہے۔

ترکیب یسئلک کا فاعل اہل کتاب کے مفعول ان تنزل جملہ بتاویل مصدر مفعول ثانی اکبر صفت ہے مفعول محذوف کی ای سئلوا شیا اکبر۔

تفسیر گذشتہ آیات میں اہل کتاب کے افعال ناشائستہ کی مذمت تھی کہ وہ رسولوں میں تفرقہ کرتے ہیں بعض پر

ایمان اور بعض سے انکار کرتے ہیں اُس پر اپنے آپ کو مقدس ایماندار بھی سمجھتے تھے ان آیات میں ایک دوسری جہالت بیان کی جاتی ہے وہ یہ کہ یہود مدینہ معجزات و آیات بینات دیکھ کر بھی ایمان نہ لاتے تھے اور عناد سے یہ کہتے تھے کہ آپ نبی برحق ہیں تو ایک بار آسمان سے کوئی کتاب اتروا دیجئے جسطرح کہ یکبارگی موسیٰ پہاڑ سے الواح یعنے تختیاں خدا کے ہاں سے لکھوا کر لائے تھے غالباً اس سوال کی یہ وجہ معلوم ہوتی ہے (بقول شخصے خوئے بد را بہانہ بسیار) کہ قرآن مجید ان مصالح اور اسرار کی وجہ سے کہ جن کا ہم نے متعدد مقام پر ذکر کیا ہے حسب حاجت تھوڑا تھوڑا نازل ہوتا تھا اور اس کی یہی یہ صورت تھی کہ جبرئیلؑ آنحضرت علیہ السلام کے قلب پر القار کرتے تھے سوائے آنحضرت کے اور کسی کو نظر نہ آتے تھے پھر آپ ان آیات کو لوگوں کو سناتے اور کاتبوں سے لکھوا دیتے تھے اور حضرت موسیٰؑ کی نسبت یہ سُن رکھا تھا کہ وہ پہاڑ سے لکھوا کر تختیاں لائے تھے جن کو سب بنی اسرائیل نے آنکھ سے دیکھا جس لئے آنحضرت سے یہ سوال کیا کہ آسمان سے لکھی لکھائی کوئی کتاب کیوں نہیں نازل ہوئی چونکہ یہ سوال صرف سرکشی کی وجہ سے تھا اور عادت اللہ یونہی جاری ہے کہ ایسے سوالوں پر اُنکی خواہش پوری نہیں کی جاتی اسلئے یہ جواب دیا گیا کہ اُنکی عادت میں یہ سرکشی ہمیشہ سے چلی آتی ہے کیونکہ اس سے پیشتر انہوں نے یعنے اُن کے بزرگوں نے خود موسیٰؑ سے اس سے بھی بڑھ کر دعویٰ کیا تھا کہ ہم کو کھلم کھلا خدا دکھلا دو جب ایمان لائینگے حالانکہ خدا کو کھلم کھلا ان آنکھوں سے دیکھنا کسی بشر کی بھی قدرت نہیں لیکن یہ سوال بھی محض سرکشی سے تھا اس لئے غضب الٰہی نازل ہوا بجلی گر پڑی اور یہ ماجرا کوہ طور پر واقع ہوا تھا۔ اس کی تشریح سورہ بقرہ کی تفسیر میں دیکھو فرماتا ہے کہ جبلی کج طبعوں کو کوئی معجزہ فائدہ نہیں دیتا ازلی گمراہ معجزات دیکھکر بھی ویسے ہی گمراہ اور بدکار رہتے ہیں دیکھو ثم اتخذوا العجل من بعد ما جاءتہم البینات باوجودیکہ انہوں نے موسیٰ کے بہت سے معجزات میں اور مصر سے نکل کر سفر میں دیکھے تختیاں بھی دیکھیں پھر بھی اسکے بعد سب سے بڑھکر گمراہی اختیار کی یعنی بچھڑا بنا کر پوجا۔ مگر ہم نے بھی ان کو معاف کر دیا اور موسیٰؑ کو سلطان مبین عطا کی تھی وہی ان کی نبوت و رسالت کی مسکت دلیل تھی اگرچہ سلطان مبین کی تفسیر میں علماء کے متعدد اقوال ہیں کوئی معجزات کہتا ہے کوئی حکومت و غلبہ بتاتا ہے لیکن دراصل سلطان مبین نبی کی ایک خاص شان ہوتی ہے جس کا اثر لوگوں پر پڑتا ہے جسلئے مخلوق ان کے حکم میں آجاتی ہے یہ بات حضرت موسیٰ کو خدا نے دی تھی اس میں اشارہ ہے کہ یہی سلطان مبین خاتم المرسلین کو دی گئی جس سے عرب جیسے وحشی متکبر سفاک خود بخود آپکی طرف کھینچے چلے آتے ہیں ورنہ اُن کے پاس کونسا لشکر و خزانہ تھا پھر اس سے بڑھ کر اور کیا معجزہ ہو سکتا ہے جسکو وہ دن کے اندھے نہیں دیکھتے اور لکھی لکھائی کتاب آسمان سے اُتری چاہتے ہیں اگر ایسا ہوتا تو اسمیں بھی نکتہ چینیاں کرتے اب ایسے رسول کا انکار اور تفرقہ موجب عار نہ ہو تو کیا ہوگا۔

ف کسی نبی پر کوئی کتاب آسمان سے اسطرح نازل نہیں ہوئی جیسا کہ یہود نے سوال کیا تھا بلکہ الہام کے ذریعہ سے نازل ہوتی ہیں اور تختیاں جو موسیٰؑ کوہ طور سے لاتے تھے توراۃ نہ تھی بلکہ اُن پر دس حکم لکھے ہوئے تھے جن کو موسیٰ نے توراۃ میں لکھوا دیا تھا۔ واللہ اعلم

وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّورَ بِمِيثَاقِهِمْ وَقُلْنَا لَهُمُ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَقُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْدُوا فِي السَّبْتِ

اور ہم نے ان سے عہد مستحکم لینے کے لئے ان پر کوہ طور بلند کیا اور ہم نے ان سے یہ بھی کہا کہ شہر کے دروازہ میں سجدہ کرتے ہوئے جانا اور ہم نے ان سے یہ بھی کہہ دیا تھا کہ سبت کے دن

وَأَخَذْنَا مِنْهُمْ مِيثَاقًا غَلِيظًا ۝ فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِيثَاقَهُمْ وَكُفْرِهِمْ بِآيَاتِ اللَّهِ وَقَتْلِهِمُ الْأَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ

زیادتی نہ کرو اور ہم نے ان سے سخت عہد بھی لے لیا تھا۔ پھر ان کی عہد شکنی اور آیات الٰہی کے انکار کرنے سے اور ناحق انبیاء کو قتل کرنے کی وجہ سے (ان پر قہر نازل کیا)

وَقَوْلِهِمْ قُلُوبُنَا غُلْفٌ ۚ بَلْ طَبَعَ اللَّهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُونَ إِلَّا قَلِيلًا ۝ وَبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلَىٰ مَرْيَمَ

اور اس قول سے کہ ہمارے دلوں پر غلاف ہیں (غلاف نہیں) بلکہ اللہ نے ان کے کفر کی وجہ سے ان کے دلوں پر مہر کر دی ہے اسلئے وہ کم ہی ایمان لاتے ہیں اور ان کے کفر سے اور مریم پر بہتان

بُهْتَانًا عَظِيمًا ۝ وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَٰكِنْ

باندھنے سے اور ان کے اس کہنے سے (بھی) کہ مسیح بن مریم رسول خدا کو ہم نے قتل کر ڈالا حالانکہ نہ اسکو انہوں نے قتل کیا نہ سولی دی بلکہ ان کو

شُبِّهَ لَهُمْ ۚ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِنْهُ ۚ مَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ

اشتباہ ہو گیا اور جو لوگ اس میں اختلاف کرتے ہیں وہ خود شک میں پڑے ہوئے ہیں انکو اس کا کچھ بھی یقین نہیں بلکہ صرف گمان کی پیروی کر رہے ہیں

وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا ۝ بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ۝

اور انہوں نے اسکو قطعاً قتل نہیں کیا۔ بلکہ اللہ نے اس کو اپنی طرف اٹھا لیا۔ اور اللہ زبردست حکمت والا ہے۔

ترکیب ورفعنا معطوف ہے آتینا پر الطور مفعول رفعنا کا فوقہم ظرف بمیثاقہم متعلق ہے رفعنا سے ای بسبب اخذ المیثاق علیہم فبما نقضہم ما زائدہ ہے اور با سببیہ متعلق محذوف سے ای لعنہم بسبب نقضہم اور ممکن ہے کہ حرمنا سے متعلق ہو جو تین آیات کے بعد واقع ہے اور فبظلم بدل ہے اس نقضہم سے۔ میثاقہم مفعول ہے نقضہم کا وکفرہم وقتلہم وقولہم معطوف ہیں نقضہم پر۔ بکفرہم بھی مگر یہاں اعادہ جار کر دیا گیا وقولہم اور وقولہم انا بھی اسی پر معطوف ہیں بہتانا حال ہے قولہم سے وقیل مصدر الا اتباع الظن استثناء متصل ہے یقیناً صفت ہے مصدر محذوف کی ای قتلا یقینا وقیل مصدر من غیر لفظ الفعل۔

تفسیر یہ بھی آیات سابقہ کا تتمہ ہے اس میں یہود کی جہالتیں اور اس پر جو ان کو سزائیں ہوئی ہیں ان کا ذکر فرماتا ہے (۱) جب ان سے اس بات پر عہد لیا گیا تھا کہ تم میری ساری حکموں پر چلنا اور انہوں نے پہلو تہی کی تو کوہ طور ان پر اٹھایا گیا (۲) انکو شہر ایلیا فتح ہونے کے وقت یہ حکم دیا گیا تھا کہ اس نعمت کے شکریہ میں جب شہر کے دروازوں میں سے گذرو تو جھکتے اور عاجزی کرتے ہوئے جانا تکبر نہ کرنا انہوں نے اسکے برخلاف کیا (۳) سبت کی تعظیم کا اور اس روز کاروبار نہ کرنے کا حکم ہو گیا تھا اور اسپر ان سے سخت عہد بھی لیا تھا مگر انہوں نے سبت کی تعظیم نہ کی داؤد کے عہد میں اسپر انکو سزا ملی ان واقعات کی تفصیل سورہ بقر کی تفسیر میں ہو چکی ہے اسکے بعد وہ جو ان پر وقتاً فوقتاً مصیبتیں نازل ہوئیں جیسا کہ فلسطینیوں کا ان پر غالب آنا تابوت سکینہ کا چھن جانا کچھ لوگوں کی صورتیں مسخ ہو کر بندر کی شکل بن جانا جیسا کہ حضرت داود علیہ السلام کے عہد میں واقع ہوا اور بخت نصر اور دیگر بادشاہوں کے ہاتھ سے قوم اور ملک اور یروشلم کا برباد ہونا سلطنت اور اقبال کا جاتا غیر قوموں کے ہاتھ میں قیدی اور غلام بننا وغیرہ حوادث جنکی تفصیل تاریخ بنی اسرائیل میں ہے ان کا سبب بیان فرماتا اور ان نالائق حرکتوں کو بتا کر اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ یہ خاندانی شریر ہیں اگر نبی تم سے سرکشی کرنا کچھ نئی بات نہیں منجملہ ان نالائق حرکات کے (۱) فبما نقضہم میثاقہم ہے یہ سب سے اول گناہ عظیم ان سے سرزد ہوا کہ انہوں نے اپنے اس عہد کو جو

علیہ السلام کے روبرو کیا تھا توڑ ڈالا۔ عہد احکام شرع کے بجالانے کا اور توحید پر قائم رہنے کا تھا اور یہ عہد انہوں نے موسیٰ کے عہد میں بھی توڑا جو بچھڑا پوجا اور ان کے بعد ملک شام میں آکر غیروں کی صحبت سے بھی جبکہ وہ بت پرستی اور زنا کرنے لگے اور توریت کو پس پشت ڈال دیا تھا ان واقعات کی تشریح کتاب تاریخ اور کتاب سموئیل میں موجود ہے (۲) کفرہم بآیات اللہ آیات اللہ سے مراد یا توریت کی آیات ہیں یا انبیاء علیہم السلام کے معجزات یا قضاء و قدر کی وہ نشانیاں جو ہمیشہ اُس کی توحید پر دلالت کرتے ہیں جیسا کہ آسمان اور چاند اور سورج رات دن کا بدلنا پھر زمین کی چیزیں کہ کس ڈھنگ سے پیدا ہوتی اور نشو و نما پاتی اور پھر فنا ہو جاتی ہیں جن میں غور و فکر کرنے سے انسان کو اپنی سعادت کا رستہ ملتا ہے سو بنی اسرائیل نے اپنے اسی بت پرستی اور بدکاری کے زمانہ میں ان تینوں معنی کی آیت سے انکار اور کفر کیا یہ بھی ان کتابوں سے بخوبی ثابت ہے (۳) وقتلہم الانبیاء بغیر حق بنی اسرائیل میں جب بت پرستی اور بدکاری کا رواج پایا اور سیکڑوں برس یہی حالت رہی کہ کبھی کسی نبی اور نیک بادشاہ کی نصیحت اور کوشش سے درستی پر آ گئے پھر چند روز بعد انبیاء کو ناحق قتل کر کے پھر ویسے ہی سرکش ہو گئے سلیمانؑ کے بعد جب سلطنت بنی اسرائیل کے دو ٹکڑے ہو گئے اور ان میں سے ایک سلطنت جس کو اسرائیل کی سلطنت کہا جاتا تھا اس کے اکثر بادشاہ سخت بے ایمان اور بت پرست بدکار گذرے ہیں انہیں ایام میں بہت انبیاء ان کے ہاتھ سے ناحق قتل ہوئے ہیں اور اخیر میں حضرت زکریا اور یحییٰ کو ناحق قتل کیا اور حضرت مسیح کو بھی اپنے زعم میں دار پر کھینچا (۴) وقولہم قلوبنا غلف قفال کہتے ہیں غلف اصل میں بہ تحریک لام جمع غلاف ہے تخفیف کے لئے ساکن کر دیا جیسا کہ کتبٌ رسلٌ بسکون تا و سین اس تقدیر پر یہ بھی معنی ہوں گے کہ یہودی اپنے دلوں کو علم کا غلاف یا جزدان کہتے تھے جس کا مطلب یہ تھا کہ ہم کو بہت کچھ علم حاصل ہے اب ہم کو کسی کے وعظ کی کچھ ضرورت نہیں چنانچہ حضرت مسیح علیہ السلام اور یحییٰ علیہ السلام اس بدبخت قوم کو خواب غفلت سے بیدار کرنا چاہتے تھے لیکن جب بھی اُنکے امام و کاہن لوگوں کو ان کے وعظ سننے سے منع کیا کرتے تھے اور ممکن ہے کہ غلف کی جمع ہو جسکے معنی غلاف میں لپٹا ہوا کیونکہ خصوصاً مدینہ کے یہود یہ بھی کہتے تھے کہ ہمارے دلوں پر غلاف پڑے ہوئے ہیں ہم لئے محمد آپ کی اس نصیحت کو ہرگز دل میں جگہ نہ دیں گے اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بل طبع اللہ علیہا بکفرہم فلا یؤمنون الا قلیلا کہ ان کے دل پر یہ غلاف ولاف کچھ نہیں صرف اُن کے کفر کی وجہ سے اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے جس کی وجہ سے ان میں ایمان نہیں جا سکتا مگر وہ قدر قلیل کہ جس کو وہ اپنے ادعا کے موجب ایمان کہتے ہیں یا یہ قلت باعتبار قلت افراد اہل ایمان کے ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ان میں چونکہ کمتر لوگ ایمان لاتے ہیں اسلئے اس قوم میں کم ایمان پایا جاتا ہے اور یہ کمی اسی شامت سے ہے (۵) وبکفرہم وقولہم علی مریم بہتانا یہ نالائق فعل اُن سے حضرت مسیح علیہ السلام کی ولادت کیوقت صادر ہوا تھا وہ یہ کہ حضرت مسیح علیہ السلام چونکہ بغیر باپ کے صرف اس کی قدرت کاملہ سے پیدا ہوئے تھے وہ اسکے منکر ہو گئے وبکفرہم سے اسیطرف اشارہ ہے سو انہوں نے اس قدرت کاملہ کا انکار کیا اور حضرت مریم پاکدامن پر زنا کی تہمت لگائی کہ اُس نے یہ حرامی بچہ جنا ہے اور اخیر تک اسی اثر یہود حضرت مسیح علیہ السلام کو بنظر حقارت دیکھتے رہے بعض یہود کا یہ بھی گمان تھا

کہ حضرت مسیح علیہ السلام یوسف نجار کے نطفہ سے پیدا ہوئے ہیں جن کی تقلید سے آجکل نیچری بھی یہی کہتے ہیں اور قرآن مجید کی بیجا تاویلیں کرتے ہیں مگر انجیل کی کیا تاویل کرینگے کہ جہاں روح القدس حاملہ پائی جانیکی تصریح ہے گرچہ کسی پاکدامن عورت کو زنا کی طرف منسوب کرنا بہتان ہے مگر انہوں نے اس زنا کو ایک بڑے پاکدامن شخص یعنی زکریا علیہ السلام کی طرف منسوب کیا جیساکہ عموماً یہود کا گمان بد تھا بہتان عظیم ہے اسلئے بہتان کے بعد لفظ عظیم آیا (۶)

وقولهم انا قتلنا المسيح عيسى ابن مريم رسول الله یہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو رسول اللہ نہ جانتے تھے مگر رسول اللہ کہنا یا بطور تمسخر کے تھا جیساکہ مکہ کے کفار آنحضرت علیہ السلام کو تمسخر سے کہتے تھے یا ایها الذی نزل علیه الذکر انک لمجنون اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ حضرت مسیح علیہ السلام کو اور انکی والدہ ماجدہ کو بُرے الفاظ سے تعبیر کیا کرتے تھے ساحر بن الساحرہ فاعل بن الفاعلۃ کہتے تھے اسکے مقابلہ میں خدا نے رسول اللہ کا وصف ذکر کیا یہ بھی ان کا سخت گناہ اور انکی نسل در نسل بربادی اور خرابی کا باعث تھا۔ وہ بڑے تفاخر سے کہا کرتے تھے کہ ہم نے عیسیٰ مسیح کو قتل کر دیا اس کا رد خدا تعالیٰ اس جملہ میں کرتا ہے وما قتلوه وما صلبوه ولكن شبه لهم کہ انہوں نے انکو نہ قتل کیا نہ سولی دی بلکہ اشتباہ واقع ہوا پھر اس اشتباہ کی اس آیت میں خود توضیح فرماتا ہے وان الذين اختلفوا فيه لفي شك منه ما لهم به من علم الا اتباع الظن کہ جو اس بارہ میں اختلاف کر رہے ہیں خود ان کو یقین نہیں بلکہ ظنی باتیں کرتے ہیں ان الذین اختلفوا سے مراد عیسائی ہیں ان کے متقدمین میں اکثر تین فریق تھے نسطوریہ ملکانیہ یعقوبیہ اول فریق کا گمان یہ تھا کہ مسیح کو صلیب جسم کے طور پر ہوئی ہے نہ روح کے طور پر اور یہ بات قرین قیاس بھی ہو سکتی ہے کس لئے کہ جسقدر مار پیٹ قتل وضرب کی تکلیفات ہیں صرف جسم عنصری پر واقع ہوتی ہیں روح کو نہ کوئی قتل کر سکتا ہے نہ مار سکتا ہے نہ دار پر کھینچ سکتا ہے اسکندریہ کے اسقف آریوس کا بھی اس کے قریب قریب عقیدہ تھا جسکی وجہ سے عیسائیوں میں بڑا اختلاف پڑا اور قسطنطین شاہ روم کو مجلس قائم کرانی پڑی جیساکہ انگریزی میں اردو عربی تواریخ کلیسیہ خصوصاً الدرۃ النفیسہ فی تاریخ کلیسیہ مطبوعہ بیروت سے واضح ہوتا ہے اور آریوس الوہیت مسیح کا بھی منکر تھا دوسرا فرقہ صرف روح سے صلیب پانا بیان کرتا ہے تیسرا فرقہ جسم اور روح دونوں سے صلیب پانا بیان کرتا ہے بلکہ بعض فرقے یہ بھی کہتے ہیں کہ مسیح کو صلیب نہیں ہوئی بلکہ کسی دوسرے شخص کو یہودی جھوٹی شیخی مارتے ہیں بعض علماء کہتے ہیں کہ خود یہود کو اختلاف تھا کیونکہ جب انہوں نے مسیح کو مکان میں بند کیا تو انکو خدا نے چھت پھاڑ کر آسمان پر اٹھا لیا اور انکی شکل میں ایک یہودی کو کر دیا وہ دار پر کھینچا گیا چونکہ اسکے افشا کرنے میں حضرت مسیح کے کمالات کا اظہار تھا اسلئے یہود نے کہدیا کہ ہم نے خود مسیح کو قتل کیا یہ سدی کا قول ہے اسکی تصدیق بھی اناجیل کے بعض فقروں سے ہوتی ہے جیساکہ اوپر گزرا اور خود قرآن کی آیت یہ کہہ رہی ہے وما قتلوه يقينا بل رفعه الله اليه وكان الله عزيزا حكيما آجکل عیسائی حضرت مسیح کی مصلوب ہونیکو اپنی کتابوں اور مورخوں کے اقوال سے زور دیکر ثابت کیا کرتے ہیں اور اسپر یہود کی گواہی بھی لاتے ہیں لیکن اس کا جواب پہلے ہو چکا اور اگر ہم انکے قول کو تسلیم بھی کر لیں تو قرآن کی آیت ما قتلوه وما صلبوه اور بل رفعه الله اليه کے معنے عیسائیوں کے اول گروہ کے مطابق بھی ہو سکتے ہیں کہ دراصل جو عیسیٰ یعنی روح منور تھی نہ اسکو انہوں نے قتل کیا نہ سولی دی بلکہ وہ روح خدا پاس پہنچی مگر جمہور اہل اسلام اسکے قائل نہیں واللہ اعلم۔

وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ۟

اور اس کی موت سے پہلے ہر اہل کتاب اس پر ایمان لائے گا۔ اور وہ قیامت کے دن ان پر گواہی دے گا۔

ترکیب ان معنی ما من اہل الکتاب خبر ہے مبتدا محذوف کی جو احد ہے تقدیرہ ما من اہل الکتاب احد الا لیؤمنن استثناء متصل ہے۔

تفسیر پہلی آیتوں میں یہود کے فضائح اور قبائح ذکر ہوئے تھے اور اس کی بھی تشریح تھی کہ انہوں نے مسیح علیہ السلام کے ساتھ جو کچھ ذلت و خواری دینے کا ارادہ کیا تھا وہ اس میں ناکام رہے خدا تعالے نے ان کو اس کے بالعوض عزت دی ان کو آسمان پر بلا لیا اب اس کے بعد حضرت مسیح علیہ السلام کی ایک اور بڑی عزت و شوکت کی خبر دی جاتی ہے ہر اہل کتاب ان کی موت سے پہلے ضرور ان پر ایمان لائیگا۔ جبکہ ان کی شوکت اور جلال دیکھیں گے اور پھر قیامت کو وہ انپر گواہی دیں گے قبل موتہ کی ضمیر میں علماء کے دو قول ہیں ایک شہر بن حوشب وغیرہ کا وہ کہتے ہیں کہ موتہ کی ضمیر اہل کتاب کی طرف پھرتی ہے اس تقدیر پر یہ معنے ہوئے کہ ہر اہل کتاب اپنی موت سے پہلے ضرور انپر یعنی حضرت مسیح علیہ السلام پر ایمان لائیگا اہل کتاب کا لغوی معنی کے لحاظ سے یہود اور نصاریٰ اور اہل اسلام سب پر اطلاق ہو سکتا ہے ان میں سے نصاریٰ اور اہل اسلام تو حضرت مسیح پر موت سے پہلے اپنی زندگی میں ایمان رکھتے ہیں اور یہ اے بجز وجہ بھی لیا جاوے تو ان کے بار دیگر قرب قیامت کے دنیا میں تشریف لانے پر بھی انکا ایمان ہے رہے یہود سو ان کی نسبت یوں توجیہ کرنی پڑے گی کہ جب وہ مرنے لگتے ہیں اور انکو ملائکہ موت نظر آتے ہیں تو حضرت مسیح پر ایمان لاتے ہیں ہر چند وہ ایمان کچھ فائدہ نہیں دیتا اس قول پر دو شبہ ہوتے ہیں اوّل تو اس بات کے ثبوت کیلئے کوئی ثبوت مخبر صادق سے ہونا چاہیے حالانکہ اس کا ثبوت نہیں اور جو احادیث پیش کی جاتی ہیں وہ مخدوش ہیں دوسرا شبہ یہ ہے کہ ایسے وقت تو عالم غیب کا پردہ اٹھ جاتا ہے ہر منکر غیب کی باتوں کی تصدیق خواہ مخواہ کرتا ہے اسمیں حضرت مسیح کی کیا خصوصیت اور کیا فوقیت ثابت ہوئی دوسرا قول یہ ہے کہ ضمیر موتہ کی حضرت مسیح علیہ السلام کی طرف پھرتی ہے جبکہ یہ معنی ہوئے کہ حضرت مسیح کی موت سے پہلے انپر ہر اہل کتاب ایمان لاویگا اور اس میں اشارہ ہے کہ یہود جو سمجھتے ہیں کہ ہم نے انکو مار ڈالا وہ جھوٹے مسیح تھے سو یہ ان کا قول غلط ہے وہ ہمارے پاس زندہ ہیں اور نیز انکے مرنے سے پہلے جبکہ وہ آسمان سے اتریں گے یہ منکر ایمان لائینگے اور یہ حق ہے کہ حضرت مسیح جب قیامت کے قریب نازل ہوں گے اور امام مہدی بھی ہونگے سو اس وقت سوا دین حق کے اور کوئی دین دنیا پر غالب نہ ہوگا سو اس وقت یہود بھی اس جلال و شوکت کو دیکھکر ایمان لے آئیں گے اور یہ معنی اس حدیث سے ثابت ہیں کہ جس کو بخاری و مسلم نے ابوہریرہ سے نقل کیا ہے کہ قیامت کے قریب عیسیٰ بن مریم نازل ہونگے صلیب توڑ ڈالیں گے خنزیر کو قتل کرینگے جزیہ موقوف کرینگے الخ پھر ابوہریرہؓ نے اسکے ثبوت میں اسی آیت کو پڑھا۔

لے یہ دلیل ہے کہ حضرت مسیح زندہ ہیں اور قرب قیامت جلال و شوکت سے تشریف لائیں گے اور اگر ان کے آنیکا انکار کیا جاوے اور موت ثابت کی جاوے تو اس تقدیر پر آیت کی تکذیب لازم آتی ہے کس لئے کہ اہل کتاب میں سے یہود اب تک بھی مسیح پر ایمان نہیں لائے چہ جائیکہ ان کی زندگی میں جو تمام ہو چکی ۱۲ منہ ۲ صلیب توڑنے اور خنزیر قتل کرنے سے یہ غرض کہ دین نصاریٰ جس میں صلیب پوجی جاتی ہے چنانچہ رومن کیتھلک بتک پوجتے ہیں اور سور کھایا جاتا ہے اسکو محو مٹا دیں گے اور دین انکو جو اسلام ہے اسکو قائم کریں گے اور جزیہ موقوف کرنے سے مراد یہ ہے کہ اس وقت دین حق ہر ایک کو قبول کرنا پڑیگا۔

فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَثِيْرًا ۙ

پھر تو ہم نے یہودیوں کے ظلم کی وجہ سے کتنی ایک پاک چیزیں جو انکو حلال تھیں انپر حرام کر دیں اور اس سے بھی کہ وہ اللہ کی راہ سے بہت کچھ روکتے تھے اور

وَّاَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَقَدْ نُهُوْا عَنْهُ وَاَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ ۭ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ مِنْهُمْ عَذَابًا

انکے سود خوری سے بھی حالانکہ اس سے انکو ممانعت کر دی گئی تھی اور اس سے بھی کہ وہ ناحق لوگوں کے مال کھاتے تھے اور انمیں جو ظالموں کیلئے تو ہم نے عذاب الیم تیار

اَلِيْمًا ۝ لٰكِنِ الرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَالْمُؤْمِنُوْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَالْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةَ

کر رکھا ہے۔ البتہ انمیں سے وہ جو علم میں ثابت قدم اور مومن ہیں اسپر بھی ایمان رکھتے ہیں جو تمپر (اے نبی) نازل ہوا اور اسپر بھی کہ جو تم سے پہلے نازل ہو چکا ہے اور (وہ) نماز بھی قائم رکھتے

وَالْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ سَنُؤْتِيْهِمْ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝

ہیں اور زکوٰۃ بھی دیا کرتے ہیں اور اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں ان لوگوں کو ہم عنقریب اجر عظیم دیں گے۔

ترکیب فبظلم باحرمنا سے متعلق ہے وبصدہم متعلق ہے حرمنا سے واخذہم اس پر معطوف اور اسیطرح اکلہم اور یہ سب مصادر فاعل کی طرف مضاف ہیں الراسخون مبتدا ہر فی العلم اس سے متعلق ہے منہم راسخون سے حال والمومنون معطوف ہے الراسخون پر اور خبر اس کی یومنون ہے وقیل سنوتیہم والمقیمین منصوب علی المدح ہر اعنی المقیمین وقیل انہ معطوف علی مافیہ بما فیہ والمومنون معطوف علیہ المومنون معطوف پھر یہ الراسخون پر معطوف ہیں۔

تفسیر یہود کے اوصاف ذمیمہ کے بعد جو کچھ انپر سزائیں نازل ہوئیں ان کا ذکر کیا جاتا ہر منجملہ ان سزاؤں کے ایک یہ بھی تھی کہ انپر شریعت کا گراں بوجھ ڈالا گیا بہت سی حلال چیزیں حرام کی گئیں جیسا کہ دوسری آیت میں اس کی تفصیل ہے وعلی الذین ہادوا حرمنا کل ذی ظفر ومن البقر والغنم حرمنا علیہم شحومہما الا ما حملت ظہورہما او الحوایا او ما اختلط بعظم ذلک جزیناہم ببغیہم وانا لصادقون اور علت اس حرام کرانے کی اُن کی سرکشی اور ظلم اور اللہ کے رستے سے رُکنا اور سود کھانا باوجودیکہ اس سے ممانعت کی گئی تھی اور لوگوں کے ناحق مال کھانا ہر والحاصل ہو کہ گناہ دو قسم کے ہیں ایک خلق اللہ پر ظلم کرنا دوسرے دین حق سے سرکشی کرنا اول کی طرف فبظلم میں اشارہ ہے دوسرے کیطرف وبصدہم عن سبیل اللہ کثیرا میں ظلم اور خونریزی یہود میں بہت کچھ تھی آج کیا یہود اکے قبیلہ نے بنیامین کے قبیلہ پر چڑھائی کر کے ہزاروں کو تہ تیغ کر دیا کل دوسرے قبیلہ نے اور کو ایسا ہی برباد کر دیا اور بیگانوں اور غیر قوموں کی تو اُن کے نزدیک جان اور مال مباح تھے آنحضرت کے زمانہ میں بنی نضیر و بنی قریظہ جو یہود کے دو قبیلہ مدینہ کے پاس رہتے تھے نہایت سفاکی کرتے تھے اور دین حق سے سرکشی کا کچھ ٹھکانا ہی نہ تھا خود حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عہد میں چالیس برس بیابانوں میں ہر روزہ معجزات و کرامات دیکھنے پر بھی کہیں بچھڑے کو پوجا کہیں توہمات کے کام سے بلکہ خود موسیٰ کے حکم سے سرتابی کی اور پھر ان کے بعد سے لیکر حضرت مسیح تک جو کچھ دین حق سے سرکشی کی کہ جسکی وجہ سے کتب مقدسہ بھی ہاتھ سے جاتی رہیں اور آخر حضرت مسیح کو گرفتار کیا اور بزعم خود سولی پر چڑھایا بیان سے باہر ہے اور یہی حال آنحضرت کے عہد تک اس قوم کا تھا۔ ان پر وہ صاف صاف الزام قائم کئے جاتے ہیں جو اُن کے ظلم اور لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے کامل ثبوت ہے اوّل یہ کہ اُن کے عوام داعو باوجودیکہ توراۃ میں سُود کی سخت ممانعت تھی اور اب بھی پائی جاتی ہے۔

کھلم کھلا سُود لیتے تھے اور اسی کو اپنی ہر فہ الحالی کا باعث خیال کرتے تھے دینہ کے یہود سُود در سُود پر اس طرح لین دین کرتے تھے جیسا کہ آجکل سُود خور مہاجن کیا کرتے ہیں اس کی طرف واخذھم الربٰوا میں اشارہ ہے دوم ان کے علماء و حکام جو خاص لوگ تھے ان میں یہ بلا تھی کہ وہ رشوت لیتے تھے جسکی طرف واکلھم اموال الناس بالباطل میں اشارہ ہے۔ یہ دنیا کی سزا تھی جو ان جرائم کی پاداش میں ہوئی نیز بہت سی حلال چیزیں حرام کردی گئیں۔ دوسری آخرت کی سزا جسکی طرف واعتدنا للکافرین منھم عذابا الیما میں اشارہ ہے جو نکہ کوئی قوم بری سے بری کیوں نہو اُس میں چند لوگ اچھے بھی ہوتے ہیں یہود میں بھی کچھ لوگ اچھے ہیں انکی نسبت فرماتا ہے لٰکن الراسخون فی العلم منھم والمؤمنون کہ جو لوگ ان میں سے بڑے عالم اور علم میں ثابت قدم ہیں جنکی ان بشارات پر بھی نظر ہے کہ جو حضرت محمد علیہ السلام کی نسبت انبیاء سابقین نے بیان فرمائے ہیں۔ وہ لوگ یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک کہ جو کچھ اے نبی تم پر نازل ہوا اور جو تم سے پہلے نازل ہوا سب پر ایمان رکھتے ہیں (یہ تکمیل قوت نظریہ کی طرف اشارہ ہے) اور اُسکے ساتھ والمقیمین الصلٰوۃ والمؤتون الزکوٰۃ وہ بدنی اور مالی عبادت نماز اور زکوٰۃ بھی بجالاتے ہیں (یہ قوت عملیہ کی تکمیل کیطرف اشارہ ہے) نماز آنحضرت سے پہلے یہود میں بھی تھی نہ اس طور پر جیسا کہ آنحضرت کیلئے حکم ہوا بلکہ صرف رکوع و قیام یا صرف سجود و دعا اوقات مخصوصہ میں تھی اور نظریات میں چونکہ مبدء و معاد پر ایمان لانا سب سے مقدم بات ہے گو وہ اجمالاً ما انزل الیک میں آگئے تھے لیکن پھر تصریح کردی تاکہ اس طرف اشارہ ہو کہ بعد مردن انسان کے عمدہ علوم خصوصاً ذات باری اور عالم آخرت کے متعلق اسکے ساتھ باقی رہتے ہیں اس لئے یہ بھی کہدیا کہ والمؤمنون باللہ مبدا عالم پر اور والیوم الآخر معاد یعنی عالم آخرت پر ان کا یقین کامل ہے اسکے بعد ان کی جزاء ذکر فرماتا ہے اولٰئک سنؤتیھم اجرا عظیما کہ ہم ان کو عنقریب اجر عظیم عطا کریں گے حرمنا علیھم طیبٰت احلت لھم اس کے متعلق دو بحث ہیں اول یہ کہ وہ کونسی پاک چیزیں ان پر حرام کی گئیں تھیں؟ دوسرے یہ کہ کیوں پاک چیزیں خدا نے بندوں پر حرام کیں۔ حالانکہ مضر اور ناپاک چیزوں کو حرام کرنا چاہئے تھا جیسا کہ خود فرماتا ہے یحل لھم الطیبٰت ویحرم علیھم الخبٰئث اور پھر کس زمانہ میں ہوا۔ اول بات کی نسبت یہ تحقیق ہے کہ یہود پر اونٹ اور خرگوش حرام کیا گیا (یہ) جو چارپائے جگالی کرتے ہیں یا کھر ان کے چرے ہوئے ہوتے ہیں اُن کو نہ کھاؤ۔ توریت سفر احبار باب ۱۱ اسی طرح چربی کی بھی ممانعت تھی جس کی تصریح اب تک یہود کی کتابوں میں موجود ہے کل ذی ظفر کھر چرے جانور مراد ہیں اور یہی چیزیں ممنوع تھیں جن کا ذکر ہم آگے کریں گے۔ سو یہ پاک چیزیں ان پر حرام کی گئیں اور انکو خدا نے اسلئے ان پر حرام کیا کہ ان کے نفس سرکش کو ان چیزوں کی باوجود رغبت کے روکا جاوے تاکہ نفس کی تیزی گھٹے اس کا نمونہ تھوڑا بہت اور شریعتوں میں بھی ہے اسلام نے بھی ایک اعتدال کے ساتھ نفس کی تیزی توڑنے کیلئے روزہ وغیرہ احکام صادر کئے ہیں اور ان چیزوں کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی معرفت حرام کیا اور اس کا اثر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک یہود پر داغ ملامت کی طرح باقی تھا جس پر قرآن میں ان کو متنبہ کیا جاتا ہے

إِنَّآ أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ كَمَآ أَوْحَيْنَآ إِلَىٰ نُوحٍ وَالنَّبِيِّينَ مِن بَعْدِهِ ۚ وَأَوْحَيْنَآ إِلَىٰ إِبْرَٰهِيمَ وَإِسْمَٰعِيلَ وَإِسْحَٰقَ

ہم نے آپ کی طرف بھی اسی طرح وحی بھیجی ہے جیسا کہ نوح کی طرف اور اُس کے بعد کے انبیاء پر بھیجی تھی، اور ہم نے ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق

وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَعِيسَىٰ وَأَيُّوبَ وَيُونُسَ وَهَٰرُونَ وَسُلَيْمَٰنَ ۚ وَآتَيْنَا دَاوُودَ زَبُورًا ۝ وَرُسُلًا

اور یعقوب اور اس کی اولاد اور عیسیٰ اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان کی طرف بھی وحی بھیجی تھی اور ہم نے داؤد کو زبور دی تھی اور بہت سے

قَدْ قَصَصْنَٰهُمْ عَلَيْكَ مِن قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ ۚ وَكَلَّمَ ٱللَّهُ مُوسَىٰ تَكْلِيمًا ۝ رُّسُلًا

رسولوں کا حال ہم تم سے پہلے بیان کر چکے ہیں اور بہت سے رسول ہیں کہ جن کا ذکر ابھی تک ہم نے تم سے بیان نہیں کیا اور اللہ نے موسیٰ سے تو باتیں بھی کیں ہیں ہم نے

مُّبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى ٱللَّهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ ٱلرُّسُلِ ۚ وَكَانَ ٱللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ۝

رسولوں کو خوشخبری اور ڈر سنانے کو بھیجا تھا تاکہ رسولوں کے بعد لوگوں کے لئے کوئی بھی حجت اللہ پر باقی نہ رہے، اور اللہ زبردست حکمت والا ہے۔

ترکیب کما اوحینا صفت ہے مصدر محذوف کی، ما مصدریہ اور ممکن ہے کہ ما بمعنی الذی ہو کر مفعول بہ ہو تقدیرہ اوحینا الیک مثل الذی اوحینا الی نوح من بعدہ متعلق اوحینا کے اور ممکن ہے کہ النبیین کے متعلق ہو رسلاً منصوب فعل محذوف سے جس پر قصصنا دال ہے رسلاً بدل ہے اول رسلاً سے حجۃ اسم یکون للناس خبر علی اللہ حال ہے حجۃ سے ممکن ہے کہ خبر علی اللہ ہو بعد الرسل ظرف ہو حجۃ کا اور ممکن ہے کہ اس کی صفت ہو۔

تفسیر اہل کتاب خصوصاً یہود آنحضرت علیہ السلام کی نبوت سے انکار کرتے تھے اصل منشاء تو اس کا یہ تھا کہ غیر قوم کے شخص کو تسلیم کرنے سے ناانصاف لوگوں کی طبائع گریز کیا کرتی ہیں اور اپنے مذہب کا ترک کرنا خواہ اس میں کیسی ہی خرابیاں پیدا ہوں حتی کہ بت پرستی کا مذہب ہی کیوں نہ ہو اور مصلح کا اتباع کرنا رسم اور الفت اور نیز مخالفت قوم کی وجہ سے سخت گراں معلوم ہوتا ہے اور چونکہ مدت سے ان میں کوئی نبی بھی نہیں آیا تھا اور ان کے انبیاء کے معجزات و کرامات ان میں مشہور تھے اور یہ کچھ عجب نہیں کہ سیکڑوں کی اصل قصے بھی ان کی نسبت کرامت و اعجاز کی بابت مشہور ہوں خصوصاً عیسائیوں میں بھی تخمیناً چھ سو برس سے مسیح علیہ السلام اور حواریوں کے بہت کچھ افسانہ زبان زد تھے جیسا کہ ہر قوم میں مبالغہ کے ساتھ باتیں مشہور ہو جاتی ہیں اس سبب سے نبی یا رسول کے معنی ان کے ذہن میں کچھ عجائب غرائب آدمی کے جم گئے ہوں گے کہ اس کے اوپر لکھی لکھائی آسمان سے کتاب نازل ہوتی ہے اور فرشتے اس کے پاس رات دن لوگوں کے روبرو آیا جایا کرتے ہیں اور جو معجزے لوگ اس سے طلب کرتے ہیں تو اسی وقت دکھا دیتا ہے اسکو بیوی بچوں سے کچھ تعلق نہیں ہوتا تمام خدائی کے اختیارات اُس کے قبضۂ قدرت میں ہوتے ہیں جیسا کہ عرب کے جاہل سمجھتے تھے کہ نبی کو کھانے پینے بازاروں میں پھرنے سے کیا علاقہ چونکہ یہ باتیں ان کی تراشیدہ تھیں ان کا نبی میں پایا جانا کوئی شرط نہیں بلکہ نبی میں دو باتیں ہونی چاہئیں ایک وحی کا آنا دوسری معجزات حسب مرضی الٰہی اور چونکہ اہل کتاب حضرت نوح اور ان کے بعد ابراہیم و اسحٰق و یعقوب اور ان کی اولاد اور عیسیٰ اور یونس و ہارون و سلیمان و داؤد کو مانتے اور نبی جانتے تھے اس پر برہان الزامی قائم کرتا ہے کہ جب تم ان کو نبی جانتے تھے تو اب بتلاؤ ان کے ثبوت پر تمہارے پاس کیا دلیل ہے بجز ان دو باتوں کے ان کے پاس اور کیا بات تھی جو محمد علیہ السلام کے پاس نہیں اصل تو یہ اور وہ سب شریک ہیں اسی کی طرف انا اوحینا الیک کما اوحینا الی نوح میں اشارہ فرماتا ہے رہے معجزات سو ان کا تو وقتاً فوقتاً مشاہدہ ہی کر سکتے تھے کما اوحینا جو تشبیہ ہے وہ کیفیت

نزول وحی میں بھی ہے کہ جس طرح اُن کے پاس ناموس اکبر امینی جبرئیل وحی لاتا اسیطرح آنحضرت علیہ السلام کیطرف اور
نفس وحی کی ہدایت اور مضامین بھی ہے۔ اور سب انبیاء کو آنحضرت کے مقابلہ میں رکھکر شریک کرنے کی بنا تا اسبات کیطرف
بھی اشارہ کرتا ہے کہ اصل و بالذات انبیاء کے بھیجنے سے مقصود خلق کی ہدایت ہوتی ہے اور معجزات تو صرف نبی کی تصدیق
کیلئے منکروں کے مقابلہ میں ہوتے ہیں اب دیکھو آنحضرت سے خلق اللہ نے کس قدر ہدایت پائی عرب کی کیا حالت تھی
خراب چال چلن تھے بت پرستی اور توہمات کی پرستش خونریزی زنا جہالت کس درجہ تھی پھر چند برس میں کیا کایا پلٹ
گئی برخلاف اور انبیاء مذکورین کے کہ انہوں نے اس قدر بنی اسرائیل کی بھی اصلاح نہیں ہوئی۔ اب انکو نبی کہنا اور
آنحضرت کا بلا وجہ وجیہ انکار کرنا اگر وہی رسم کی پابندی نہیں تو اور کیا ہے؛ **فائدہ** (۱) الیٰ نوح کے بعد
والنبیین من بعدہ میں اجمالاً سب نبیوں کا ذکر آگیا تھا مگر ان میں سے بارہ نامور شخصوں کا ذکر کرنا کہ جو اہل کتاب اور
عرب کے نزدیک مسلم تھے نہایت موثر تھا اسلئے انکا ذکر کیا۔ اسمعیل کو عرب کے نزدیک بعد ابراہیم و نوح کے مسلم النبوۃ تھے
اور انکے سوا گیارہ شخصوں کو اہل کتاب بھی مانتے تھے مگر یہود حضرت عیسیٰ کو نہیں مانتے عیسائی سب کو مانتے ہیں اسلئے
ملا کر ذکر کیا (۲) اسباط سبط کی جمع ہے بمعنی اولاد جسطرح عرب قبیلہ کا اطلاق خاندان کی شاخ پر ہوتا ہے بنی اسرائیل
میں اسجگہ لفظ سبط بولا جاتا تھا اس سے اُن کے خاندان کے انبیاء مراد ہیں جنکو بمنزلہ شخص واحد شمار کیا گیا ہے وحی زجاج
کہتا ہے ایماء و اعلام علیٰ سبیل خفاء کو کہتے ہیں اسکی تحقیق مقدمہ میں ہو چکی۔ زبور بروزن فعول بمعنی مفعول یعنی کتاب جیسا
کہ رسول و رکوب و حلوب۔ اور اس کی اصل زبرت بمعنی کتبت سے حضرت داؤد علیہ السلام کو بھی خدا نے ایک کتاب دی تھی
جسکا نام زبور تھا اس میں مناجات اور دعا اور فروتنی اور احکام الٰہی اور شریعت پر پابندی کی ترغیب اور عمدہ عمدہ نصائح تھے
اس نام کی ایک کتاب اب بھی اہل کتاب کے پاس ہے جسکے ہر باب کو بلفظ زبور تعبیر کیا ہے اسمیں خود انہیں کے علماء کا سخت اختلاف ہے
کہ یہ کس کی تصنیف ہے؛ چونکہ بہ نسبت اور انبیاء کے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ سے کلام زیادہ کیا تھا اسلئے ان کا جداگانہ ذکر کیا (۳)
رسلاً قد قصصنٰھم علیک اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ یہود اس بات پر غرور نہ کریں کہ ہمارے ہی خاندان میں خدا نے انبیاء بھیجے ہیں اوروں نہیں
کے گھرانے پر خدا کی ہمیشہ نظر رحمت رہی ہے اسلئے وہ آنحضرت کی نبوت سے انحراف کرتے ہیں بلکہ وان من امۃ الا خلا فیھا نذیر کہ کوئی ایسا
گروہ نہیں اور کوئی ایسی قوم نہیں کہ جس میں کوئی نہ کوئی خدا کی طرف سے ڈر سنانے والا نہ آیا ہو اس لئے یہاں بھی فرما دیا
کہ چند رسولوں کا حال تو ہم نے اے نبی تم سے بیان کیا اور بہت سے ایسے رسول بھی ہیں جن کا حال تم سے بیان نہیں کیا اس سے
مقصد یہ ہے کہ اس بات پر غور کرنا چاہئے کہ آخر ان تمام انبیاء علیہم السلام کا کیا کام تھا اور وہ کس لئے بھیجے گئے
تھے پھر آپ ہی فرماتا ہے رسلاً مبشرین و منذرین کہ ہم نے اُن کو نجات اور عالم آخرت کی خوشی سنانے اور نافرمانی
اور شرک و بدکاری کے بُرے نتیجے سے ڈرانے کے لئے بھیجا تھا سو اب اے منکرو! تم اس علامت کو اس اخیر نبی
محمد علیہ السلام میں دیکھو پائی جاتی ہے کہ نہیں؛ جب یہ بات سب سے بڑھ کر پائی جاتی ہے اور اُن کی تعلیم سب
میں اعلیٰ درجہ کی ہے تو پھر نبی نہ ماننے کی کیا وجہ ہے؛ اور جن کو تم نبی مانتے ہو پھر اُنکے ثبوت کی کیا وجہ؛ جو دلائل تم
اُنکے لئے قائم کرو گے سو وہ سب بوجہ کمال ان میں پائے جاتے ہیں سبحان اللہ آنحضرت کی نبوت پر کیا ہی عمدہ دلیل
قائم کی ہے سب کے بعد اس سلسلہ انبیاء کے قائم کرنیکی وجہ بیان فرماتا ہے لئلا یکون للناس علی اللہ حجۃ بعد الرسل کہ قیامت کو
رسولوں کے بعد پھر اس کیلئے کوئی حجت باقی نہ رہے کہ الٰہی تنہا عقل امور آخرت اور افعال حسنہ اور غیر حسنہ اور تیری خوشنودی

لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَآ اَنْزَلَ اِلَيْكَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَشْهَدُوْنَ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۝

(یہ معاند گو گواہی نہ دیں) لیکن اللہ تو اپنے علم کو اس چیز پر کہ جو تم پر نازل کی ہے گواہی دیتا ہے اور فرشتے بھی شہادت دیتے ہیں، اور اللہ کی گواہی بس ہے بیشک

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَدْ ضَلُّوْا ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَظَلَمُوْا

جن لوگوں نے کہ انکار کیا اور اللہ کی راہ سے روکا وہ تو بڑی ہی گمراہی میں جا پڑے ہیں بیشک جو کافر ہو گئے اور انہوں نے ظلم بھی کیا

لَمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ طَرِيْقًا ۝ اِلَّا طَرِيْقَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ

ان کو تو اللہ نہ بخشے گا اور نہ ان کو رستہ بتائیگا - مگر جہنم کا رستہ کہ جس میں وہ ہمیشہ رہا کرینگے (بتائیگا) اور یہ (بات) خدا پر

عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ۝ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاۗءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَاٰمِنُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ۭ وَاِنْ

(بہت) آسان ہے - لوگو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے رسول برحق آچکا سو تم ایمان لاؤ (اگر) تم اپنی بہتری چاہتے ہو

تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝

اور اگر تم انکار کرو گے (تو کیا پروا ہے) اللہ ہی کا ہے جو کچھ کہ آسمانوں اور زمین میں ہے اور اللہ خبردار حکمت والا ہے

اور نارضامندی کو دریافت کر نہیں تمام تر ہمی توجہ نے رسول کیوں زمین یہ بھیجے مطلق نبوت کے ثبوت کیلئے بر اہمہ و آریہ کے مقابلہ میں کیا خوب دلیل ہے ترکیب اللہ مبتدا ار یشہد خبر با اس کے متعلق ہو والملٰئکۃ یشہدون جملہ کا عطف اول جملہ پر ہو کفی باللہ فعل با فاعل با زائدہ بعلمہ حال ہو فاعل یشہد سے ای متلبسا بالعلمہ الا طریق استثنا متصل ہو خلدین حال مقدرہ ہو خیرا لکم مفعول ہو فعل محذوف کا ای قصدا خیرا تفسیر یہ فرمایا تھا انا اوحینا الیک تو اس پر بھی منکرین شبہ کرتے تھے اسکے جواب میں فرماتا ہو کہ اگر یہ یہود تمہاری نبوت کی شہادت نہیں دیتے تو نہ دیں یہ چند نفسانیت کے بھرے ہوئے جاہل متعصبی سرکش کیا چیز ہیں؟ خود خدا اس چیز کی کہ جو تم پر نازل کیگئی ہے اور اسکے فرشتے گواہی دے رہے ہیں اور اسی کی گواہی بس ہے انزلہ بعلمہ جبکہ خدا نے اپنے نازل کئے پر شہادت دینا فرمایا تو اس کے بعد اس کی صفت بھی بیان کی کہ ہم نے اس قرآن کو کمال خوبی سے نازل کیا ہے اپنے علم سے نازل کیا ہے کچھ یونہی بے سوچے سمجھے نہیں نازل کر دیا ہے جیسا کہ کہا کرتے ہیں کہ تعبت ہا لعلم وقطعت بالسکین میں نے اسکو قلم سے لکھا ہے نہ کسی اور چیز سے اور چھری سے کاٹا ہو اسکے بعد تمام حجت ختم کر کے ان ازلی گمراہوں اور جہنم کے اندھوں کا وصف بیان کرتا ہے کہ جو لوگ خود کافر ہو گئے محمد اور قرآن کا جو ہدایت کی ہوئی آنکھیں ہیں انکا کو منکر اور اس پر مزید یہ کہ شبہات و شکوک لوگوں کے دلوں میں ڈال کر اوروں کو بھی گمراہ کر دیا جیسا کہ یہود کہتے تھے ایک بار کیوں قرآن نازل نہیں ہوا اور موسیٰ کی شریعت کبھی منسوخ نہ ہوگی اور ہمارے خاندان کے سوا غیر کو استحقاق نبوت نہیں وغیرہ وغیرہ اور اسی طرح آجکل کے پادری بھی طرح طرح کے شبہات ڈالتے ہیں ایسے لوگ گمراہی کی اخیر درجہ پر پہنچ گئے ہیں قد ضلوا ضلالا بعیدا پھر ان کی نسبت فرماتا ہے کہ ان کافروں اور ظالموں کو خدا معاف نہیں کریگا کیونکہ یہ ازلی گمراہ ہیں اور اس لئے انکو سوائے جہنم کے رستہ کے اور کوئی رستہ ہدایت کا نہیں دکھائیگا انکو جب سوجھے گی تو اوندھی بات سوجھے گی - اور یہی جہنم کا رستہ ہو یہود کے شکوک شبہات کا جواب دیکر تمام بنی آدم کو اعلان کرتا ہو کہ تمہارے رب کیطرف سے تمہارے پاس اسکا پیغامبر حق بات قرآن و توحید و احکام فطرت لیکر آیا ہو سو تم ایمان لاؤ اسی میں تمہاری بہتری ہو اور اگر تم انکار کرو گے تو ہم کو کچھ پروا نہیں کس لئے کہ آسمان و زمین کی بادشاہت ہماری ہی ہو آسمانوں میں لاکھوں قدوسی ہماری عبادت و تسبیح و تقدیس کر رہے ہیں اللہ عالم و حکیم ہو شریعت اور الہام میں جو کچھ فرمایا تمہارے لئے رکھی گئی ہیں انکو وہی خوب جانتا ہے

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ وَلَا تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقَّ إِنَّمَا الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُولُ اللَّهِ

اہل کتاب! اپنے دین میں حد سے نہ گزرو اور نہ اللہ کی نسبت کوئی بات بجز حق کے کہو مسیح تو صرف عیسیٰ مریم کے بیٹے (اور اللہ کے رسول

وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَى مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِنْهُ فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَلَا تَقُولُوا ثَلَاثَةٌ انْتَهُوا خَيْرًا لَكُمْ

اور اس کا کلمہ ہیں جسکو مریم کیطرف ڈالا تھا اور اسکی روح ہے سو تم اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور تین نہ کہو اور باز آؤ اپنی بہتری چاہو۔

إِنَّمَا اللَّهُ إِلَهٌ وَاحِدٌ سُبْحَانَهُ أَنْ يَكُونَ لَهُ وَلَدٌ لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَكَفَى بِاللَّهِ وَكِيلًا

معبود تو صرف ایک اللہ ہی ہے وہ اس بات سے پاک ہے کہ اسکے کوئی اولاد ہو اسکو اسکی کیا ضرورت ہے جو کچھ کہ آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں سب اسی کا ہے اور اللہ کافی ہے

ترکیب الا الحق یہ مفعول ہے لقولوا کا ای ولا تقولوا الا القول الحق المسیح مبتداء عیسیٰ بدل یا عطف بیان ہے رسول اللہ خبر وکلمتہ اس پر معطوف القہا الی مریم کلمۃ سے حال اور عامل معنی کلمہ وروح منہ معطوف ہے خبر پر یہ تین خبریں ہیں ثلثۃ خبر ہے مبتداء محذوف کی ای لا تقولوا الہنا ثلثۃ انما اللہ مبتداء الہ واحد خبر۔

تفسیر جبکہ یہود کے متعلق کلام ہو چکا تو اب نصاریٰ کی طرف التفات کیا جاتا ہے کیونکہ جس قدر یہود کو حضرت مسیح کی نسبت تفریط تھی اسیقدر عیسائیوں کو انکی نسبت افراط تھی انکو خدا اور خدا کا بیٹا کہتے تھے۔ فرماتا ہے کہ اے اہل کتاب اپنے دین میں غلو اور تعصب نکرو سب سے اوّل یہ ایک ایسی بات فرمائی کہ جسکے تسلیم کرنے میں کسی کو بھی تردد نہیں ہو سکتا کس لئے کہ غلو اور تعصب عقلاً ممنوع ہے۔ یہ تمہید تھی اور بلاغت کا یہی مقتضی و کمال ہے اور اسی کو حسن الاستدلال کہتے ہیں کہ اولاً ایک ایسا مقدمہ پیش کیا جاوے کہ جس کا مخاطب انکار نکر سکے پھر اسی مسلمہ مقدمہ سے اس کو قائل کر دیا جاوے اسکے بعد دوسرا جملہ بھی اول جملہ کی تائید یا بطور تمہید کے ارشاد ہوتا ہے ولا تقولوا علی اللہ الا الحق کہ اللہ کی ذات وصفات کی بابت حق بات کے سوا اور کوئی بات نہ کہا کرو کس لئے کہ خدا اور اس کے صفات غیر محسوس ہیں وہاں وہم و خیال کو رسائی نہیں اس کا مخلوق پر قیاس کرنا غلط قیاس ہے اسکے بعد اصل مقصد میں کلام شروع ہوتا ہے اور انکو ان عقائد فاسدہ سے روکا جاتا ہے جو وہم و خیال پر مبنی تھے جس کی ان میں غلو بھی تھا اور حق کے بھی خلاف بھی تھا اس جملہ میں یہود و نصاریٰ دونوں کی طرف روئے سخن ہے انکو خدا کی قدرت کاملہ کا کرشمہ نہ سمجھنا اور عادت کے خلاف تولد سے حرامی اور غلو سمجھ لینا بھی خلاف حق ہے اور اسی بات پر انکو خدا کا بیٹا سمجھ لینا بھی خلاف حق اور غلو ہے بلکہ انما المسیح عیسیٰ ابن مریم الخ مسیح جس کو عیسیٰ کہتے ہیں وہ مریم کے بیٹے ہیں نہ خدا کے اور اسکے رسول ہیں اور نہ خدا نہ اس کے فرزند نہ حرامی اور اس کا کلمہ بھی ہیں جس کو مریم کی طرف بھیجا تھا اور اسکی طرف روح بھی ہیں۔ اس جگہ حضرت مسیح کے چند وصف بیان فرمائے پہلا وصف یہ کہ وہ ابن مریم ہیں یہ بات چونکہ سب کے نزدیک مسلم تھی مگر باپ کا نام نہ بیان کیا کس لئے کہ یہ امر متنازع فیہ تھا یہود ان کو معاذ اللہ حرامی کہتے تھے عیسائی ان کو خدا اور خدا کا بیٹا کہتے تھے اور یہ عقیدہ حواریوں کے بعد عیسائیوں میں غالباً پولوس کے اشارات سے پیدا ہوا تھا۔ دوسری صدی عیسوی میں اکثر کلیسائیوں میں یہ عقیدہ ذہن نشین ہو گیا تھا اور ان میں ہزاروں سچے دیندار جو قدیم طریق حواریوں کے پابند تھے اس کو نہیں مانتے تھے چنانچہ:-

آریوس وغیرہ محققین نے اسکندریہ میں اس عقیدہ کا بڑے زور سے بطلان کیا اور اسکے بعد بھی یونانی نیٹورین وغیرہ فریق منکر ہیں مگر زیادہ تر گروہ پولوس کے مریدوں کا پھیل گیا جن کا یہ عقیدہ تھا کہ آنحضرت کے عہد میں کلیسائی عرب کا بھی یہی عقیدہ تھا قرآن نے دونوں قوموں کو غلط ٹھرایا اور امر حق کو ظاہر کر دیا کہ نہ وہ حرامی تھے نہ خدا کے فرزند بلکہ وہ اسکے کلمہ اور اسکی طرف کی روح تھے جو محض کلمہ کن کے کہنے سے پیدا ہو گئے تھے۔ اور اس نے اپنی قدرت کاملہ سے انکو مریم کے پیٹ میں بلے باپ کے پیدا کر دیا تھا کلمتہ وروح منہ کے یہی معنی ہیں دوسرا وصف رسول اللہ کہ وہ خدا کے رسول ہیں اس میں یہود کا بھی رد ہے کہ وہ انکو خدا کا رسول نہیں سمجھتے تھے بلکہ معاذ اللہ جھوٹا اور جادوگر کہتے تھے اور نصاریٰ کا بھی رد ہے کیونکہ وہ ان کو خدا کہتے تھے کہ خدا نے مریم کے پیٹ میں حلول کیا ہے اور وہ انسانی صورت میں ظاہر ہوا ہے جس طرح کہ ہنود اوتاروں کی نسبت یہ عقیدہ رکھتے ہیں اور یہ رد اس لئے ہوا کہ رسول ہونا تو عیسائی بھی تسلیم کرتے ہیں اور تمام بشریت کی باتیں کھانا پینا جاگنا سونا سب ان میں مانتے ہیں اور یہ بھی بدیہی بات ہے کہ صفات بشریہ خواہ محمودہ ہوں جیسا کہ رسالت وعبادت خواہ اور ہوں جیسا کہ کھانا پینا اوصاف الوہیت سے برخلاف ہیں جیسا کہ غلامی من حیث غلامی اور خاوندی من حیث خاوندی دونوں وصف ضد ہیں جس طرح کہ آگ اور پانی کے اوصاف حرارت و برودت اور یہ بھی بدیہی ہے کہ اوصاف متضادہ ایک ذات میں جمع نہیں ہو سکتے جس سے لازم آیا کہ وہ خدا نہیں ہو سکتے کس لئے کہ انتفاء لازم سے انتفاء ملزوم ہو جایا کرتا ہے تیسرا وصف کلمتہ کہ وہ خدا کے کلمہ ہیں انجیل یوحنا کے اوّل میں یوں ہے ابتدا میں کلام تھا اور کلام خدا کے ساتھ تھا اور کلام خدا تھا

(۲) یہی ابتدا میں خدا کے ساتھ تھا سب چیزیں اس سے موجود ہوئیں۔ اس کے معنی جس طرح عیسائی سمجھتے ہیں اس سے تو یہ کلام بے معنی ہو جاتا ہے کیونکہ وہ تھا کی ضمیر حضرت مسیح کیطرف پھیرتے ہیں جس کے یہ معنی کہ ابتدا میں مسیح کلام تھا اور یہ ظاہر ہے کہ کلام خدا خدا نہیں ہو سکتا۔ مگر چونکہ قرآن نے حضرت مسیح کو کلمہ کہا اس کی تفسیر سے آیت یوحنا کا بھی صحیح مطلب نکل آتا ہے کلمہ اصطلاح میں اس لفظ کو کہتے ہیں کہ جو کسی معنی مفرد کے لئے وضع کیا جاوے خواہ وہ اسم ہو خواہ فعل خواہ حرف اس صورت میں کلمہ کن امر ہو جا بھی کلمہ ہے کیونکہ صیغہ امر ہے اور اگر اس کے فاعل انت کا لحاظ کر لیا جاوے تو یہی کلام بھی ہو جاویگا کیونکہ کلمات سے مرکب کا نام کلام ہے بشرط اسناد اس تقدیر پر کلمتہ اور کلام تھا میں کچھ فرق نہ رہا مگر اس کلمہ یا کلام سے یہ کلمہ و کلام مراد نہیں جو زبان سے ادا کئے جاتے ہیں

ف نیچری کہتے ہیں کہ مسیح کا بغیر باپ کے پیدا ہونا قرآن سے بھی ثابت نہیں میں کہتا ہوں عقلاً بھی ممکن ہے اور نقلاً بھی ثابت ہے عقلاً تو یوں کہ آپ نے مٹی کے کیڑوں جانوروں پیدا ہوتے بارہا دیکھے ہوں گے پھر مریم کے پیٹ میں ذی روح کے پیدا ہو جانے سے کیا محال لازم آسکتا ہے اور نقلیات کو علاوہ انجیل متی کے قرآن مجید کی بھی متعدد آیات سے مطلب ثابت ہوتا ہے انا انجملہ یہی آیت ہے کیونکہ کلمتہ القیہا الی مریم کے یہی معنی ہیں کہ خدا نے اس کلمہ کو مریم کی طرف ڈالا نہ یوسف نجار یا کسی اور نے پھر اس سے زیادہ کیا صراحت ہوگی ۱۲ منہ ۔

بلکہ کلام نفسی اور امر تکوینی جو اس کا ایک وصف ہے یعنی خدا تعالیٰ نے کن کہا اور اس کلمہ یعنی حکم کو مریم کیطرف ڈالا جس سے حضرت مسیح پیدا ہو گئے غرض کہ وہ صرف کلمہ کن سے بلا توسط اسباب پیدا ہوئے ہیں اسلئے باعتبار اطلاق السبب علی المسبب حضرت مسیح کو کلمہ کہا جاتا ہے۔ اور یوحنا جو کہتا ہے کلام خدا کیساتھ تھا اس سے وہ سبب یعنے وصف باری تعالیٰ مراد لیتا ہے نہ مسبب یعنی حضرت مسیح اور یہ صاف ہے کہ اس کا وصف ازل میں اس کے ساتھ تھا اور بقول حکماء اُس کے وصف عین ذات ہیں لہٰذا کلام خدا بھی ہو سکتا ہے اور پھر تمام عالم کی تکوین اسی وصف سے ہوئی مگر عیسائیوں کو یہ دھوکا ہو گیا کہ وہ دونوں جگہ کلام سے ایک مراد یعنی سبب لیتے اور پھر غلط کر دیتے ہیں جس سے تعارض کلام میں پیدا ہوتے ہیں۔ جو تھا وصف روح منہ اس کے چند معانی ہیں (۱) عرب کی عادت تھی کہ جب وہ پاکیزگی اور طہارت و لطافت میں کسی چیز کی صفت کرتے تھے تو اس کو روح کہتے تھے یعنی چونکہ مسیح کو بغیر باپ کے محض نفخ جبرئیل علیہ السلام سے خدا نے پیدا کیا تھا تو اس لطافت کے واسطے ان کو روح اللہ کہتے تھے اور منہ اضافت تفضیل کے لئے ہے جیسا کہ بولتے ہیں نعمۃ من اللہ اور بادشاہ جس نوکر کی مدح کرنا چاہتے ہیں تو کہتے ہیں ہمارا نوکر یعنے خاص اور معزز نوکر ورنہ یوں سب ہی نوکر اور سب ہی روح اللہ ہیں (۲) چونکہ حضرت مسیح لوگوں کی حیات اخرویہ کا باعث تھے اس لئے ان پر روح کا اطلاق ہوا جس طرح کہ قرآن مجید کو روح کہا گیا۔ وکذلک اوحینا الیک روحا من امرنا (۳) روح و ریح عرب کی زبان میں قریب المعنی ہیں جسکو ہندی میں پھونک کہتے ہیں یا سانس چونکہ جبرئیل کے پھونکنے سے مسیح پیدا ہوئے تھے اس لئے انکو روح کہتے ہیں ان چاروں اوصاف کے بعد پھر تصریح کرتا ہے کہ آمنوا باللہ ورسولہ کہ اللہ اور اس کے رسول مسیح پر ایمان لاؤ جو ان کو خدا کہتے ہیں دراصل وہ رسالت کے منکر ہیں اسیطرح جو حرامی کہتے ہیں وہ بھی رسالت کے منکر ہیں ان سب کے بعد امر حق کی تصریح کرتا ہے ولا تقولوا ثلاثۃ کہ تثلیث سے باز آؤ کیونکہ انما اللہ الٰہ واحد کہ وہ ایک ذات اور وحدہٗ لاشریک ہے جب تثلیث کے قائل ہوئے کہ خدا اور روح القدس اور عیسیٰ ملکر ایک خدا ہو تو توحید کہاں رہی کسلئے کہ اگر یہ تینوں ذات مستقلہ ہیں تو پھر ایک ہونا کیا جمہوری خدائی قائم کرنا ہے اور اگر غیر مستقلہ ہیں تو ان تینوں میں سے جس کو اب یعنی باپ کہتے ہو جس سے خدا مراد ہے وہ بھی معاذ اللہ غیر مستقل ہو جاویگا۔ تثلیث کے بطلان کے بعد مسیح کی ابنیت کو باطل کرتا ہے سبحانہ ان یکون لہ ولد وہ اس بات سے پاک ہے کہ کوئی بیٹا ہو کس لئے کہ لہ ما فی السموات وما فی الارض کہ آسمان و زمین میں جو کچھ ہے سب اسی کا ہے۔

دوم روح منہ بھی اسی مطلب کو ادا کرتا ہے اگر یہ نہیں تو پھر انکی کیا خصوصیت تمام لوگ روح منہ ہیں ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم میں امکان عقلی کی طرف بھی اشارہ ہے کیونکہ یہود حضرت آدم کا بغیر باپ بلکہ بے ماں کے بھی صرف قدرت کاملہ سے پیدا ہونا مانتے تھے اس پر خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس نے آدم کو بغیر ماں باپ کے پیدا کیا اس نے مسیح کو بھی بغیر باپ کے پیدا کر دیا جو اول سے آسان تر ہے پھر جب اسکو مانتے ہو تو اس کو کیوں نہیں مانتے؟ معرض نزاع میں بغیر دلیل کے یہودی منکروں کے روبرو یوں کہہ دینا کہ عیسیٰ بے باپ پیدا ہوئے جیسا کہ نیچری اصلاح دیتے ہیں عین حق تھا۔ حقانی

لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ ؕ وَمَنْ يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ

مسیح کو خدا کا بندہ ہونے سے ہرگز کچھ بھی عار نہیں ہے اور نہ ملائکہ مقربین ہی کو عار ہے۔ اور جو کوئی اس کی بندگی سے عار

وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ اِلَيْهِ جَمِيْعًا ۝ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ

اور سرکشی کرتا ہے سو وہ عنقریب ان سب کو اپنے پاس اکٹھا کریگا جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام بھی کیے سو وہ انکو ان کا بدلہ پورا دیگا

وَيَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۚ وَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْتَنْكَفُوْا وَاسْتَكْبَرُوْا فَيُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ

اور اپنے فضل سے انکو اور زیادہ (بھی) دیگا لیکن جو عار اور تکبر کرتے ہیں سو انکو عذاب الیم میں مبتلا کرے گا۔

وَّلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ۝

اور نہ ان کا اللہ کے مقابلہ میں کوئی حمایتی ہوگا اور نہ مددگار

ترکیب ان یکون ای عن ان یکون ولا الملائکۃ موصوف المقربون صفت مجموعہ کا عطف المسیح پر ہے اور کلام میں حذف ہے ای ان یکونوا عبیدا۔

تفسیر سب اسی کا ہے اس کو ضعف و پیری بیکسی کہاں جو بیٹے کی ضرورت پڑے بلکہ کفی باللہ وکیلا کہ وہ اپنے تمام کام کرنیکے لئے کافی ہے پھر بیٹے کی کیا حاجت ان آیات میں جسطرح ان صاف مطلب کی طرف اشارہ ہے اسیطرح ایک باریک دلیل کیطرف بھی اشارہ ہے کہ لہ ما فی السموت الخ سب کچھ اسکی خاص ملک ہے اگر کوئی بیٹا ہوگا تو ضرور باپ کا مثل ہوگا اور باپ تو کبھی نہ مریگا سو بیٹے کیلئے بھی کوئی جگہ کا نہ آسمان و زمین اور وہاں کی بادشاہی چاہئے ورنہ باپ کا مثل نہ رہیگا اور جو ہی ہیں وہ بھی شریک ہوگا تو یہ تخصیص کہ جو لہ ما فی السموت وما فی الارض میں لہ کے مقدم کرنے سے سمجھی جاتی ہے فوت ہو جاوے گی حالانکہ اسکو عقل سلیم تسلیم کر چکی ہے اس کے بعد ایک اور صاف طور پر مسیح کی الوہیت باطل کرتا ہے اور عیسائیوں کو جو وجہ اشتباہ پیش آئی تھی اسکو بھی بیان فرماتا ہے لن یستنکف المسیح الخ نہ مسیح کو اس کی عبادت سے ہرگز عار نہ تھا کیونکہ تم خود مقر ہو کہ وہ رات بھر زیتون کی پہاڑی پر اسکی عبادت کیا کرتے تھے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ یہ عبادت ناسوتی مرتبہ میں نہ تھی بلکہ لاہوتی اور ملکوتی مرتبہ میں کس لئے کہ روحانیت میں مسیح ملائکہ مقربین سے بڑھکر نہ تھے جو نہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے ہیں نہ باپ ہے نہ کبھی کھاتے ہیں نہ پیتے پھر جب انکو عار و انکار نہیں تو انکو کیونکر ہونے لگا علاوہ اسکے جو کوئی اسکی عبادت سے عار و انکار کرتا ہے وہ پکڑا بھی جاتا اور اس کے بارگاہ جلال میں حاضر کیا جاتا ہے پس جب عبادت کرنا پایا گیا تو وہ خدا نہ تھے کیونکہ خدا کسی کی عبادت نہیں کیا کرتا اس سے ثابت ہوا کہ حضرت مسیح خدا نہ تھے بلکہ اسکے بندہ چونکہ عبادت سے عار کرنے کا ذکر آگیا تھا اسلئے دربار کبریائی میں سرخروئی اور رسوائی کا بیان فرماتا ہے اور ایمان اور عبادت کی رغبت کس خوبی سے دلاتا ہے کہ جو کوئی ایمان لایا اور انہوں نے اچھے کام بھی کئے تو ہم انکا پورا بدلہ دینگے اور اپنی طرف سے علاوہ بدلہ کے اور بھی اپنے فضل سے زیادہ دینگے اور جو ہم سے عار و انکار کرتے ہیں ہم انکو عذاب الیم میں مبتلا کرینگے پھر نہ انکو اس رنج دائمی کے قید خانہ سے بھاگنے کی جگہ ملیگی نہ کوئی حمایتی کھڑا ہوگا نہ طرفدار و من یستنکف میں ایک لطیف سا اشارہ اس طرف بھی ہے کہ خواہ مسیح ہو خواہ کوئی اور پیغمبر یا فرشتہ کس کی مجال ہے کہ جو ہماری غلامی اور بندگی سے سرتابی کرے منصب خدائی تو درکنار ذرہ بھر سرتابی کی بھی کسی کو مجال نہیں۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَأَنزَلْنَا إِلَيْكُمْ نُورًا مُّبِينًا ۝ فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ

اے لوگو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے دلیل آچکی ہے اور ہم تمہاری طرف چمکتی ہوئی روشنی بھی نازل کر چکے ہیں یعنی قرآن، جو اللہ پر ایمان لائے

وَاعْتَصَمُوا بِهِ فَسَيُدْخِلُهُمْ فِي رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ وَيَهْدِيهِمْ إِلَيْهِ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا ۝

اور انہوں نے اسکے دین کو مضبوط پکڑ لیا سو ان کو عنقریب اپنی رحمت اور فضل میں داخل کریگا اور اپنی طرف پہنچنے کا سیدھا رستہ بھی۔

ترکیب منربکم صفت ہے برہان کی فسیدخلہم جواب اما الذین آمنوا۔ مستقیما صفت مجموعہ مفعول ثانی ہے یہدی کا

تفسیر جبکہ خدا تعالیٰ منافقین اور کفار عرب اور یہود و نصاری وغیرہم باطل فرقوں پر حجت قائم کر چکا اور انکے شبہات باطلہ کا جواب باصواب دے چکا تو اعلان عام کر کے تمام بنی آدم کو حضرت محمد علیہ الصلوۃ والسلام کی نبوت پر ایمان لانیکا حکم دیتا ہے کہ یا ایہا الناس قد جاءکم برہان من ربکم کہ لوگو تمہارے پاس خدا کی برہان آچکی ہے برہان سے مراد آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام ہیں کیونکہ برہان کہتے ہیں دلیل کو آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کا وجود مبارک اور آنحضرت کا بیان اور معجزات اور رویہ تمام عالم کے لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے حجت قاطعہ ہے آنحضرت مجسم حق تھے آپکے بعد پھر آپ کے برخلاف طریقہ اختیار کرنا صریح حق کا خلاف کرنا ہے آنحضرت نے نہ تنہا اپنے وعظ و پند سے بنی آدم کی ڈوبتی کشتی کو تھام لیا بلکہ اپنے ایک ایک حرکات و سکنات کو ہدایت و نیک روی بردباری صلہ رحمی خداپرستی کے لئے سچا نمونہ بنا دیا۔ آنحضرت کے عہد سے پہلے کتب تواریخ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ گمراہی اور ہر ایک قسم کی بدکاری اور شرک سے دنیا کی تمام قومیں آلودہ تھیں لیکن جب اس آفتاب ہدایت نے طلوع کیا تو عالم کو منور کر دیا۔ اور نہ صرف نبی برحق تمہارے پاس آئے بلکہ ہم نے اسکے ساتھ اس سلسلہ ہدایت کو ہمیشہ قائم کرنے کے لئے انزلنا الیکم نورا مبینا صاف نور اور کھلا ہوا یعنی قرآن مجید بھی نازل کیا ہے قرآن کا نور مبین ہونا بھی دنیا کے منصفوں اور روشن دماغوں نے تسلیم کر لیا ہے جس قدر آج کل دنیا میں الہامی کتابیں کہلاتی ہیں اگر کوئی ذرا انصاف کر کے ان سے قرآن کے مضامین روح افزا توحید و عبادت عالم آخرت کی رغبت خدا کی تنزیہہ و تقدیس نیک روی تمدن کے اصول وغیرہ کو مقابلہ کر کے دیکھے گا تو بے ساختہ نور مبین ہونیکا مقر ہو جاویگا وہ جو سیکڑوں برس میں حضرت موسیٰ و عیسیٰ کی کتاب نے دنیا میں خداپرستی نہ پھیلائی تھی جو چند برسوں میں قرآن نے اطراف عالم کے بت پرستوں دہریوں شہوت پرستوں درندوں کو فرشتہ بنا دیا یہ بات تاریخ سے بخوبی ظاہر ہو سکتی ہے۔ اس کے بعد یہ فرماتا ہے کہ ہم نے دنیا میں برہان و نور مبین بھیجدیا پھر جو اس کو مان کر اللہ پر ایمان لائیں گے اور اس کو مضبوط پکڑیں گے یعنی اس کی ذات پر تکیہ اور توکل کرینگے یا یہ مراد کہ شریعت محمدیہ اور قرآن کو جس نے مضبوط پکڑا (یہ اس لئے فرمایا کہ صرف ایمان لانا کافی نہیں بلکہ اس پر قیام اور استقامت بھی ہو) ان کو اللہ اپنی رحمت اور فضل میں داخل کریگا اور اپنی طرف آنے کا سیدھا رستہ دکھائیگا۔

رحمت اور فضل سے مراد جنت اور حیات جاودانی ہے کیونکہ جنت اسکی رحمت کا مظہر ہے اور فضل میں لقا و مزید کی طرف اشارہ ہے و یہدیہم کے ساتھ الیہ یعنی اپنی طرف ہدایت کرنا فرمانا اس بات کو ظاہر کر رہا ہے کہ انبیاء اور کتابیں اس معشوق حقیقی کے کہ جو پردہ حسن میں ہے پیام بر ہیں۔

يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ إِنِ امْرُؤٌ هَلَكَ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ وَلَهُ أُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا

(ای نبی) وہ تم سے حکم پوچھتے ہیں (سو) کہدو اللہ تمکو کلالہ کے بارے میں حکم دیتا ہے کہ اگر کوئی ایسا شخص مر کہ اسکی کوئی اولاد نہ ہو اور بہن ہو تو اس بہن کیلئے آدھا ترکہ ہے۔

تَرَكَ وَهُوَ يَرِثُهَا إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهَا وَلَدٌ فَإِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثَانِ مِمَّا تَرَكَ وَإِنْ كَانُوا إِخْوَةً رِجَالًا

اور اگر بہن کے کوئی اولاد نہ ہو تو وہ بھائی اس کا وارث ہوگا پھر اگر کلالہ کی دو بہنیں ہوں تو انکو ترکہ میں سے دو ثلث ملیں گے اور اگر کلالہ کے وارث کئی بہن بھائی

وَنِسَاءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ أَنْ تَضِلُّوا وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۲۴ ع

مرد عورت ہوں تو مرد کو دو عورت کے حصے کے برابر ملیگا اللہ تم سے بیان کرتا ہے تاکہ تم گمراہ نہ ہو جاؤ اور اللہ ہر شئے سے واقف ہے۔

ترکیب فی الکلالہ متعلق ہے یفتی سے امر۔ مرفوع بسبب فعل کے کہ جس کی تفصیل ہلک کر رہا ہے لیس لہ ولد جملہ ہلک سے حال ہے اسیطرح ولہ اخت فلہا الخ جواب ان

تفسیر جس طرح اس سورۃ کے اوّل میں احکام بیان فرمائے گئے ہیں اسی طرح اس کو تمام بھی مسائل ہی پر کیا تاکہ اوّل کو آخر کے ساتھ ربط ہو جائے کلالہ کے بارے میں اوّل بھی اس سورۃ میں حکم ہوا تھا جو سردی کے موسم میں نازل ہوئی تھی پھر یہاں بھی اور یہ گرمی کے موسم میں آیت نازل ہوئی کلالہ اس میت کو کہتے ہیں کہ جو نہ ماں باپ کو چھوڑ کر مرے نہ اولاد اور ان وارث کو بھی کہتے ہیں کہ جو نہ میّت کے ماں باپ میں سے ہوں نہ اولاد میں سے ہوں یہ کل سے مشتق ہے جس کے معنے بوجھ کے ہیں چونکہ اس قسم کے شخص کو آدمی اپنی کفالت اور وراثت میں بوجھ اور بار طبع سمجھتا ہے اس لئے اس کو کلالہ کہتے ہیں (۱) اس آیت میں کلالہ سے وہ میت مراد ہے جو صرف ایک بہن چھوڑ کر مرے اُسکی بہن کے لئے نصف ملے گا۔ گرچہ آیت میں لیس لہ ولد ہے کہ میت کے اولاد نہ ہو مگر بحکم اجماع ماں باپ بھی نہ ہوں تب بہن اگر اکیلی ہے تو نصف لے گی۔

(۲) اگر اسیطرح وہ بہن مرے اور اس کے ماں باپ بھی نہ ہوں تو بھائی کل مال کا وارث ہوگا۔

(۳) اور اگر اس قسم کے میت کے دو بہنیں ہوں تو دو تہائی مال اُن کا باقی اور وارثوں کا۔

(۴) اگر کئی بہن بھائی یا ایک بہن و ایک بھائی کلالہ نے چھوڑے تو فللذکر مثل حظ الانثیین دوہرا حصہ بھائی کا اور اکہرا بہن کا قرار پاوے گا اور باہم اس حساب سے تقسیم ہو جاوے گی اسجگہ بہن بھائی سے عینی یا علاتی مراد ہیں جیساکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کیونکہ اخیافی بہن بھائی کا حق چھٹا حصہ ہے جو پہلے آچکا۔ اس کے بعد تمام شرائع بیان کرنے کی حکمت بیان فرماتا ہے کہ تم گمراہ نہ ہو جاؤ اس لئے ہم احکام بیان کرتے ہیں اور ان کے اسرار بھی ہم جانتے ہیں کیونکہ واللہ بکل شئ علیم وہ ہر چیز کو جانتا ہے جو کچھ وہ فرماتا ہے ٹھیک فرماتا ہے۔

۱؎ کلالہ وہ مرد یا عورت کہ جو نہ ماں باپ چھوڑے نہ اولاد صرف بہن بھائی وارث چھوڑے ایسی صورت میں اگر بھائی مر جائے تو اس کی ایک بہن کو آدھا ترکہ اور اگر دو یا دو سے زیادہ بہنیں ہوں تو سب کو دو تہائی اور اگر بہن بھائی ملے جلے ہوں تو مرد کو دوچند عورت سے اور اگر بہن مر جائے تو سب بھائی کا ہے بشرطیکہ اُس کا شوہر نہ ہو ۱۲ منہ

تمام شد
سنہ ۱۳۶۰ھ

سیدالانبیاء خاتم النبیین محبوب خدا صلعم کی سیرت پر مشہور عالم کتاب

رحمت للعالمین

مصنفہ

علامہ قاضی محمد سلیمان صاحب سلمان منصور پوری

فاضل مصنف نے اپنی اس مشہور و معروف اور بلند پایہ تصنیف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ کے تمام پہلوؤں پر انتہائی بالغ نظری سے روشنی ڈالی ہے۔ واقعات کی تحقیق اور استناد کا خاص خیال رکھا گیا ہے۔ سیرت کے علاوہ دوسرے اہم مذہبی مسائل پر بھی سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ قرآن کریم کا دوسرے آسمانی صحیفوں سے موازنہ اور غیر مسلموں کے اعتراضات کے جوابات وغیرہ کتاب کی افادی حیثیت میں معتد بہ اضافہ کر رہے ہیں۔ صرف تین جلدوں میں سیرت نبوی پر بحر بے پایاں بند کر کے صحیح معنوں میں کتاب کو "دریا بہ کوزہ" کا مصداق بنا دیا گیا ہے۔ انہی خصوصیات کی بنا پر اس کتاب کو جملہ حلقوں میں نہ صرف پسند ہی کیا گیا ہے بلکہ اس کو نہایت مستند تسلیم کیا گیا ہے۔

مصنف کا طرز بیان سلجھا ہوا اور طریقہ استدلال سنجیدہ ہے۔ اتنی دلچسپ، مکمل اور اعلیٰ سیرت النبی یقیناً آپ کی نظر سے نہ گزری ہوگی۔

- کتابت خوشخط
- طباعت دیدہ زیب
- کاغذ عمدہ دبیز
- جلد پائیدار مضبوط ولائتی کپڑا
- خوبصورت رنگین گردپوش

شیخ غلام علی اینڈ سنز، ناشران کتب کشمیری بازار لاہور